UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188959
UNIVERSAL
LIBRARY

اس کتاب کے تمام حقوق بموجب کاپی رائٹ ایکٹ بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ تالیفات قریشی بک ایجنسی لاہور نمبر 54

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

مفتاح العلوم

جلد چھٹی

شرح مثنوی مولانا رومؒ

دفتر دوم حصہ دوسرا

از

عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی

بے

خاکسار محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی لاہور نے

بعد اخذ حقوق دائمی شائع کیا

کتبہ عبدالمجید

ضیاء محمد

بار اول

قیمت دلا جلد ۲-۸-۰۰ مجلد ۳-۴-۰۰

مفتاح العلوم حصہ ششم

کے بعض خواص کثیرہ جن کا موقع بہ موقع ایراد ہوا ہے

مضامین	نمبر صفحہ
تصوف وسلوک	
فکر وذکر	۱۰
علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین	۱۳
اولیاء اللہ کرام کا مقامات واحوال	۵۹
اولیاء اللہ کی مچھلی کے ساتھ تشبیہ کی وجہ	۶۰
کبھی خود جوش افاضہ مرید کو جذب کرتا ہے	۱۰۳
انوار قدیت کی بہروقت درخشانی اور چشم کی	۱۱۳
عوام کے ادراک نہ کرنے کی وجہ	
کاملین کے تصرف وعدم تصرف کی صورتیں	۱۲۱
صدائے انا الحق کی تاویل	۱۹۹
وحدۃ الوجود میں ذات عینیت مراد نہیں ہوتی	۱۹۹
ادراک خواطر کشف ضمائر کی کمال نہیں	۲۳۲
اتصاف بصفات حق	۱۹۹
عقاید	
منصب نبوت کی بدولت نوع انسان تمام مخلوق سے ممتاز ہے	۳۰
طاعات وعبادات کے آخرت میں محشور ہونے کی بحث	۶۵
اعمال واقوال کا حشر اور نقل آخرت میں	۶۹
شہیدوں کی زندگی	۱۰۴
شہیدوں کا رزق حسی ہے یا معنوی	۱۰۸
خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں	۱۳۵
مسئلہ ایصال ثواب	۱۵۶
حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کا سجدہ تعبدی تھا یا تعظیمی؟	۲۰۱
قیامت میں گناہوں کا خاص خاص شکلوں میں مجسم ہونا	۲۲۴
حب نبی کی تمام محبتوں پر فوقیت	۲۵۹
مرض وسوسہ کا ایک عجیب علاج	۲۶۲
خوف ورجا دونوں شرط ایمان ہیں	۲۶۸
خوف ورجا کے ضروری ہونے میں حکمت	۲۶۹
پیغمبروں کا ظاہر وباطن	۲۸۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت	۲۸۶
صوفیہ کے نزدیک مزاج جسمانی عبادت روحانی؟	۲۹۰

مضامین	نمبر صفحہ
مایتعلق بالتفسیر	
آیہ ذالک الکتاب لاریب فیہ کی تفسیر	۷
آیہ لیضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا کی تفسیر	۱۱۵
مایتعلق بالحدیث	
حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی تنقید	۷۳
حدیث الحیاء من الایمان	۱۰۷
حدیث الناقص لعون کی تنقید	۲۶۱
مایتعلق بالفقہ	
تقلید کی فضیلت	۱۶۳
کسی جانور کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں	۱۷۲
کسی بادشاہ کو سلطان ابد کہنے کی تاویل	۲۷۲
اخلاق	
کسی کے خبث نفس کا پتہ جلدی نہیں لگتا	۵
ارتکاب معاصی سے دل سیاہ اور بصیرت تباہ ہوتی ہے	۹
مسلمان بھائی کی تحقیر بڑا گناہ ہے	۲۴
مردان حق بدگوئی سے متاثر نہیں ہوتے	۱۹
لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی اور ان کے محاسن پر نظر کرنا دلیل کمال ہے	۱۹
عیب جوئی کی مذمت	۲۰
اہل اللہ مصائب وبلیات پر صابر ہی نہیں بلکہ راغب ہوتے ہیں	۴۱
بعض عابدان باخلاص کا طوث بہ فسق ہونا ممکن ہے	۵۵
کسی کے سامنے اسکی تعریف کرنا خطرناک ہے	۷۹
حفظ لسان	۸۳
بیکاری کی مذمت	۸۴
عقل اور نقل کا تعارض	۹۹
حسد کا مرض لاعلاج اور ابدی ہے	۱۲۴
کامیں بخیر بری بیماری اچھی اور دونوں میں فرق	۱۷۵

مضامین	نمبر صفحہ
سچی کے جنتی ہونے کے بارے میں روایات	۱۷۶
قلب انسانی خطرے میں	۱۸۸
حیائے محمود اور حیائے مذموم	۲۰۷
تہذیب اخلاق	۲۲۴
خنزیر کے نجس العین اور لحم خنزیر کے اشد المحرمات ہونے میں حکمت	۲۲۶
ان کی خدمت کی فضیلت اور اس کا اجر	۲۳۲
عقلی محبت اور طبعی محبت	۲۵۹
تکالیف و مصائب میں حکمت الٰہیہ	۲۶۷
ہیوفا آدمی سے کتا اچھا	۲۷۷
تراجم و سیر اور روایات	
حضرت شیث علیہ السلام	۳۰
حضرت نوح علیہ السلام	۳۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۳۲
حضرت داؤد علیہ السلام	۳۳
حضرت سلیمان علیہ السلام	۳۳
گریہ یعقوب اور پھر تازگی بصارت	۳۴
حضرت یوسف علیہ السلام اور تعبیر رویا	۳۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا بنے عصا	۳۶
حضرت جرجیس علیہ السلام	۳۷
حضرت زکریا علیہ السلام	۳۷
حضرت یونس علیہ السلام	۳۸
حضرت یحییٰ علیہ السلام	۳۹
حضرت شعیب علیہ السلام	۴۰
حضرت ایوب علیہ السلام	۴۱
حضرت خضر کے بارے میں موضوع و مبالغہ آمیز روایات	۴۲
حضرت الیاس علیہ السلام	۴۲
حضرت خضر علیہ السلام کا نام و نسب اور علم	۴۳
حضرت خضر کا معاصر کونسا سکندر تھا	۴۳
حضرت خضر کے قصہ شرب آبحیات اور عمر دوام کی تنقید	۴۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۴
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۴۵
حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ	۴۷
حضرت امام حسن علیہ السلام	۴۸
حضرت امام حسین علیہ السلام اور سانحہ کربلا	۴۸
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ	۴۹

مضامین	نمبر صفحہ
حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ	۵۰
حضرت معروف کرخی قدس سرہ	۵۱
حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ	۵۲
حضرت شقیق بلخی قدس سرہ	۵۳
حضرت فضیل ابن عیاض	۵۳
سلطان محمود غزنوی رح	۹۲
دریائے نیل اور حضرت موسیٰ کا معجزہ	۱۰۳
انصار کے تاریخی حالات	۱۴۸
جنگ خیبر	۱۶۱
حضرت علی کا دروازہ خیبر کو سپر بنانا اور اس روایت کی تنقید	۱۶۲
اس روایت کی تنقید کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ فتح خیبر سے ناکام واپس آئے	۱۶۲
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ اصوب و اسلم ہے	۱۶۴
حضرت حسین ابن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۸
حضرت حسین ابن منصور کے قتل کے ذمہ دار علماء نہ تھے بلکہ حکام تھے	۲۱۶
برادران یوسف کے گناہ کی معافی	۲۲۲
گاؤ موسیٰ کا قصہ	۲۳۱
حضرت لقمان کا حال	۲۳۹
حضرت بلقیس ملکہ سبا کا قصہ	۲۸۳
حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک سکوت	۳۰۶
رد مذاہب باطلہ	
بعض مبتدعین کے مجوزہ سجدہ تعظیمی کا ابطال	۲۰۲
نصاریٰ اسمان کے عقائد باطلہ	۲۱۸
مختلف تشریحات اور ادبی نکات	
تاکید المدح بما یشبہ الذم	۲۳
لفظ مصر کی تحقیق	۵۶
فلک الافلاک ۔ فلک اطلس ۔ عرش	۱۱۲
عناصر اور علت اولیٰ	۲۹۲
علت اور اس کی چار قسمیں	۲۹۲
نیچر یا قانون قدرت	۲۹۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِمَنْ ھُوَ الْاَوَّلُ بِلَا انْتِھَاءٍ ○ وَالْاٰخِرُ بِلَا ابْتِدَاءٍ ○ وَھُوَ الَّذِیْ ظَھَرَ بُرْھَانُہٗ ○ بِحَیْثُ لَا یُمْکِنُ کِتْمَانُہٗ ○ وَخَفِیَ عِیَانُہٗ بِاَنْ لَّا یُرْجٰی بَیَانُہٗ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ الْاَنْوَارِ الَّذِیْ طَلَعَ مِنَ الْبَطْحَاءِ ○ وَعَرَجَ اِلَی السَّمَآءِ ○ وَنَوَّرَ الْعَالَمَ بِنُوْرِ اللّٰہِ الْبَقَاءِ ○ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْاَمْجَادِ ○ لَاسِیَّمَا عَلَی الَّذِیْنَ ھُمْ لِفُلْکِ الشَّرَافَۃِ وَالْعَدَالَۃِ کَالْبُرُوْجِ وَالْاَوْتَادِ ○

اَمَّا بَعْدُ آج مفتاح العلوم کی چھٹی جلد یعنے مثنوی مولانا روم کے دوسرے دفتر کے دوسرے ربع کی شرح شروع ہورہی ہے جس خداوند مستعان رحیم و رحمن نے اپنی عنایت بیغایت سے اس خاکسار کو شرح ہذا کے پہلے حصوں کی تدوین و ترتیب کی توفیق بخشی۔ اور پھر ان کو قبول عام کے دربار میں امتیاز خاص کا درجہ بخشا۔ وہی اب بھی اس مہم کی سرانجام دہی کے لئے اس عاجز کے دل کو تازگی۔ اس کے دماغ کو روشنی۔ اس کے ارادہ کو استحکام اور اس کی ہمت کو استقلال بخشے گا۔ اور پھر وہی اس کو اپنی قبولیت کی عزت بخش کرسی کے لئے موجب برکت بنائیگا۔

خدایا تو ئی بندہ را دستگیر — بود بندہ را از خدا ناگزیر
بجنبانش خویش یاریم دہ — زغوغائے خود رستگاریم دہ
چو پروانہ بر شمع چراغ توام — چناں داں کہ مرغے زباغ توام
چو ذرہ بگرد بزرگاں دوید — بداں خردی آورد خود را پدید
من آں ذرہ خردیم از دیدہ دور — کہ نیروے تو بر من افگند نور
بہ نیروے تو چوں پدید آمدم — درِ گنجہا را کلید آمدم
بسر بردم اوّل بساطِ سخن — دگر رہ کنم تازہ درج کہن
باوّل سخن دادیم دستگاہ — بآخر قدم نیز بنمائے راہ

صفائے دہ ایں خاکِ تاریک را
کہ تابینم آں راہِ باریک را

آمین ثم آمین

کتب خانہ

آغازِ شرح

پیچھے ذکر تھا۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی لیاقت واستعداد کے موافق سلوک ہونا مناسب ہے۔ اور اسکو اسی درجے میں رکھنا چاہئے۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ اس سے بڑھانا نہیں چاہئے۔ اس کی تائید میں ذیل کی حکایت ارشاد ہے:۔

اِمتحان کردن پادشاہ آں دو غلام راکہ نو خریدہ بود

ایک بادشاہ کا (اپنے) دو غلاموں کو آزمانا جو نئے خریدے تھے

بادشاہِ دو غلام ارزاں خرید بایکے زاں دو سخن گفت وشنید

ترجمہ۔ ایک بادشاہ نے دو غلام سستے داموں خریدے۔ (اور) ان دو میں سے ایک (غلام) کے ساتھ (گفتگو کی۔ اپنی) بات کہی اور (اس کی) سنی۔

نوٹ۔ ارزاں خریدی تصریح سے یہ فائدہ ہے۔ کہ کسی چیز کی ارزاں خریداری میں اس کے حسن وقبح پر گہری نظر نہیں کی جاتی۔ سرسری اندازہ کر کے فوراً اسکو خرید لیا جاتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی اسی طرح ان کو بعجلت خرید لیا۔ امتحان و آزمایش اور غور وتامل نہیں کیا۔ پھر ان کو آزمانے لگا۔ پہلے ان میں سے ایک کو آزمایا۔ تو:۔

یافتش زیرک دل وشیریں جواب از لبِ شکر چہ زاید؟ شکّر آب

لغات۔ لبِ شکر۔ لب شکر نما۔ وہ لب جو اپنی شیریں کلامی سے گویا شکر کھاتے کھلاتے ہیں۔ اور یہ لفظ عموماً خوبرو کے لئے بولتے ہیں۔ شکّر آب۔ شکر اور پانی ملا ہوا۔ مراد شربت قند۔

ترجمہ۔ تو اس (بادشاہ) نے اس (غلام) کو ہوشیار اور شیریں جواب پایا (کیوں نہ ہو) شیریں لب (حسین کی باتوں) سے (اور) کیا ٹپکے؟ (سوائے) شربت (کے)

مطلب۔ پیاری پیاری صورت اور دلکش آواز ہو۔ تو باتیں خواہ مخواہ قند ونبات کی طرح شیریں معلوم ہوتی ہیں۔ سعدیؒ

آوازِ خوش از کام ودہان لبِ شیریں گر نغمہ کند در نکند دل بفریبد

اس غلام کی شکل وصورت دلفریب اور بات چیت معقول وبرجستہ تھی۔ مگر اخلاق وخصائل نہایت ناپاک تھے۔

آدمی مخفی ست در زیرِ زباں ایں زباں پردہ ست بر درگاہِ جاں

ترجمہ۔ آدمی (اپنی) زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ یہ زبان (کیا ہے؟) درگاہ روح پر (گویا) ایک

پردہ (تنا ہوا) ہے۔

مطلب۔ جب تک آدمی خاموش رہتا ہے۔ تو اس کی روح کے اچھے یا بُرے اوصاف چھپے رہتے ہیں۔ جب وہ اپنی زبان کھولتا ہے۔ تو یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اس کی روح کی خوبیاں یا خرابیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

سعدیؒ ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

پہلا مصرعہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منسوب ہے۔ کہ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنے آدمی اپنی زبان کے نیچے مخفی ہے۔ صائبؔ ؎

دیوانۂ خموش بعاقل برابر ست دریائے آرمیدہ بساحل برابر ست

سوال۔ زبان کے کھلنے پر درگاہ روح کا پردہ اُٹھ جانے سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس غلام کے بُرے خصائل بادشاہ پر عیاں ہو گئے ہوں گے۔ مگر اوپر کے شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی باتوں سے اس کے پسندیدہ اطوار نے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ اس تعارض کا کیا جواب؟

جواب۔ زبان کے کھلنے سے صرف لیاقت کلام۔ آداب گفتگو۔ اور علم و ہنر کا پتہ لگتا ہے۔ نفسانی امراض اور اخلاقی معائب ذرا گہرے ہوتے ہیں۔ ان کا پتہ مدت کے تعامل اور مصاحبت کے بغیر نہیں لگ سکتا۔

بقول سعدیؒ ؎ تواں شناخت بیک روز از شمائل مرد کہ تا نجاش رسیدست پا بگاہ علوم

ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

اجنبی آدمی کی مثال پانی کے ایک برتن کی سی ہے۔ جس طرح برتن سے پہلے پہلے آب زلال نکلتا ہے۔ اور میلے اور کدر پانی کی باری پھر آتی ہے۔ اسی طرح جب کسی اجنبی آدمی کی ملاقات کا موقع ہوتا ہے۔ جو اہل علم و ہنر ہو۔ تو اس کی گفتگو سے صرف اس کے علم و ہنر کا پتہ لگ سکتا ہے۔ لیکن اس کے ان اصلی و جبلی اخلاق سے مدت کے بعد پالا پڑتا ہے۔ جو گھڑے کے میل کی طرح اس کے ظرف وجود میں تہ نشین ہوتے ہیں۔ اور گفتگو میں ان کو کوئی شائبہ نظر نہیں آسکتا۔ پس بادشاہ کو اس غلام کی بات چیت سے صرف اس کی زیرکی۔ ہوشیاری اور بالغ نظری محسوس ہوئی۔ اور انسان کی زبان اس کے انہی اوصاف کا پردہ ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے مخفی خصائل کا۔ لہذا غلام کے خصائل بد اور خبث نفس کا پتہ بادشاہ کو ابھی نہیں لگا۔ وہ آگے چل کر لگے گا۔

چُونکہ بادے پردہ را درہم کشید سرِّ صحنِ خانہ بر ما شُد پدید

ترجمہ۔ جب ہوا کے ایک جھونکے نے پردہ کو ہٹا دیا۔ تو صحن خانہ کا بھید ہم پر نمایاں ہو گیا۔

کاندراں خانہ گہر یا گندم ست گنج زر یا جملہ مار و کژدم ست

ترجمہ۔ کہ اس گھر میں موتی ہیں یا گیہوں ہیں۔ سونے کا خزانہ ہے یا سراسر سانپ اور بچھو (بھرے پڑے) ہیں۔

یا دراں گنجست و مارے بر کراں زانکہ نبود گنج زر بے پاسباں

ترجمہ۔ یا اس میں خزانہ ہے اور ایک طرف سانپ ہے۔ کیونکہ سونے (چاندی) کا خزانہ

محافظ کے بغیر نہیں ہوتا۔

مطلب - غرض زبان آمادہ کلام ہوئی۔ اور لیاقت کا راز منکشف ہوا۔ تانت باجی راگ بوجھا۔ پھر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ شخص مجسمہ ہنر ہے۔ یا سراپائے عیوب ہے۔ یا عیب و ہنر دونوں اس میں جمع ہیں۔ کیونکہ ہر کجا گلے ست خارے ست و ہر کجا گنجے ست مارے ست۔ سعدی رح ؎

زباں در دہانِ خردمند چیست؟ کلیدِ درِ گنج صاحب ہنر
چو در بستہ باشد چہ داند کسے کہ جوہر فروش ست یا پیلہ ور

پرانے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مدفون خزانے پر ایک سانپ ضرور رہتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی بنا پر کہا "زانکہ ہنود رگنج زر بے پاسباں" اور مطلب یہ ہے۔ کہ عموماً خوبیوں کے ساتھ معائب بھی ہوتے ہیں۔

بے تأمل و سخن گفتے چناں کز پسِ پانصد تأمل دیگراں

ترجمہ۔ (چنانچہ) وہ (غلام حاضر جواب ایسا تھا کہ) بلا سوچے ایسی (برجستہ) بات کرتا۔ کہ دوسرے لوگ پانسو مرتبہ سوچنے کے بعد (کر سکیں)

گفتی اندر باطنش دریاستے جملہ دُر یا گوہرِ گویاستے

ترجمہ۔ گویا اس کے اندر ایک دریا (موجزن) تھا۔ جو (لیاقت کے) موتیوں سے لبریز تھا یا (وہ غلام خود) ایک گوہر ناطق تھا۔

نوٹ یہ ترجمہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ دوسرے مصرعہ میں دُر بمعنے مروارید اور یا حرف تردید ہو۔ اگر یا لفظ دریا تسلیم کیا جائے۔ تو دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا "اور وہ دریا سارے کا سارا گوہر ناطق سے پُر تھا۔

نورِ ہر گوہر کز و تاباں بُدے حق و باطل را ازو فرقاں شُدے

لغات - تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقاں۔ فرق۔ امتیاز۔ الگ الگ نظر آنا۔ قرآن مجید کا بھی نام ہے۔

ترجمہ - اس کی ہر بات کے موتی سے جو نور جھلکتا۔ تو حق اور باطل اس سے الگ الگ نظر آنے لگتے۔

مطلب - بعض کے نزدیک یہ غلام ہی کی تعریف چلی جا رہی ہے۔ جو بیشک بر مبالغہ ہے (کما ہو من مراسم الشعر) مگر اکثر شارحین کے نزدیک جن میں مولانا بحر العلوم بھی ہیں۔ یہاں سے حق تعالیٰ اور اس کے کلام پاک کے ذکر کی طرف انتقال ہے۔ اور یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔ مولانا بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مصرعہ اول بمنزلہ شرط ہے اور مصرعہ دوم بمنزلہ جزاء۔ گوہر سے مراد قلب ہے۔ "کز و" کی ضمیر راجع بحق ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کے سبب سے بلا تکلف مرجع ضمیر ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کا اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ خصوصاً فارسی میں۔ پس حاصل معنے یہ ہوگا۔ کہ جس قلب کا نور حق تعالیٰ کی طرف سے تاباں ہوتا ہے۔ یعنے جو دل نور حق سے منور ہو۔ اس کے نزدیک حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی التباس باقی نہیں رہتا۔

نُورِ فُرقاں فرق کردے بہرما ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جُدا

ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوتی۔ تو) قرآن مجید کا نور ہدایت ہمارے لئے حق و باطل کا ذرّہ ذرّہ ممتاز اور جدا کر دیتا۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ کہ اس غلام کی باتوں سے (یا بعینہٖ دیگر منور قلوب کے) نور سے حق و باطل میں پورا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ ایسا امتیاز تو بظاہر نظر قرآن مجید سے بھی نہیں ہوتا۔ ورنہ دنیا میں کفر و ضلالت ہی کیوں رہتی۔ اس شعر میں اس کا جواب دیا ہے۔ یعنے قرآن مجید تو فی نفسہ پوری طرح فارق حق و باطل ہے۔ مگر اس فرق کو دیکھنے کے لئے چشم بصیرت بھی ہو۔ دیکھو آفتاب سیاہ و سفید اور اوبخ بیخ میں فرق بخوبی نمایاں کر دیتا ہے۔ مگر یہ فرق اسی کو محسوس ہوتا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ اندھے کو کیا پتہ۔ پس اگر اندھے کو یہ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے۔ نہ کہ آفتاب کا ؎

شبنم از روشن ضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صاف صاف گردد زود واصل مے شود

شعر مذکور میں شرط مقدر ہے۔ جس پر قرینہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنے تقدیر کلام یوں ہے۔ اگر ما چشم بصیرت بودے نور فرقان بر ما حق و باطل را ممیز نمودے۔

نُورِ گوہر نُورِ چشمِ ما شُدے ہم سوال و ہم جواب از ما بُدے

ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوتی تو مضامین قرآن کے) گوہر کا نور ہماری چشم (حق بیں) کا نور بن جاتا۔ (پھر) جو سوال ہمارے دل سے پیدا ہوتا اس کا جواب بھی ہمارے اپنے دل سے ہی مل جاتا۔

مطلب۔ اپنے نور بصیرت کی بدولت قرآنی ہدایات سے اسقدر ایقان و اذعان حاصل ہو جاتا۔ کہ پھر اول تو کوئی شبہ ہی پیدا نہ ہوتا۔ اگر پیدا ہوتا تو آپ سے آپ رفع ہو جاتا۔ پس جب لوگوں کو قرآن مجید کے باوجود حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ تو ظاہر ہے کہ خود انہی کی بصیرت کا نقص ہے۔ قرآن مجید کی طرف سے حق و باطل کو ممیز کر دینے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ منشائے شک و شبہ یا تو کلام میں ہوتا ہے۔ یا سامع کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب سامع کی کج فہمی یا سوء نیت منشائے شبہات ہو۔ تو یہی کہا جاتا ہے۔ کہ کلام تو فی نفسہ درست اور صحیح ہے۔ مگر سامع پر اس کی اپنی کج فہمی اس کلام کو سچا ثابت نہیں ہونے دیتی۔ جیسے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنے قرآن مجید میں کوئی شک نہیں۔ تو یہاں اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس کتاب میں فی نفسہ تو شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن بعض سامعین اپنے سوء تعقل اور کج فہم کے باعث شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ نے لَا رَيْبَ فِيْهِ فرمایا ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِمْ نہیں فرمایا۔ جو یہ اعتراض وارد ہو سکے۔ کہ پھر قرآن مجید کے متعلق کافر شک کیوں کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مریض یرقان کسی سفید کپڑے کو زرد دیکھے۔ تو ظاہر ہے کہ کپڑے کی سفیدی میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہ خلاف واقع جو زرد رنگ نظر آ رہا ہے۔ تو اس مریض یرقان کی نظر کا قصور ہے۔ اسی طرح لوگوں کو کلام حق اور ملفوظات عارفین میں خلاف واقع شبہات ہوتے ہیں (کلید

سعدیؒ ؎

گوشت حدیث مے شنود ہوش بے خبر — در حلقۂ بصورت و چوں حلقہ بر دری

چشم کژ کردی دو دیدی قرص ماہ — چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ

لغات - کژ - کج - ٹیڑھا - قرص - ٹکیا - قرص ماہ - جرم قمر - سوال - بضم سین طلب - پرسش - اظہار شبہ - اعتراض - **ترکیب** - چوں سوال ست الخ شرط مؤخر دو دیدی جزائے مقدم - شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ معطوف بتقدیر عاطف چشم کژ کردی جملہ فعلیہ معطوف علیہ -

ترجمہ - تم نے (اپنی) آنکھ کو ٹیڑھا کر رکھا ہے - (اور) چونکہ یہ (ٹیڑھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں (خود منشا) اعتراض ہے (جس سے شبہ ناشی ہوتا ہے - اس لئے) تم چاند کی ٹکیہ کو دو دیکھتے ہو -

مطلب - آنکھ کے ایک کونے کو انگلی سے دبائیں - تو آنکھ کا ڈھیلا ٹیڑھا ہو جانے سے ہر چیز ایک کی بجائے دو دکھائی دینے لگتی ہیں - فرماتے ہیں - کہ کج نظری تو خود تمہارے اندر ہے - کہ ہر چیز کو ایک کی بجائے دو دیکھتے ہو - یعنے حق کی بجائے باطل نظر آتا ہے - تو حقائق کا کیا قصور ہے - اسی طرح کا فرو مشرک لوگ اپنی چشم بصیرت کی کجی کے باعث ماہ حق یعنے ذات احدیت کو ایک سے زیادہ دیکھتے ہیں - حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے - اور اس کی وحدت کا چاند نمایاں طور پر تاباں و درخشاں ہے ؎

گناہ کجروی نست نا امیدی تو — کہ تیر راست خطا کمتر از نشانہ کند

مذکورہ ترکیب و ترجمہ جس کو ہم نے اختیار کیا ہے "چوں" کو حرف شرط قرار دینے کی تقدیر پر ہے - ایک شارح نے اس کو حرف تشبیہ قرار دیا ہے - مگر اس تقدیر پر زیادہ مقدرات نکالنے پڑتے ہیں - اور پھر ترجمہ یوں ہوگا :-

اپنی آنکھ کو تم نے ٹیڑھا کر رکھا ہے - (اور پھر) چاند کی ٹکیا کو دو دیکھتے ہو (تو حیرت میں پڑ جاتے ہو) یہ (ٹیڑھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں خود گویا (منشائے) اعتراض ہے (جس سے شبہ ناشی ہوتا ہے)

راست گرداں چشم را در ماہتاب — تا یکے بینی تو مہ را نیک جواب

لغات - نیک مخفف ہے اینک کا - دیکھو - یہ لو - اے لو -

ترجمہ - (اپنی) بصیرت کی آنکھ کو ماہتاب (کے مشاہدے) میں سیدھا رکھو - تاکہ تم (اس) ماہ (حقیقت) کو ایک دیکھو - سو یہ ہے جواب (فرقانیت قرآن کے متعلق تمہارے سوال کا)

مطلب - ارتکاب معاصی دل کے لئے بمنزلہ زنگ ہے - جس سے دل کی روشنی و نورانیت زائل اور زوال نورانیت سے امتیاز حق و باطل مشکل ہو جاتا ہے - ترمذی و غیرہ کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے - کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ان المؤمن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب واستغفر صقل قلبہ وان زاد زادت حتی تعلوا قلبہ فذالکم الران الذی ذکر اللہ تعالیٰ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون - یعنے مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے - تو اس کے دل پر ایک کالا نقش پڑ جاتا ہے - پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے - اور بخشش مانگتا ہے - تو اس کا

دل پھر بدستور چمکنے لگتا ہے۔ اور اگر زیادہ گناہ کرتا رہتا ہے۔ تو وہ سیاہی بھی زیادہ ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ زنگ ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں یوں) ذکر فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ (مشکوۃ)

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک معلم قرآن نے اپنے کسی خورد شاگرد کی طرف نفسانی نظر سے دیکھا۔ تو اتنی سی معصیت اس کی قوت حافظہ کے لئے آفت بن گئی۔ قرآن مجید کی دولت اس کے سینے سے اٹھائی گئی۔ اور وہ ایک آیت تک پڑھنے سے معذور ہو گیا۔ بیچارہ اس حالت سے سخت متردد ہوا۔ خواجہ صاحب کے حضور میں جا کر رویا۔ اور حقیقت حال عرض کی۔ انہوں نے ایک بزرگ کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ جن کی دعا سے اس کی زائل شدہ دولت قرآن پھر حاصل ہو گئی۔ امام شافعی رح فرماتے ہیں ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی　　فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من اللہ　　ونور اللہ لا یعطی العاصی

میں نے اپنے (استاد) وکیع کے پاس اپنے ضعف حافظہ کی شکایت کی۔ تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کر دینے کی ہدایت کی۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں۔ کہ تم اپنے قوائے ادراک اور آلات تعقل کو نادرست نہ ہونے دو۔ اور گناہوں سے بچو۔ جن سے ان قویٰ و آلات میں کجی و نادرستی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھو کہ حقائق تم کو اصلی اور حقیقی صورت میں حاصل ہونے لگیں گے۔ مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

پاک کن دو چشم را از موئے عیب　　تا ببینی باغ و سروستانِ غیب

چشم را در روشنائی جوئے کن　　گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن

خاتمہ بیت پر فرمایا ہے۔ کہ یہی جواب ہے۔ سائل کے اس سوال کا کہ اگر قرآن مجید فارق حق و باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و گمراہی کیوں موجود ہے۔ وجہ جواب یہ ہے۔ کہ ضلالت کا وجود قرآن مجید کے فارق حق و باطل نہ ہونے پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس پر مبنی ہے۔ کہ لوگوں کی نظر قرآنی تعلیمات کے ادراک کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اگر لوگوں کی نظر درست ہوتی۔ تو دنیا میں ضلالت و غوایت کا نام و نشان نہ رہتا۔ صائبؔ ؎

کاہلی پیچیدہ دارد دامنِ ما را بدست　　ورنہ دارد کعبہ کوئے نوا را زشت جہت

فکرت را کرۂ مبیں نیکو نگر　　ہست ہم نور و شعاعِ آں گہر

ترکیب۔ بظاہر یوں متبادر ہوتا ہے۔ کہ فکرت مفعول بہ اول اور کرۂ مفعول ثانی ہے مبیں کا۔ مگر حقیقت میں یوں نہیں۔ بلکہ مبیں میں ضمیر مخاطب ذو الحال ہے۔ اور واسطہ فعل مقدر اپنے ان دونوں مفعولوں کے ساتھ مل کر اس کا حال ہے۔ ایک نسخہ میں "فکرت را راست کن" درج ہے۔ یہ نسخہ صاف ہے۔ محتاج تکلف نہیں۔ ایک شارح نے مبین بمعنے کمن سمجھا ہے۔ اس صورت میں بھی معنے صاف ہو جاتے ہیں۔ مگر نہ معلوم یہ محاورہ ان کو کہاں سے ہاتھ لگا۔ ہست کی ضمیر کا مرجع قائم کرنے میں شارحین نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ شارح بحر العلوم نے صاحب مکاشفات کے قول کے مطابق اس کا مرجع فکر کو قرار دیا ہے۔ اور اس تقدیر پر کلمہ "ہم" اشتراک کا معنے دیتا ہے۔ ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ایک شارح نے اس ضمیر کو قرآن کی طرف

تاکہ سیاہی سے دل پر معصیت کی جو ظلمت چھا جاتی ہے۔

راجح کیا ہے۔ ایک اور شارح نے اس کا مرجع غیر حق کو قرار دیا ہے۔ اور دوسری صورت میں ہم بھی نے یہ حرف عطف ہے۔

ترجمہ۔ اپنے فکر کو ٹیڑھا (رکھ کر) نہ دیکھو (بلکہ عارفوں کی طرح) درست (اور صحیح فکر کے ساتھ) نظر کرو (کہ) یہی (فکر) راست ہے۔ جو اس وجود مطلق کے نور اور شعاع کے ساتھ مشارک ہے۔

مطلب۔ یہاں فکر سے منطقی اصطلاح کے موافق نظر عقلی مراد نہیں۔ بلکہ فکر عارفاں مراد ہے۔ جیسے بعض اکابر کا قول ہے۔ التفکر ساعۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔ یعنے گھڑی بھر کا تفکر ساری دنیا اور اسباب دنیا سے بہتر ہے (بحر العلوم) اس کے ہم معنے ہے یہ حدیث اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ۔ یعنے دنیا ملعون ہے اور اس کے سامان ملعون ہیں مگر اللہ کی یاد اور وہ باتیں جن کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے (مشکوۃ) ؎

بفکرہا ے پریشاں گذشت ایامش　　کسیکہ ہمچو تو صائب بفکر یار نرفت

دوسرے دونوں شارحین کے ترجمے علے الترتیب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) تم اپنے فکر کی غلط بینی چھوڑ کر راست بینی اختیار کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن بھی اس غلام کے گوہر سخن کا ہم نور دوم شعاع یعنے فارق حق و باطل ہونے میں مشارک اعلےٰ ہے۔

(۲) اپنی فکر کو کج مت کرو۔ اور اچھی طرح دیکھو۔ کہ وہ (غیر حق بھی (جس پر تم کو اعتماد ہے) اسی گوہر کے نور کا عکس ہے۔ اور اسی کی شعاع ہے۔ مطلب یہ کہ شعاع کی گرویدگی میں مظہر شعاع سے غافل ہونا۔ اور اصل کو چھوڑ کر عکس طلب کرنا بیوقوفی ہے۔

ہر جوابے کاں زگوش آید بدل　　چشم گفت از من شنو آں را بہل

لغات۔ کان مخفف کہ آں چشم سے چشم باطن مراد ہے۔ بہل۔ ہار کے کسرہ سے صیغہ امر ہے ہلیدن۔ (چھوڑنا) سے۔ **ترکیب**۔ ہر جوابے الخ شرط دوسرا مصرعہ جزاء۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جزا مقدر ہو۔ یعنے آں کفایت نکند شرط وجزا مل کر جملہ معللہ ہو۔ اور دوسرا مصرعہ اس کی علت۔ لہذا ترجمہ بھی دو طرح ہو سکتا ہے:

ترجمہ (۱) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے (اس کے بارے میں) چشم (بصیرت) کہتی ہے (کہ حقیقت کی بات اس سے نہیں سن سکتا) مجھ سے سن۔ اس کو چھوڑ دے۔

(۲) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے۔ (وہ کافی نہیں۔ لہذا) چشم (بصیرت) کہتی ہے کہ (حقیقت کی بات) مجھ سے سنو اسکو چھوڑ دو۔

مطلب۔ پیچھے یہ شبہ ناشی ہوا تھا۔ کہ اگر قرآن مجید فارق حق باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و غوایت کیوں موجود ہے۔ اور اس کا جواب صرف اتنا دیا تھا۔ کہ تم اپنی بصیرت کی آنکھ کو راست میں بناؤ۔ تو پھر قرآن کا فارق حق و باطل ہونا خود بخود نمایاں ہو جائے گا۔ اور کوئی منطقی دلیل اس کے فارق ہونے کی پیش نہیں کی۔ اب اس کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ سماعی جواب جو کسی منطقی دلیل پر مشتمل ہوتا شفائے تام نہیں بخشتا۔ ایسا جواب صرف مفید ظن ہوتا ہے۔ جو کسی مخالف دلیل قوی کے پیش ہونے پر رد ہو سکتا ہے۔

جس کے بعد پھر وہی شبہ قائم ہو جاتا ہے۔ لہذا سماعی جواب سے تسکین چاہنے کی بجائے خود اپنی چشم بصیرت سے کام لو۔ جس سے تم قاریت قرآن کو گویا دیکھ ہی لوگے۔ اور "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" مسلم ہے۔ کان (آلہ شنید) اور آنکھ (آلہ دید) میں فرق مراتب یہانتک ہے۔ کہ:۔

گوش دلّال ست وچشم اہلِ وصال چشم صاحب حال وگوش اصحابِ قال

لغات۔ دلّال راستہ بتانے والا۔ سودا کرانے والا۔ وصل محبوب کا ذریعہ بننے والا۔ اہل وصال۔ صاحب وصل۔ جس کو محبوب کا وصل نصیب ہو جائے۔ صاحب حال جو کسی خاص کیفیت میں خود مستغرق ہو۔ اصحاب قال وہ لوگ جو کسی کیفیت کا صرف زبانی ولسانی تذکرہ کرتے۔ اور دوسروں کو بتاتے ہیں خود ان پر وہ کیفیت طاری نہیں۔

ترجمہ۔ کان تو (معانی وحقائق کو دل تک پہنچانے میں صرف) دلّال (کا کام کرتے) ہیں۔ اور چشم (بصیرت خود ان معانی وحقائق کو کان وغیرہ آلات احساس کے توسل کے بغیر) حاصل کر لینے والی ہے۔ (یا یوں کہو کہ) چشم (بصیرت ان معانی کی کیفیت میں خود ہی تکیف ہے اور کان (صرف اس کو بیان کرنے والے ہیں۔

مطلب۔ یہاں کان اور چشم بصیرت کا فرق دکھایا ہے۔ یعنے ان دونوں کو معانی مقصودہ کے ساتھ الگ الگ وہی نسبت ہے۔ جو ایک پیغام لے جانے والے کو اور محب طالب وصل کو محبوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ محب جب اپنے محبوب کے ساتھ وصل یاب ہو جاتا ہے۔ تو پھر کسی قاصد پیغام رساں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح جب قلب میں اجلاء اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کان کے توسط کے بغیر اس پر معانی ومطالب اور حقائق و معارف منکشف ہونے لگتے ہیں ؎

شبنم از روشن ضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صاحب صاف گردد زود واصل میشود

پھر اسکو کان وغیرہ آلات احساس کے توسط کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اس مرتبہ میں قلب گویا خود صاحب حال ہے۔ کہ وہ معانی ومعارف کی اس کیفیت میں سرتاپا مستغرق ہے۔ اور کان صرف ان کے ناقل وحاکی ہیں خود ان کی کیفیت سے غیر متکیف ہیں۔

در شنود گوش تبدیل صفات در عیان دیدہا تبدیل ذات

لغات۔ شنود وصل مصدر ہے شنودن سے۔ صفات۔ اوصاف۔ اخلاق وعادات۔ اور کیفیات نفسانیہ عیان۔ مشاہدہ۔ دید۔ آنکھوں سے دیکھنا۔ ذات اصل وجود جو موصوف بصفات ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ کانوں کے سننے میں (زیادہ سے زیادہ یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ) عادات وغیرہ صفتیں بدل جاتی ہیں۔ (بخلاف اس کے دل کی آنکھوں کے مشاہدہ میں (یہ گہری تاثیر ہے۔ کہ) کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ یہ ایک اور پیرایہ میں کان اور چشم بصیرت کا فرق بیان کیا ہے۔ یعنے وعظ ونصائح سن کر بھی عبرت ہوتی ہے۔ مگر اس کا اثر صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ بعض عادات کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ مثلاً تکبر کی مذمت سنی۔ تو

تواضع پر دل مائل ہوگیا۔ اسراف کے بُرے نتائج معلوم ہوئے۔ تو طبیعت کا کفایت شعاری کی طرف میلان ہو گیا۔ لیکن اس قسم کی تبدیلی کے بعد پھر ان بُری عادتوں کا عود کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ ابھی طبیعت نہیں بدلی۔ جو منشائے عادات ہے۔ صحبت بد وغیرہ سے پھر وہ عادات تازہ ہوسکتی ہیں۔ مگر جب بجائے سننے کے چشم بصیرت سے ان رذائل کے نتائج سیئہ کا احساس ہوجاتا ہے۔ یا چشم ظاہر سے ان نتائج کے مشاہدہ کا موقع مل جاتا ہے تو اس کا اثر اسقدر گہرا ہوتا ہے۔ کہ گویا طبیعت ہی بدل جاتی ہے۔ اور جب مبدء عادات و منشائے افعال ہی بدل جائے۔ تو پھر سابقہ عادات کا ظہور کیونکر ممکن ہے سعدیؒ ؎

نرد و مرغ سُوئے دانہ فراز چُوں دِگر مرغ بیند اندر بند

زآتش ار علت یقیں شد از سخن پختگی جو در یقیں منزل مکن

لغات ۔ زآتش۔ از آتش ہے۔ علت یقیں سے علم الیقین مراد ہے۔ جو یقین کا ادنےٰ درجہ ہے۔ سخن بات۔ تذکرہ۔ **ترکیب** ۔ از سخن اس مصرعہ میں کلمہ شد کے متعلق ہے۔ نہ کہ دوسرے مصرعہ میں کلمہ جو کے متعلق جیسے کہ ایک شارح نے اختیار کیا ہے۔

ترجمہ ۔ اگر (آگ کا) تذکرہ (سننے) سے تم کو آگ کا علم یقین حاصل ہوگیا۔ تو (یقین کے) اس ادنےٰ درجہ پر ٹھکانا نہ کرو بلکہ یقین میں پختگی طلب کرو۔

مطلب ۔ اس میں بھی سماعی علم سے اس علم کے افضل ہونے کی تائید ہے۔ جو مشاہدہ و عیان سے حاصل ہو۔ اور یہاں یقین ان تین قسموں کا ذکر ہے۔ جو صوفیہ کی اصطلاحات سے ہیں۔ علم الیقین یہ ہے۔ کہ کسی مخبر صادق سے کوئی خبر سن کر اس کو صحیح مان لیا جائے۔ جیسے فرض کرو۔ کہ ایک شخص نئے دنیا میں پیدا ہو کر آگ دیکھی ہی نہیں۔ تو کسی نے اس کو بتایا۔ کہ آگ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو اشیا کو جلا دیتی ہے۔ اس مخبر کے اعتبار پر جو اس شخص کو یقین آجائیگا وہ علم الیقین ہے۔ اور اگر وہ شخص کسی چیز کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھ بھی لے۔ تو پھر کہیں گے۔ کہ اس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی آگ میں کود پڑا۔ اور اس کے اثر سوزش کو اپنے جسم پر محسوس کیا۔ تو یہ حق الیقین ہے۔ پس اسی طرح اول تو اللہ تعالےٰ کے عشق و محبت کو صرف سُن کر مان لیتے ہیں۔ یہ علم الیقین ہے۔ اور اس سماع کے بعد جب بعض بندگان حق کو اس کے عشق و محبت میں مستغرق دیکھتے ہیں تو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر خود بھی اس آتش عشق میں جلنے لگتے ہیں۔ تو اب حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوگئے۔ لہذا فرماتے ہیں۔ کہ یقین کے ادنےٰ یا اوسط درجہ پر قانع نہ ہو۔ بلکہ اعلےٰ درجہ پر فائز ہونے کی کوشش کرو۔ جو حق الیقین ہے۔ صرف کان سے سُننے یا چشم ظاہر سے دیکھنے پر کفایت نہ کرو۔ بلکہ چشم بصیرت کے مشاہدہ سے حق الیقین حاصل کرو۔

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں این یقیں خواہی در آتش در نشیں

لغات ۔ عین الیقین ٹھیک یقین پورا پورا یقین۔ اصل یقین یعنے حق الیقین۔ جو خود آگ میں پڑنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ یقین کی تین قسمیں جو اوپر بیان ہوئی تھیں۔ ان میں دوسری قسم عین الیقین تھی۔ یہاں وہ مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں سمعی بمعنے چشم مراد تھی۔ اور عین الیقین کے معنے ہیں آنکھ کے ساتھ دیکھنے سے حاصل کیا ہوا

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

یقین مگر یہاں عین بمعنے اصل مراد ہے۔ جس کے معنے حق کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض شارحین کو اس لفظ کی تاویل میں بہت مشکلات پیش آئی ہیں۔ حتےٰ کہ بعض کو مجبوراً ماننا پڑا۔ کہ یہاں مولانا کی اصطلاح تمام صوفیہ سے جداگانہ ہے (کلید)۔

ترجمہ۔ جب تک کہ تم خود (آتش عشق میں پڑکر) جلنے نہ لگو (تمہارا) وہ (یقین) حق الیقین (کے درجے کا) نہیں ہے۔ (اگر) یہ یقین چاہتے ہو۔ تو (خود) آتش (عشق) میں بیٹھ جاؤ۔

مطلب۔ چونکہ سماعت سے علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ جو ادنےٰ ہے۔ مشاہدہ سے عین الیقین کا درجہ ملتا ہے جو درجہ اوسط ہے۔ اور خود اپنی ذات پر بیتنے سے حق الیقین کے درجے پر فائز ہو سکتے ہیں۔ جو یقین کا ایک اعلےٰ درجہ ہے۔ لہٰذا فرماتے ہیں۔ کہ اگر اعلےٰ درجہ مطلوب ہے۔ تو خود آتش عشق میں کود پڑو۔ سننے یا دیکھنے پر اکتفا نہ کرو۔ کما قال المظہر الشہید علیہ الرحمۃ والغفران ؎

زعشق او بداغے کز تسلی مے شوم منظر کہ غرق سوختن چوں شعلہ ہیچ اہم سراپا را

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود ورنہ قُل در گوش پیچیدہ شود

لغات۔ ناقد۔ مدرک۔ شناسا۔ پرکھنے والا۔ تمیز کرنے والا۔ قُل۔ بضم قاف قول۔ شاید قول کا مخفف ہے۔ یا صیغہ امر مجازاً بمعنے مصدر استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ (خیر اگر کان (بھی) پرکھنے والا ہو۔ تو وہ (بھی بمنزلہ چشم ہو سکتا ہے۔ ورنہ (اسکی تمام سنی سنائی) باتیں اسی میں لپٹ کر رہ جاتی ہیں (دل تک نہیں پہنچتیں)۔

مطلب۔ اگر کان بھی درجہ کمال کو پہنچ جائے۔ تو ادراک میں آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دلال اور صرف آلہ احساس نہیں رہتا۔ حضرت شیخ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قصیدے میں لکھا ہے۔ کہ جب معرفت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو کان میں آنکھ کے خواص اور آنکھ میں کان کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنے کان دیکھنے لگتے ہیں۔ اور آنکھیں سننے لگتی ہیں۔ صائبؒ ؎

پردۂ گوش ترا کرد بدست غفلت آہنیں ورنہ ہر خارے دریں گلشن زبانِ بلبل است

مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ اس قول میں غالباً گوش و چشم سے گوش دل اور چشم دل مراد ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد تا کہ شہ با آں غلامانش چہ کرد

ترجمہ۔ یہ (علوم و معانی کی) بحث تو انتہا نہیں رکھتی۔ (اب) واپس چلو (اور دیکھو) کہ بادشاہ نے اپنے ان (دونوں) غلاموں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

براہ کردن بادشاہ یکے ازاں دو غلام را واز دیگرے

روانہ کرنا بادشاہ کا ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو۔ اور دوسرے سے

احوال آں پرسیدن۔ و باز گفتن او آنچہ در وے ست

اس کے حالات دریافت کرنا۔ اور اس کا ان صفات (وعادات) کو بیان کرنا جو اس میں ہیں۔

آں غلامک را چو دید اہل ذکا آں دگر را کرد اشارت کہ بیا

لغات ۔ غلامک ۔ غلام کے ساتھ کاف تصغیر شامل ہے۔ جیسے مردک۔ کنیزک۔ طفلک میں۔ اور صیغہ تصغیر تحقیر۔ ترحم وغیرہ کئی معنوں میں آتا ہے۔ آگے مولانا خود بیان کرتے ہیں۔ ذکا۔ بفتح ذال معجمہ۔ دانش۔ تیزی طبع اور بالضم بمعنے آفتاب۔

ترجمہ ۔ (بادشاہ نے) جب اس ننھے منّے غلام کو (بہت) ذہین پایا۔ تو اُس دوسرے (غلام) کو اشارہ کیا کہ (اب) تم ادھر آؤ۔

کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست

لغات ۔ رحمت ۔ مہربان۔ ترحم۔ تصغیر۔ چھوٹا اور ناچیز قرار دینا۔ جد۔ دادا۔ تحقیر حقیر سمجھنا۔

ترجمہ ۔ میں نے اس کے نام پر یہ ترحم کا کاف بولا ہے (اس سے) اس کی شان کو گھٹانا (مقصود) نہیں (دیکھو) جب دادا (اپنے پوتے کو پیار سے) "میرا بچونگڑا" کہتا ہے۔ تو (یہ کوئی) تحقیر نہیں ہوتی۔

مطلب ۔ تصغیر کے ہر زبان میں خاص صیغے ہوتے ہیں۔ فارسی میں یہ صیغہ کسی اسم کے آخر میں کاف یا "چہ" شامل کرنے سے بنتا ہے۔ تصغیر کے معنے کسی چیز کی چھوٹائی ظاہر کرنا۔ اور مقصود اس سے کبھی اس چیز کی جسامت وضخامت یا طول وعرض کی کمی ہوتی ہے۔ جیسے طبلک (ڈھولکی) سراچہ (چھوٹا سا گھر) کبھی اس کی تحقیر وتذلیل جیسے مردک (مردودا) دزدک (چوٹا) کبھی ترحم ومحبت جیسے طفلک (بچڑا۔ بچونگڑا) دخترک (پیاری بیٹی) مولانا بطور دفع وہم مقدر فرماتے ہیں۔ کہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے۔ کہ میں نے ایک عاقل وزیرک غلام کو غلامک کہہ کر اس کی تحقیر وتصغیر کیوں کی جبکہ "بزرگی بعقل ست نہ بسال" مسلمہ ہے۔ نیز ایک مومن کی تحقیر کرنا گناہ بھی ہے۔ حدیث بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ آدمی کو یہی بُرائی کافی ہے۔ کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ کیونکہ یہ کاف صیغہ تصغیر تحقیر کے معنے میں نہیں بلکہ ترحم وشفقت کی غرض سے ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ جس کا ایراد مولانا رم کے ذوق بیان وجوش تقریر کے لطائف سے ہے۔

مسلمان بھائی کی تحقیر بُرائی ہے

چوں بیامد آں دُوم در پیش شاہ بُد دو گندہ دہاں دنداں سیاہ

ترجمہ ۔ جب وہ دوسرا (غلام) بادشاہ کے (بلانے پر اس کے) حضور میں آیا۔ تو اس کا مُنہ بدبودار اور دانت میلے میلے تھے۔

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ او جستجوے کرد ہم از کارِ او

ترجمہ۔ اگرچہ بادشاہ کو (اس کی بوے دہن کے باعث) اس کی ہمکلامی سے تکلیف محسوس ہوئی (یا یوں کہو اگرچہ بادشاہ نے اس کی بدصورتی کی وجہ سے ابتدا اس سے ہمکلام ہونا ناپسند کیا) تاہم اسکی حالت کی بھی تفتیش کرنے لگا۔

گفت باایں شکل وایں گندہ دہاں دُور بنشیں لیک ازاں سُو ترمراں

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا۔ تو اس بھونڈی شکل اور بدبودار منہ کے ساتھ (بہتر یہی ہے کہ) دُور بیٹھ۔ لیکن بہت دُور بھی نہ بھاگ جا (یعنے مناسب فاصلے سے دُور بیٹھا کر)۔

مطلب۔ کسی کی تحقیر اور دل شکنی جائز نہیں۔ مگر بادشاہ نے اس کو اس کے معائب جسم پر توجہ دلاکر دل شکستہ کرنا چاہا۔ تو یہ ایک طرح سے امتحان تھا۔ اور مصلحت اس میں یہ تھی۔ کہ قرب سلطانی کا غرور اور محلات شاہی کی نشست اس کے لئے اظہار حقائق سے حجاب نہ بن جائے۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی پیش نظر تھا۔ کہ کہیں وہ اس تحقیر سے متوحش ہوکر یا یہ سمجھ کر کہ دور رہنے کے حکم سے بالکلیہ غیبت دُوری مقصود ہے۔ بھاگ ہی نہ جائے۔ یا نظر سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اس لئے حکم دے دیا۔ کہ دور بیٹھو۔ مگر رہو ہماری نظر کے سامنے۔

تا علاجِ ایں دہانِ تو کنیم تو مریض و ما طبیبِ پُر فنیم

ترجمہ۔ تاکہ ہم تیرے اس (مرضِ) دہان کا علاج کریں۔ تو مریض ہے۔ اور ہم (بھی) حکیم حاذق ہیں۔

مطلب۔ یہ شعر ملت ہے "لیک زاں سو ترمراں" کی جو اس سے اوپر کے شعر میں ہے۔ یعنے تم کو نظر کے سامنے رہنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے۔ کہ تمہارے مرض کا علاج کیا جائے۔ اور معالج کے سامنے مریض کا رہنا ضروری ہے۔ حرف تا انتہا کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنے تم دور بیٹھو۔ اور نظر سے غائب بھی نہ ہو جانا۔ اس وقت تک کہ تمہارا علاج کیا جائے۔ کیونکہ علاج سے پہلے قرب آنا مخاطبین کے لئے باعث اذیت ہوگا۔ اور اس سے پہلے غائب ہو جانا مخل علاج ہوگا۔ بعض نسخوں میں وہ مصرعیوں ہے "دور بنشیں مرکب ایں سو ترمراں" یعنے دُور بیٹھو اور اِدھر (ہمارے قرب کی طرف) اپنے توسن تقرب کو دوڑاتے نہ آؤ۔ یہ نسخہ بھی درست ہے۔ اور اس صورت میں مرکب ایں سو ترمراں تاکید قرار پائے گی۔ دُور بنشیں کی۔ اور اس شعر میں حرف تا صرف انتہا کے لئے ہوگا۔ یعنے جب تک تمہارا علاج نہ ہو جائے۔ ہمارے قریب آنا مناسب نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارے اختیار کردہ نسخہ میں معنے مزید کا افادہ ہے۔ اس لئے یہ قابل ترجیح ہے۔ فافہم۔

پہلے شعر میں اظہار نفرت سے اس کی دل شکنی کی تھی۔ کہ حجاب غرور مرتفع ہو جائے۔ اس شعر میں علاج مرض کی تجویز سے اس کی مواسات و مدارات کا اظہار کرکے اس کی طبیعت کو کسی قدر مانوس کیا گیا ہے۔ تاکہ انتہائی دل شکنی مانع مقصود بھی نہ ہو جائے اور رفع حجابات کے بعد کسی قدر انس و تآلف کا سہارا اسکے

اظہار اسرار کا محرک ہو۔

بادشاہ کے اپنے آپ کو طبیب پرفن کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی عارف باللہ اور صاحب ارشاد تھا۔ اسی لئے وہ اس طریق سے غلام کا امتحان لے رہا ہے۔ اور تدبیجی تدابیر سے اس کو راہ مقصود پر لا رہا ہے جس طرح مشائخ کاملین اپنے مستفیدین کی اصلاح و تکمیل میں کیا کرتے ہیں۔

کہ تو زاہل نامہ و رقعہ بُدی نے جلیس و یار ہم لقعہ بُدی

لغات ۔ اہل نامہ و رقعہ۔ خط پتر۔ چٹھی چپاٹی پہنچانے والا۔ نامہ بر۔ قاصد۔ یا اہل رُقعہ سے وہ شخص مراد ہے۔ جو بامشافہ گفتگو کرنے کے قابل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس سے دُور رہ کر صرف تحریری مکالمہ کیا جائے۔ جلیس۔ ہم نشیں۔ مصاحب۔ لقعہ۔ گھر۔ مکان۔ ہم لقعہ ایک گھر میں ساتھ رہنے والا۔ **ترکیب** ۔ آغاز شعر میں کاف تعلیل کا ہے۔ اور یہ شعر علت ہے دور نشیں کی۔ جو اوپر کے تیسرے شعر میں گذرا۔

ترجمہ (تم کو دُور بیٹھنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے) کہ تم صرف خط پتر (لانے لے جانے) کے لائق ہو (یا تم اسی قابل ہو کہ تم سے زبانی گفتگو کی بجائے تحریری بات چیت کی جائے) نہ کہ ہم نشیں اور رفیق اور ہم خانہ (ہونے کے لائق)۔

بہر کیکے نو گلیمے سوختن نیست لائق از تو دیدہ دوختن

لغات ۔ کیک بمعنی کاف پشو۔ نوگلیم نئی گدڑی موصوف مؤخر اور صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے نوشہ۔ دیدہ دوختن۔ آنکھ بند کر لینا۔ قطع نظر کرنا۔ بے پروائی کرنا۔ **ترکیب** ۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ چنانکہ نو گلیمے بہر کیکے سوختن لائق نیست ہمچناں از تو دیدہ دوختن سزاوار نباشد لہذا بہر کیکے مع مقدرات جملہ اسمیہ تشبیلیہ۔ از تو دیدہ دوختن مع مقدرات جملہ اسمیہ مشبہ لہ۔ یہ دونوں جملے مل کر جملہ تشبیلیہ ہوا۔

ترجمہ (جس طرح) ایک نئی گدڑی کو پشو کی وجہ سے پھونک ڈالنا مناسب نہیں (اسی طرح) تجھ سے (تیرے کسی عیب کی وجہ سے) بے پروائی کرنا (اچھا نہیں)۔

مطلب ۔ پشو کی موجودگی بیشک گدڑی کا عیب ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے بہت سے فوائد بھی متوقع ہیں۔ لہذا اس کو تلف کرنا اور ایک عیب کی وجہ سے کئی فوائد کو ہاتھ سے کھونا غلطی ہے۔ نظامی رح ؎

میفگن گوگل گرچہ عار آید ت کہ ہنگام سرما بکار آید ت

اسی طرح غلام کو اس کے بعض جسمانی عیوب کی بنا پر ہاتھ سے دینا اور اس کے دیگر فوائد سے محروم ہونا سراسر نادانی تھی۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے۔ کہ دوستوں کی سابقہ عنایات اور موجودہ اخادات کو ملحوظ رکھ کر ان کی لغزشوں اور قصوروں سے درگزر کرنی چاہئے۔ باہم ایسے فساد و عناد کی بنیاد ڈالنا جو شقاق و نفاق کا باعث ہو۔ مناسب نہیں ؎

اک دوست کی جفا سے جو پہنچے کبھی الم از بہر انتقام نہ ہرگز فساد کر
اس زخم دل کی مرہم شافی یہی ہے خوب
اس کے گذشتہ لطف و عنایت کو یاد کر

باہمہ بنشیں دوسہ دستاں بگو تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو

لغات - دوستاں سخن - گفتگو - قصہ **ترکیب** - ہر کلمہ ناکبد ہے - اس کا موکد عیوب مقدر ہے -

ترجمہ - تم (اپنے ان عیوب کے) باوجود (آؤ) میرے پاس بیٹھ جاؤ - دو تین باتیں کرو - تاکہ میں تمہاری عقل کا حال بخوبی معلوم کروں -

مطلب - اس سے پہلے بادشاہ نے سختی کے بعد کسی قدر نرمی کا برتاؤ کیا تھا - اب بالکل نرم ہوگیا - تاکہ غلام کی طبیعت پوری طرح مانوس ہو جائے - اور اس کی قلبی کیفیات کے عیاں ہونے میں کوئی امر مانع نہ رہے -

صائبؒ ؎ بتواں بحرفِ نرم دلِ سنگ آب کرد شیر از ملایمت بشکر دست یافتہ است

آں ذکی را پس فرستاد او بکار سوئے حمامے کہ رو خود را بخار

لغات - ذکی صاحب ذکا - ذہین - زیرک - عاقل - بخار - صیغہ امر ہے خاریدن سے کھجلاؤ - خوب ملو - مالش کرو

ترجمہ - پھر اس دوسرے عقلمند غلام کو (تو بہانہ بتا کر) ایک حمام کی طرف کام پر بھیجدیا - (اور یہ کہہ کر ٹال دیا) کہ جاؤ تم اپنا بدن خوب ملو (اور نہاؤ)

وِیں دگر را گفت توچہ زیرکی صد غلامی در حقیقت نے یکی

لغات - زیرکی بمعنے خطاب بمعنے زیرک ہستی ہے - اسی طرح غلامی غلام ہستی - اور یکی کے ہستی ہے -

ترجمہ - اور اس دوسرے غلام کو فرمایا تم کس قدر عقلمند ہو - تم (اپنی گوناگون خوبیوں کے لحاظ سے) فی الواقع سو غلام (کے برابر) ہو - ایک (غلام) نہیں ہو -

باز قابل تر بدی زاں یار خود نزد ما آ کہ تو بہ زاں یار بد

ترکیب - دوسرے مصرعہ میں "تو" ہستی را "بہ" بمعنے نیک خبر اور کلمہ رابطہ ہستی مقدر ہے -

ترجمہ - تب تو تم اپنے ساتھی سے زیادہ قابل ہو - ہمارے پاس آؤ کہ تم اس برے یار سے اچھے ہو -

مطلب - اس غلام کے امتحان کی یہ اور بھی زبردست چال تھی - کہ ہم نشینی و مصاحبت کی عزت دینے کے بعد - اب اس کو بنانا شروع کر دیا - اگر کوئی ناقص طبع و خام کار ہو - تو اس امتحان میں اس کے فیل ہونے میں کوئی شبہ نہیں - فوراً اپنی خوبی پر نازاں اور دوسرے کے عیوب بیان کرنے پر آمادہ ہو کر اپنی باطنی کمزوری کو نمایاں کر دیتا ہے ؎

غنی راز تنگ ظرفاں نہاں آخر نمے ماند اگرچوں شیشہ ساعت نفس دربستہ می دارند

کامل و مکمل مشائخ اسی طرح اپنے مریدوں کو آزما آزما کر ان کی خامیوں کا پتہ لگاتے اور ان کی اصلاح کیا کرتے ہیں -

آں نہ کہ خواجہ تاش تو نمود از تو مارا سرد میکرد آں حسود

لغات - خواجہ تاش - ایک آقا کے چند غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں - از کسے سرد کردن - کسی سے برگشتہ کرنا - حسود - حاسد -

ترجمہ - تم ویسے نہیں - جیسے کہ تمہارے ساتھ کے غلام نے ظاہر کیا ہے - وہ حاسد تو (تمہاری برائیاں کرکے) ہمیں تم سے برگشتہ کرتا تھا -

گفت او دُزد و کژ و شست کژ نشیں خیز و نامرد و چنان ست و چنیں

لغات - کژ - ٹیڑھا - بدچلن - کژ نشیں - بدصحبت - آوارہ - خیز - مخنث - خنثیٰ - وہ انسان جس میں مردانہ وزنانہ دونوں علامتیں ناقص طور پر ہوں - اس لئے وہ نہ پورا مرد ہوتا ہے نہ عورت - یہ کلمہ مجازاً نامرد بزدل کم ہمت - بے حوصلہ آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے - حاے حطی کے ساتھ اس کا استعمال غلط مروج ہے - کیونکہ یہ کلمہ فارسی زبان کا ہے - جس میں حاے حطی نہیں آتی - لہذا ہائے ہوز کے ساتھ بیز صحیح ہے -

ترجمہ - اس نے تمہارے بارے میں کہا ہے - کہ وہ چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت - مخنث اور نامرد ہے اور ایسا ویسا ہے -

مطلب - انسان کی یہ آدت بھی سخت کمند ہے - اپنے ساتھی سے اس کو قابل تردید دے کر پاس بٹھا لینا تو صرف انسان ہی کر سکتا ہے - کہ وہ محنت خود پسندی اور دوسرے کے حق میں عیب گیری و نکتہ چینی سے کہاں تک بچنے کی طاقت رکھتا ہے - لیکن ایک کے حق میں دوسرے کی بدگوئی بیان کر دینے سے یقیناً آتش غضب مشتعل اور جوش انتقام پیدا ہو جاتا ہے - ایسی شدید آزمائش میں پورا اترنا نہایت نازک کام ہے - مگر یہ غلام محاسن اخلاق کی صفات سے موصوف تھا - اور غرور و عجب اور کبر و غصہ کی آلایش سے اس کی طبیعت پاک تھی - چنانچہ ان باتوں کے جواب میں کیا عرض کرتا ہے !

گفت پیوستہ بُدست او راستگو راست تر من کس ندید استم ازو

ترجمہ - غلام نے کہا وہ ہمیشہ سچ بولتا رہا ہے - میں نے اس سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں دیکھا (لہذا میرے بارے اس کی یہ باتیں سب سچ ہیں)

مطلب - وہ غلام ایک مرد حق و پاک نفس انسان تھا - کبر و غرور اور غضب و انتقام وغیرہ نفسانی معائب سے پاک تھا - اور مردان حق کا یہی شیوہ ہوتا ہے - کہ بدگو کی بدگوئی اس کے دل پر موثر نہیں ہوتی - بلکہ وہ اس کی تحسین و تصدیق کیا کرتے ہیں -

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی عورت نے کہا - او بدکار ! وہ بولے - شاباش ! تم نے خوب پہچانا - تیس برس سے کسی نے مجھ کو میرے نام سے نہیں پکارا - لیکن تم نے پہچان لیا - کہ میں کون ہوں !

حضرت مولانا رومؒ نے ایک مرتبہ فرمایا - میں اسلام کے تہتر فرقوں سے متفق ہوں - ایک شخص اس جملے پر برافروختہ ہو گیا - اور سر مجلس آپ کو مغلظ گالیاں دینے لگا - مگر آپ نے اس کے جواب میں کچھ فرمایا - تو

یہی فرمایا۔ میں تمہاری ان باتوں سے بھی متفق ہوں۔
ایک دفعہ دو شخص سر راہ لڑ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا۔ او لعین! تو ایک کہے گا۔ تو بس سنے گا۔ اتفاق سے مولانا کا ادھر سے گذر ہوا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ کہ بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ لو۔ مجھ کو اگر ہزار کہو گے۔ تو ایک بھی نہ سنو گے۔ دونوں مولانا رح کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور آپس میں صلح کر لی۔ بیشک تحمل مردانہ کمالات سے ہے۔ صائبؒ ؎

بے تحمل نشود جوہر مردی ظاہر دست اگر تیغ بود سینہ سپر باید

راستی و نیکخوئی وحیا علم و دینداری و احسان و سخا
راستگوئی در نہادش خلقتست ہر چہ گویدمن نگویم تہمتست

لغات۔ راستی۔ سچائی۔ راست روی۔ نیک چلنی۔ راستگوئی۔ سچ بولنا۔ اس صورت میں یاے آخر مصدری ہے۔ اگر گوئی صیغہ مضارع ہو۔ تو اس کے معنے ہیں سچ کہو۔ بہر دو تقدیر ترکیب و ترجمہ بھی دو طرح ہو گا۔ ترکیب (۱) راستی تا راستگوئی معطوفات مل کر مبتدا ہوا۔ (اور اس صورت میں راستی اور راستگوئی کے معنے جدا گانہ نہ ہونگے نہ کہ متحد) و نہادش خلقتست اس کی خبر (۲) راستگوئی بتقدیر حرف "اگر" شرط۔ راستی و نیکخوئی الخ مبتدا اور در نہادش الخ خبر۔ ل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی۔ ان دونوں تقدیروں پر دو طرح کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔ پہلے ترجمے میں راستی کے معنے نیک چلنی کے اور راستگوئی کے معنے سچ بولنے کے ہیں۔ اور دوسرے ترجمہ میں راستی کے معنے سچائی کے اور راستگوئی کے معنے اگر سچ کہو کے ہیں۔

ترجمہ (۱) نیک چلنی۔ خوشخوئی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک۔ سخاوت اور سچ بولنا اس کے وجود میں پیدائیشی ہیں۔ وہ جو کچھ (میرے بارے میں) کہتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ کوئی تہمت ہے۔

(۲) (اگر) سچ کہو۔ تو سچائی۔ خوش خلقی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک اور سخاوت اس کے وجود میں پیدائیشی ہیں۔ الخ

مطلب۔ عیب جوئی و بدگوئی خامی و نقص کی دلیل ہے۔ صائبؒ ؎

طفلے ست راہ خانۂ خود کردہ راست گم ہر ناقصے کہ در صدد عیب حسن ست

بخلاف اس کے پاک ضمیر و روشن دل لوگ ہمیشہ دوسروں کی خوبیوں کا خیال اور معائب سے قطع نظر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے رفقا کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ سر راہ ایک کتے کا بچہ مرا پڑا تھا۔ جس کا منہ کھلا تھا۔ اور اس کے نفض سے راہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ رفیقوں نے ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اوہو! اس مردار سے کیسی بدبو پھیل رہی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ واہ وا! اس کے دانت کیسے خوب صورت اور چمکیلے ہیں۔ صائب ؎

فروغ شمع مے سازد منور چشم روشن را
اگر پاک ست دل آخر نظر ہم پاک میگردد

کژ نگویم آں نکو اندیش را مُتّہم دارم وجُودِ خویش را

لغات - کژ - ٹیڑھا - ناراست - بے جا - متہم - بائے کی فتح سے جس پر تہمت لگائی جائے - ملزم - بدنام - رسوا - ترکیب - کملہ کژ بالو تنوین کی صفت ہے جو مقدر ہے - یا یہ مفعولاً نکو اندیش پر محمول ہے - فرق ترجمہ میں ظاہر ہوگا -

ترجمہ - میں اس نیک اندیش کے حق میں کوئی بے جا بات نہیں کہہ سکتا (یا میں اس نیک اندیش کو کج نہیں کہہ سکتا) میں تو اپنے ہی وجود کو ملزم ٹھیراتا ہوں -

مطلب - محاسن اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے - کہ انسان اپنے عیوب کے مطالعہ میں لگا رہے - اور لوگوں کے عیوب کی پروا نہ کرے - ایسا انسان پیغمبری زبان سے حق مبارکباد ہے - جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - طوبیٰ لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس - قابل مبارکباد ہے وہ شخص جس کا اپنا عیب اسے لوگوں کے عیوب سے بے پروا کر دے ؎

غرق خود عیبوں میں ہیں ہم سر بسر پھر کسی کے عیب پر کیوں ہو نظر
عیب جو ہے مثل مکھی کے ذلیل ڈھونڈتی پھرتی ہے جو عضو علیل
عیب جوئی میں وہ پاتا ہے مزا جس طرح ہے پیپ مکھی کی غذا
عیب جوئی کی نہ کر تا تم ہوس تم ہما ہو اور یہ ہے کارِ مگس

عیب جوئی کی مذمت

باشد او در من ببیند عیبہا من نہ بینم در وجُودِ خود شہا

لغات - باشد - ممکن ہے - ہو سکتا ہے - شاید - شہا - اے بادشاہ!

ترجمہ - بادشاہ سلامت! ممکن ہے - کہ وہ مجھ میں عیوب دیکھتا ہو - (جن کو) میں اپنے وجود میں (بوجہ غفلت و کوتاہی نظر) نہیں دیکھ سکتا -

ہر کسے گر عیب خود دیدے ز پیش کے بُدے فارغ ز اصلاح خویش

ترجمہ - اگر ہر شخص (برائے نتیجہ دیکھنے سے) پہلے ہی اپنا عیب دیکھتا - (اور ساتھ ہی وہ دُور اندیش بھی ہوتا) تو اپنی (اس برائی کی) اصلاح سے وہ کب فارغ بیٹھتا -

مطلب - یہ مولانا رح کا مقولہ ہے - جو بمناسبت مقام بطور نصیحت فرماتے ہیں - اپنی اصلاح کے لئے اپنے عیوب کا احساس ضروری ہے - اور اپنی اصلاح وہی کر سکتا ہے - جو اپنے عیوب کو دیکھ سکے - ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت اندر استکمال خود دو اسپہ تاخت

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلام کا مقولہ ہو - یعنے وہ کہتا ہے - کہ اس عیب چیں غلام کو شاید میرے عیوب معلوم ہوں - جو مجھے معلوم نہیں - اگر مجھے معلوم ہوتے - تو کیوں ان کی اصلاح سے میں فارغ رہتا - اور کیوں اس کو میری عیب گیری کا موقع ملتا - یہ بھی میرا ہی قصور ہے - اس کا نہیں ؎

از تامل ہستواں دریافت صائب عیب خویش دائے بر آنکس کہ ایں آئینہ را دُور افگند

غافل اند ایں خلق از خود بے خبر لاجرم گویند عیبِ ہمدگر

ترکیب - خلق موصوف، اور از خود بے خبر صفت مل کر مبتدا ہوا - غافل اند اس کی خبر - یہ جملہ اسمیہ شرط ہوا - بتقدیر حرف شرط دوسرا مصرعہ جزا - ایک مترجم نے ترجمے میں غافل کو خلق کی صفت ٹھیرایا ہے - یہ خلاف سیاق بھی ہے - اور مقصود کے لئے غیر لازم بھی -

ترجمہ - چونکہ یہ لوگ ہوا اپنے (عیوب اسے بے خبر ہیں (خود اپنی حالت سے) غافل ہیں - اسلئے ایک دوسرے کے عیب بیان کرنے لگتے ہیں -

مطلب - لوگوں کا ایک دوسرے کے عیب بیان کرنا مبنی ہے اس پر کہ وہ اپنی حالت سے غافل ہیں لیئے اپنی اصلاح عادات وتہذیب خصائل کا ان کو فکر نہیں - اگر یہ فکر ہوتا - تو ان کو کسی دوسرے کے عیب میں مشغول ہونے کی فرصت ہی نہ ملتی - اور وہ اپنی حالت سے غافل اس لئے ہیں - کہ ان کو اپنے عیوب کی خبر تک نہیں - اگر ان کو اپنے عیوب کا کچھ بھی احساس ہوتا - تو وہ اپنی حالت سے یوں غافل اور بے پروا نہ ہوتے - بس تقریر سے ہمارے اختیار کردہ ترجمہ کی وجہ ترجیح ظاہر ہے -

من نہ بینم روئے خود را اے شمن من ببینم روئے تو تو روئے من

لغات - شمن - بُت پرست - مراد ظاہر پرست اور یہ لفظ عیب چیں کے لئے استعمال کیا ہے - بایں مناسبت کہ جس طرح بُت پرست ایک محسوس ومجسم چیز کو بطور بت پیش نظر رکھتا ہے - اسی طرح عیب چیں کی نظر بھی اس شخص کی ذات کو اپنا تختۂ مشق بنائے رکھتی ہے - جس کی عیب جوئی کرتی ہے - خود اپنی حالت کی خبر نہیں - کیونکہ اپنی حالت کے مطالعہ کے لئے نگاہ ظاہر میں کام نہیں دیتی - بلکہ چشم بصیرت کی ضرورت ہے -

ترجمہ - اے ظاہر پرست میں اپنے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا - بلکہ میں تیرے منہ کو دیکھتا ہوں - اور تو میرے چہرے کو -

مطلب - عام لوگوں کی عیب گیری ونکتہ چینی کی حالت کو اپنی اور مخاطب کی تمثیل میں ادا کیا ہے - جیسے کہ اگر دو ریاکار لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے بناوٹی تقدس کا اظہار کرتے ہوں - تو ان کی تصویر ان لفظوں میں کھینچا کرتے ہیں - کہ "من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو" مطلب یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے عیوب تلاش وتجسس میں لگے رہتے ہیں - خود اپنی کسی کو خبر نہیں - سعدی رح ؎

منہ عیبِ خلق اے فرومایہ پیش کہ چشمت فرو دوزد از عیبِ خویش

چرا دامن آلودہ را عار نیست چو در خود ستائی سم کہ تر دامنم

آں کسے کہ او بیند روئے خویش نورِ او از نورِ خلقانست بیش

لغات - روئے منہ کنایہ ہے عیوب چہرے سے - یا عام عیوب سے - خلقاں - مخلوق -

ترجمہ - جو شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے - اس کا نور (بصیرت) مخلوق کے نور (بصیرت) سے

بڑھ کر ہے۔

مطلب ۔ ظاہر پرست دوسرے لوگوں کے عیب کو دیکھتا ہے ۔ اور چشم باطن رکھنے والا اپنے عیوب کو دیکھتا ہے ۔ کیونکہ اپنے عیوب کے احساس کے لئے چشم ظاہر کام نہیں دے سکتی ۔ اس کے لئے بصیرت باطن اور چشم قلب درکار ہے ۔ لہذا ایسا شخص صاحب بصیرت ہونے کے لحاظ سے عام لوگوں سے اشرف و افضل ہوتا ہے صائبؒ ؎

عیب خود دیدن مرا از دیگراں ممتاز کرد منفعت از پا زیاد از پر بود طاؤس را

نُورِ حِسّی نبود آں نُورے کہ اُو نُورِ خود محسُوس بیند پیش رُو

ترجمہ ۔ جو نور اپنے (چہرے کے) نور کو (اس طرح) محسوس کرے (جیسے) منہ کے سامنے (ہو) وہ حسی (وجسمانی) نور نہیں (بلکہ باطنی وروحانی ہے)

گر بمیرد نورِ اُو باقی بود زانکہ دِیدش دِیدِ خلّاقی بود

لغات ۔ باقی ۔ غیر فانی ۔ ابدی ۔ خلاقی ۔ خداوند تعالےٰ کے ساتھ منسوب ۔ خدائی ۔ خلّاق خدا کا نام ہے ۔

ترجمہ ۔ اگر وہ (صاحب نور) مر (بھی) جائے ۔ تو اس کا نور (نہیں مرتا ۔ وہ) قائم رہتا ہے ۔ کیونکہ اس کی بینائی خداوندی بینائی ہوتی ہے ۔ کما قیل ؎

مرد ہمت گرچہ میرد زاں نکوتر مے شود ابر گر برداشت آب از بحر گوہر مے شود

گفت تو ہم عیب او گو مُو بمُو آں چُنانکہ گفت او از عیبِ تو

ترجمہ (بادشاہ نے) کہا جس طرح اس نے تیرے عیب بیان کئے ہیں تو بھی اس کے عیب ایک ایک کر کے بیان کر ڈال ۔

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی کہ خُدائے مُلکت و کارِ منی

لغات ۔ مُلکت یا مَلکت بضم میم وسکون لام بادشاہی ۔ سلطنت ۔ حکومت ۔ یہ کلمہ مملکت کا مخفف نہیں ہے ۔ بلکہ ملک کا صیغہ مؤنث ہے ۔ اد خال تائے تانیث ۔ کد خدا ۔ مالک ۔ مہتمم ۔ منتظم ۔

ترجمہ ۔ تاکہ مجھے معلوم ہو جائے ۔ کہ تو میرا غمخوار ہے ۔ میری سلطنت اور کاروبار سلطنت کا (ایک با اخلاص) منتظم ہے (کہ اس کے شر سے مجھ کو آگاہ کرتا ہے) ۔

گفت اے شہ من بگویم عَیبہاش گرچہ ہست او مرا خوش خواجہ تاش

ترجمہ ۔ اس نے (جواباً) عرض کیا ۔ حضور ! لیجئے میں اس کے عیب بیان کر دیتا ہوں ۔ اگرچہ وہ میرا ایک اچھا خواجہ تاش (یعنے ساتھ کا غلام) ہے ۔ (اس کے عیوب یہ ہیں کہ)

عَیب او مہر و وفا و مردمی عَیب او صِدق و صفا و ہمدمی

ترجمہ - اس کا عیب محبت - وفا اور مردمی ہے - اس کا عیب سچائی صفائی اور ہمدردی ہے -

کمتریں عَیبش جوانمردی و داد آں جوانمردی کہ جاں را ہم بداد

لغات - جوانمردی - بہادری - شجاعت مگر فارسی میں عموماً اس لفظ کا استعمال سخاوت و کرم کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ حاتم وغیرہ مشہور اسخیا ماہل کرم کو جوانمرد لکھتے ہیں - شیخ سعدی "بوستاں" میں ایک عنوان لکھتے ہیں "حکایت حاتم طائی وصفت جوانمردی ہے" یہاں یہی معنے مراد ہیں - داد - عطا - بخشش - ایک شارح نے اس کے معنے انصاف کے کئے ہیں - معنے صحیح ہیں - مگر یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتے - صنائع - داد کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے - اور ان دونوں شعروں میں ایک آور صنعت ہے - جس کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہیں - یعنے سیاق عبارت سے کسی کی مذمت معلوم ہو - مگر درحقیقت وہ کمال مدح ہو - جیسے فارسی کا شعر ہے ؎ ہر آنکہ نام تو بر دل نوشت گشت عزیز گر دم کہ زدست تو میکشد خواری - یعنے جس نے تیرا نام دل پر لکھ لیا - وہ معزز بن گیا - اگر دم کہ وہ تیرا نام اپنے اوپر منقش کرا کر بھی تیرے ہاتھ سے خواری ہی اٹھاتا رہا - مگر کے لفظ سے شبہ ہوتا تھا - کہ اب ممدوح کی مذمت ہو گی - مگر وہ بھی کمال سخاوت و کرم کا مضمون نکلا - اسی طرح ان دو شعروں میں کہا - کہ اس کے عیب یہ ہیں ساری عیب شماری بظاہر مذمت ہے - مگر ان عیوب کو جو ظاہر کیا گیا - تو وہ اعلےٰ اخلاقی ہنر تھے - اس طرح کا بیان بلیغ سمجھا جاتا ہے - بجائے اس کے کہ سیدھے طور پر یوں کہدیا جائے - کہ اس میں کوئی عیب نہیں -

ترجمہ - اس کا ایک چھوٹا سا عیب سخاوت اور بخشش (ہے) سخاوت بھی ایسی کہ جان تک دے دی (جائے) - تو اس کو اس سے دریغ نہیں) -

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید چہ جوانمردی بود کاں را ندید

لغات - پدید - ظاہر - نمایاں - چہ - یہاں تعظیم کے لئے استعمال ہوا ہے - یعنے خیلے جوانمردی بود - ایک شارح نے اس کو استفہام انکاری کے لئے سمجھا ہے - یعنے ایں جوانمردی نباشد - مگر اس سے مطلب خبط ہو جاتا ہے - اگر بتکلف مطلب کو ڈھب پر لایا جائے - تو لطف سے خالی ہے -

ترجمہ - خداوند تعالیٰ نے لاکھوں جانیں پیدا کی ہیں - جو شخص ان (جانوں) کو (بھی) نہ دیکھے (پھر اپنی موجودہ ایک جان کو اس کی راہ میں قربان کردے اس کی یہ) کسقدر جوانمردی ہے -

مطلب - یہاں سے شوق شہادت اور اختیار فنا کے مضمون کی طرف انتقال ہے - کسی عارف نے فرمایا ہے

؎ کشتگان خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

راہ خدا میں نقد جان کو نثار کر دینا حیات ابدی کے خزانوں کے خزانے دلاتا ہے - صائبؒ ؎

در راہ او نثار کن ایں خردۂ حیات وانگہ نگاہ کن کہ چہ ہا زما ے دہند

فرماتے ہیں - کہ جو شخص جاں نثاری کے عوض میں ملنے والی لاکھوں جانوں اور بے پایاں خزائن حیات کی بھی پروا

نگہ لطف بہ شیخ انعم

نکرے۔ اور ان کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کو خیال تک میں نہ لائے۔ اور پھر جان دے دے۔ جوانمردی تو اس کی ہے۔ حافظ رح ؎

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بجوے کہ ایں متاع قلیل ست و آں بہا حقیر

لیکن جو شخص ان لاکھوں جانوں کو دیکھ ہی لے۔ تو ان کے لئے ایک حقیر جان کے دینے میں کیوں پس و پیش کرنے لگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ور بدیدے کے بجاں بخلش بُدے بہر بخلاں کے چنیں غمگیں شُدے

ترجمہ۔ اگر وہ (ان بے پایاں جانوں کو) دیکھ لے تو اس کو جان (کے دینے) میں کیوں بخل ہوگا وہ بھلا ایک جان کے لئے کیوں غمگین ہونے لگا۔ منی رح ؎

عاشقاں روز شہادت خسرو وقت خود اند تیشہ بر سر فسر شاہی بود فرہاد را

بر لب جُو بخل آب آں در بود کو ز جُوے آب نابینا بود

ترجمہ۔ نہر کے کنارے پر کسی کو پانی (دینے) میں بخل وہی شخص کرے گا۔ جو پانی کی (لبریز) نہر کو نہیں دیکھتا

مطلب ایک بے آب و گیاہ بیاباں میں کسی اندھے کے پاس پانی کی چھاگل ہو۔ اسکو اپنی ذاتی مصلحت یہ اجازت نہیں دیتی۔ کہ لوگوں کو پانی دے کر خود پیاسا مرے۔ وہ ایک نہر کے کنارے پر پہنچکر بھی بے خبری کی حالت میں اپنا پانی دینے سے انکار کرے گا۔ اگر اس کی آنکھیں ہوتیں تو سمجھتا۔ یہ نہر موجود ہے۔ یہاں سائل کو پانی دے دینا "صفت کرم" کا ہم معنے ہے۔ جب چاہوں گا۔ پھر نہر سے چھاگل بھر لوں گا۔ یہی مثال ہے ان بے بصیرت لوگوں کی جن کو اس حیات باقی کی خبر نہیں ہے۔ جو موجودہ حیات فانی کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اس لئے وہ تیغ شہادت کے نیچے آنے سے ڈرتے ہیں لیکن جن کو وہ حیات نظر آتی ہے۔ اور وہ دریائے بقا کو اپنے سامنے موجزن پاتے ہیں ان کے لئے حیات فانی سے دست بردار ہو جانا کچھ مشکل نہیں ؎

در کنار بحر صائب قطرہ دریا مے شود کس چرا جاں را ازاں جانِ جہاں وا رہ دہد

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں داند و پاداش خود در یوم دیں

کہ یکے را دہ عوض مے آیدش ہر زماں جُودے دگر گوں زایدش

لغات از یقین یہاں بمعنے با ہے یعنے بیقین۔ پاداش۔ جزا۔ سزا۔ بدلہ۔ یوم دین۔ روز قیامت۔ عوض۔ معاوضہ۔ اجر۔ جود۔ بخشش۔ خیرات۔ زاید۔ بعل آید۔ **ترکیب**۔ ہر کس اسم موصول اپنے صلہ داند الخ کے ساتھ مل کر مبتدا ہوا۔ جس میں پاداش بیین ہے۔ اور دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ کہ یکے را الخ اس کا بیان بیین و بیان مل کر مفعول ہوا داند کا۔ ہر زمان جودے دگر گوں زایدش جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بالیقیں جانتا ہو کہ قیامت

کے روز اس کا یہ اجر ہے۔ کہ ایک نیکی کے عوض میں دس گنا معاوضہ پائے۔ وہ ہر وقت طرح طرح کے صدقہ و خیرات عمل میں لاتا رہے گا۔

مطلب - حدیث شریف میں مروی ہے۔ کل عمل ابن ادم بعشر امثالھا۔ یعنے فرزند آدم کے ہر عمل کا اجر دس گنا ملے گا (بحر العلوم) یا شاید یہ روایت اس حدیث سے روایت بالمعنے ہو۔ لو تعلمون ما اد خرلکم ما خزنتم علی ما ذوی عنکم۔ یعنے اگر تم کو آخرت میں اپنا ذخیرہ معلوم ہو جائے تو دنیا میں ذخیرہ جمع نہ کرو ایک اور حدیث ہے۔ لو تعلمون ما لکم عند اللہ لاحببتم ان تزدادوا فاقۃ و حاجۃ۔ یعنے اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے ہاں کیا کچھ اجر ملنے والا ہے۔ تو تم کو اور بھی زیادہ فاقہ اور محتاجی میں زندگی بسر کرنا پسند آئے (جامع صغیر امام سیوطی رح) پس جب ایک ایک نیکی کا عوض دس دس گنا ملتا نظر آتا ہو۔ تو پھر نیکی کرنا نیک راہ میں جان دینا کیا مشکل ہوگا۔

جود جملہ از عوضہا دیدن ست پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست

ترجمہ - تمام سخیوں (کی سخاوت اجر آخرت) کے مدنظر ہونیکے سبب سے ہے۔ پس (وہ) بخل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بخل خوف فقر سے ہوتا ہے اور آخرت کے اجر کی توقع خوف (فقر) کی ضد ہے۔

مطلب - بخل کی وجہ یہ ہوئی ہے۔ کہ شیطان انسان کے دل میں اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے۔ کہ مثلاً اگر ہزار روپے سے پچیس روپے زکوٰۃ نکل گئی۔ تو نو سو پچھتر روپے رہ جائیں گے۔ اور اگر اسی طرح زکوٰۃ ہماری کا سلسلہ جاری رہا۔ تو یہ سارا مال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور ہم فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ شیطان تم کو محتاجی و درویشی سے ڈراتا ہے اور بے حیائیوں پر تم کو آمادہ کرتا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالےٰ بندہ کو صدقہ و خیرات کا عوض دنیا و آخرت میں دونوں جگہ دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا اور اللہ تعالےٰ اپنے ہاں سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ دنیا میں اس سے مال بڑھتا ہے۔ سعدی رح ؎

زکوٰۃ مال بدر کن کہ خوشۂ زر را چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

و قیل ؎ ز احسان بشو و صاحب کرم را دولت افزوں بلے ہر چاہ را آب از کشیدن بیشتر گردد

اور آخرت میں بھی اس کا اجر کئی گنا ملتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (کون ہے جو اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دے پھر اللہ اس کو کئی گنا زیادہ ادا کرے۔ جس شخص کی نظر اللہ کے مواعید صادقہ پر ہوتی ہے۔ دنیا میں فضل الٰہی اور آخرت میں اجزا مستاہی اس کے زیر نظر ہو۔ وہ شیطان کے بہکانے سے فقر و فاقہ سے کب خائف ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو اجر آخرت کی امید ہے۔ وہ فقر دنیا سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ فقر اس کو محبوب ہو جاتا ہے۔ جیسے اوپر حدیث گذری۔ کہ لو تعلمون ما لکم عند اللہ لاحببتم ان تزدادوا فاقۃ و حاجۃ (ترجمہ پیچھے گذر چکا) آگے اسی کی تائید میں فرماتے ہیں:۔

بخل نادیدن بود اعواض را شاد دارد دید در خواض را

لغات ۔ اعواض جمع عوض ۔ معاوضے ۔ وَرز ۔ بضم واو ۔ موتی ۔ غواض ۔ غاے معجمہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ یعنے غوّاص یعنے غوطہ خور ۔ ڈبکی لگانے والا ۔

ترجمہ ۔ بخل (کا سبب) معاوضوں پر نظر نہ ہونا ہے ۔ غوطہ خور کو موتی کی توقع (غوطہ کی مشقت میں بھی) خوش رکھتی ہے ۔

مطلب ۔ غوطہ خور کو سمندر سے موتی ملنے کی امید ہوتی ہے ۔ اسی لئے وہ سمندر کی گہرائی میں اُترنے کے خطرات کو برداشت کرتا ہے ۔ بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے ۔ اگر موتی کی امید نہ ہو ۔ تو وہ سمندر میں قدم بھی نہ رکھے ۔ اسی طرح جب کسی کو اجر کی امید نہیں ہوتی ۔ تو وہ خیرات نہیں کرتا ۔ بلکہ بخل اختیار کر لیتا ہے ۔

پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل ۔۔۔ زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل

لغات ۔ نیارد ۔ اے بعمل نیارد ۔ بدیل ۔ عوض ۔ بدلہ ۔

ترجمہ ۔ پس جہان میں کوئی بھی بخیل نہ ہوگا ۔ کیونکہ کوئی شخص کچھ (عمل خیر) معاوضہ (کی توقع) کے بغیر (عمل میں) نہیں لاتا ۔

مطلب ۔ اوپر جہاں سے یہ شوق شہادت کی بحث شروع ہوئی تھی ۔ فرمایا تھا ۔ کہ "چو جوانمردی بود کارِ اندیش" یعنے اعلےٰ جوانمردی تو یہی ہے ۔ کہ بلا معاوضہ جان دے دے ۔ اور اس کے عوض میں لاکھوں جانیں بھی لیں ۔ تو ان کی پروا نہ کرے ۔ پھر اس کی تائید میں فرمایا ۔ کہ بخل کرنے والے اسی لئے بخل کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ کہ ان کو کوئی اجر و معاوضہ نظر نہیں آتا ۔ "بخل نا دیدن بود اعواض را" اور جن کو سخاوت کا اجر و معاوضہ نظر آتا ہے ۔ وہ شب و روز جود و کرم پر عمل کرتے ہیں ۔ "ہر زماں جودے دگرگوں زایدش" ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ لوگوں کی یہ سخاوت کوئی حقیقی سخاوت نہیں بلکہ محض خود غرضی ہے ۔ ورنہ اگر ان لوگوں کو سخی قرار دیا جائے ۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلے گا ۔ کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں ۔ "پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل" کیونکہ جو شخص بھی تمہاری نظر میں بخیل ہے اگر اس کو اجر اور معاوضے کے ڈھیر دکھا دو گے ۔ تو وہ بھی بذل و کرم اختیار کر کے حاتم کا بھائی بن جائیگا ۔ کیونکہ اس کا بخل اسی محدود وقت تک ہے ۔ جب تک اسے اجر نظر نہیں آتا ۔ تو گویا عالم میں بخیل کا وجود ہی فرضی ہے ۔ واقعی نہیں ۔ اور یہ محال ہے ۔ کیونکہ قرآن مجید اس کی واقعیت پر شاہد ہے ۔ واما من بخل واستغنی ۔ اور فرمایا ۔ سیطوقون ما بخلوا بہ ۔ چونکہ یہ محال لازم آیا ۔ امید واران اجر کو سخی تسلیم کر لینے سے ۔ اس لئے یہی بات باطل ہے یعنے امید واران معاوضہ حقیقی سخی نہیں ہیں ۔ بلکہ سخی وہی ہے ۔ جو مال و دولت حتیٰ کہ جان تک دیدے ۔ مگر معاوضے پر نظر نہ رکھے ۔ حافظ رح ؎

سایہ طوبےٰ و دلجوئی حور و لب حوض ۔۔۔ بہواے سرِ کوے تو برفت از یادم

ایک شارح صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ اس شعر میں یہ کہنا کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں ۔ مولانا کا ایک لطیفہ ہے ۔ گویا ان کے نزدیک یہ شعر اپنے ماسبق سے مربوط نہیں ۔ فتفطن ۔ ھذا ما قالت سخافۃ ھذا القول ۔

پس سخا از چشم آید نے ز دست ۔۔۔ دید دارد کار جز بینا نزست

ترجمہ ۔ پس سخاوت کا وقوع آنکھ سے ہوتا ہے نہ کہ ہاتھ سے ۔ آنکھ ہی (آخر) کام آتی

ہے۔ آنکھ والے کے سوا کوئی (بخل کے الزام سے) نہیں بچ سکا۔

مطلب ۔ اوپر کی بحث سے یہ الزامی نتیجہ نکالنے کے بعد کہ پھر تو گویا دنیا میں کوئی بخیل ہی نہ ہوا۔ اب صحیح نتیجہ پر آتے ہیں۔ کہ بخیل تو ہیں۔ مگر جن لوگوں کو تم ان کے مقابلے میں سخی کہتے ہو۔ سچی سخاوت سے موصوف وہ بھی نہیں۔ کیونکہ ان کی نظر معاوضہ پر ہے۔ ان کی سخاوت بے غرضانہ نہیں ہے۔ اصل سخاوت تو یہ ہے۔ کہ سخی جس طرح ہاتھ سے مال چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کو بھی معاوضہ کی طرف سے بند کر لے۔ بلکہ سخاوت کا مدار اعلیٰ آنکھ ہی پر ہے۔ کہ پہلے معاوضہ سے قطع نظر کرے۔ پھر ہاتھ سے داد و دہش کرے۔

باحتمال بعید یہ شعر اوپر کے الزامی نتیجہ کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنے اگر امید واران معاوضہ بھی تمہاری نظر میں سخی نہیں۔ تو پھر سخاوت کا مدار ہاتھ کے دینے پر نہ ہوا۔ بلکہ آنکھ کے دیکھنے پر ہوا۔ کہ معاوضہ ملتا نظر آیا تو سخاوت کی۔ ورنہ دست در بغل ہو کر رہ گئے۔ واہ وا کیا اچھی سخاوت ہے۔ نظامی رح ؎

ہر کہ در بند کار خود باشد گرچہ بینیش نیک، بد باشد

عَیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او ہست او در ہستی خود عَیب جو

لغات ۔ خود بیں۔ اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ خود پسند۔ ہستی۔ وجود۔ صنائع۔ شعر بیں۔ ردالعجز علی الصدر ہے۔

ترجمہ ۔ اس (غلام ذکی) میں دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے (یعنے وہ اپنے ہنروں کو نہیں دیکھتا بلکہ) وہ اپنے وجود میں عیب کی تلاش کرتا رہتا ہے۔

مطلب ۔ اب پھر غلام کی تقریر کا سلسلہ چلتا ہے۔ جو دوسرے غلام کے محاسن کو معائب کے نام سے بیان کر رہا ہے۔ بطور تاکید المدح بما یشبہ الذم ؎

کار من نیست غنی چوں دگراں خود بینی نروم تا ز خود آئینہ بہ پیشم گذارد

عَیب گوئے وعَیب جُوئے خود بدست با ہمہ نیکو و با خود بد بدست

ترجمہ ۔ وہ خود اپنا عیب بیان کرتا اور اپنا ہی عیب تلاش کرتا رہتا ہے۔ سب کے ساتھ اچھا (سلوک کرتا) رہتا ہے۔ اور خود اپنے ساتھ بد (سلوکی کرتا رہتا ہے۔ امیر خسرو رح ؎

نیست آں مردانگی گاہِ مزا کافر کشی در صفِ عشاق خود را کش کہ ایں مردانگی ست

گُفت شہ جلدی مکُن در مدح یار مدح خود در ضمنِ مدحِ او میار

ترجمہ ۔ بادشاہ نے فرمایا۔ تم (اپنے) رفیق (کے عیب بیان کرنے کی بجائے اس) کی مدح (کا دفتر کھولنے میں جلدی نہ کرو۔ (اور ہاں اپنے کسر نفس اور اس کی مبالغہ آمیز مدح دستائش جو کرتے ہو یہ) اس کی مدح کے ضمن میں (اشارۃً) اپنی (ہی) مدح (ہے۔ ایسا) نہ کرو۔ (بلکہ خوب غور و تامل کے ساتھ اس کے واقعی عیوب کا پتہ لگا کر مجھے اطلاع دو)

زانکہ من در امتحاں آرم ورا شرمساری آید ت در ماجرا

ترجمہ۔ کیونکہ میں اس کی آزمایش کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ (آخرکار) تم کو اس واقعہ میں ندامت پیش آئے۔

قسم خوردن غلام بر صدق خود و طہارت ظن خود

غلام کا اپنی سچائی اور اپنے گمان کی پاکیزگی پر قسم کھانا

گفت نے واللہ باللہ العظیم مالکِ للملکِ رحمٰنِ رحیم

لغات۔ واللہ اور باللہ واو اور با حروف قسم ہیں۔ **ترکیب**۔ اللہ موصوف اور عظیم۔ مالک الملک رحمٰن۔ رحیم اس کی صفات مل کر مبین ہوا۔ اس کے بعد اگلے شعر سے لیکر اکتالیسویں شعر تک اس کا بیان چلا جاتا ہے۔ مبین و بیان مل کر قسم ہوئی۔ یا ان اشعار کو حمد حق پر مشتمل متعدد جملات معترضہ قرار دیا جائے۔ پھر بیالیسویں اور تینتالیسویں دو شعروں میں دوسری قسم ہے۔ اس کے بعد چونتالیسویں شعر میں تیسری قسم ہے۔ ان تین قسموں کے بعد کہ صفات خواجہ تاش و یا رسن الخ جواب قسم ہے۔

ترجمہ۔ غلام نے کہا۔ نہیں (یہ بناوٹ نہیں) بخدا! بخدائے بزرگ! جو مالک سلطنت ہے مہربان ہے رحم والا ہے۔

آں خدائے کہ فرستاد انبیا نے بحاجت بل بفضلِ کبریا

ترجمہ۔ وہ خدا جس نے انبیا کو مبعوث فرمایا۔ کسی احتیاج (کی مجبوری) سے نہیں۔ بلکہ (محض اپنے) زبردست فضل سے (جس سے کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا)

مطلب۔ یعنے اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج نہ تھا کہ ہدایت خلق کے لئے انبیا کو بھیجے۔ اور اس کے بغیر ہدایت ناممکن تھی۔ بلکہ وہ اگر چاہے۔ تو خود لوگوں کے قلوب کو مائل بہ ہدایت کر دے۔ حتیٰ کہ وہ انبیا و مبلغین کے (رشد و) ہدایت کے بغیر ہی راہ راست پر آجائیں۔ پس بعثت انبیا مبنی بر مصلحت ہے۔ تاکہ بندوں کی پاک و ناپاک نیتوں اور نیک و بد ارادوں کا امتحان ہو جائے۔ حافظ رح ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں تا سیہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

آں خداوندے کہ از خاکِ ذلیل آفرید او شہسوارانِ جلیل

ترجمہ۔ وہ خداوند جس نے (اپنی قدرت سے) ناچیز مٹی میں سے (میدان عرفان و تقرب کے) بڑے بڑے شہسواروں کو پیدا فرمایا۔

مطلب۔ یہ اس کا کمال قدرت ہے۔ کہ ادنے سے ادنے چیز میں سے اعلے سے اعلے ہستی پیدا کی۔ مولانا روم ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

اے مبدل کردہ خاکے را بزر خاکِ دیگر را کردہ بوالبشر

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں بگزرانید از تنگِ افلاکیاں

لغات - خاکیاں - اہل خاک - مخلوق عنصری - تنگ - رفتار - تیز دوڑ - افلاکی - آسمانی - مخلوق آسمانی ملائکہ وغیرہ -

ترجمہ - اُن کو مخلوق خاک کے مزاج سے پاک کیا - (حتے کہ) مخلوق آسمانی سے بھی دوڑ میں سبقت دلادی -

مطلب - عامہ افراد انسان مثل دیگر حیوانات قوائے سبعیہ وبہیمیہ سے مغلوب ہوتے ہیں - جن کے غلبہ سے ان میں اخلاق رذیلہ پیدا ہوکر گوناگوں فتنہ وفساد کے باعث ہوتے ہیں - مگر انبیاء وصلحاء میں یہ قوتیں بمقتضائے فطرت اس خاص اعتدال پر ہوتی ہیں - جس سے وظیفہ حیات شخصی ونوعی قائم رہ سکے - اور بس - باقی وہ سرا پا قوائے ملکیہ وروحیہ کا مظہر ہوتے ہیں - اسی لئے ان کی بدولت تاحد امکان دنیا سے فتنہ وفساد وغیرہ ظلمانی امور دُور ہوتے ہیں - بلکہ ان میں سے بعض نفوس قدسیہ عرفان وتقرب کی منازل طے کرنے میں اتنے سریع السیر ہوتے ہیں - کہ ملائکہ مقربین بھی ان کی ہمراہی سے عاجز آجاتے ہیں - جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج میں جبرئیل علیہ السلام جو تمام ملائکہ کے سرتاج ہیں - تقرب خاص کی منزل میں ہمراہی کی تاب نہ لاسکے - سعدی رح ؎

چناں گرم در تیہ قربت براند کہ جبریل در سدرہ زو باز ماند

برگرفت از نار و نُور صاف ساخت وانکہ او بر جملۂ انوار تاخت

لغات - برگرفت - الگ کردیا - نکال لیا - بچا دیا - نار - آگ - جس سے یا تو آتش دوزخ مراد ہے - یا اخلاق رذیلہ جن کو شیطان کے ساتھ نسبت ہونے سے جو آتشی مخلوق ہے نار سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - تاخت - چڑھ دوڑا - فاتحانہ حملہ کیا - چھا گیا - ایک نسخے میں تافت بفائے عجمہ لکھا ہے - جس کے معنے ہیں چمکا - اگرچہ یہ لفظ نور ونار کے لحاظ سے یہاں زیادہ چسپاں ہے - مگر اس صورت میں قافیہ مخدوش ہوجاتا ہے -

ترجمہ - ان کو آگ سے بچا دیا - اور خالص نور بنا دیا - اور (نور بھی) وہ جو تمام انوار پر غالب آگیا -

مطلب - ان کو اخلاق رذیلہ سے جو شیطان مخلوق آتش کے ساتھ منسوب ہونے کے باعث بمنزلہ آتش ہیں پاک ومنزہ کرکے نورِ خالص نور بنا دیا - اور دیگر تمام انوار پر فوقیت بخشی - اگر نار سے نار جہنم مراد ہو - تو یہ مطلب ہے کہ ان کو آخرت کے ہر خوف وخطر سے نجات بخشی - کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان کی شان ہے

آں سنا برقے کہ بر ارواح تافت تا کہ آدم معرفت زاں نور یافت

لغات - سنا - روشنی - برق - بجلی ترکیب - نور خدا مبتدا مقدر آں سنا برقے الخ خبر - است رابطہ جملہ

ترجمہ (نور خدا) وہ درخشانی برق (ہے) جو ارواح پر چمکی - حتے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور سے معرفت پائی -

مطلب ۔ حدیث میں آیا ہے کہ ازل میں اللہ تعالےٰ نے تمام ارواح کو جمع کر کے ان پر نور برسایا۔ فمن اصاب من ذالک النور اھتدیٰ ومن اخطأ ضل ۔ پس جس جس پر اس نور کا پرتو پڑا۔ اس نے ہدایت پائی جس پر اس کا پرتو نہ پڑا۔ وہ گمراہ ہوا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام انہی حضرات میں سے تھے۔ جن پر اس نور کا پرتو پڑا تھا۔ اس لئے وہ شیطان کی کوشش اضلال کے باوجود صراط مستقیم پر قائم رہے۔ حافظ رح ؎

چوں صبا با دلِ ہزار و تنِ بے طاقت ہوا داریٔ آں سرو خراماں بروم

آں کرا آدم رست و دستِ شیث چید پس خلیفہ اش کردہ آدم چوں بدید

لغات ۔ رست ۔ چھوٹ گیا۔ چید ۔ چن لیا۔ حاصل کر لیا۔ **ترکیب** ۔ بدید کا فاعل ضمیر راجع آدم ہے۔ اور اس کا مفعول اول اور ا اور مفعول ثانی اہل مقدر ہے۔

ترجمہ ۔ وہ (نور) کہ (جب) آدم کے ہاتھ سے نکلا۔ تو شیث علیہ السلام نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پھر اُن کو آدم علیہ السلام نے اپنا جانشین بنالیا۔ جبکہ اُن کو (اس نور کا اہل) دیکھا۔

مطلب ۔ نورِ خداوندی جو ارواح پر درخشاں ہوا۔ وہ بذات خود تو ایک ہی تھا۔ مگر اس کی تاثیر کے دو پہلو تھے۔ ایک صاحب نور کا خود ہدایت پانا۔ دوسرے ہدایت دینا۔ عامہ مومنین پر اس نور کا فائضہ صرف پہلی حیثیت سے تھا۔ اور انبیاء و مرسلین پر دونوں حیثیتوں سے۔ انبیاء علیہم السلام جو شریعت لائے۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ اس نور کے افائضہ کی مذکورہ دوسری حیثیت سے ہے۔ جس کو منصب نبوت و رسالت کہتے ہیں۔ اور یہ وہ ودیعت الٰہیہ ہے۔ جس پر انسان کا مشرف و ممتاز ہونا ہی کائنات عالم پر اس کی فوقیت کا باعث ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے اس نور کو چھوڑ جانے اور شیث علیہ السلام کے اس کو سنبھالنے میں منصب نبوت کی سپردگی مراد ہے۔ ورنہ نور بحیثیت اول تو دنیا میں ہر مومن ہدایت یافتہ کے ساتھ ہے۔ اور ابتک ساتھ ہی رہیگا۔ اس کا چھوڑنا اور کسی دوسرے کو دینا کوئی معنے نہیں رکھتا۔

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند اور ان کی اولاد میں سب سے پہلے پیغمبر ہیں شیث سریانی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں "ہبۃ اللہ" رازِ حق۔ خدائی بھید۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے ان کو خلافت الٰہیہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے منصب پیغمبری عطا ہوا۔ انیس صحیفے اور بقولے پچاس صحیفے ان پر نازل ہوئے۔ حسن صورت اور صفائے سیرت میں حضرت آدم علیہ السلام سے شباہت رکھتے تھے۔ ان کی امت میں بہت سے لوگ مستقیم ہدایت رہے۔ اور کچھ لوگ قابیل کی اولاد کے ہم مشرب ہوگئے۔ جو آدم علیہ السلام کا ایک گمراہ فرزند تھا۔ شیث علیہ السلام نے نو سو بارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا قول ہے۔ کہ سچا مومن وہ ہے۔ جو ان سولہ صفات سے موصوف ہو۔ معرفتِ حق۔ ملائکہ پر یقین۔ تمیز خیر و شر۔ اطاعت امیر عادل۔ برّ والدین۔ صلۂ رحم۔ دوستوں سے سلوک۔ حاجت برآری فقرا۔ رعایت غربا۔ ترکِ معاصی۔ صبر۔ صدق۔ نیکوکاری۔ انصاف۔ قناعت۔ شکر۔

نوح ازاں گوہر چو برخوردار شد در ہوائے بحرِ جاں دُربار شد

منصب نبوت کی بدولت نوع انسان ہمیشہ خلافت سے فیض یاب رہے

حضرت شیث علیہ السلام

لغات ۔ برخوردار ۔ پھل پانے والا ۔ کامیاب مستفیض ۔ ہوا ۔ خواہش ۔ جذبہ ۔ دربار ۔ موتی برسانے والا ۔

صنائع ۔ گوہر ۔ دُر ۔ بحر مناسبات ہیں ۔ اور طوفان کے اعتبار سے نوح علیہ السلام کا نام بھی مناسبت رکھتا ہے

ترجمہ ۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اس گوہر (نور) سے مستفید ہوئے ۔ تو اپنے دریائے رُوح کے تموّج سے (ہدایت کے) موتی برسانے لگے ۔

مطلب ۔ جب حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر سرافراز ہوئے ۔ تو لوگوں میں تبلیغ دین فرمانے لگے ۔ دوسرے مصرعہ کی ایک توجیہ یوں بھی ہو سکتی ہے ۔ کہ ہوا کے معنے جو ۔ یعنے فضائے بین الارض والسّماء ہوں ۔ اور جان سے عامہ عباد کی ارواح مراد ہوں ۔ پھر مطلب یہ ہوگا ۔ انہوں نے لوگوں کی فضائے ارواح میں ہدایت کے موتی برسانے شروع کر دیئے ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھیالیس سال بعد ہوئی ۔ جوان ہوتے ہی مرتبہ رسالت پر فائز ہو کر لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہو گئے ۔ مدتوں بلکہ صدیوں کے مواعظ و نصائح اور ارشاد و تبلیغ کے باوجود چند ہی اشخاص ایمان لائے ۔ اور اس سعی و کوشش میں مخالف لوگوں سے بہت تکالیف اُٹھانی پڑیں ۔ آخر نو سو پچاس سال تک کی پر تکلیف اور ناکام تبلیغ کے بعد خدا کی درگاہ میں شکایت کی ۔ تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ۔ کہ تم اپنے اور اپنے متبعین کی نجات کے لئے ایک کشتی بنا لو ۔ کفار کو ہم طوفان آب میں غرق اور واصل جہنم کریں گے ۔ چنانچہ آسمانوں سے بکثرت پانی برسا ۔ اور زمین میں ایک تنور اور دوسرے چشموں سے بھی پانی بکثرت ابلنا شروع ہوا ۔ جس سے تمام آبادیاں اور کوہ و دشت غرقاب ہو گئے ۔ حضرت نوح کا فرزند کنعان اور آپ کی بیوی دائمہ دونوں جو مبتلائے کفر تھے ۔ ایمان لائے اور کشتی میں بیٹھنے سے منکر رہے ۔ چنانچہ وہ بھی تلاطم آب سے غرق ہو گئے ۔ طوفان کا واقعہ نزول آدم علیہ السلام سے دو ہزار دو سو بیالیس سال بعد ظہور پذیر ہوا ۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے تین سو برس اور زندگی پائی ۔ جو لوگ کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے ۔ وہ دنیا میں آباد ہوئے ۔ مگر موجودہ دنیا کی تمام آبادی حضرت نوح ہی کی نسل سے ہے ۔ کیونکہ دوسرے اشخاص میں سے کسی سے نسل نہیں چلی ۔ اس لئے آپ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں ۔ عمر مبارک ایک ہزار چار سو چھیاسٹھ سال ہوئی ۔ رحلت کے وقت آپ نے عزرائیل سے کہا ۔ دنیا کی مثال ایک ایسے گھر کی سی ہے ۔ جس کے دو دروازے ہوں ۔ ایک دروازے سے آئے ۔ اور دوسرے سے نکل گئے ۔ کما قیل ؎

باد و یک ساغر اندر دشت و دے یک ورق　　چوں گلِ رعنا خزاں و نو بہار زندگی

جانِ ابراہیم ازاں انوار زفت　　بے حذر در شعلہائے نار رفت

لغات ۔ جان سے یہاں ذات اور شخصیت مراد ہے ۔ زفت ۔ عظیم ۔ جسیم ۔ مراد عالی قدر ۔ بے حذر ۔ بلا خوف ازاں میں حرف از تعلیلیہ ہے ۔ اور اس کا معلول بے حذر رہے ۔ نہ کہ در نار رفت ۔ کیونکہ در نار رفتن کی علت تو در اصل عداوت کفار تھی ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات مبارک (بھی) انہی انوار عالی قدر کی بدولت بلا خوف آگ کے شعلوں میں چلی گئی ۔ (اور کوئی ضرر نہیں پایا)

مطلب ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ دین اور تردید بت پرستی پر ایک غوغائے مخالفت بلند ہو گیا ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور سب سے زیادہ بادشاہ وقت جس کا نام نمرود تھا اور خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ آپ کی مخالفت پر آمادہ تھا کیونکہ دین حق کی تبلیغ سے اس کی خدائی کا قلع قمع ہوتا تھا۔ لہذا اس نے اپنے امرا کے مشورے سے آپ کی یہ سزا تجویز کی۔ کہ ایک بڑا آتش کدہ تیار کر کے اس میں آگ روشن کی۔ اور حضرت ابراہیم کو اس بھڑکتی آگ میں گرا دیا۔ ابھی آپ آگ تک نہ پہنچے تھے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اگر حکم ہو۔ تو ہم مدد کے لئے حاضر ہیں۔ فرمایا۔ مجھے آپ سے کوئی مدد و اعانت لینے کی حاجت نہیں۔ جبرئیل نے کہا۔ تو پھر جس ذات برتر کی امداد و اعانت کی احتیاج ہے۔ اسی سے سوال کیجئے۔ کہ یہ وقت نہایت خطرناک ہے۔ فرمایا۔ حَسْبِیْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنے سوال کی ضرورت ہی کیا۔ جبکہ وہ خود میرا حال جانتا ہے۔ و نعم ما قیل ؎

با سوزش عشق اگر نسازم چکنم — جان در رہ عشق اگر نبازم چکنم
گوئید بہ پروانہ چہ۔ اے سوزی — چوں عاشق آں شمع طرازم چکنم

اسی وقت بارگاہ رب العزت سے آگ کو حکم پہنچا۔ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔ اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ فوراً وہ آتشکدہ ایک تختہ گلزار بن گیا۔ اور آپ کا بال بیکا نہیں ہوا۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ستائیس سال کی عمر میں پیش آیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بارگاہ خداوندی سے آپ کی یہ توقیر کہ آگ نے آپ پر کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ بلکہ وہ سبدل بہ باغ ہو گئی۔ نور نبوت کا اثر تھا۔

چونکہ اسمٰعیل در جویش فتاد — پیش دشنہ آبدارش سر نہاد

لغات جوے۔ نہر۔ ندی۔ جوے نور مراد ہے۔ دشنہ خنجر۔ **صنائع** جوے اور آبدار میں مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ چونکہ حضرت اسماعیلؑ بھی اس (نور نبوت) کی نہر میں غرق تھے (اس لئے حکم حق سے سرتابی نہیں کی اور قربان ہونے کے لئے) اس کے خنجر آبدار کے آگے سر (تسلیم) جھکا دیا۔

مطلب۔ اس میں حضرت اسمٰعیل کے راہ حق میں قربانی کے لئے پیش ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ اس بیت مطابق مشہور ست۔ ورنہ بتحقیق شیخ اکبر قدس سرہٗ آنست کہ ذبیح اسحٰقؑ بود۔ انتہٰی۔ یہود کا بھی یہی دعوے ہے۔ کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل نہ تھے۔ بلکہ حضرت اسحاق تھے۔ اسلامی جماعتوں میں سے بعض صوفیہ بھی اسی قول کی طرف گئے ہیں۔ مگر سیاق قرآن مجید۔ شہادت احادیث۔ آثار صحابہ کرام بصوت جہوری اس کے مؤید ہیں۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ یہود کی یہ تخلیط باطل محض اس نیت پر مبنی ہے۔ کہ ذبیح اللہ ہونے کی فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جد اعلےٰ یعنے حضرت اسمٰعیل سے منسوب نہ ہونے پائے۔ بلکہ حضرت موسےٰ وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل علیہ السلام کے جد امجد یعنے حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ منسوب ہو۔ اور صوفیہ کا کشف کتاب و سنت کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس مسئلے پر مفصل بحث مفتاح العلوم کی جلد اول میں گزر چکی ہے۔

جانِ داؤد از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد

لغات آہن لوہا۔ دست باف سے دست زرہ باف مراد ہے یعنے زرہ بننے والا ہاتھ **صنائع**۔ گرمی روح سے نرمی آہن کو مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی روح (مبارک) بھی اسی (نور) کی شعاع سے گرم ہوگئی (کہ) لوہا ان کے (زرہ) بننے والے ہاتھ میں نرم ہوگیا۔

مطلب۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک نبی تھے۔ جو صاحب سلطنت بھی تھے۔ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت شموئیل علیہ السلام اور اس قوم کے بادشاہ طالوت کے بعد نبوت اور سلطنت دونوں کے وارث ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان پر کتاب زبور نازل فرمائی جس میں وعظ و نصیحت اور وظائف درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی خوش آوازی عنایت کی تھی۔ کہ جب وہ زبور پڑھا کرتے تھے۔ تو وحوش و طیور ان کے گرد جمع ہو کر سنا کرتے۔ اسی لئے لحن داؤدی مشہور ہے۔ علاوہ اس کے ان کو یہ معجزہ اور عطا کیا۔ کہ لوہا ان کے ہاتھ میں بغیر آگ میں رکھنے اور کوٹنے پیٹنے کے موم سا نرم ہو جاتا تھا۔ اس معجزے کی بدولت حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ۔ یعنے اور ہم داؤد پیغمبر کو بزرگی دے چکے ہیں۔ پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور پرندو۔ اور ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا تھا کہ پورے بدن کی زرہیں بنا۔ اور کڑیاں اندازے سے جوڑ (سورہ سبا ع) آپ اسی کام کی اجرت سے اپنی معیشت چلاتے۔ خزانہ شاہی سے کچھ نہ لیتے۔ شیخ عطار رح ؎

چوں عنایت قادرِ قیوم کرد — در کفِ داؤد آہن موم کرد

چوں سلیماں شد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندۂ فرماں مطیع

لغات۔ وصال۔ وصل۔ ملاپ۔ رضیع۔ شیر خوار۔ دودھ پیتا بچہ۔ بندہ فرمان اور مطیع معطوفین ہیں بتقدیر عاطف۔

ترجمہ۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس (نور) کے حصول سے شیر خوار بنے (تو اس کی برکت سے) دیو (و پری) آپ کے بندہ فرمان (اور) مطیع بن گئے۔

مطلب۔ نور کے حصول سے شیر خوار بننے کا مطلب یہ ہے۔ کہ نور نبوت سے آپ کی روحانیت نے پرورش اور نشو و نما پائی۔ کیونکہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔ خاندان نبوت سے پیدا ہوئے۔ اور اسی میں تربیت پائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے بعد بارہ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ بھی سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ حاکم حقیقی نے ان کو اسقدر وسیع اور پُرشوکت حکومت دی تھی۔ کہ کسی کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ انسان کے علاوہ طیور و وحوش۔ جن و پری اور ہوا کو ان کے فرمانبردار کیا۔ ہوا کی فرمانبرداری کے سبب سے وہ ہوائی تخت پر بیٹھ کر تھوڑی سی دیر میں صدہا میل تک سیر و سفر کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ اور ہم نے زور کی ہوا سلیمان کے لئے تابع کر دی تھی۔ وہ اس کے حکم سے اس ملک کی طرف چلتی تھی۔ جہاں ہم نے برکت رکھی ہے۔ اور ہم کو سب چیزوں کی خبر ہے۔ اور بعضے شیطان جو ان کیلئے (سمندر سے جواہرات نکالنے کو) غوطے لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ تھے (انبیاء ع ۶)

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد ڈال دی تھی۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کو مکمل کیا۔ چنانچہ انہوں نے سفید، سبز اور زرد پتھروں سے مسجد کی چار دیواری بنائی۔ اور چاندی، سونا موتی لعل۔ یاقوت۔ فیروزہ اور طرح طرح کے اور جواہرات بیش قیمت اس کی چھت میں جڑوائے۔ کہ جن کی چمک سے وہ عبادت خانہ اندھیری رات میں بھی روز روشن کی طرح منور رہتا تھا۔ آپ چالیس برس سلطنت کر کے باون سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

در قضا یعقوب چوں بنہاد سر چشم روشن کرد از بوئے پسر

لغات۔ در قضا سر نہاد حکم الٰہی پر صبر کیا۔ چشم روشن کرد۔ بینائی درست ہو گئی۔

ترجمہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو (اسی نور حق کے زیر اثر) حکم الٰہی کے آگے سر (تسلیم خم کر دیا۔ تو (اس کے اجر میں ان کو یہ موقع ملا کہ اپنے پیارے) فرزند (کے پیراہن کے ذریعے سے اس) کی بو سے (اپنی) آنکھیں روشن کیں۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے، از راہ حسد جنگل میں لے جا کر کوئیں میں ڈال دیا۔ اور وہ ایک کاروان کے ہاتھ لگ کر بطور غلام مصر میں فروخت ہو گئے۔ وزیر سلطنت کے گھر میں پرورش پائی۔ جوانی کے بعد منصب نبوت پر سرفراز ہو کر اپنے حسن لیاقت سے مصر کی وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ تو سعد زعرصہان کے در و فراق میں رونے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ مگر کوئی کلمہ ناشکری و بے صبری کا زبان سے نہیں نکالا۔ اگر کچھ کہا۔ تو یہی کہا۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ یہی صبر ہے۔ غم و الم کی وجہ سے اگر اضطراراً اشکباری عارض ہو۔ تو وہ داخل بے صبری نہیں ہے بمشیت ایزدی اور تقدیر الٰہی کے شاکی ہونا اور زبان سے بے جا کلمات بولنا بے صبری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر آپ کی چشمان مبارک اشک آلود ہو گئی تھیں۔ فرمایا کہ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يُرْضِيْ رَبَّنَا۔ یعنے بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمناک ہے اور ہم جو بات منہ سے نکالیں گے تو وہی کہ جس سے ہمارے پروردگار کو پسند ہو (مشکوٰۃ) حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ صبر بھی نور نبوت ہی کا ایک پرتو تھا۔ چنانچہ اس صبر کا اجر یہ ملا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے اپنی قمیص جو ان کے پاس بھیجی۔ تو اس کو آنکھوں سے لگاتے ہی آپ کی بینائی دوبارہ عود کر آئی۔

گریہ یعقوب اور پھر واپسی بصارت

یوسف مہ رو چو دیدآں آفتاب شد چناں بیدار در تعبیر خواب

ترجمہ۔ چاند کے سے مکھڑے والے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو (اس کی روشنی سے) تعبیر خواب میں ایسے بیدار مغز ہو گئے (کہ کسی خواب کی جو تعبیر کر دیتے درست نکلتی تھی)۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں بطور غلام فروخت ہوئے۔ تو ان کو عزیز مصر کی بیگم زلیخا نے خریدا۔ جوانی و تنہائی دیدہ عاشق تھی۔ انکی بچپن سے نہایت ناز و نعمت سے پرورش کی۔ جب جوانی کو پہنچے۔ تو زلیخا نے ان سے اپنی ناجائز مراد چاہی۔ انہوں نے کہا۔ توبہ توبہ! میں بھلا اپنے آقائے محسن کے حرم میں خیانت کر سکتا ہوں؟ قال معاذ اللہ

انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظالمون ۔ شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا۔ کہ زلیخا اپنے غلام پر مائل ہے۔ اور اس پر خود دست درازی کر چکی ہے۔ زلیخا نے اس داغ ندامت کو دھونے کے لئے اپنے شوہر سے کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں بھجوا دیا۔ تاکہ یہ سمجھا جائے۔ کہ خود غلام نے کوئی ناروا حرکت کی ہو گی جبھی اس کو سزا دی گئی ہے۔ مگر تاہم وہ اپنے دلربا کی تکلیف کی روادار نہ تھی۔ دربروہ وارد عہ جیل کو حکم دیا۔ کہ یوسف کو طوق وزنجیر نہ پہنایا جائے۔ بلکہ پورے آرام وراحت سے رکھا جائے۔ ایام قید میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم سکھا دیا۔ حتےٰ کہ وہ اس علم میں یکتا ہو گئے۔ جب عبادت سے فارغ ہوتے۔ تو قیدیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے۔

ان دنوں شاہ مصر کے خلاف جس کا نام ریان بن ولید تھا۔ اور وہ قوم عمالقہ سے تھا۔ ایک سازش کی گئی۔ مفسدوں نے بادشاہ کے باورچی اور ساقی کو گانٹھا۔ کہ اس کے کھانے اور شراب میں زہر ملا کر اسے مار ڈالیں۔ ساقی کو دلی نعمت کے مار ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس نے رشوت لینے اور شراب میں زہر ملانے سے انکار کر دیا۔ مگر باورچی کا دل غداری کے دھوئیں سے سیاہ تھا۔ اس نے رشوت لے کر کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب یہ چیزیں بادشاہ کے سامنے آئیں۔ تو ساقی بولا۔ حضور کھانا تناول نہ فرمائیں۔ اس میں زہر ہے۔ باورچی بولا۔ حضور یہ شراب نہ پئیں۔ زہر آمیختہ ہے۔ بادشاہ نے ساقی سے کہا۔ اچھا تم یہ شراب پی جاؤ۔ ساقی غٹ غٹ پی گیا۔ اور جیکا بھلا رہا۔ پھر باورچی سے کہا۔ تم یہ کھانا کھا جاؤ۔ وہ لگا اگر مگر کرنے۔ پاس ہی ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ اس کو یہ کھانا کھلایا گیا۔ تو وہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید کر دیا۔

دونوں قیدیوں نے قید خانے میں آکر دیکھا۔ کہ تمام قیدیوں میں ایک عبرانی نوجوان (یوسف) کے چرچے ہیں وہ خوابوں کی تعبیر بتاتا ہے۔ اور ہر تعبیر ہو بہو پوری اترتی ہے۔ ان دونوں نے آزمایش کے لئے بے دیکھے دو خواب بنائے۔ اور دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے۔ ساقی نے کہا میں نے دیکھا۔ کہ میں انگوروں میں سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔ باورچی بولا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں۔ اور پرندے جھپٹیں مار مار کر ان میں سے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ ساقی تین دن کے بعد خلاصی پا کر درجہ اعلےٰ پر ممتاز ہو گا اور بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا۔ اور باورچی سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اور پرندے اس کے سر میں سے مغز نکال نکال کر کھائیں گے۔ ساقی اور باورچی نے یہ جواب سن کر کہا۔ ہم نے تو یوں ہی دل سے خواب بنائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ۔ تم نے جو کچھ پوچھا۔ اب اس کا فیصلہ ہو چکا۔ صائبؒ ؎

بلا چو دشمن جاں شد عنایتے کا رکند　　قضا چو تیغ برارد سپر چہ کار کند

اس کے بعد شاہ مصر نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر حضرت یوسف نے بتائی۔ کہ سات سال کا شدید قحط آنے والا ہے۔ اس تعبیر نے حضرت یوسفؑ کو قید خانہ سے نجات دلائی۔ اور بادشاہ نے ان کو خلعت گرانمایہ اور کمر بند مرصع عنایت کر کے تمام خزانوں کا مہتمم کیا۔ تاکہ آنے والے قحط طویل کے مصائب کی روک تھام کا ابھی سے بندوبست کریں۔ آپ نے تمام ملک میں زراعت کا ایک وسیع کاروبار جاری کر کے بڑے بڑے ذخائر غلہ جمع کر ڈالے۔ حتےٰ کہ وہ قحط آگیا۔ اور اس کی میعاد حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام سے بخیر وخوبی پوری ہو گئی۔

چوں عصا از دستِ موسیٰ آب خورد مُلکتِ فرعون را یک لقمہ کرد

لغات - مُلکت - سلطنت - حکومت - صنائع آب خوردن و لقمہ کردن مناسبات ہیں۔

ترجمہ - جب لاٹھی نے حضرت موسےٰ کے ہاتھ سے (معجزے کی برکت کا) پانی پیا۔ تو اس نے فرعون کی سلطنت کو ایک نوالہ کر لیا۔

مطلب - چونکہ سوکھی لکڑی کی لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک زندہ اژدہا بن جاتی تھی۔ اور نباتات و حیوانات میں سے ہر چیز کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ اور ہم نے پانی سے تمام جاندار اشیاء بنائیں (انبیاء ۳) اس لئے اس اژدہا کے لئے بھی پانی کا اثبات ضروری تھا۔ اور چونکہ اس اژدہا کی زندگی معجزے پر موقوف تھی۔ اس کو کسی پانی کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا بطور ادعائے شعری اس کا پانی معجزے کو قرار دیا۔ اور وہ معجزہ بھی اسی نوع نبوت کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کے عجائبات کی تفصیل چلی آرہی ہے۔ اور اژدہائے عصا کا سلطنت فرعون کو لقمہ تر بنا بھی یعنے حقیقی مواد نہیں بلکہ اس سے یہ کہ فرعون کا اضمحلال اور اسکی شوکت و ہیبت کا تزلزل ہو ہی چنانچہ جب اژدہائے عصا نے جادوگروں کے سانپوں کو نگلنا شروع کیا۔ تو ادھر تو جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ جس سے فرعون کی طاقت مقابلہ کا ایک بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ اور ادھر فرعون جس نے معجزہ کا مقابلہ سحر کے ساتھ کر کے اپنی الوہیت کی آن بان کو قائم رکھنے کی تدبیر کی تھی۔ اب اس کے پاس صرف سزائے موت کی دھمکیاں رہ گئیں۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔ اس سے اس کی خدائی کا طلسم اور بھی ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت و شوکت کی دھاک بندھ گئی۔ جو فرعون کی سلطنت کے زوال کی طرف پہلا قدم تھا۔ یہی مطلب ہے عصائے موسےٰ کی سلطنت فرعون کو لقمہ کر جانے کا۔

جانِ جرجیس از فرش چوں راز یافت ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

لغات - فرش - فرّاش - فرّاد - یعنے اس کی عظمت - جاں فشاند - برد۔

ترجمہ - حضرت جرجیس علیہ السلام کی جان نے جب اس (نور) کی عظمت کا راز پایا۔ تو ان کا یہ مرتبہ ہو گیا۔ کہ سات مرتبہ کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور پھر (جان) پائی۔

مطلب - حضرت جرجیس علیہ السلام انبیاء مقدمین میں سے ہیں۔ جن کو کافروں نے کئی مرتبہ قتل کر کے پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور آگ میں پھونک دیا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی قدرت سے وہ ہر مرتبہ زندہ و تندرست ہو کر فرض تبلیغ ادا کرنے لگے۔ پھر آخری مرتبہ اللہ تعالےٰ کی مشیت سے وہ فضیلت شہادت سے ممتاز ہوئے۔ اور ان کے دشمن اس ظلم کی شامت میں تباہ و برباد ہو گئے۔ بعض کتب سیر میں لکھا ہے۔ کہ ستر مرتبہ ان کو قتل کیا گیا۔ اور بعض میں صرف پانچ مرتبہ ان کا قتل ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے۔ بعض کتابوں میں سات مرتبہ قتل ہونا بھی مروی ہو۔ جسکو مولانا نے اختیار فرمایا ہے۔

حضرت جرجیس علیہ السلام کا قصہ جو کتب سیر میں لکھا ہے۔ مختصراً یوں ہے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے فلسطین میں رہتے تھے۔ شہر موصل میں ایک بادشاہ بڑا ظالم متکبر اور بے دین تھا اس کے پاس ایک بت بنام "افلون" تھا۔ لوگوں کو اس کی عبادت پر مجبور کیا کرتا۔ جو انکار کرتا۔ اس کا سر قلم کرا دیتا۔ حضرت جرجیس نے اس کے ظلم و ستم کے چرچے سنے۔ تو موصل میں جا کر سر دربار بادشاہ کو سرزنش کی۔ اور توحید کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہائے عصا

حضرت جرجیس علیہ السلام

دعوت دی۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ رات کو فرشتہ حق نے ان کی تمام قید و بند کھول دی۔ خلعت نبوت سے سرفراز کیا۔ اور پورے سات سال تک فرض تبلیغ ادا کرنے کا حکم الٰہی پہنچایا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام صبح کو پھر سرور بار موجود تھے۔ اور وہی بادشاہ کی تنبیہ و توبیخ کا سلسلہ جاری تھا۔ بادشاہ نے پھر غضبناک جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کو قتل کر دو۔ قتل کے بعد ان کے جسم کے ٹکڑے کئے گئے۔ اور شیروں کے آگے ڈالے گئے۔ شیروں نے بجائے اس کے کہ ان ٹکڑوں کو کھاتے۔ سب کو اکٹھا کر دیا۔ اور سارے قطعات جسم باہم جڑ مل گئے۔ اور بحکم الٰہی حضرت جرجیس پھر زندہ و سلامت کھڑے ہو گئے۔ پھر شاہی مجلس میں گئے۔ اور پھر وہی وعظ و تبلیغ اور وہی زجر و تنبیہ کا دفتر کھل گیا۔ اہل دربار نے کہا۔ یہ جادوگر ہے۔ جادوگروں کو اس کے مقابلے میں لایا جائے۔ جادوگر آ گئے۔ بڑے بڑے کرتب دکھائے۔ مگر یہاں ان کے کرتبوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگروں کا ہوا تھا۔ وہ بھی سب پچھاڑ اُٹھے۔ کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ جرجیس۔ جادوگروں کے ہاں مان جانے کی شہرت سے چار ہزار آدمی حضرت جرجیس کے تابع ہو گیا۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا۔ آخر تانبے کا ایک بیل اندر سے کھوکھلا بنوایا۔ اس کے اندر گندھک وغیرہ آتشگیر مادے بھر کر حضرت جرجیس کو اس میں بند کر دیا۔ اور آگ لگا دی۔ جس میں ان کا وجود خاکستر ہو گیا۔ مگر اللہ کے حکم سے وہ پھر زندہ ہو گئے۔ اور پھر وعظ و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ غرض اسی طرح کئی مرتبہ مختلف اذیتوں سے ان کو شہید کیا گیا۔ اور وہ پھر زندہ ہوتے رہے۔ بہت سے لوگ اس معجزہ کے مشاہدہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بہت سے انکار پر اڑے رہے۔ اسی طرح سات سال گزر گئے۔ اب حضرت جرجیس نے دعا کی۔ الٰہی میری میعاد تبلیغ پوری ہو چکی۔ میں بھی کفار کی تعدی و ظلم سے تنگ آ گیا۔ اب مجھے اپنے جوار رحمت میں بلا لے۔ مگر ایک آرزو یہ ہے کہ میں ان تمسخر کاروں پر ذلت عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ دعا قبول ہو گئی۔ اسی وقت ایک ابر سیاہ نمودار ہوا۔ جس سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ کفار سمجھ گئے۔ کہ یہ حرجیس کی دعا کا اثر ہے۔ تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو شہید کر دیا۔ ادھر آگ زور و شور سے برسنے لگی۔ جس سے تمام بت پرست ہلاک ہو گئے۔ اور اہل حق کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

چونکہ زکریا از عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درختش جاں فدے

لغات ۔ زکریا۔ راے مہملہ اور کاف کا فتحہ اور ہمزہ کا کسرہ یا کی تشدید۔ نام پیغمبر۔ دم زدن۔ دم بھرنا۔ دعوے کرنا۔ جوف۔ پیٹ۔ خول۔ پول۔ تھوتھ۔ فِدے۔ خدا کا رالا ہے۔ قربان۔ نثار۔ **ترکیب** ۔ درختش کے آخر میں شین ضمیر واحد غائب مضاف الیہ مقدم ہے اور جان مضاف موخر یعنے جانش۔ جو جان خود کے معنے میں ہے۔

ترجمہ۔ چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام اس (خدا) کے عشق کا (جو اس نور کا مبدء ہے) دم بھرتے تھے (اس لئے) درخت کے جوف میں اپنی جان قربان کر دی۔

مطلب ۔ حضرت زکریا بھی ایک پیغمبر خدا تھے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ مگر اس سرکش قوم نے ان کی ہدایت سے کہ فائدہ اٹھایا۔ بلکہ اُلٹا دشمن ہو گئے۔ اور مار ڈالنے کے لئے دوڑے۔ حضرت زکریا علیہ السلام آگے تھے اور دشمن تیغ بدست کچھ فاصلے سے دوران کے پیچھے دوڑے آتے تھے۔ آخر ایک درخت نے حضرت زکریا کو پناہ دی۔ درخت کا تنہ کھل

حضرت زکریا علیہ السلام

گیا۔ حضرت زکریا اس میں سما گئے۔ اور تنہ پھر مل گیا۔ اس کیفیت کو کافروں نے نہیں دیکھا۔ جب یہاں پہنچے تو حیران تھے۔ کہ زکریا کہاں غائب ہو گئے۔ آخر شیطان لعین نے بتایا۔ کہ اس درخت میں گھستی ہیں۔ اس نے یہ بھی مشورہ دیا۔ کہ درخت کو اوپر سے نیچے تک چیر ڈالو۔ تاکہ اس کے اندر وہ بھی چیر جائیں۔ یہ بات بھی مشہور ہے۔ اگرچہ کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ کہ وہ درخت نیم کا تھا۔ شیطان نے اس کا پتہ کافروں کو دکھا کر بتایا۔ کہ اس شکل کا دندانہ دار آہنی آلہ تیار کرو۔ اس تحریک سے آرہ کی ایجاد ہوئی۔ چنانچہ درخت کا تنہ اوپر سے چیرنا شروع کیا گیا۔ جب آرہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر پہنچا۔ اور وہ تکلیف سے تلملائے۔ تو بارگاہ رب العزت سے خطاب ہوا۔ خبردار! اگر ذرا بھی بے صبری و قوع میں آئی۔ تو انبیاء کے دفتر سے تمہارا نام کٹ جائیگا ؎

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمے رسد

یہ حکم پاکر انہوں نے اُف تک نہیں کی۔ اور رضائے الٰہی میں اپنا جسم و جان خاموشی کے ساتھ آرہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ صبر و رضا اسی نور کا پرتو اور قرب حق کی منزل پر فائز ہونے کا زینہ تھا۔ کما قیل ؎

تا شانہ صفت سر نہ نہی در رہ آزہ ہرگز بسر زلف نگارے نرسی

چُونکہ یونس جرعۂ زاں جام یافت در دُرونِ ماہی او آرام یافت

لغات - یونس ایک پیغمبر کا نام - جُرعہ - گھونٹ - دُرون - پیٹ - باطن -

ترجمہ - چونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اسی (نور کے) جام سے گھونٹ نوش کیا تھا اس لئے مچھلی کے پیٹ میں (پہنچ کر بھی بجائے تکلیف و اذیت کے) آرام پایا۔

مطلب حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوہ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کی تعداد لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاَرْسَلْنَاهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ۔ یعنے ہم نے ان کو لاکھ یا کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ حضرت یونس نے ان کو بت پرستی سے روکنے اور دین موسوی پر چلنے کی ہر چند ہدایت کی گران پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا۔ اگر تم توبہ نہ کرو گے۔ تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اور خفا ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت وہاں سے چل گئے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔ (اور مچھلی والا (یونس) جب ناراض ہو کر چل دیا) ان کے چلے جانے کے بعد اہل شہر کو تنبیہ ہو گیا۔ سب نے عیش و آرام چھوڑ کر ٹاٹ کا لباس پہنا۔ اور نہایت عجز و نیاز سے بارگاہ ایزدی میں رونے اور توبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے رحم فرما کر ان سے عذاب دفع کر دیا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۔ تو قوم یونس (کی بستی) کے سوا اور کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی۔ کہ (نزول عذاب سے پہلے) ایمان لے آتی۔ اور ان کو ایمان لانا فائدہ دیتا۔ کہ (یونس کی قوم کے لوگ) جب (عذاب آتا ہوا دیکھ کر جھٹ سے) ایمان لے آئے۔ تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب دفع کر دیا۔ اور ان کو ایک وقت خاص تک بستے رہنے دیا (یونس ع ۱۰)

حضرت یونس علیہ السلام کو یا تو یہ توقع تھی۔ کہ خدا کے نافرمان تباہ و غارت ہو جائیں گے۔ یا اچانک کیا سنتے ہیں۔ کہ عذاب کی میعاد گذر گئی۔ اور وہ لوگ بخیر و عافیت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب حضرت یونس کے لئے مناسب تھا۔ کہ شہر میں واپس جاتے۔ ہدایت پانے والوں میں اب استقامت کی تبلیغ کرتے۔ مگر انہوں نے

اپنے وعید عذاب کے پورا نہ ہونے پر نادم ہوکر اور اہل شہر کے استہزا کا نشانہ بننے سے ڈر کر کسی اور طرف کی راہ لی۔ گویا اپنی دانست میں حریفوں کی تنگ گیری سے بچ کر آزادی کی وسیع سرزمین میں نکل گئے۔ یہ خیال نہ کیا۔ کہ اگر خدا چاہے۔ تو ان کو اس سے بھی کسی تنگ تر قید میں ڈال سکتا ہے۔ وَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ اور گمان کیا کہ ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ ان کو دکھا دیا۔ یعنے جب چلتے چلتے آپ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے۔ اور ایک کشتی میں ہو بیٹھے۔ تو کشتی دریا میں ٹھہر گئی۔ ملاح نے کہا۔ اس کشتی میں کوئی بندہ اپنے خداوند سے بھاگ کر آن چڑھا ہے۔ اس واسطے کشتی اٹک رہی ہے۔ حضرت یونس نے خود ہی کہا۔ کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ مجھے دریا میں پھینک دو۔ کشتی والوں نے ان کے جمال و جلال سے مرعوب ہوکر بہت کچھ عذر کیا۔ مگر انہوں نے کہا۔ نہیں مجھے ضرور دریا میں ڈال دو۔ ناچار انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا۔ حکم الٰہی سے ایک مچھلی ان کو نگل گئی۔ قدرت حق دیکھو۔ کہ جو بندہ فضائے شہر کو اپنے لئے تنگ سمجھ کر بھاگا جاتا تھا۔ اس کو اب شکم ماہی کی فضا میں جگہ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو حکم ہوا۔ کہ اس کو نہ ہی غذا نہیں بنایا گیا۔ بلکہ تیرا پیٹ اس کا قید خانہ ہے۔ خبردار اسے کچھ آسیب نہ پہنچے۔ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر تسبیح و استغفار میں مصروف رہے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے رحم فرمایا۔ اور ان کو اس قید سے نجات بخشی۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ پس اس کو مچھلی نگل گئی۔ اور اپنے آپ کو وہ ملامت کر رہا تھا۔ پس اگر وہ تسبیح و استغفار نہ کرتا رہتا۔ تو ضرور اسے قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا۔ پھر ہم نے اس کو پیڑ سیدان میں ڈال دیا۔ اور وہ بیمار ہوگیا تھا (الصافات ع ۵) مچھلی نے حضرت یونس کو دریا کے کنارے پر اگل دیا۔ وہاں فوراً ایک سبز درخت پیدا ہوگیا۔ حضرت یونس نے اس کے سائے میں آرام پایا۔ مگر پھر وہ درخت خشک ہوگیا۔ اور حضرت یونس پر شدت کی دھوپ پڑی۔ اس درخت کے مرجھانے سے حضرت یونس کا دل پژمردہ ہوا جناب باری سے وحی آئی۔ کہ تم کو ایک درخت کی پژمردگی سے اسقدر غم ہوا۔ مجھے اپنی مخلوق کے تباہ ہونے کا کیوں نہ فکر ہوتا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے توبہ و استغفار کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے دوبارہ ان کو قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اہل نینوہ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کی برکت سے یہ شہر نہایت آسودہ و مرفہ الحال ہوگیا۔

چُونکہ یحییٰ مست شد از شوقِ اُو ۔۔۔ سر بطشتِ زر نہاد از ذوقِ اُو

لغات یحییٰ۔ ایک پیغمبر کا نام جو حضرت زکریا کے فرزند تھے۔ طشت۔ تھال۔

ترجمہ۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہوگئے۔ تو اس کے ذوق میں (بلا دریغ) سونے کے تھال میں (اپنا) سر رکھ دیا (یعنے اس کی راہ میں قتل ہونا گوارا کر لیا)

مطلب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد و عبادت ضرب المثل ہے۔ چودہ سال کی عمر میں بھی ان کی گریہ خشیت سے یہ حالت تھی۔ کہ دونوں رخساروں پر شدت اشکباری سے داغ پڑ گئے تھے۔ ان کے زمانے کے بادشاہ کا نام ہرود دس تھا۔ اس کے حرم میں ایک عورت تھی۔ جس کو طبعاً انبیاء و صلحا کے ساتھ عداوت اور بغض تھا۔ جب یہ عورت بوڑھی ہوگئی۔ تو اسے اندیشہ ہوا۔ کہ میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں گی۔ لہذا اس نے اپنی لڑکی جو دوسرے شوہر سے تھی۔ اور نہایت خوبصورت تھی۔ بادشاہ کے نکاح کے لئے پیش کی۔ تاکہ بیٹی کے توسل

حضرت یحییٰ علیہ السلام

سے ہی میری قدر و منزلت قائم رہے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اس نکاح کے جواز کے لئے فتویٰ طلب کیا۔ تو انہوں نے صاف کہدیا۔ کہ یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ لہٰذا بادشاہ نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ماں بیٹی کے دل میں حضرت یحییٰ کے خلاف دشمنی کی آگ اور بھی مشتعل ہو گئی۔ اور وہ ان کے قتل کی تدبیر کرنے لگیں۔ ایک دن بادشاہ شراب کے نشے میں بدمست تھا۔ بوڑھیا نے موقع مناسب سمجھ کر اپنی بیٹی کو زیورات و ملبوسات سے خوب آراستہ و پیراستہ کر کے بادشاہ کے پاس خلوت میں بھیجا۔ بادشاہ نے حالت مستی میں اس پر میلان ظاہر کیا۔ مگر لڑکی نے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور کہا۔ میں حضور کی خواہش اسوقت پوری کر سکتی ہوں۔ کہ یحییٰ کا سر کاٹ کر اور ایک طشت میں رکھ کر میرے سامنے لایا جائے۔ فوراً بادشاہ کے حکم سے جلاد گیا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک کاٹ کر اور ایک طشت زریں میں رکھ کر لے آیا۔ لڑکی کے سامنے رکھدیا گیا۔ لکھا ہے کہ اس سر مبارک سے بھی تین بار یہ آواز آئی۔ کہ "یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے"! حضرت یحییٰ کے قتل کا سانحہ ان کی چالیس سال کی عمر میں واقع ہوا۔ جبکہ حضرت آدمؑ کے ہبوط کو پانچ ہزار پانسو ستانوں سال گزر چکے تھے۔ یہ سفاکانہ قتل جو نہ صرف ظلم و ستم ہی کا باعث تھا۔ بلکہ اس میں دین الٰہی کی تباہی بھی مضمر تھی۔ سلطنت شام کے لئے سخت شامت کا موجب ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد فارس کے ایک بادشاہ نے جس کا نام فرتوس تھا۔ اس ملک پر حملہ کیا۔ اور حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے خون کی شامت میں ستر ہزار آدمی لقمہ تیغ ہوئے۔

چوں شعیب آگاہ شد زیں ارتقا چشم را در باخت از بہر لقا

لغات شعیب ایک پیغمبر کا نام ہے۔ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہمزمانہ اور ان کے خسر تھے۔ ارتقا ترقی مراتب۔ لقا۔ ملاقات۔ وصال۔ درباخت۔ دیدیا۔ ہار دیا۔

ترجمہ۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام اس (نور کی بدولت) ترقی پانے سے آگاہ ہوئے۔ تو وصال حق (کے اشتیاق) کے لئے آنکھیں دے ڈالیں۔

مطلب۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے۔ کیونکہ آپ نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ یاد حق میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اور اس درجہ کا شوق لقا نور نبوت ہی کی بدولت ہو سکتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ لوگ بت پرستی کے علاوہ ان رذائل اخلاق سے بھی ملوث تھے۔ کہ وزن اور پیمانے میں فریب کرتے اور کھوٹے سکے چلاتے اور مسافروں کو لوٹ لینے سے بھی باز نہ آتے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو بہت نصیحت کی۔ مگر چند اشخاص کے سوا کسی پر اثر نہ ہوا۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے ایکہ کے لوگوں پر ایک سیاہ ابر سے آگ برسائی۔ اور مدین کے باشندوں کو زلزلے سے ہلاک کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

شکر کرد ایوب صابر ہفت سال در بلا چوں دید آثار وصال

لغات۔ ایوب ایک پیغمبر کا نام ہے۔ صابر صبر کرنے والا۔ آثار۔ نشانیاں۔

ترجمہ۔ حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے بھی جب (اس نور کی روشنی کی بدولت)

تکالیف و مصائب (کے برداشت کرنے) میں وصال (حق) کی نشانیاں دیکھیں تو سات برس تک (شدید مصائب میں صبر و) شکر کرتے رہے۔

مطلب اہل اللہ کے نزدیک مصائب و بلیات ناگوار نہیں۔ بلکہ مرغوب خاطر ہوتی ہیں۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے۔ کہ بلا عارفوں کا خراج ہے۔ مردوں کو بیدار کرنے والی ہے۔ اور غافلوں کو ہلاک کرنے والی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو جب کوئی مصیبت پہنچتی۔ تو کہتے الٰہی روٹی تو آپ نے بھیجی۔ سالن بھی بھیجئے۔ تاکہ میں اچھی طرح کھاؤں حضرت فضیل ابن عیاض قدس سرہٗ مناجات کیا کرتے۔ کہ الٰہی تو مجھے بھوکا رکھتا ہے۔ اور میرے بال بچوں کو بھوکا رکھتا ہے۔ اور رات کو چراغ تک نہیں دیتا۔ تیرا ایسا معاملہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں نے کس طرح یہ دولت پائی۔ کہ تو میرے ساتھ اپنے دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اس رضا و صبر کے نمونہ کبریٰ حضرت ایوب علیہ السلام تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام عیص ابن حضرت اسحاق ؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت لوط ؑ کی بیٹی ان کی ماں اور افرائیم ابن حضرت یوسف ؑ کی بیٹی ان کی بیوی تھیں۔ یہ پیغمبر بہت آسودہ حال اور صاحب اولاد تھے۔ دمشق کے متعلق کئی گاؤں ان کے قبضے میں تھے۔ علاوہ اس کے مویشی اور غلاموں کی بھی ان کے پاس کثرت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے امتحان کے لئے ان کا تمام مال و متاع لے کر ان کو بالکل مفلس کر دیا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی بھی سے خدا کا شکر کرتے رہے۔ پھر ان کی اولاد مر گئی۔ تو بھی کچھ مضطرب نہ ہوئے۔ اس کے بعد ان کو بہت سخت بیماری لاحق ہوئی۔ اور گوشت پوست پھٹنے لگا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی خدا کی رضا پر راضی اور ہر طرح شکر گذار رہے۔ اور عبادت سے ایک لمحہ غافل نہ ہوئے۔ ان تمام مصائب میں ان کی بیوی نے ان کا حق رفاقت و خدمت خوب ادا کیا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام امتحان میں کامل نکلے۔ تو سبحانی مطلق نے انہیں تندرستی عطا فرمائی۔ اور پہلے سے دوچند اسباب اور مویشی اور غلام مرحمت کئے۔ اور اولاد بھی عنایت کی۔ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۔ پس جو دکھ اس کو تھا۔ دور کر دیا۔ اور اس کے گھر والے (متاع و اسباب وامتعہ) اس کو دیئے اور اتنے ہی اور یہ ہمارے ہاں سے اس پر مہربانی تھی۔ اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت (انبیاء ع ۶) اس کے بعد حضرت ایوب ؑ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے روم کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۹۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

خضر و الیاس از میش چوں دم زدند آب حیواں یافتند و کم زدند

لغات ۔ دم زدند۔ پی لیا۔ گھونٹ بھر لیا۔ آب حیواں۔ آبحیات۔ کم زدند۔ پروانہ کی۔ التفات نہ کی۔ خضر و الیاس دو پیغمبروں کے نام ہیں۔ جن کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ بعض لوگوں کو ملتے ہیں۔ ہر سال دونوں حج کرتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے سے ملاقی ہوتے ہیں۔ اور علیٰ راس جو حج کے اعمال سے ہے۔ اس کے لئے وہ خود ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے متعلق بہت سی باتیں مبالغہ آمیز مشہور ہیں اور بہت سی موضوع احادیث رائج ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ومنها الاحاديث التي يذكر فيها الخضر وحياته كلها كذب ولا يصح في حياته حديث واحد كحديث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في المسجد فسمع كلاما من ورائه فذهبوا ينظرون

فاذا هو الخضر و حدیث یلتقی الخضر و الالیاس کل عام یعنے موضوع روایات کی قسم سے وہ احادیث بھی ہیں۔ جن میں حضرت خضر اور ان کے زندہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ ساری احادیث جھوٹ ہیں۔ اور ان کے زندہ ہونے کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح حدیث مروی نہیں۔ جیسے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپ نے اپنے پیچھے سے کلام سنا۔ لوگ اس طرف گئے۔ تو دیکھا۔ خضر موجود ہیں۔ اور یہ حدیث کہ خضر اور الیاس ہر سال باہم ملاقات کرتے ہیں (موضوعات کبیر)

ترجمہ۔ جب حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام نے اس (نور کی) شراب کا گھونٹ پیا۔ تو پھر آبحیات کو پاکر بھی اس کی پروا نہیں کی۔

مطلب۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کو اس نورانی جام شراب کے نوش کرنے سے وہ جاودانی زندگی حاصل ہوئی۔ کہ اس سے آگے آبحیات کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت الیاس کا حال کتب سیر میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جبکہ اس قوم کی سلطنت دور دور پھیل گئی۔ اور ان میں شرک و معصیت کا زور ہو گیا۔ مگر حضرت الیاس کی ہدایت ان پر کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے حضرت الیاس آٹھ برس تک پہاڑوں میں روپوش رہے۔ جن لوگوں نے ان کے قتل پر کمر باندھی تھی۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے آگ برسا کر ہلاک کیا۔ حضرت الیاس غریب و مفلوک الحال لوگوں کے گھروں میں جاتے۔ اور ان کی برکت سے ان کے گھروں میں سرسبزی و خوشحالی ظاہر ہوتی۔ اتفاقاً ایک روز حضرت الیسع ابن اخطوب کے گھر آئے۔ ان کی ماں بہت بیمار تھی۔ حضرت الیاس کی برکت سے اچھی ہو گئی۔ پھر حضرت الیسع نے ان کی رفاقت اختیار کی۔ اور دونوں نے اپنی قوم میں آکر ہدایت کرنی شروع کی۔ ایک دن یہ دونوں حضرات پہاڑ میں گئے۔ وہاں ایک تیز رفتار گھوڑا کسا کسایا نمودار ہوا۔ حضرت الیاس نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور گھوڑے پر چڑھ کر چادر منہ پر ڈال لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے۔ کہ اللہ کے چار بندے اب تک حالت حیات میں ہیں۔ حضرت ادریس اور حضرت عیسےٰ آسمان پر۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس زمین پر۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت خضر کا نام و نسب اور علم

حضرت خضر علیہ السلام کے نسب و خاندان اور دیگر حالات کے متعلق صحیح و مستند روایات نہایت کم ملتی ہیں۔ اصدق الکلام کلام اللہ الملک العلام سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ایک ایسے برگزیدہ بندے سے ملاقات کی تھی۔ جن کو علم لدنی حاصل تھا۔ اور یہ علم علم تشریعی سے جداگانہ ہے۔ علم تشریعی حضرت موسےٰ کا حصہ تھا۔ اور روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ برگزیدہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسےٰ سے کہا۔ انی علےٰ علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ و انت علےٰ علم من علم اللہ علمکہ اللہ لا اعلمہ۔ یعنے مجھے اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے۔ جو اس نے مجھے سکھایا ہے تم اس کو نہیں جانتے۔ اور تم کو اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے جو اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا (خازن)

بعض کتابوں میں مشہور روایات کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ حضرت خضر اور سکندر ذوالقرنین دونوں ہم عصر تھے۔ اور دونوں چشمہ آب حیات پر گئے۔ مگر ایک شارح نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اور ان کی تردید کی بنا یہ ہے۔ کہ ایک اور سکندر ابن فیلقوس رومی گذرا ہے۔ اس اشتراک اسمی سے دھوکا کھا کر سمجھ گئے۔ کہ یہ

حضرت خضر علیہ السلام کا زندہ ہونا

سکندر رومی اور حضرت خضر کی معاصرت کا دعوے کیا گیا ہے۔ چنانچہ شارح صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو مشہور ہے۔ کہ حضرت خضر اور سکندر دونوں چشمہ حیواں پر گئے بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام اور کہاں سکندر رومی۔ اول تو زمانہ دونوں کا بہت مختلف۔ پھر سکندر رومی کافر۔ اور حضرت خضر نبی۔ پھر ان دونوں کا ساتھ کہاں ہوتا"۔

یہ تردیدی تقریر سپرد قلم کرنے میں عجلت اور مسامحت سے کام لیا گیا۔ اس لئے اس میں کئی پہلوؤں سے سقم ہیں۔ اول تو سکندر اور خضر کی معیت کے دعوے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ سکندر رومی ہی ہے۔ کیا دنیا میں اور کوئی سکندر نہیں ہوا۔ دوسرے جب حضرت خضر علیہ السلام کے دوام عمر کا خیال عام مشہور ہے چنانچہ خود یہی شارح صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ بغیر آبحیات پینے کے زندہ ہیں۔ تو پھر سکندر کے تاخیر عہد کی صورت میں اس کے حضرت خضر کے معاصر ہونے میں کیا اشکال ہے۔

تیسرے سکندر رومی کے کفر کی قطعیت محتاج دلیل ہے۔ قرآن مجید جہاں ارشاد ہے ویسئلونک عن ذالقرنین۔ اور پھر آگے اس ذوالقرنین کے وہ شاندار کارنامے اور اس کے وہ مقدس کلمات بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے ان کے نبی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت ہے۔ کان ذوالقرنین نبی ام لا۔ وہاں تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ وقیل اسمہ الاسکندر ابن فیلقوس کیا جس بادشاہ کا کافر ہونا قطعی امر ہو اس کے ذوالقرنین ہونے کا کسی کو احتمال ہو سکتا ہے؟

حضرت خضر علیہ السلام کا ملاقاتی سکندر خواہ کوئی ہو۔ بہرکیف اس میں شک نہیں۔ کہ آبحیات کا قصہ محض ایک افسانہ ہے۔ اور حضرت خضر کی بے پایانی عمر بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خضر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ اور مشائخ صوفیہ واہل معرفت کے نزدیک وہ متفق علیہ ہے چنانچہ حضرت خضر کی زیارت۔ ملاقات۔ مشکل معاملات میں ان کی دستگیری اور مقدس مقامات میں ان کی موجودگی کے قصے اس کثرت کے ساتھ زبان زد عام اور مکتوب فی الکتب ہیں۔ کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔ ھو حی عندنا جاء ھذا العلماء والصالحین والعامۃ یعنے وہ جمہور علماء و مشائخ اور عوام کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور یہی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس دونوں زندہ ہیں۔ ہر سال ایام حج میں ملاقات کرتے ہیں۔ حضرت خضر کی زندگی کا باعث یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے چشمۂ آبحیات سے پانی پی لیا تھا۔ ذوالقرنین اس چشمے کی تلاش میں ظلمات میں داخل ہوا۔ حضرت خضر اس کے مقدمۃ الجیش میں تھے۔ وہ اس چشمے پر پہنچ گئے۔ اور اس کا پانی نوش کر لیا مگر ذوالقرنین دوسرے راستے پر پڑ گیا۔ اس لئے اس کو وہ چشمہ نہ ملا۔ اور نہ وہ اس کا پانی پی سکا۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام مر چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اور ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشا کی نماز کے بعد فرمایا۔ ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان راس مائۃ سنۃ لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد ولو کان الخضر حیا لکان لا یعیش بعدہ۔ یعنے آج جو شخص زمین کے تختے پر زندہ ہے۔ وہ باقی نہ رہے گا۔ اگر خضر بھی اب تک

حضرت خضر کے قصہ کے متعلق تحقیقات اور دلائل کی تفصیل

زندہ ہیں۔ تو اس کے بعد وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔

نردبانش عیسےٰ مریم چو یافت برفراز گنبد چارم بتاخت

لغات ۔ نردبان۔ سیڑھی۔ زینہ۔ عیسےٰ مریم میں اضافت ابنی ہے۔ یعنے عیسےٰ ابن مریم برفراز اوپر۔ گنبد چارم چوتھا آسمان۔ یہ بنا ر علے المشہور فرمادیا۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر پایا۔ اور اسی آسمان پر ان کا قیام ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں قتادہ ابن انس رضؓ کی روایت متفق علیہ میں درج ہے۔ کہ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَاءَ الثَّانِیَۃَ پھر براق مجھے اوپر کو لے اُڑا یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا۔ آگے لکھا ہے اِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی تو اچانک یحیٰی اور عیسےٰ ملے۔ الخ پھر اس کے بعد تیسرے آسمان کا ذکر ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت عیسےٰ ابن مریم کو اس (نور) کا زینہ مل گیا۔ تو (اس کی بدولت) وہ چوتھے آسمان پر جا پہنچے۔

مطلب ۔ ایک بشر کا آسمان پر پہنچنا تو رہا درکنار۔ وہ پرواز کر کے ایک درخت پر بھی نہیں چڑھ سکتا۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو یہ طاقت بخشی گئی کہ وہ آسمانوں میں جا پہنچے۔ تو یہ بھی اسی نور کا کرشمہ تھا۔ جس نے ان کو عامہ بشر سے ممتاز کر کے ایک فوق العادۃ طاقت کا مظہر بنا دیا۔ یہ قصہ اس طرح ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ ان کے زمانے میں ایک یہودی بادشاہ نہایت متکبر و سرکش تھا۔ حضرت عیسےٰ نے ان کو اپنے دین کی ہدایت کی۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام روپوش ہو گئے۔ بعد ازاں ان کا ایک حواری (متبع) جس کو یہودا اسخریوطی کہتے تھے۔ ان سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اس نے بادشاہ کے پاس جا کر تیس درم کے عوض حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی جائے قیام کی مخبری کر دی۔ یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دار پر چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جب عجلہ سرکاری سپاہیوں کے ساتھ نشاندہی کے لئے حضرت عیسیٰ کی مخفی قیام گاہ میں پہنچا۔ اور تمام لوگ ان پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے۔ تو قدرت حق نے کیا جلوہ دکھایا۔ کہ اس ہنگامہ بے تمیزی میں حضرت عیسےٰ تو کھسک کر کہیں اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اور مخبر کی تشکل و صورت ہو بہو حضرت عیسےٰ کی سی بن گئی۔ لوگ اس کو مارتے پیٹتے اور ٹانگوں سے گھسیٹتے دار تک لائے۔ وہ بیتحاشا چلا رہا تھا۔ کہ میں یہودا ہوں۔ مجھے کیوں مارتے ہو۔ مگر اس کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ ادھر عیسےٰ علیہ السلام کو تو جبرئیل علیہ السلام بحکم خدا آسمان پر اُٹھا لے گئے۔ اور ادھر مخبر کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ اور ان لوگوں نے حضرت عیسےٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا (النساء ۲۲)

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم قرص مہ را کرد دو دم او دو نیم

لغات ۔ نعیم۔ نعمت۔ انعام۔ قرص۔ ٹکیہ۔ دو دم۔ دم بھریں۔ دو نیم۔ دو پارہ۔ دو ٹکڑے۔

ترجمہ۔ جب حضرت محمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے (اس نور کی بدولت) وہ مملکت اور نعمت پائی۔ تو آپ نے چاند کی ٹکیا کو دو ٹکڑے کر دیا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام

مطلب ۔ یعنے یہ نور نبوت ہی کا کرشمہ تھا ۔ کہ آپ کو معجزہ شق القمر کی طاقت ملی ۔ کسی غیر نبی کو اس طاقت کا ہزارواں حصہ بھی نہیں حاصل ہو سکتا ۔ ساحر اگرچہ طرح طرح کے عجائبات کر دکھاتے ہیں ۔ مگر ان کے عملی عجائبات کا اثر بھی اجسام ارضی پر نمایاں ہو سکتا ہے ۔ اجرام فلکی پر جادو اثر نہیں کر سکتا ۔ معجزہ اور جادو میں ایک یہ بھی فرق مسلم ہے ۔ معجزہ شق القمر کی صحت کے دلائل مفتاح العلوم کے حصہ دوم میں مفصل گذر چکے ۔

چوں ابوبکر آیت توفیق شد با چناں شہ صاحب و صدیق شد

لغات ۔ آیت نشانی ۔ توفیق ۔ لغوی معنے کسی چیز کو دوسری چیز سے برابر کرنا اصطلاحاً اللہ تعالےٰ کا اسباب کو بندے کی مراد کے موافق بنا دینا ۔ تاکہ اس کی مراد پوری ہو جائے ۔ صاحب ۔ ساتھی ۔ رفیق ۔ صدیق ۔ نہایت راست گو ۔ کسی کی بات کو نہایت سچ سمجھنے والا ۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص لقب ہے ۔

ترجمہ ۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (اس نور کی بدولت) توفیق حق کی نشانی ٹھیرے ۔ تو ایسے (عدیم النظیر) شاہ (دارین) کے رفیق اور صدیق بن گئے ۔

مطلب ۔ افاضہ الٰہیہ جس کو اس بحث میں نور سے تعبیر کیا ہے ۔ جہاں جہاں نبوت و رسالت کی شکل میں کار فرما ہوا ۔ اوپر تک اس کا ذکر ہو چکا ۔ اب ولایت کی صورت میں اس کی جلوہ نمائی کا ذکر ہے ۔ اور اس جماعت میں سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے توفیق کے مذکورہ اصطلاحی معنے کو ملحوظ رکھ کر خیال کیجئے ۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی وہ ہے ۔ جو بمضمون حدیث خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام (اور یہ حدیث بھی آپ ہی کی شان میں ہے) عہد جاہلیت سے باطل سے بیزار اور جویائے حق تھی ۔ حتےٰ کہ آپ کی حیات قبل از اسلام میں بھی کہیں لہو ۔ لغو ۔ لحش ۔ فساد ۔ میخوشی وغیرہ منہیات اسلام کا سراغ نہیں ملتا ۔ گویا طبع لطیف کا جس قسم کے مسلک لطیف و نظیف کی طرف میلان تھا ۔ قدرت حق نے وہ دین اسلام کی شکل میں ان کے پیش کر دیا ۔ یہی مقصد ہے ۔ توفیق کے لفظ سے ۔ اور اس موہبت الٰہیہ سے مستفید ہونے کے سب سے بہترین نمونہ حضرت ابوبکر رض ہیں ۔ اس لحاظ سے آپ کو آیت توفیق کہا ہے ۔ فیض یافتگان صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں بلکہ لاکھوں سے متجاوز ہیں لیکن افضلھم واکرمھم کا تاج صرف حضرت ابوبکرؓ کے لئے مخصوص ہے ۔ حتےٰ کہ وداع مکہ کی تاریک رات ۔ اور غار ثور کی غیر متوقع پناہ گیری میں بھی آپ سلک صحبت سے الگ نہیں ہوئے ۔ یوں آپ مصاحب خاص ہیں ۔ معراج کی صبح کو ابوجہل آپ کے سامنے معراج کا ذکر استہزا کے ساتھ کرتا ہے ۔ تو آپ اصل واقعہ سننے سے پیشتر ہی فرماتے ہیں ۔ کہ اگر حضور کوئی دعوے اس سے بڑھ کر بھی کر دیں ۔ تو ہم وہ بھی ماننے کو تیار ہیں ۔ غلبہ روم کی قرآنی پیشگوئی کا ظہور بظاہر احوال محال نظر آتا ہے ۔ مگر اس کے صدق کے دعوے میں آپ ابوجہل کے ساتھ سو سو اونٹ کی شرط بدنے کو آمادہ ہیں ۔ ان وجوہ سے آپ کو صدیق کا لقب ملا ۔ کما قیل ؎

ابوبکر شد سرخوش جام صدق شراب وفا یافت در کام صدق
ہمیں شاہد مجلس احمدی زدل سرخوش ساغر سرمدی
تہی از خنابر ریا سینہ اش
بہار صفا فرش آئینہ اش

چوں عمر شیدائے آں معشوق شد حق و باطل را چو دل فاروق شد

لغات - شیدا - عاشق - فاروق - فرق کرنے والا - الگ الگ کر دینے والا -

ترجمہ - جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معشوق (نور) کے عاشق ہوئے - تو (اس کے عشق کی بدولت زبان سے بھی) حق و باطل میں اس طرح (بلا روو رعایت) فرق کرنے لگے جس طرح دل سے (کرتے تھے)

مطلب - خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ مرد اسلام ہیں - جن کا دل - زبان - و تازہ تعزیر اور تیغ سیاست ہمیشہ یک جہت و ہموار رہتے تھے - صحبت نبوی نے حضرت ابو بکر کو صدق و صفا میں یگانہ روزگار بنایا - تو حضرت عمرؓ کو اقلیم عدل و داد کا شہریار بنا دیا - نور نبوت پر ان کے عاشق ہونے کا واقعہ بھی دلاویز ہے جوش عداوت میں تیغ آختہ گھر سے نکلتے ہیں مگر قرآن کی چند آیات کہیں سے گوش زد ہوتی ہیں - تو یہ حالت ہو جاتی ہے - جیسے کسی غارتگر دل و جان کے نظارے نے بیتاب کر دیا ہو - سراسیمگی دربار نبوت میں پہنچتے اور فیض حضوری سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں - "چو دل فاروق شد" کی توجیہ یہ ہے - کہ ہر مومن کامل الایمان کا دل تو صور فارق حق و باطل ہوتا ہے لیکن بیسیوں مواقع پر مصلحتاً یا رعایتاً اس کو سکوت و تسامح سے کام لینا پڑتا ہے - مگر حضرت عمرؓ کی زبان اور تیغ دونوں دل کے تابع تھے - حمایت حق اور رد باطل کے لئے دل نے جو کچھ کہا - معاً اس کو زبان نے ادا کر دیا - اور اس کی تعمیل میں فوراً تلوار بھی حرکت میں آنے لگی - احادیث کا دفتر ایسے واقعات سے پُر ہے - ایک شارح نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہے - "حق و باطل را زاول فاروق شد" اس میں یہ پیچیدگی نہیں - مگر معلوم ہوتا ہے شارح صاحب نے "چو دل" کی پیچیدگی سے گھبرا کر اپنے اجتہاد سے یہ تصرف کیا ہے - کیونکہ تمام معتبر نسخوں میں مٹے کہ ہمارے قدیم ترین قلمی نسخے میں بھی چو دل درج ہے - بہرکیف حضرت عمرؓ کے کمالات بھی نمونہ خاص ہیں - کما قیل ؎

عمر یافت کام از مئے عدل و داد بر آفاق چوں ابر نیسان بزاد
نشد گرم بے اعتدالی سرش کہ بد کفۂ معدلت ساغرش
تمیز احکام نفس مرخد عمر بود فاروق ہر نیک و بد

چونکہ عثمان آں عیاں را عین گشت نور فائض بود ذوالنورین گشت

لغات - عیاں - نظر میں آنے والا - نمایاں معاین و مشاہد - عین - آنکھ - چشمہ - فائض - چھا جانا پہنچنا ذوالنورین - دو نوروں والا - خاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہے - کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ آپ کے نکاح میں تھیں - جب ان کا انتقال ہوا - جن کی عیادت کی وجہ سے حضرت عثمان جنگ بدر میں بھی شریک نہ ہو سکے تھے - تو آنحضرتؐ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا - حضور کی دو صاحبزادیوں سے شرف زوجیت پانے کی بدولت یہ لقب ملا -

ترجمہ - چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس (نور) نمایاں (کے نظارہ) کے لئے (ہمہ تن) چشم (اشتیاق) بن گئے (اور) اس نور کا افاضہ (کسی حد تک ختم نہیں ہوا بلکہ) برابر جاری رہا -

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

اس لئے وہ ذوالنورین بن گئے۔

مطلب۔ سبحان اللہ ذوالنورین کی کیا عجیب توجیہ ہے۔ فللہ درّہ۔ فرماتے ہیں۔ کہ فیض نبوت کا نور حضرت عثمان پر پڑنے لگا۔ تو آپ بھی سراپائے اشتیاق بن گئے۔ ادھر نور نے افاضہ کو محدود نہیں رکھا۔ تو ادھر انہوں نے بھی استفاضہ نور سے بس نہیں کی۔ نتیجہ یہ کہ اگر دوسرے لوگ اکہرے نور سے منور تھے۔ تو حضرت عثمان دوہرے نور سے منور اور نورٌ علی نور تھے۔ کما قیل ؎

آنکہ او بود جامع القرآن — رونق الحیاء من الایمان
بُود دامادِ سیّد الکونین — الملقب بفخرِ ذوالنورین

چُوں زرُویش مُرتضےٰ شد دُور فشاں — گشت او شیرِ خدا در مرجِ جاں

لغات۔ درفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ بفتح میم وسکون راء مہملہ چراگاہ۔ جنگل۔

ترجمہ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس (نور) کے رُخ سے (اقتباس پرتو کرکے لوگوں کو افاضہ کے) موتی برسانے لگے۔ تو وہ ارواح کے جنگل میں شیر بن گئے۔

مطلب۔ شیر سلطان الصحراء وامیر السباع ہوتا ہے۔ نفوس انسانی کے عالم کو اگر ایک صحرائے وسیع فرض کرلیا جائے۔ تو حضرت علی رضؓ اپنے کمالات ولایت کی بدولت اس صحرا کے شیر مستیاں ہیں۔ یعنے تمام نفوس کے متصرف اصلاح۔ یہی وجہ ہے کہ سلوک وطریقت کے اکثر سلاسل آپ ہی تک منتہی ہوتے ہیں۔ اور آپ کو یہ درجہ اس نور نبوت سے مستفیض ہونے کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اقبال ؎

مسلم اول شہ مردان علی — عشق را سرمایۂ ایمان علی
از ولائے دودمانش زندہ ام — در جہاں مثل گہر تابندہ ام
از رخِ او فال پیغمبر گرفت — لمعۂ حق از سکوہش در گرفت
مُرسلِ حق کرد نامش بُوتراب — حق یداللہ خواند در ام الکتاب

روشن از نورش چو سبطین آمدند — عرش را دُرّین و قرطین آمدند

لغات سبطین سبط سے صیغہ تثنیہ ہے۔ دو فرزند مراد حسنین۔ دُرّین۔ دو موتی۔ قرطین۔ گوشوارے

ترجمہ۔ چونکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس (نور) کے پرتو سے روشن پیدا ہوئے۔ اس لئے وہ عرش کے دو موتی اور دو گوشوارے ٹھیرے۔

مطلب۔ عرش کے دُرّین وقرطین ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کا درجہ اسقدر بلند ہے۔ کہ عرش کو بھی ان کی ذات گرامی سے فخر وزینت ہے۔ جس طرح کسی کو زیور وآرایش سے زینت ہوتی ہے۔

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار — واں سر افگندہ بر آں مشت وار

لغات۔ سر افگندہ۔ سر رکھ دیا۔ یعنے قاتل کے خنجر کے سامنے گردن رکھ دی۔ جان دے دی۔ مست۔ مست محبت۔ عاشق۔

ترجمہ۔ اس ایک (یعنے امام حسن علیہ السلام) نے زہر کے سبب سے اپنی جان (راہ حق میں) نثار کر دی۔ اور اس (دوسرے یعنے امام حسین علیہ السلام) نے اس کی راہ میں (بمقام کربلا) عاشق کی طرح (اپنا) سر رکھدیا۔

مطلب۔ خدا کی راہ میں زہر سے یا خنجر سے جان دینے کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا۔ کہ خودکشی پر آمادہ ہوگئے کیونکہ خودکشی تو بجائے اطاعت حق کے الٹا معصیت ہے۔ تو پھر یہ فعل خدا کی راہ میں کیونکر مقبول ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اپنی زندگی خدا کے لئے سمجھی ہوئی تھی۔ اور خدا کی اطاعت میں اس کو صرف کیا تھا۔ اسی طرح موت کو بھی بجانب اللہ سمجھ کر اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ بے صبری اور شکوئی نہیں کیا۔ حتے کہ مرتے وقت اپنے قاتلوں سے انتقام وقصاص لئے جانے کی بھی آرزو ظاہر نہیں کی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے تھے۔ کنیت ابو محمد لقب مجتبےٰ اور سبط اکبر ہے۔ وہ نہایت کریم ورحیم۔ زاہد۔ عابد۔ سخی اور باوقار تھے۔ انہوں نے دو دفعہ اپنا سارا مال اور تین دفعہ آدھا راہ خدا میں خیرات کر دیا تھا۔ پینتالیس سال اور چند ماہ کی عمر ہوئی تھی۔ کہ یزید نے مدینے میں ان کو زہر دلوا دیا۔ جس کے اثر سے ماہ ربیع الاول ۴۹ھ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابو عبداللہ کنیت ہے۔ سید الشہدا اور سبط اصغر لقب یزید بد حضرت امام حسن کے قتل سے فارغ ہوا۔ تو اب ان کو اپنے مقاصد میں خار راہ سمجھتا تھا۔ اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوئی حیلہ سوچ رہا تھا۔ کہ اتفاق سے اہل کوفہ نے جو حضرت علی کرم اللہ کے خاص معتقد ہونے کا دعوٰی رکھتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور آپ کو بار بار بلا بھیجا۔ امام ممدوح نے ہر چند ان کو ٹالا۔ مگر وہ آپ کی تشریف آوری کے لئے اصرار پر اصرار کرتے رہے۔ آخر امام حسین نے خاص اپنے خاندان کے بہتّر اشخاص کے ساتھ جن میں ان کے فرزند۔ بھتیجے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھتیجے وغیرہ اہل بیت کے لوگ شامل تھے۔ کوفہ کا قصد کیا۔ یزید کو تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے بائیس ہزار کی فوج گراں ان کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ جس نے شہر کوفہ سے کچھ دور دریائے فرات کے کنارے پر اس مقدس قافلے کو گھیر لیا۔ اہل کوفہ نے بھی ہوا کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر امام ممدوح کی حمایت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دشمنوں نے دریا پر قبضہ کر لیا۔ حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہیوں میں سے کسی کو پانی کا ایک قطرہ نہ پینے دیا۔ یہانتک حضرت امام علیہ السلام اپنے شیر خوار بچے حضرت علی اصغر کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ گود میں اٹھا کر خیمہ سے باہر لائے۔ اور دشمنوں کو اس کی حالت دکھا کر فرمایا۔ لوگو اگر ہم پر نہیں۔ تو اس معصوم بچے پر تو رحم کرو۔ اور اسے پانی پی لینے دو۔ ان بے رحم ظالموں نے پانی کے عوض تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اور وہ بیگناہ بچہ آب پیکاں سے سیراب ہو کر باپ ہی کی گود میں شہید ہوگیا۔ آخر مقابلہ ہوا۔ حضرت امام حسین اور ان کے رفقائے بہتیرے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ مگر آخر ۷۲ کا مقابلہ بائیس ہزار کے ساتھ کیا حیثیت رکھتا تھا اہل بیت کے افراد یکا یکا نہ ایک ایک کر کے العطش العطش پکارتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر نام ایک شقی کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ یہ سانحہ دس ماہ محرم ۶۱ھ ہجری کو واقع ہوا۔ حضرت امام علیہ السلام کی عمر اس وقت پچپن سال کی تھی۔

یزید ایک بدکار و عیاش شخص تھا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کی پاک شخصیت کو اپنی ناپاک ذات کے

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام اور سانحہ کربلا

لئے ہمیشہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے پہلے تو یہ چاہا۔ کہ امام ممدوح میری اطاعت و بیعت پر راضی ہو جائیں۔ تاکہ ان کی طرف سے خطرہ نہ رہے۔ جب اس طرح اس کی مراد نہ بر آئی۔ تو ان کے قتل کی تدابیر پر غور کرنے لگا۔ امام حسین کو اس کے ارادے معلوم تھے۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اپنے آپ کو قتل و ہلاک سے بچانے کے لئے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اور خود دین حق کی تذلیل و توہین کے باعث بنیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر امام حسین، یزید کی بیعت کر لیتے۔ تو عالم اسلام میں فسق کو تقوے پر اور دنیا طلبی کو حق شناسی پر فتح حاصل ہو جاتی۔ لیکن آپ حق کی حمایت میں ثابت قدم رہے۔ یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ حتے کہ حمایت حق میں جان دے دی۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ داں سر فگندہ براہش مست دار۔ آپ نے حق اور دین حق کی حمایت و پاسداری میں اس پامردی کے ساتھ اپنی جان شیریں قربان کر دی۔ جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب پر نثار ہو جاتا ہے۔ اسی خیال کی تائید میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور خوب فرماتے ہیں ؎

شاہ ست حسین و پادشاہ ست حسین — دین ست حسین و دیں پناہ ست حسین
سرداد و نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الٰہ ست حسین

چوں جنید از جُند او دیدآں مَدد — خود مقاماتش فزوں شد از عدد

لغات۔ جنید ایک ولی کامل اور شیخ سلسلہ کا اسم مبارک ہے۔ جُند جیم کے ضمہ سے۔ فوج۔ لشکر۔ مقامات مراتب کمال۔ **صنائع**۔ جنید اور جند میں تجنیس ملحوظ ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے اس (نور لایزال کی) فوج سے وہ مدد پائی جس کی بدولت وہ نفس و شیطان کی قوتوں پر فتحیاب ہوئے تو ان کے مراتب کمال (حد و) شمار سے بڑھ گئے۔

مطلب۔ یہ اسی نور کا فیضان تھا کہ حضرت جنید اولیاء اللہ کی صف اولین میں سید الطائفہ کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور آپ کے کمالات باطن کی انتہا نہیں۔ حضرت جنید قدس سرہ کا طریقہ صحو ہے۔ اور طریقت میں آپ صاحب اجتہاد مانے گئے ہیں۔ بہت سے مشائخ نے آپ کا مشرب اختیار کیا ہے۔ اور طیفوریوں کا مشرب جو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے اصحاب ہیں اس کے برعکس ہے۔ مگر حضرت جنید کا مشرب سب سے اشہر و اوفق ہے۔ آپ نے طریقت و شریعت میں پورا توازن قائم رکھا۔ کما قیل ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق — ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ جو تصوف کے گرانمایہ ترین نکات سے معمور ہیں۔ ان کمالات کے باوجود معاصر حاسدوں نے آپ پر کفر و زندقہ کے فتوے لگائے۔ جمادی الاول ۲۹۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ مرقد مبارک بغداد میں ہے۔

بایزید اندر مزیدش راہ دید — نام قطب العارفیں از حق شنید

لغات۔ بایزید۔ ایک عارف کامل اور پیشوائے طریقت کا نام نامی ہے۔ مزید۔ زیادت۔ بیشی۔ **صنائع** بایزید اور مزید میں تجنیس کا شائبہ ملحوظ ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ

ترجمہ۔ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے اسی (نور) کی زیادتی میں راہ (معرفت) پایا (حتّٰے کہ) قطب العارفین کا لقب اللہ تعالےٰ سے سنا۔

مطلب۔ حضرت بایزید بسطامی رحمہ نے جو اسقدر رفیع الشان درجہ پایا۔ تو یہ اسی نور سے مستفیض ہونے کا ثمرہ تھا۔ جس کے استفاضہ سے آپ نے کسی حد تک بس نہیں کی۔ حتّٰی کہ حضرت جنید رحمہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ مقام توحید میں تمام سالکوں کی انتہائی تگ و دو بایزید کی ابتدا کے برابر ہے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمہ کا قول ہے کہ میں اٹھارہ ہزار عالم کو بایزید سے پرے دیکھتا ہوں۔ اور پھر بایزید کو درمیان نہیں پاتا۔ یعنے وہ خود حق میں گم ہیں۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ "بایزید اندر مزید ش راہ دید" حضرت بایزید کا مشرب فنا و محویت ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلی مرتبہ حج کو گیا۔ تو کعبہ کو دیکھا۔ دوسری بار گیا۔ تو صاحب کعبہ کو دیکھا۔ تیسری بار گیا۔ تو نہ خانہ کعبہ کو دیکھا۔ نہ صاحب کعبہ کو۔ یعنے میں ایسا از خود رفتہ ہو گیا۔ کہ سوائے حق کے اور کچھ مجھے دکھائی نہ دیتا تھا جس طرف۔ دیکھا۔ وہی نظر آتا تھا۔ حافظ رح ؎

بہ پیش آئینہ دل ہر آنچہ مے دارم بجز خیال جمالت نمے نماید باز

ایک بار ایک شخص آپ کے دروازے پر گیا۔ اور آپ کو آواز دی۔ حضرت بایزید نے فرمایا۔ کہ کس کو ڈھونڈتے ہو۔ اس نے کہا۔ بایزید کو۔ فرمایا میں بیچارے بایزید کو تیس برس سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ اور پتہ نہیں لگتا۔ صائب ؎

عارفانے کہ ازیں رشتہ سرے یافتہ اند بے خبر گشتہ ز خود تا خبرے یافتہ اند

یہ بات لوگوں نے حضرت ذوالنون مصری رح کے سامنے بیان کی۔ تو کہا۔ اللہ تعالےٰ بھائی بایزید پر رحم کرے حق تعالےٰ میں محو ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ اور خاصان حق ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کا لقب قطب العارفین باِلہام ربّانی مقرر ہوا ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں یہ نام قطب العارفیں از حق شنید"۔ حضرت شقیق بلخی کے ہمزمانہ تھے۔ سال وفات ۲۶۱ھ ہے۔ مرقد شریف آپ کے اصلی وطن بسطام میں ہے۔

نوٹ۔ اس سے آگے بعض نسخوں میں یہ شعر درج ہے ؎

شاہِ منصور آنکہ نصرت یار شد تخت را بگذاشت سوئے دار شد

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ جو نصرت الٰہی سے مستفید ہوئے۔ وہ تخت کو چھوڑ کر دار کی طرف بڑھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قبول عام کی مسند سے کنارہ کش ہو کر ہدف طعن ہونا اور دار پر چڑھنا منظور کر لیا۔ اور یہ ابتلا بھی اگرچہ بظاہر ایک مصیبت تھی۔ مگر درحقیقت نصرت الٰہی کی مترادف تھی۔

یہ شعر الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ کسی ناقل و کاتب کو حضرت منصور کے ساتھ غایت اعتقاد نے الحاق و تخلیط کے جرم پر جرأت دلائی۔ اسی لئے یہ شعر ثنوی کے عام مروجہ و مستدا ولہ نسخوں میں سگسی میں نہیں ملتا۔ ہمارا قدیمی قلمی نسخہ بھی اس سے خالی ہے۔

چونکہ کرخی کرخ اور اشد حرس شد خلیفہ عشق و ربانی نفس

لغات۔ کرخی۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔ جو اولیائے کبار میں سے ہیں۔ کرخ۔ نواح بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ نواح بلخ میں ہے۔ حرس بجائے اہلہ

حضرت بایزید بسطامی کے قدس سرہٗ

نگہبان۔ ربانی نفس۔ خدائی سانس والے۔ جن کی زبان سے جو بات نکلے۔ وہ بالہام زبانی ہو **ترکیب** "کرخ ورا" میں اضافت ہے یعنے کرخ خود را۔ خلیفہ نفس میں فکِ اضافت ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت معروف کرخی اپنے مقام کرخ (میں اس توجہ تام سے مشغول بعبادت تھے گویا اس نے کسے پہرہ دار بن گئے تو (اسی نور کی بدولت اعشق (الٰہی میں سابقین اولین) کے نائب اور خدائی آواز والے بن گئے

مطلب۔ کرخ کا پہرہ دار یا محافظ ہونا اس اعتبار سے ہے۔ کہ جس طرح پہرہ دار اپنی نوکری کے مقام سے ایک لحہ کے لئے نہیں ٹلتا۔ اسی طرح حضرت معروف کرخی رحمتے طاعت وعبادت اور ریاضات ومجاہدات کے اشغال میں اسی مقام میں ایسی گوشہ گیری اختیار کر رکھی تھی۔ کہ کبھی کسی اور جگہ نہیں جاتے تھے۔ بعض نسخوں میں جس بجم درج ہے۔ جس کے معنے گھڑیال کے ہیں۔ اور گھڑیال کے بجنے سے کسی امر کا عام اعلان واعلام ہوا کرتا ہے۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا۔ کہ آپ اپنے کمالات کی بدولت اس گنام کائنات کے لئے بھی جرس شہرت ثابت ہوئے۔ جس طرح خود آپ دنیائے تصوف میں معروف اور اسم با مسمے ہیں۔ اسی طرح کرخ کا نام بھی آپ کی نسبت سے شہرہ آفاق ہوگیا۔ ورنہ اس کو کون جانتا تھا۔ ربانی نفس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ مرتبہ فنا و محویت پر فائز ہو کر گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کے مصداق ہوگئے۔

حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ کے ماں باپ عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ بچپن کے ایام میں ان کو استاد کے پاس بھیجا گیا۔ تو حسب دستور عیسوی عقائد کی تلقین سے ان کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ مگر جو بچہ فطرت صحیحہ لے کر پیدا ہوا ہو۔ اس پر گمراہ کن تعلیم کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ استاد ہر چند کہتا تھا۔ کہ پڑھو۔ ان اللہ ثالث ثلٰثۃ۔ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ تو معروف کرخی ہر مرتبہ یہی کہتے تھے۔ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ استاد نے دلاسے سے۔ نرمی سے۔ لطائف الحیل سے کوشش کی کہ وہ تثلیث کا کلمہ منہ سے نکالیں۔ مگر جو منہ قدرت نے کلمہ توحید کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس سے کلمہ شرک کیونکر نکل سکتا تھا۔ آخر استاد نے دق ہو کر ان کو پٹیانا شروع کیا۔ معروف "جور استاد" کی تاب نہ لا کر مکتب سے نکلے۔ اور ایسے بھاگے کہ "پھر پڑھنے" کی بھی پروا نہ کی۔ اور سیدھے حضرت علی ابن موسےٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور انہی کے ہاتھ پر داخل اسلام ہو کر شرف بیعت ہوئے۔ ادھر ان باپ ان کے فراق میں جاں بلب تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہمارا بچہ خواہ کسی دین پر رہے۔ مگر زندہ وسلامت آجائے۔ کچھ دنوں بعد ماں باپ کا خیال آیا۔ گھر گئے۔ دستک دی۔ ماں باپ نے اندر سے پوچھا۔ کس دین پر ہو۔ کہا دین محمدی پر۔ اس آواز کے جاذبہ نے ان پر بھی اثر کیا۔ اور دونوں مسلمان ہوگئے۔ حضرت معروف کرخی رح طریقت وشریعت دونوں کے جامع تھے۔ تقوے وتقوے دونوں پہلوؤں میں ان کی ذات گرامی اَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ تھی۔ طریقت میں تربیت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔ اور علم شریعت وفقہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں حاصل کیا۔ ماہ محرم ۲۰۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ مقبول ایزد تاریخ وفات ہے۔ بغداد میں قبر شریف زیارت گاہ عام ہے۔

پُورِ اَدْہم مرکب آنسو را نہ شاد گشت او سلطانِ سُلطانان داد

لغات۔ پور۔ فرزند۔ پورِ ادہم۔ ابن ادہم ایک ولی کامل تھے۔ جن کا نام مبارک ابراہیم ہے۔

تخت سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ داد۔ انصاف۔ **صنائع**۔ ابن ادہم اور سلطان میں مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم قدس سرہٗ نے بھی خوشی خوشی (اپنی عقیدت وارادت کا) گھوڑا اس (نور) کی طرف دوڑایا۔ تو (ظاہری بادشاہی کے چھوڑتے ہی اقلیم باطن کے) بادشاہان (صاحب) عدل کے بادشاہ بن گئے۔

مطلب۔ شعر کے الفاظ میں حضرت ابن ادہم کے احوال خصوصیہ کی رعایت ملاحظہ ہو۔ شاد کے کلمہ میں یہ رعایت ہے۔ کہ انہوں نے جب نور حقیقت کی طلب میں تخت وتاج کو چھوڑا۔ تو یہ کام ان کو بادل ناخواستہ نہیں کرنا پڑا۔ جیسے کہ کسی فاتح کے بے سے مجبور ہو کر یا رعایا کے معزول کر دینے سے جبراً وقہراً بادشاہی سے دست بردار ہوتے وقت بادشاہ کے دل کی کیفیت ہوتی ہے۔ بلکہ انہوں نے عین خوشی اور اطمینان قلب کے ساتھ کاروبار سلطنت کو خیرباد کہا۔ ظاہری بادشاہی کے تاجدار حقیقی معنے میں عادل ومنصف نہیں ہوتے۔ یہ درجہ تاجداران اقلیم باطن کا ہے۔ جو فقر ودرویشی کی لازوال سلطنت کے شہریار ہیں۔ ابن ادہم ظاہری بادشاہوں کی صف سے نکل کر باطنی سلاطین کی جماعت میں شامل ہوئے۔ اور پھر ان میں بھی سب سے برتر درجہ حاصل کیا۔ صائبؒ ؎

وزبے قدر کند سلطنت عالم را ہوس ملک نباشد پسر ادہم را

حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور تخت شاہی پر بھی عبادت کے پابند تھے۔ مگر شاہانہ **شان** وشکوہ کا یہ عالم تھا۔ کہ جب سواری نکلتی۔ تو آگے پیچھے چالیس چالیس سوار سونے کی ڈھالیں اور گرز لئے ہوئے جلو میں ہوتے۔ ایک رات تخت شاہی پر خواب فرما تھے۔ توفیق الٰہی دستگیری کے لئے شامل حال ہوگئی۔ تو سوتے سوتے آنکھ کھل گئی۔ محل کی چھت پر آہٹ محسوس ہوئی۔ آواز دی کون ہے؟ جواب ملا۔ کہ تمہارا دوست ہوں۔ اونٹ گم ہوگیا۔ یہاں تلاش کر رہا ہوں۔ ابن ادہم نے کہا۔ چھت پر اونٹ کا کیا کام۔ آواز آئی۔ غافل ابن ادھم! جب کو تھے پر اونٹ کا تلاش کرنا موجب تعجب ہے۔ تو کیا اطلسی لباس میں اور طلائی تخت پر خدا طلبی اس سے زیادہ تعجب کی بات نہیں؟ یہ بات کیا تھی۔ تاثیر میں ڈوبا ہوا ایک تیر تھا۔ جو ابن ادہم کے دل پر بیٹھ گیا۔ صبح کو ایک دربار عام کیا۔ تمام امراء ووزراء کے سامنے شاہی لباس اتار کر گلیم درویشی پہنی۔ اور جنگل کی راہ لی۔ دربار پر ایک سناٹا چھا گیا کسی کو دم مارنے کی تاب نہ تھی۔ صائبؒ ؎

زابراہیم ادہم پیں قدر ملک ودرویشی کہ طوفاں دیدہ از آسایش ساحل خبر دارد

معارف طریقت کے ساتھ آپ علم شریعت کے بھی جامع تھے۔ اور حضرت امام اعظم۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں آپ کا شمار ہے۔ ۱۶۲ھ میں وفات پائی۔ صدیق آوان تاریخ وفات ہے۔

واں شقیق از شوق آں راہ شگرف گشت او خورشید رائے وتیر طرف

لغات۔ شقیق ایک مشہور ولی اللہ گزرے ہیں۔ شق۔ پھاڑنا۔ چیرنا۔ ملے کرنا۔ شگرف۔ عمدہ۔ نادر عجیب۔ طرف۔ نگاہ۔ نظر۔ آنکھ۔

ترجمہ۔ اور (اسی طرح) وہ حضرت شقیق بلخی قدس سرہٗ اس (نور کے) نادر راستے کو

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

طے کرنے سے آفتاب کی سی روشن عقل والے اور تیز نگاہ والے ہو گئے۔

مطلب ۔ حضرت شقیق بلخی ایک مکہ پتی تاجر تھے ۔ ایک مرتبہ کاروبار تجارت کے سلسلے میں ترکستان گئے۔ وہاں ایک بتخانہ کے پاس سے گزر ہوا۔ ایک بت پرست بت کے سامنے زار و قطار رو رہا تھا۔ اور التجائیں کر رہا تھا آپ اس کا تماشا دیکھنے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا۔ اے نادان! ایک پتھر کی مورت کے سامنے جو نہ دیکھ سکتی ہے۔ نہ سن سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ نہ تیری کسی قسم کی دستگیری کر سکتی ہے۔ رونا فضول اپنی آنکھیں کھونا ہے۔ تجھ کو اس خدائے حی و قیوم کے حضور میں دعا مانگنی چاہئے۔ جو سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ بت پرست نے حضرت شقیق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور کہا۔ اے مدعی دانائی۔ ایمان سے سچ سچ کہنا۔ کہ مجھ کو جو بھروسہ اس پتھر کی مورت پر ہے۔ تم کو اپنے خدائے حی و قیوم پر بھی ہے؟ یا اپنے مال و سرمایہ پر ہی بھروسہ کئے ملک بھٹک مارے مارے پھرتے ہو۔ بت پرست کی اس بات نے حضرت شقیق پر حقیقی توحید کا دروازہ کھول دیا۔ اپنی خامی سے توبہ بنصوح کر کے متوکل بخدا ہو گئے۔ اور توکل کے مرتبہ کمال کو پہنچے۔ کمالات باطنی کے ساتھ آپ علوم ظاہر میں بھی کیتائے زمانہ تھے۔ آپ کا قول ہے۔ کہ میں نے سترہ سو استادوں کی شاگردی کی۔ اور کئی بار شمشیر کتابیں مطالعہ کیں۔ آخر الامر سارے علم کا لب لباب مجھ کو یہ ملا۔ کہ خداوند تعالےٰ کی رضامندی چار چیزوں میں ہے (۱) توکل (۲) اخلاص (۳) عداوت شیطان (۴) موت کے لئے تیاری۔ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں باہر غل مچا کہ کافر آ گئے کافر آ گئے۔ آپ نے وعظ میں کچھ دیر کے لئے توقف کیا۔ مصلے پر چند پھول پڑے تھے۔ جو کسی مرید نے لا رکھے تھے۔ ان کو اٹھا کر سونگھنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک بیباک شخص بولا۔ اور پیچھے کفار نے شہر پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان خطرہ میں ہیں۔ اور امام المسلمین بیٹھے پھول سونگھ رہے ہیں۔ حضرت شقیق نے فرمایا۔ منافقوں کو صرف پھول سونگھنا نظر آیا کرتا ہے۔ غنیم کے مقابلے اور ان کے ساتھ نبرد آزمائی پر ان کی نظر نہیں جا سکتی۔ اتنے میں کیا سنتے ہیں۔ کہ کافر بھاگ گئے۔ آپ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا ۱۹۴ھ میں ولایت ختلان میں شہید ہوئے۔

شُد فُضَیل از رہزنی رہ پیر راہ چُوں بلحظہ لُطف شد ملحُوظِ شاہ

لغات ۔ فضیل بضم فا و فتح ضاد ایک ولی کامل تھے۔ رہزنی رہ مرکب اضافی ہے بفک اضافت رہ رستہ لوٹنا۔ راہ۔ بھلا راہ بمعنے سبیل ہے۔ دوسرا راہ بمعنے طریقت پیر راہ۔ پیر طریقت۔ مرشد۔ پیشوا۔ لحظہ۔ نظر اٹھا کر دیکھنا۔ لحظہ لطف مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ نگاہ لطف۔ نظر عنایت۔

ترجمہ ۔ جب حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر (ابھی) اس شاہ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کی نظر عنایت پڑی۔ (یعنے وہ اس نور کے پرتو سے بہرہ مند ہوئے) تو راستے پر ڈاکہ ڈالتے پیر طریقت بن گئے۔

مطلب ۔ حضرت فضیل ابتدائے شباب میں ایک نامی ڈاکو تھے۔ مگر ان کا یہ مشغلہ بھی ایک عجیب شان کا تھا۔ بظاہر نہایت عابد و متواضع تھے۔ علاقہ مرو اور ابورد کے بیاباں میں خیمہ ڈال رکھا تھا۔ ٹاٹ کا لباس پہنے رہتے۔ جو شدید الریاضت درویشوں کا شیوہ ہے۔ اونی ٹوپی سر پر ہوتی۔ ایک تسبیح گردن میں لٹکتی رہتی۔ چوروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے تابع فرمان تھی۔ یار لوگ اِدھر اُدھر سے لوٹ مار کر کے مال لاتے اور آپ

حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

کے سامنے رکھ دیتے۔ آپ اس کو تقسیم کر دیتے۔ جو چیز پسند آتی۔ خود رکھ لیتے۔ ہر نماز با جماعت پڑھنے کا التزام تھا۔ جو نوکر یا مصاحب شامل جماعت ہونے میں سستی کرتا۔ اس کو اپنے دائرہ سے نکال دیتے۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے ایک قافلہ کو لوٹا۔ اہل قافلہ میں ایک شخص جس کے پاس سب سے زیادہ قیمتی مال تھا۔ آنکھ بچا کر ایک طرف کو بھاگا۔ دور سے ایک خیمہ نظر پڑا۔ غور کیا۔ تو اس میں ایک بزرگ مشغول بنوافل دکھائی دیئے۔ پاس آیا۔ اور اپنی زر و جواہرات کی تھیلی پیش کر کے عرض کی۔ حضرت! میری یہ امانت آپ رکھیں۔ میں آج بالکل حاضر ہو کر لے جاؤں گا۔ حضرت فضیل نے اشارہ کیا۔ کہ خیمہ کے کونے میں رکھدو۔ وہ شخص اپنے مقام پر واپس آیا۔ تو اہل قافلہ سب لٹ چکے تھے۔ اور ڈاکو بھی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس نے دل میں کہا۔ اب موقع ہے۔ کہ اس عابد پارسا سے اپنا مال واپس لے آؤں۔ خیمہ کے پاس پہنچا۔ تو وہ یہ دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو کر رہ گیا۔ کہ سب ڈاکو جمع ہیں اور وہ حضرت بزرگ قافلہ کا لٹا ہوا مال ان کو تقسیم فرما رہے ہیں۔ اس شخص نے دل میں کہا۔ لاحول ولا قوۃ کیا ریش شنیع و صورت مقطع ہے۔ میں تو کو کئی بڑے غوث و ابدال سمجھا تھا۔ یہ تو انہی ڈاکوؤں کے گروہ کھنگال نکلے۔ افسوس میں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا مال کھویا۔ حضرت فضیل نے دور سے اسکو مبتلائے حیرت و تشویش دیکھا۔ تو پاس بلایا۔ وہ ڈرتا ڈرتا پاس گیا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کیا۔ میں اپنی امانت لینے آیا ہوں۔ کہاں جاں رکھی تھی۔ اٹھالو۔ اس شخص نے کونے میں سے اپنی تھیلی اٹھائی۔ تو وہ جوں کی توں صحیح و سلامت تھی۔ اس کو لے کر چلا گیا۔ ڈاکوؤں نے سمجھا۔ کہ یہ بہت قیمتی مال تھا۔ اور حقیقت حال سن کر کہا۔ آپ نے بڑا غضب کیا۔ کہ آپ نے اس کا مال واپس دے دیا۔ قافلے میں ہمارے لئے اور کیا رکھا تھا۔ فضیل نے کہا۔ دوستو! اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا۔ میں اس کے نیک گمان کو رائیگاں کھونا نہیں چاہتا۔ میں بھی اپنے خداوند تبارک و تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ وہ بھی میرے نیک گمان کو رائیگاں نہیں کھوئیگا۔ ڈاکہ زنی میں بھی کمال مروت، بلند نظری ملحوظ ہوتی تھی۔ جس قافلہ میں کوئی عورت ہوتی۔ تو اس قافلے پر نظر اٹھا کر نہ دیکھتے۔ غریب و مفلس کی تھوڑی پونجی ہرگز نہ لوٹتے۔ بلکہ اس کی اور بھی نوازش کر دیتے۔

ایک دن ایک قافلہ پر دھاوا کیا۔ تو اہل قافلہ میں سے کسی نے یہ آیت آواز بلند پڑھی۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا۔ کہ اللہ کی یاد کے لئے ان کے دل جھک جائیں۔ اس آیت کا پڑھنا کیا تھا۔ اثر کی ایک برچھی تھی۔ جو فضیل کے دل سے پار نکل گئی۔ اسی وقت یہ حالت ہو گئی۔ کہ زار زار روتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ وَجَآءَ فَتَابَ وَاَنَابَ۔ ہاں وہ وقت آ گیا۔ اس نے توبہ کر لی۔ اور رجوع کیا۔ یہی مراد ہے مولانا کے اس قول کی جو بلحاظ لطف شد ملحوظ شاہ۔ یعنے ان پر جلال الوہیت کا پرتو پڑا۔ اور وہ راہ راست پر آ گئے۔ اس کے بعد یہ حال تھا۔ کہ شہر شہر دیوانہ وار پھرتے تھے۔ جن لوگوں کو ان سے نقصان پہنچے تھے۔ ان میں سے جس کو پاتے۔ اس کے قدموں میں گرتے۔ ہاتھ جوڑتے۔ منت کرتے۔ اور معافی حاصل کرتے۔ ایک یہودی کی ایک ہزار کی تھیلی انہوں نے لوٹ لی تھی۔ اس نے قسم کھائی۔ کہ میں وصول کر لوں گا۔ معاف نہیں کروں گا۔ آخر بطور استہزا کہا۔ اچھا اگر معاف کرنا چاہتے ہو۔ تو یہ ریت کا ٹیلہ یہاں سے اٹھوا دو۔ حضرت فضیل اسی وقت کچھ وڑا اور رسالے کر کام میں لگ گئے۔ شام تک مشغول رہے۔ خدا کی قدرت رات کو ایسی آندھی آئی۔ جو سارے ٹیلے کو اڑا لے گئی۔ صبح یہودی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے ایک ہزار دینار کی تھیلی فضیل کے پیش کر کے کہا۔ یہی مجھ کو دیدو۔ حضرت فضیل نے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علم فقہ حاصل کیا۔ اور ریاضات و مجاہدات سے طریقت و معرفت میں وہ رتبہ حاصل کیا۔ کہ بڑے بڑے اہل کمال پیچھے رہ گئے۔ حتیٰ کہ خلیفہ ہارون رشید زیارت کے لئے دروازے پر آتا۔ تو اس کی باریابی بھی گرانبار ی خاطر کی باعث ہوتی۔ اور بڑی روکد کے بعد اندر آنے کی اجازت ملتی تھی۔ مدت تک کوفہ میں مقیم رہے۔ پھر آخر عمر میں مکہ معظمہ کی طرف ہجرت اختیار کر کے وہیں مجاورت اختیار کی۔ اور ماہ محرم ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ امام عادل تاریخ وفات ہے۔

حضرت فضیل رح کی زندگی سے دو گرانبہا سبق ملتے ہیں۔ ان کی زندگی کے پہلے دور سے یہ سبق ملتا ہے کہ بعض متعبدان با اخلاص کا ملوث بہ فسق ہونا ممکن ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ بعض فاسقین معصر بفسق طاعات و عبادات کے پورے پابند اور وظائف ذکر و شغل پر مستقیم ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ان حالت سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ کہ کہیں ان کی عبادت و طاعت کو دیکھ کر ان پر یہاں تک اعتماد کرنے لگ جائیں۔ کہ ان کے فاسقانہ افعال کو بھی صلاح تصور کر لیں۔ بلکہ یہ سمجھیں۔ کہ وہ غریب شیطان کی کشمکش میں ہے۔ طبع سلیم عبادت کے صراط مستقیم پر لاتی ہے۔ اور شیطان رجیم فسق و گمنگاری کی چاٹ لگانے میں زور صرف کر رہا ہے۔ اور یہ حالت عموماً ایسے لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو کسی مرشد کامل کے زیر تربیت نہیں ہوتے۔

ان کی زندگی کے دوسرے دور سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ اہل حقوق کے غصب کردہ حقوق سے سبکدوشی حاصل کرنے میں پوری سعی کرنی چاہیئے۔ اور اس سعی میں چاہے محنت و مشقت اور منت و سماجت کرنی پڑے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ اس کے بغیر نجات مشکل ہے۔

بشر حافی را مبشر شد ادب سر نہاد اندر بیابان طلب

لغات ۔ بشر۔ کشادہ رو آدمی۔ ایک ولی عالی مرتبہ کا نام نامی ہے۔ حافی۔ برہنہ پا۔ ننگے پاؤں چلنے والا۔ حضرت بشر رح کا لقب ہے۔ مبشر بشارت دینے والا۔ **صنائع** ۔ بشر و مبشر میں لفظی اور حافی اور سر نہاد اندر بیابان میں معنوی مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ (جب) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو (اس نور کی روشنی میں) ادب نے بشارت دی۔ تو وہ تلاش (حقیقت) کے بیابان میں چل پڑے۔

مطلب ۔ حضرت بشر حافی اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ علم ظاہر کے اصول و فروع کے بھی پورے عالم تھے۔ "بشر مشد ادب" کا مطلب یہ کہ ان کے ادب نے انہیں بارگاہ حق سے قبولیت کی بشارت دلائی۔ اور ادب ہی نے ان کو ولایت کے مراتب عالیہ پر پہنچایا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ ایام شباب میں ان کا طرز زندگی ادبا شانہ تھا۔ مگر ایک دن کسی جگہ کاغذ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی پڑی پائی۔ اس کو ادب کے ساتھ اٹھایا۔ عطر خریدا۔ اس سے معطر کیا۔ اور ایک اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ اس رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وکیلان قضاء قدر اس بزرگ سے کہتے ہیں۔ کہ آپ جائیے۔ اور بشر حافی سے خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام کہہ دیجئے۔ کہ تم نے ہمارے نام کو پاک کیا۔ اور اس میں عطر بسایا۔ ہم بھی تم کو دنیا میں پاک کر دیں گے۔ اور دارین میں بزرگی عطا فرمائیں گے۔ حضرت بشر کو یہ بشارت پہنچی۔ تو اسی وقت سے اپنے یاران آوارگی کو خیرباد کہا۔ اور طلب حق میں لگ گئے۔ حضرت بشر ادب کا ایک نمونہ کبریٰ تھے۔ ادب ہی نے ان کو حافی کا لقب دلایا۔ اور ان کو

مدت العمر ننگے پاؤں پھرا یا۔ جس کا سبب یہ ہوا۔ کہ ایک دن کسی قاری کو پڑھتے سنا۔ الم نجعل الارض مھادا گیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ بشر نے یہ آیت سنتے ہی جوتی اتار ڈالی۔ اور کہا۔ بادشاہ کے بچھائے ہوئے بچھونے پر جوتی سمیت چلنا ادب کے خلاف ہے۔ پھر عمر بھر جوتی نہ پہنی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں۔ کہ قدرت حق نے بھی ان کی برہنہ پائی کی یہ عزت کی۔ کہ جن جن راستوں اور سڑکوں پر ان کا گزر ہوتا تھا۔ وہاں کوئی چوپایہ لید یا گوبر اور کوئی پرندہ بیٹ نہیں کرتا تھا۔ بغداد میں قیام تھا۔ اور وہاں ان کی کرامت سے سڑکیں صاف ستھری رہتی تھیں۔ ایک دن کسی پرندے نے سڑک پر بیٹ کر دی۔ تو ایک بزرگ نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج بشر حافی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے جانوروں کے لئے غلاظت گرانے کی جو بندش تھی۔ وہ کھل گئی۔ چنانچہ معلوم ہوا۔ کہ فی الواقع اسی روز ان کا انتقال ہوا تھا بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بشر سے پوچھا گیا۔ کہ آپ جوتی کیوں نہیں پہنتے۔ تو انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ جس روز دوست حقیقی سے میں نے صلح کی۔ تو میں ننگے پاؤں تھا۔ اب جوتی پہنتے مجھے شرم آتی ہے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک دن شاگردوں نے عرض کیا۔ آپ اس پایہ کے محدث و مجتہد ہو کر ایک دیوانہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔ فرمایا میں حدیث و اجتہاد کے علم میں ان سے افضل ہوں۔ تو وہ خدا کے علم میں مجھ سے افضل ہیں۔ اور خدا کا علم اس علم سے کہیں برتر و بے پایاں ہے۔ کما قیل ؎

گنجد اندر دل کتاب علم لیک — علم دل ہرگز نہ گنجد در کتاب

چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد — مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد

لغات - ذوالنون مچھلی والا - یہ حضرت یونس بن متی کا لقب ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اور ایک ولی کامل کا نام ہے۔ جن کا وطن مصر تھا۔ دیوانہ سے یہاں عاشق و شیدا اور بے خود مراد ہے۔ نہ کہ پاگل اور مختل الدماغ۔ مصر ایک ملک کا نام جس کا دار الحکومت شہر قاہرہ ہے۔ اس شہر کو بھی قدیم سے مصر کہتے ہیں۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ارشاد ہے۔ وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاہُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِہِ أَکْرِمِی مَثْوَاہُ۔ شہر مصر کے جس امیر نے اس کو (یعنے حضرت یوسف کو) خریدا تھا۔ اس نے اپنی عورت سے کہا۔ کہ اس کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھ (سورہ یوسف ع ۳) - اور عام طور پر شہر کو بھی مصر کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اِہْبِطُوا مِصْرًا۔ کسی شہر میں جا اترو۔ یہاں یہی آخری معنے مراد ہیں۔ شکر خانہ بمعنے خانہ شکر باضافت مقلوب شیرینی کا گھر۔ حلوائی کی دکان صنائع۔ حضرت ذوالنون مصری کے لئے مصر جان اور شکر مناسبات ہیں۔

ترجمہ۔ جب حضرت ذوالنون مصری (اسی نور کے پرتو سے) اس (محبوب حقیقی) کے غم میں بے خود ہو گئے۔ تو (ان کا یہ درجہ تھا۔ کہ) روحوں کی بستی (بھر) کے لئے شیرینی کا گھر بن گئے۔

مطلب۔ آپ اس نور کے پرتو سے اس درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ کہ اہل طلب اور مشتاقان استفاضہ کو ان کے قرب و صحبت میں حلاوت نیض حاصل ہوتی تھی۔

نقد صوفی کی حقیقت

حضرت ذوالنون مصری ان اولیائے کبار میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنے حالات و معاملات کو مخلوق سے بالکل مخفی و مستور رکھا ہے۔ اس لئے آپ اہل ملامت میں داخل ہیں۔ بعض لوگ آپ کو زندیق سمجھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا قصہ یوں ہے۔ کہ ایک عابد کا چرچا سنا۔ جو دامن کوہ میں مصروف بریاضت تھا۔ اس کی زیارت کو گئے۔ تو دیکھا۔ کہ وہ اپنے نفس کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ اے نفس جب تک تو میری حالت میں میرے ساتھ شریک ہونا منظور نہ کرے گا۔ اسی طرح تجھ کو اذیت دوں گا۔ حتےٰ کہ بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے۔ حضرت ذوالنون پر اس کے مجاہدہ کا ایسا اثر ہوا۔ کہ بے اختیار رو دیئے۔ عابد نے ان کی طرف نظر کی۔ اور کہا مجھ پر کیا تعجب کرتے ہو۔ مجھ سے بہتر و افضل آدمی دیکھنا ہو۔ تو اوپر پہاڑ پر جاؤ۔ حضرت ذوالنون پہاڑ پر گئے۔ تو دیکھا۔ وہاں ایک عبادت خانہ ہے۔ اور ایک مرد جوان عبادت خانہ کی دہلیز میں اس طرح بیٹھا ہے۔ کہ ایک پاؤں عبادت خانہ کے اندر ہے۔ اور ایک باہر ہے۔ جو کٹا پڑا ہے۔ اور اس میں کرم چل رہے ہیں۔ اس کا حال پوچھا۔ تو کہا۔ میں سالہا سال سے یہاں مصروف بعبادت تھا۔ اتفاق سے ایک عورت یہاں سے گذری اس کے دیکھنے پر دل مائل ہوا جسم نے اس کے تعاقب کے لئے باہر نکلنا چاہا۔ ابھی ایک قدم باہر رکھا تھا۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ برسوں خدا کی اطاعت کر کے اب شیطان کی اطاعت پر آمادہ ہے۔ معاً مجھے تنبیہ ہو گئی۔ اس پاؤں کو جو دہلیز سے باہر نکلا تھا۔ میں نے فوراً کاٹ ڈالا۔ اور وہیں بیٹھ گیا۔ اب دیکھئے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون کو ان مشاہدات سے کمال تنبہ حاصل ہوا۔ اور محبت حق کی لو لگ گئی۔ پھر یہ حالت تھی۔ کہ ایک مرتبہ آپ کو دیرانہ میں ایک خزینہ زر کا پتہ مل گیا۔ زمین کھودی۔ تو ایک تختی نکلی۔ جس پر لکھا تھا۔ "اللہ جل جلالہ" تختی اٹھائی۔ تو اس کے نیچے دینار سرخ کا ایک انبار جلجل جھلمل کر رہا تھا۔ اتنے میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے وہ تمام دینار حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ اور کہا یہ تختی میں خود رکھوں گا۔ جس پر میرے دوست کا نام لکھا ہے۔ پھر اس نام پاک کو بوسہ دیا۔ رات کو خواب میں ندا آئی۔ کہ اے ذوالنون دوسرے لوگوں نے سونے کی طرف میلان کیا۔ مگر تم نے ہمارے نام کو پسند کیا۔ جو تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور برتر ہے۔ لہذا اس کی برکت سے ہم نے بھی تم پر علم و حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ متوکل علے اللہ کے عہد میں ۲۴۵ھ کے قریب وفات پائی۔

چوں سری بے سر شد اندر راہ او بر سریر سروراں شد جاہ او

لغات ۔ سری بفتح سین و کسر راء و تشدید یاء بروزن علی یہاں بسکون یاء ضرورتاً آیا ہے۔ ایک بزرگ اہل اللہ کا نام ہے۔ بعض لوگ اس کو بسری بکسر سین و رائے کسور مشدد پڑھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ پورا نام سری سقطی ہے۔ بفتح سین مقاف و کسر طاء مہملہ۔ بے سر گرنام۔ فنا۔ بیخود۔ سرور۔ سردار۔ امیر۔ بر سریر شد کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ تخت پر جلوہ گر ہوا۔ تخت سے بھی بلند رتبہ ہو گیا۔ یہاں دوسرے معنے زیادہ موزوں ہیں۔ صنائع۔ سری۔ بے سر سریر سروراں میں لفظی مناسبت پر لطف ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (اس نور کے پرتو سے منور ہو کر) اس (خداوند تعالےٰ شانہٗ) کی راہ میں فنا ہو گئے۔ تو ان کی یہ شان تھی۔ کہ امراء و سلاطین کے تخت سے بھی ان کا درجہ بڑھ گیا۔

مطلب - بے سر اور سرور کے لفظوں میں جو مدح کی گئی ہے - قابل توجہ ہے - عوام الناس بلکہ خواص بھی جو اپنے اپنے سر سلامت لئے پھرتے ہیں - سروروں یعنے سلاطین کی بارگاہ میں ان کی رسائی نہیں ہوتی - اگر ہوتی ہے تو بڑی مشکلات کے بعد - ایک مرد خدا راہ حق میں بے سر ہو جاتا ہے - یا یوں کہو - کہ کمال تواضع سے اپنی انانیت کے سر کو کاٹ گراتا ہے - بظاہر سلامت سروالوں کے مقابلے میں اس کے اندر ایک کمی پیدا ہو گئی - مگر درحقیقت سروالے ناقص ہوتے ہیں - اور وہ بے سر کامل ہوتا ہے - حتیٰ کہ مقبول حق ہو جانے سے اس کا یہ درجہ ہو جاتا ہے - کہ تمام سروالے اس کے آگے پست ہو جاتے ہیں - حتےٰ کہ سروران دنیا بھی ان کے نام پر سر جھکانا موجب فخر سمجھتے ہیں - حافظ ؎

از برائے تامرت ہمہ نور خدا شود در راہ ذوالجلال چو بے باد سر شوی

حضرت سری سقطی رح حضرت معروف کرخی رح کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی رح کے ماموں تھے - ابتداء میں دوکانداری کرتے تھے - پرانی مستعمل اشیاء سستے داموں فروخت کرتے - اور یہی ان کی وجہ تسمیہ تھی - سقطے کے سے گرا پڑا ٹوٹا پھوٹا سقطی کباڑ فروش یا کباڑیا - دن میں جب موقع ملتا - تو دکان کے دروازے پر پردہ چھوڑ کر نفل پڑھنے کھڑے ہو جاتے - تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے - کہ کئی سو نفل پڑھنا روزانہ معمول تھا - دکان کیا تھی - عبادت خانہ تھا - بازار تجارت میں اشغال ریاضت کا رنگ جما رکھا تھا - کہا جاتا ہے - کہ گوشہ بیابان یا غار کوہ میں بیٹھ کر یاد خدا میں مصروف رہنا بڑا کمال ہے - لیکن جہاں غیر معبود کے معاملے میں کوئی تیسرا امر حارج ہونے کے لئے موجود ہی نہیں - وہاں خود بخود یکسوئی میسر ہے - ایسی یکسوئی کے حصول میں کیا کمال ہے - کمال تو یہ ہے - کہ بازار میں بیٹھ کر خدا کی یاد غالب رہے - تعلقات کے بیچ محاصرے میں پڑ کر ماسوی اللہ سے اپنے آپ کو بے تعلق رکھے - اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہمہ تن اور بدل وجان مصروف رہے - سعدی ؎

گرت مال وجاہ ست وزرع وتجارت چو دل باخدا ایست خلوت نشینی

نفس کشی کی یہ حالت تھی - کہ چالیس سال تک شہد کھانے کو جی چاہتا رہا - مگر جی کی یہ آرزو پوری نہ کی - خوف حق کا یہ حال تھا - کہ فرماتے تھے کئی بار آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہوں - کہ مبادا شومی معصیت سے سیاہ ہو گئی ہو - بہبودی ہنوز اس درجہ تک تھی - کہ فرماتے ہیں چاہتا ہوں - تمام مخلوق کا غم دائم میرے دل پر ڈال دیا جائے - تاکہ وہ بار غم سے سبکدوش ہو جائیں - کما قیل ؎

بسان چشم کہ گر بد برائے ہر عضوے غمے بہر کہ رسد میکند طول مرا

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵۳ھ میں وفات پائی -

صد ہزاراں پادشاہان مہاں سرفرازانند زانسوئے جہاں

نام شاں از رشک حق پنہاں بماند ہر گدائے نام شاں را برنخواند

لغات - مہاں - جمع مہ بزرگ - زانسوئے جہاں - ماورائے دنیا - عالم غیب - قرب حق - عالم بالا - گدائے فقیر، درویش - ولی -

ترجمہ - لاکھوں (اقلیم طریقت کے) بڑے بڑے بادشاہ جو اس عالم بالا سے (منصب ولایت پر) سرفراز ہیں - ان کا نام رشک حق کی وجہ سے مخفی رہا ہے - ہر درویش اہل اللہ

بھی ان کا نام ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مطلب - حق تعالیٰ کے لاکھوں ایسے ستودۃ الکمال محبوب ومحب دنیا میں موجود ہیں۔ جن کو کوئی نہیں جانتا وہ عوام الناس کے سے لباس میں لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں۔ اور قصداً اپنی حالت کو مخفی رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کو ان کے ظہور و بروز پر اس لئے رشک ہے۔ کہ وہ نہیں چاہتا۔ کہ میرا محبوب لوگوں میں محبوب و منظور ہو۔ جیسے کہہ چکا ہے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعلمھم سوائی لینے میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ وکما قیل ؎

غیرت از چشم ہم روئے تو دیدن نہ ہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ ہم

یہی وجہ ہے۔ کہ اولیائے کاملین عموماً اظہار خوارق سے مجتنب رہتے ہیں۔ اور اپنے اشغال و اعمال کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ ابوعلی دقاق رحمہ نے شیخ سہل ابن عبداللہ تستری قدس سرہ کے بارے میں کہا۔ کہ وہ کرامات و خوارق کے مخزن تھے۔ مگر اپنے حال کو از حد چھپاتے تھے۔ اور کسی پر اپنے احوال کا اظہار پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ سوداگروں کی طرح ایک بڑا گٹھا کنجیوں کا اپنے ساتھ رکھتے۔ تاکہ لوگ سمجھیں۔ کوئی سیٹھ ساہوکار ہے۔ زر پرست ہے۔ دنیا دار ہے۔ حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عیار جوانمرد ملا۔ جو اپنے پیشے میں ہزار طرار تھا۔ اور کلمات حکم میں بھی ہشیار تھا۔ حضرت حمدون نے پوچھا۔ بتاؤ۔ جوانمردی کیا ہے۔ اس نے کہا میری جوانمردی یہ ہے۔ کہ قبائے معصیت اتار دوں۔ اور مرقع طریقت پہن لوں۔ اور مراتب کمال کو پہنچوں۔ اور آپ کی جوانمردی یہ ہے۔ کہ مرقع طریقت کو اتار ڈالیں۔ تاکہ مخلوق آپ پر اور آپ مخلوق پر فریفتہ نہ ہوں۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مصیبت کا رونا رویا۔ فرمایا۔ مکہ شریف میں جاؤ۔ مسجد خیف میں تم کو ایک بزرگ ملیں گے۔ ان سے دعا کراؤ۔ یہ شخص وہاں پہنچا۔ ایک بزرگ وہاں بیٹھے ملے۔ عصر کے وقت ایک اور سفید پوش بزرگ تشریف لائے۔ جن کی تعظیم کے لئے یہ بزرگ اور سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ عصر کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور وہ نووارد سفید لباس بزرگ چلے گئے۔ اب سائل نے موجودہ بزرگ سے اپنا مدعا کہا۔ انہوں نے دعا کی۔ پھر پوچھا۔ میرا پتہ تم کو کس نے دیا۔ اس نے کہا۔ خواجہ حسن بصری نے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں؟ وہ ہم کو رسوا کرتے ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی ان کو رسوا کریں گے۔ ہاں میاں تمہیں معلوم ہے۔ یہ سفید لباس بزرگ کون تھے۔ یہ خواجہ حسن بصری تھے۔ ہر روز ظہر کی نماز بصرہ میں پڑھتے ہیں۔ اور عصر کی نماز مسجد خیف میں ادا کرتے ہیں۔ غرض اہل اللہ اپنے احوال کو مخفی رکھا کرتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمہ نے ان کے بارے میں ٹھیک کہا ہے ؎

بسر وقت شان خلق کے رہ برند کہ چوں آب حیواں بظلمت دراند

رحمت و رضوان حق در ہر زماں باد بر جان و روان پاک شاں

ترجمہ - خداوند تعالیٰ کی رحمت اور خوشنودی ہر وقت ان کی جان اور روح پاک پر ہو۔

مطلب - یہ شعر رضی اللہ عنہم۔ اور رحمۃ اللہ علیہم کا مجموعی ترجمہ ہے۔ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ اور رحمۃ اللہ اولیاء عظام کے اسماء کے ساتھ لکھنے اور بولنے کا رواج ہے۔ چونکہ اوپر پہلے انبیا کا پھر اولیا کا

ذکر ہو چکا ہے۔ ممکن ہے یہ دونوں کلمے بطور لف ونشر ان دونوں جماعتوں کی طرف الگ الگ راجع ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ مجموعی طور پر دونوں کی طرف اشارہ ہو۔

حقِ آں نورِ حقِ نورانیاں کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں

ترجمہ۔ قسم ہے اس نور کی اور قسم ہے ان نورانی بزرگوں کی جو اس بحر (نور) کی گویا مچھلیاں ہیں۔

مطلب۔ بحر نور کی مچھلیوں سے اہل اللہ کاملین مراد ہیں۔ اور ان کو مولانا کئی جگہ مچھلیوں سے تشبیہ دے چکے ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح مچھلی کثرت آب سے خوش ہوتی ہے۔ اور پانی سے کسی حد تک سیر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی طرف سے ھل من مزید کا تقاضا ہوتا رہتا ہے۔ غنی رہ ؎

عاشق بفنا سیر ز معشوق نگردد ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد

اسی طرح اہل اللہ مراتب تقرب میں کسی حد تک بس نہیں کرتے۔ دوسرے لوگ ایسے ہیں۔ جیسے غیر ماہی آبی جانور یعنے مثل عوک (سینڈک) کہ پانی مل جائے تو بھی خوب۔ نہ ملے تو بھی پروا نہیں۔ یا مثل دیگر حیوانات ہیں جن کے لئے پانی میں غرق ہونا پیام موت ہے۔ انہی تین قسم کے لوگوں کے بارے میں مولانا دیباچہ مثنوی میں فرما چکے ہیں ؎

ہر کہ جز ماہی ست ز آبش سیر شد ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد

یعنے (۱) ماہی اولیا اللہ جن کو آب تقرب پر کسی حد تک قناعت نہیں (۲) غیر ماہی۔ آبی جانور۔ عوک وغیرہ وجود دام آب وکثرت آب سے بے نیاز ہیں۔ یہ عامہ مسلمین ہیں (۳) بے روزی جن کو دریائے تقرب میں زندگی بسر کرنا نصیب ہی نہیں۔ بلکہ راہِ سلوک ان کے لئے بمنزلہ موت ہے۔

انتباہ۔ "حق نورانیاں" کے کلمے سے اہل اللہ کی قسم کھانے پر یہ اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ کہ غیر اللہ کی قسم کھانی غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اس نور سے نورِ حق مراد ہے۔ اور ان حضرات کو اس نور سے انتہا کا تلبس ہے اس لئے ان کی قسم کھانا بمنزلہ نور خدا کی قسم کھانے کے ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ چونکہ مولانا رح پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے۔ اور اسی کو بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے ان نورانیوں کو اصطلاحاً عین حق سمجھ کر ان کی ہی قسم کھائی (کلید)

بحرِ جان وجانِ بحر ار گویمش نیست لائق نامِ نو میجویمش

ترجمہ۔ اس (بحر نور) کو اگر میں بحر جاں کہوں (اس لئے کہ جان اس میں غرق ہے) یا اس کو جانِ بحر کہوں (اس لئے کہ سمندر کے ساتھ اس کو وہی نسبت ہے جو جان کو جسم کے ساتھ ہے) تو بھی لائق نہیں (کیونکہ اس کی ذات ان ناموں سے بھی اعلیٰ ہے۔ لہذا) میں اس کے لئے کوئی اور نیا نام تلاش کروں گا۔ سعدی رہ ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ ایم وشنیدیم وخواندہ ایم

دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

(دریا بمعنی سمندر کی مچھلی کے ساتھ تشبیہ کا وجہ)

حق ایں آنے کہ ایں و آں از وست مغزہا نسبت بدو با شند پوست

لغات ۔آں عربی میں بمعنے وقت ۔ لمحہ ۔ دقیقہ ۔ فارسی میں بمعنے ملکیت جیسے کہتے ہیں ۔ ایں چیز از آنِ من ست بعض شارحین نے اس شعر میں آن کے معنے وقت کے سمجھے ہیں ۔ مگر ہمارے خیال ناقص میں اس کے معنے ملکیت کے موزوں ہوں گے ۔ کہ ایں و آں از دست کا محاورہ اسی کا مستدعی ہے ۔ **صنائع** ۔آں بمعنے ملکیت اور آں بمعنے اسم اشارہ میں تجنیس تام ۔

ترجمہ ۔قسم ہے (حق تعالےٰ کی) اس ملکیت (واسعہ) کی کہ یہ اور وہ (ہر چیز) اسی سے ہے (دوسرے لوگوں کی ملک اور تصرف اگر اپنی پختگی کے لحاظ سے بمنزلہ) مغز بھی (ہوں تو) اس کے مقابلے میں (گویا نرے) چھلکے ہیں ۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے ؎

ملک ملک اوست فرمان آنِ او کمتریں سگ بر در آں شیطانِ او

کہ صفاتِ خواجہ تاش و یارِ من ہشت صد چنداں کہ ایں گفتارِ من

ترجمہ ۔کہ میرے ساتھ کے غلام اور (میرے) یار کے اوصاف میرے اس بیان سے بھی سوگنا زیادہ ہیں ۔

مطلب ۔اوپر سے جو قسموں کا ایک طویل سلسلہ چلا آتا تھا جس میں غلام کی زبان سے مولانا نے نور احدیت کی قسموں کے ضمن میں ان خاصان حق کے احوال و اوصاف مجملاً ذکر کئے ہیں ۔ جو اس نور کے مظہر تھے ۔ یہ اس قسم طویل کے بعد جواب قسم ہے ۔ کہ میں نے جو اس غلام ذکی کی تعریف کی ہے ۔ یہ تو کچھ بھی نہیں کی ۔ بلکہ وہ اس سے بھی سوگنا زیادہ ستحق مدح و ثنا ہے ۔ کما قیل ؎

اگر بمدح و ثنا ہر کسے ستودہ شود تو آنکسی کہ ستودہ بہ ست مدح و ثنا

آنکہ میدانم ز وصفِ آں ندیم باورت ناید چہ گویم اے کریم

لغات ۔ندیم ہمنشیں ۔ مصاحب ۔ شریک مجلس ۔ باور ۔ یقین ۔ کریم ۔ بزرگ ۔ سخی ۔

ترجمہ حضور! اس ہم نشیں (غلام خواجہ تاش) کے اوصاف جو کچھ مجھے معلوم ہیں ۔ کیا بیان کروں ۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا ۔ (لہذا خاموشی بہتر ہے) بقول کسے ؎

خامہ شکستہ و لب بستیم از تعریفِ دوست کاں نہ در تحریر آنجد نہ در تقریر ما

شاہ گفت اکنوں ز انِ خود بگو چند گوئی آنِ ایں و آنِ اُو

لغات ۔ازانِ خود اپنے طرز و انداز میں سے اس شعر میں آں تینوں جگہ بمعنے طرز و انداز ہے ۔ آنِ ایں ۔ اس کا کا حال ۔ آنِ اُو ۔ اُس کا حال ۔

ترجمہ ۔بادشاہ نے کہا اب اپنے حالات میں سے بھی کچھ بیان کرو ۔ اس کے اور اُس کے (یعنے غیروں کے) احوال کب تک ذکر کرتے جاؤ گے ۔

توچہ داری وچہ حاصل کردۂ از تنگِ دریا چہ دُر آوردۂ

لغات تنگ۔ تہ سطح زمین۔ آوردۂ۔ برآوردۂ۔ تو باہر نکال لایا ہے۔

ترجمہ (کچھ تو بتا کہ) تو کیا ہنر رکھتا ہے اور کیا حاصل کیا ہے۔ دریا (ے کمالات) کی تہ سے کیا موتی نکال کر لایا ہے۔

روزِ مرگ ایں حسنِ تو باطل شود نورِ جاں داری؟ کہ یارِ دل شود

ترجمہ۔ موت کے دن تیری یہ حسن ظاہری تو باطل ہو جائیگی کچھ نورِ جان (حسن باطن) بھی تجھے حاصل ہے کہ نہیں جو وہاں دل کا رفیق ہوگا۔

مطلب۔ قوائے بدنیہ ظاہر یہ مرنے کے بعد بیکار محض ہیں۔ وہاں قوائے روحانیہ باطنیہ کام دیں گے۔ بیان کر کہ تجھے یہ لطائف روحانیہ حاصل ہیں یا نہیں؟ سعدی رح ؎

اگر ہوشمندی بمعنے گرائے کہ معنے بصورت نماند بجائے

در لحد کیں چشم را خاک آگند ہشت آنچہ گور را روشن کند؟

ترجمہ۔ لحد کے اندر جو اس چشم ظاہر کو مٹی بھر دے گی۔ تو پھر کچھ دکھائی نہ دیگا کیا وہ (سامان) بھی تیرے پاس ہے؟ جو قبر کو روشن کر دے۔

مطلب "چشم را خاک آگند" سے صرف خاک میں دفن ہونا مراد ہے۔ یعنے جب تم تاریک قبر میں جاؤ گے تو وہاں شمع اعمال نیکو کی ضرورت ہے۔ جو وہاں روحانی راحت روشنی پھیلا دے۔ چنانچہ شمع اور اس کی روشنی بھی استعارہ ہے۔ نیک اعمال اور ان سے بطور نتیجہ حاصل ہونے والے سامان راحت سے ورنہ یہاں آنکھ میں مٹی پڑ جانے سے یعنے حقیقی آنکھ کا خاکآلود ہو کر بے بصر ہونا مراد نہیں۔ نہ عالم برزخ میں آلات حواس ظاہر کے فنا یا متضرر ہونے سے حواس روحانیہ میں کوئی فتور آسکتا ہے۔ اور نہ وہاں ظاہری چراغ شمع مفید ہیں۔ پس سامان روشنی سے بھی توشہ تقوے مراد ہے۔ صائب ؎

توشہ راہ از بہر عالم فانی بردار کہ ہمیں با تو ز اسباب سفر خواہد ماند

آنزماں کیں دست و پایت بردرد پر و بالت ہست؟ تا جاں برپرد

ترجمہ۔ جس وقت تیرے ہاتھ پاؤں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ (کیا اس وقت کے لئے) تیرے پاس (کمالات روحانیہ کے) بال و پر ہیں؟ تاکہ (ان کی مدد سے) روح (اوج قرب کی طرف) پرواز کر سکے۔

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار مستعار آنرا مدان اے مستعار

لغات۔ یارِ غار۔ گہرا دوست۔ یہ مخلص پہلے کسی حصے میں اس لفظ کی تشریح گزر چکی ہے۔ مستعار

عاریت کی چیز۔ مانگی ہوئی چیز۔ سست عار۔ مغرور۔ سرست تکبر **صنائع**۔ مستعار اور سست عار میں صنعت تجنیس

ترجمہ۔ اے گھرے دوست! دل کی روشنی جان کے نور ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اے مغرور! اسکو کوئی مانگی جانے کی چیز نہ سمجھ (لہذا بتا کہ جان بھی منور ہے یا نہیں)۔

مطلب۔ دل کی روشنی خود اپنی روحانی روشنی سے پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اپنا گھر اپنے ہی چراغ سے روشن ہو سکتا ہے۔ اگر چاہو۔ کہ اپنا چراغ خاموش ہے۔ اور پڑوس کے چراغ کی روشنی غنیمت سمجھو تو اس طرح کام نہیں چلتا۔ کسی پیر کامل کی مدد سے خود اپنے چراغ کو روشن کرو۔ خود اپنے اندر روحانی روشنی پیدا کرو۔ اے غلام کیا تیرے اندر خود اپنا روحانی نور ہے یا نہیں؟

آنزماں کیں جانِ حیوانی نماند　　جانِ باقی بایدت برجا نشاند

لغات۔ جانِ حیوانی۔ روح حیوانی۔ یا روح طبعی۔ جو اطبا کی موضوع بحث ہے۔ یعنے وہ بخار لطیف جو لطافت اخلاط سے دل میں پیدا ہو کر شرائین کے واسطے سے تمام اعضائے جسم میں منتشر ہوتا ہے۔ اور اعضا میں اس سے حیات و استعداد۔ قبول حس و حرکت تغذیہ و تنمیہ اور تولید مثل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ماند بمعنے نخواہد ماند یعنے صیغہ ماضی بمعنے مستقبل۔ جان باقی۔ روح انسانی۔ جو تصوف و طریقت کی موضوع بحث ہے۔ اور انوار غیب کی مہبط۔

ترجمہ۔ جس وقت یہ جان حیوانی (جو مبدء حس و حرکت ہے) نہیں رہے گی۔ تو اس وقت جان باقی کو (جو انسان کا جوہر خصوصی ہے۔ اس کی) جگہ پر بٹھانا چاہیئے۔

مطلب۔ حیات دنیا کا مدار روح حیوانی پر ہے۔ اور موت کے ساتھ روح حیوانی فنا ہو جاتی ہے۔ مگر روح انسانی قائم رہے گی۔ جس پر ثواب و عقاب کے آثار مؤثر ہوں گے۔ فرماتے ہیں۔ کہ موجودہ زندگی کے خاتمہ سے روح حیوانی تو نابود ہو جائے گی۔ اسوقت تم کو جان باقی مقام الحق اور روح کامل کو اس کی جگہ بٹھانے اور زندہ بحیات روحانی ہونے کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ قیامت میں قرب حق حاصل ہو سکے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے ؎

گر نہ رفتی بجاں بر آسماں
کمتر از حیواں شدی ایں رانجواں

بادشاہ نے یہاں تک تکمیل روح کی ضرورت بیان کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن مجید سے بھی تکمیل روح کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

شرط مَن جَاءَ بِالْحَسَن نے کردن ست　　بل حسن را سوئے حضرت بردن ست

لغات۔ جا بالحسن اقتباس ہے اس آیت سے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ من جاء الخ مبتدا ہے فلہ عشر الخ اس کی جزا۔ شرط سے یہاں یہی شرط مراد ہے۔ کردن۔ عمل میں لانا۔ حسن۔ حسنہ۔ نیکی۔

ترجمہ۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ (جو شخص لائے نیکی) کی شرط سے (اس نیکی کا کرنا مقصود) نہیں بلکہ نیکی کو حضور حق کیطرف لے جانا (مقصود) ہے

مطلب - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا - جو شخص ایک نیکی عمل میں لائے اس کے لئے دس گنا اجر ہے - مولانا فرماتے ہیں - کہ دس گنا اجر کا ملنا جس نیکی کی شرط سے مشروط ہے - اس کا صرف کرنا ہی مراد نہیں - بلکہ خدا کے حضور میں لانا مراد ہے - چنانچہ جاء بہ کے لفظی معنے بھی یہی ہیں - کہ اس کو لائے پس استحقاق ثواب نیکی کے صرف عمل سے پیدا نہیں ہوتا - بلکہ عمل کے بعد اس کو آگے لے جانے سے پیدا ہوتا ہے ؎

ایک اعرابی نے کی بیٹے کو پند — اے ترے فرزند نیک اوجند
جائیں گے جب لوگ پیش ذوالجلال — اور ہوا عمال کی نسبت سوال
پوچھیں گے تم لائے کیا اعمال ہو؟ — یہ نہ پوچھیں گے کہ کس کے لال ہو؟

اب یہ دیکھنا ہے - کہ کیا اعمال نفسہ وہاں ساتھ جا سکتے ہیں - یا عمل کرنے والی کی روح کے ساتھ ان کا اثر جائیگا - چنانچہ فرماتے ہیں -

جوہرے داری زانساں یا خری؟ کہ عَرَضہا کہ فنا شد چوں بری

لغات - جوہر - معرب گوہر - موتی - جواہرات - کوئی قیمتی چیز - ہنر - خوبی - کمال - روح - خلاصہ ست - اصطلاح میں وہ چیز جو قائم بالذات ہو - اور اپنے وجود میں کسی چیز کی محتاج نہ ہو - خری میں یاے خطاب ہے - یعنے خر ہستی کیا تو گدھا ہے - عرض - ضد جوہر - یعنے وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو - بلکہ اپنے وجود کے لئے کسی دوسری چیز کی محتاج ہو - جیسے رنگ مقدار وغیرہ -

ترجمہ - تم انسان (ہونے) کا جوہر بھی رکھتے ہو - (جو اعمال حسنہ سے پیدا ہوتا ہے) یا (نرے) گدھے ہو - (یہ جوہر انسانیت یعنے روح کامل ہی حضور حق میں جا سکے گی - کیونکہ اعمال تو محض اعراض ہیں) یہ اعراض جب فنا ہو گئے - تو کیونکر لے جا سکو گے -

مطلب - گدھے سے مراد مطلق حیوان ہے - یعنے حیوان مکلف باعمال نہیں ہے - انسان مکلف باعمال ہے - اور اعمال سے انسانیت و روحانیت مکمل ہوتی ہے - جو شخص اعمال حسنہ اختیار نہ کرے - وہ گویا اپنے آپ کو حیوانات کے درجے میں رکھتا ہے - لہذا فرماتے ہیں - کہ تم جو حضور حق میں جاؤ گے - تو اعمال کے ساتھ موصوف بانسانیت ہو کر جاؤ گے - یا اعمال سے خالی محض ایک حیوان کی حیثیت سے جاؤ گے پس اعمال کے ذریعے سے اپنی روح کو کامل اور منور کر کے لے جانا ہی گویا اعمال حسنہ کا لے جانا ہے - ورنہ نفس اعمال حسنہ کوئی لے جانے کی چیز نہیں ہے - وہ تو محض عراض ہیں - کہ عمل میں آئے - اور فنا ہو گئے - ہاں ان کا اثر روح پر رہ جاتا ہے - اور روح مکمل ہو کر عالم عقبے میں جاتی ہے - یہی اعمال کا وہاں جانا ہے - آگے بھی بادشاہ اسی کے متعلق کہتا ہے -

ایں عَرَضہاے نماز و روزہ را چونکہ لَا یَبْقٰی زَمَانَیْنِ اِنْتَفَا

لغات - انتفا نابود ہو گیا - معدوم ہو گیا - جاتا رہا - **صنائع** عرضہا مضاف نماز و روزہ مضاف الیہ را علامت اضافت -

ترجمہ - چونکہ (اعراض) دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتے - اس لئے یہ نماز و روزہ کے اعراض نابود ہو جاتے ہیں (پھر بعینہ عقبے میں کیونکر جا سکتے ہیں)

مطالب - متکلمین کے نزدیک یہ مسلم ہے - کہ العرض لا یبقیٰ زمانین یعنے عرض دو زمانوں یعنے دو آنوں میں باقی نہیں رہتا - بلکہ ہر آن میں نجدد ہوتی رہتی ہے - جو عرض آن سابق میں موجود تھی - وہ آن لاحق میں معدوم ہو جاتی ہے - اور اس کی مثل بالبقائے حقیقت حادث ہو جاتی ہے - اس سے شاہ موصوف نے اس بات پر استدلال کیا ہے - کہ یہ اعراض عالم عقبے میں نقل نہیں ہو سکتے (بحر العلوم)

سوال - نماز - روزہ وغیرہ طاعات اور قرآن و سورہ قرآنیہ کے متعلق بہت سی ایسی احادیث آئی ہیں - جن سے ان کا قبر کے اندر میت کی حمایت کرنا - منکر نکیر سے گفتگو کرنا اور آخرت میں خدا کے سامنے شفاعت کرنا ثابت ہوتا ہے - اگر بیان بالا کے مطابق اعمال کا عالم برزخ اور عالم عقبے میں جانا صحیح نہ ہو - تو پھر ان روایات کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب بادشاہ کی تقریر تحقیقی نہیں ہے - کہ اس میں رفع اشتباہ کی ضرورت ہو - بلکہ مغالطہ پر مبنی ہے - اس کا تحقیقی جواب خود غلام کی جوابی تقریر میں آئے گا - یہاں اتنا سمجھ لینا چاہئے - کہ ہر چیز کی حیثیت ظاہری اور ہوتی ہے - اور اس کی حقیقت نفس الامری اور - طاعات و عبادات کی بھی حیثیت ظاہری الگ ہے - اور ان کی حقیقت جدا گانہ ہے پس بندے سے ان اعمال کا صدور یہاں بکیفیت ظاہری ملحوظ ہے - اور اس کیفیت سے اس کا منقول و محشور ہونا ضروری نہیں - کیونکہ وہ محض حرکات و سکنات ہیں - جو وقوع میں آتے ہی منتفی ہو گئے - اور یہ اعمال عالم برزخ یا عالم آخرت میں جو تمثل و موجود ہوں گے - تو باعتبار اپنی حقیقت کے ہوں گے - اور ان کی حقیقت بے شبہ فی نفسہ ثابت اور متحقق ہے - فلا اشکال مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں - کہ جوہریت اور عرضیت ذاتیات حقائق سے نہیں ہے اور نہ لوازم ماہیات سے ہے - کہ حقیقت واحدہ کا انتقال عرضیت سے جوہریت کی طرف محال ہو - اور اس کو قلب حقائق کہا جائے - بلکہ حقائق مواطن مختلفہ میں موجود و ظاہر ہوتے ہیں - پس اعمال کے حقائق اس جہان میں صاحب عمل کے ساتھ قائم ہونے والی اعراض ہیں - اور یہی حقائق عالم آخرت میں جواہر بن کر موجود ہو جائیں گے - بلکہ اس وقت بھی جواہر کی صورت میں موجود ہیں - جیسے کہ احادیث میں واقع ہے - کہ تسبیح عرش ہے - اعراض جنت سے اور نصوص قرآنیہ بھی شاہد ہیں - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - والباقیات الصلحٰت اور اعمال صالحہ باقی ہیں - ھل تجزون الا ما کنتم تعملون - پس جزا عین عمل ہے - ووجدوا ما عملوا حاضراً فرمایا - پس عین اعمال کو وہاں حاضر پائیں گے اعراض کے جوہر ہونے کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں - جو فلاسفہ شائین کے اس قول کے متعلمہ ہیں - کہ جوہر ایک حقیقت ذاتی ہے - اپنے افراد کی - اور عرض کا مفہوم بھی افراد اعراض کے لوازم سے ہے خارج میں - پس یہ انکار کوئی اعتبار نہیں رکھتا - اور اس انکار میں مجرد صادق کی تکذیب ہے - لیکن چونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے - لہذا یہ انکار سنجر کفر نہیں ہو سکتا - دوسری حقائق کا وجود اس طرح پر ہے - کہ کسی جگہ کسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے - اور کسی جگہ کسی صورت میں - چنانچہ عصائے موسےٰ کی ایک حقیقت خاص ہے - جو کبھی لکڑی کی صورت میں نظر آتی ہے - اور کبھی اژدہے کے روپ میں - اور یہ دونوں صورتیں نفس الامر میں ہیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ - ہم اس کو پھر سابقہ سیرت پر لے آئیں گے - یہاں حقیقۃ الاولیٰ نہیں کہا - علے ذا باقی اکثر حقائق پر قیاس کر لو - اب بادشاہ وہی اپنی بات کہہ رہا ہے -

نقل نتواں کرد مر اعراض را لیک از جوہر برند امراض را

حاشیہ روایات کے تعارض میں حضرت شیخ کی تحقیق

ترجمہ۔ (پس) اعراض کو (ایک جگہ سے دوسری جگہ) نقل نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ اس کے لئے بقا ضروری ہے۔ اور وہ منتفی ہے) ہاں (یہ اعراض طاعات) جوہر (روح) سے امراض (مہلکہ) کو دُور کر دیتے ہیں۔

تا مبدّل گشت جوہر زیں عرض چوں زپرہیز کمیہ زائل شد مرض

ترجمہ۔ یہانتک کہ اس عرض سے جوہر (روح روحانی فساد سے) مبدّل (بفلاح) ہوگیا۔ جیسے کہ پرہیز سے مرض زائل ہوجاتا ہے۔

مطلب اوپر سے یہ بات چلی آتی ہے۔ کہ اعراض کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے۔ البتہ وہ اپنے محل کے نقائص ومعائب کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ اب فرماتے ہیں۔ ان اعراض کے اس اثر تبدیل وتغییر سے ان کا محل جوہر ہے۔ منقلب بصحت ہوجاتا ہے۔ پھر اس کی ایک مثال پرہیز سے دی ہے۔ جو ایک عرض ہے۔ مگر جسم سے مرض کو دُور کر دیتا ہے۔ آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد شد دہان تلخ از پرہیز شہد

ترجمہ۔ پرہیز (جو کہ) عرض (ہے) کوشش کی بدولت جوہر (کو مکمل کرنے والا) بن گیا۔ (جیسے کہ صفرا کی وجہ سے) کڑوا (ہوجانے والا) منہ (جو جوہر ہے محرکات ومولدات صفرا سے) پرہیز (کرنے) کی وجہ سے (لذت صحت سے) مثل شہد (شیریں) ہوگیا۔

از زراعت خاکہا شد سُنبلہ دارُوے مُو کرد مُورا سلسلہ

لغات زراعت۔ کھیتی۔ کاشتکاری۔ سنبلہ۔ بالی۔ خوشہ۔ دارُوے مُو۔ بالوں کو بڑھانے والی دوا۔ سلسلہ۔ ور (رسّہ)۔

ترجمہ۔ کاشتکاری (کا کام ایک) عرض ہے۔ اس عرض) سے اجزائے زمین (جو جوہر ہیں) خوشہ بن گئے۔ بالوں (میں ملنے) کی دوا (کا استعمال ایک عرض ہے۔ اس عرض) نے بالوں کو (جو جوہر ہیں دراز کر دیا)

آں نکاح زن عرض بُد شد فنا جوہر فرزند حاصل شد زما

ترجمہ۔ (اسی طرح) عورت سے جماع (کرنا) ایک عرض تھا۔ جو فنا ہو چکا (مگر اس کی وجہ سے) جوہر فرزند ہم سے حاصل ہوگیا۔

جُفت کردن اسپ و اُشتر را عرض جوہر کُرّہ بزائیدن غرض

لغات جفت کردن۔ نر کو مادہ پر ڈالنا۔ اشتر۔ اونٹ۔ یہ لفظ بعض دیگر نسخوں میں بسین مہملہ ہے۔ اس کے معنے چرخے کے ہیں۔ مگر یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ خچر کی جنتی متعارف نہیں کرتا۔ بچھیرا۔ اونٹ کا بچہ۔

ترجمہ (اسی طرح) گھوڑے (کو گھوڑی سے) اور اونٹ کو (اونٹنی سے) جفت کرنا عرض ہے (اور اس سے) بچہ پیدا ہونا مطلوب (ہے) جو جوہر ہے۔

ہشت آں بُستاں نشاندن ہم عرض　　گشت جوہر میوہ اش اینک غرض

ترجمہ۔ (علےٰ ہذا) باغ کا لگانا عرض ہے۔ اس کا میوہ جوہر (ہے) یہی مقصود (ہے)

ہم عرض داں کیمیا بُردن بکار　　جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار

ترجمہ۔ کیمیا (کی ترکیب) کا استعمال عرض سمجھو۔ اس کیمیا گر سے جوہر (سیم وطلا) یار (لوگوں) کو ہاتھ آگیا۔

صَیقلی کردن عَرض باشد شہا　　زیں عَرض جوہر ہمے زاید صفا

لغات صَیقلی لوہے کی چیز کو جلا کرنا، چمکانا۔ زنگ صاف کرنا۔ شہا۔ اے بادشاہ۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ خود بادشاہ تو غلام سے خطاب کر رہا ہے۔ پھر وہ غلام کو بادشاہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ مجازاً ایسا کہہ دیتے ہیں۔ جیسے کسی ہمرتبہ کو بھی غریب پرور بندہ نواز کہہ دیتے ہیں۔

ترجمہ۔ شاہ صاحب! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے۔ اس عرض سے جوہر (اپنے اندر) صفائی پیدا کر لیتا ہے۔

پس مگو کہ من عَمَلہا کردہ ام　　دخلِ آں اَعراض را بنما مَرَم

لغات۔ دخل۔ آمدنی۔ ثمرہ۔ منافع۔ مَرَم۔ امر ہے۔ سیدن سے۔ ست بھاگ۔ ست لو۔

ترجمہ۔ پس یہ فضول دعوے نہ کرو کہ میں نے عمل کئے ہیں۔ ان اعراض کا ثمرہ (دکھا سکتے ہو تو) دکھاؤ (اس سے گریز نہ کرو۔

مطلب۔ جب ثابت ہوا کہ اعمال خود ساتھ جانے کی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ذریعہ سے روح کامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اندر وہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ جائیں گے۔ اور اس کے لئے مسرتِ ابدی کا باعث ہوں گے۔ پس محض بیکار آوری اعمال کا دعویٰ فضول ہے۔ ان کے ذریعہ اگر روح میں کچھ کمال پیدا ہوا ہے۔ یا وہ صفات خصوصیہ اس کے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ تو دکھاؤ۔ صائبؔ ؎

بنمائے بصاحب نظرے جوہر خود را　　عیسےٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ایں صِفَت کردن عرض باشد خموش　　سایۂ بُز از پئے قربانی مکُش

ترجمہ۔ اس طرح (محض عمل) کرنا عرض ہے (اور اتنی سی بات پر دعوےٰ کمال فضول ہے) خاموش رہو۔ قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح کرنے کی کوشش نہ کرو۔

مطلب صرف عمل وفعل سرمایہ کمال نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اثر و نتیجہ مقصود ہے۔ جو روح پر نمایاں ہوتا ہے۔ عمل وفعل تو ایک رہا کار بھی کرتا ہے۔ اگر مطلق عمل مفید ہو سکتا۔ تو مزدوری کا عمل بھی مفید ہوتا۔ غرض عمل تو ایک عرض ہے۔ اس پر مدار فخر رکھنا فضول ہے۔ جیسے بجری کے سانے کی قربانی کرنے کے لئے اس پر چھری چلانا ایک لغو کام ہے۔ یہ ترجمہ اور مطلب بدیں اعتبار ہے۔ کہ ایں صفت کے معنے اس طرح کے ہوں۔ اور کردن سے مراد عمل ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں صفت کردن بمعنے مدح کردن مراد ہو۔ اور "ایں" سے غلام کی اس مدح کی طرف اشارہ ہو۔ جو وہ غلام ذکی کے حق میں کر رہا ہے۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کہ تم جو غلام ذکی کی یہ مدح وثنا کر رہے ہو۔ یہ محض ایک عرض اور بے بود امر ہے۔ ان لایعنی باتوں سے کیا فائدہ بلکہ کمال روحانی حاصل کرو۔ اور اگر کر چکے ہو۔ تو دکھاؤ۔

گفت شاہا بے قنوط عقل نیست　　گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

لغات ۔ قنوط ۔ ناامیدی ۔ یاس ۔ **ترکیب** گر تو فرمائی الخ شرط مؤخر ۔ ایں اور قول مبتدا مقدر اور بے قنوط عقل نیست خبر لہ جزائے مقدم ہوئی ۔ شرط وجزا مل کر جواب نما ہوا۔

ترجمہ ۔ (غلام نے) کہا حضور! اگر آپ یہ فرماتے ہیں ۔ کہ عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جائی جا سکتی ۔ تو (یہ بات عام لوگوں کی) عقل کے لئے ناامیدی سے خالی نہیں ۔

مطلب ۔ اگر آپ اعمال کے دوسرے عالم میں منتقل ہونے سے انکار فرماتے ہیں۔ تو اس سے عوام اجر آخرت سے مایوس ہو کر عمل سے دست بردار ہو جائیں گے ۔ کیونکہ وہ تو اسی امید پر عمل بجا لا رہے ہیں کہ ان کے اعمال کا وزن ہوگا ۔ اور بمقدار وزن اجر ملے گا ۔ اگر عمل کا اگلے جہان میں جانا ہی غیر متیقن ہو جائے ۔ تو پھر کون عمل کرے گا ۔ اقبال ؎

مرگ را سامان ز قطع آرزوست　　زندگانی محکم از لاتقنطوا ست
از دمش میرد قوائے زندگی　　خشک گردد چشمہائے زندگی

اس بیت کا مطلب ایک دوسری طرح بھی ہو سکتا ہے ۔ یعنے قنوط عقل کو نفی نقل کا نتیجہ قرار نہ دیا جائے ۔ جیسے کہ مذکورہ مطلب میں قرار دیا گیا ہے ۔ بلکہ نفی نقل کو قنوط عقل کا نتیجہ ٹھہرایا جائے ۔ اس صورت میں تقریر یوں ہوگی ۔ کہ حضور یہ جو فرماتے ہیں کہ اعمال قابل نقل نہیں ۔ تو یہ محض عقل عوام کے قصور اور قلت ادراک کا نتیجہ ہے ۔ جو امور غیبیہ ماورائے عقل کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہے ۔ لہذا اس نے حکم لگا دیا ۔ کہ اعمال قابل نقل نہیں ۔ صائبؔ ؎

از رہبری عقل بجائے نرسیدیم　　پیچیدہ تر از راہ بود راہبر ما

پادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست　　ہر عرض کاں رفت باز آیندہ نیست

ترجمہ ۔ بادشاہ سلامت! (یہ بات) بندہ کی یاس کے سوا (اور کچھ نتیجہ دینے والی) نہیں (کہ) جو عرض جاتی رہی وہ واپس آنے والی نہیں ۔

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر　　فعل بودے باطل و اقوال قشر

لغات ۔ حشر دوبارہ زندہ ہونا مراد قیامت میں حاضر کیا جانا ۔ قشر چھلکا مراد فضول

ترجمہ۔ اگر عرض (عمل) کا (اگلے) جہان میں جانا اور حاضر کیا جانا (مسلمہ) نہ ہو۔ تو ہر فعل بیکار اور اقوال فضول ہوتے۔

مطلب۔ حالانکہ دنیا میں جو نیک اعمال و اقوال وقوع پاتے ہیں۔ وہ بے کار اور بے بود نہیں ہوتے۔ جیسے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ نیک آدمی کے اعمال ایک پری پیکر کی شکل میں نمودار ہو کر اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اوپر لے جاتے ہیں۔ اور فواتح کا جو کلمہ نیک آدمی کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ ایک مشبتی پرندہ بن کر اڑتا ہے۔ اور مشکوٰۃ میں مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال سبحان اللہ العظیم وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ۔ یعنے جو شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہتا ہے۔ اس کے لئے ایک کھجور جنت میں لگ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال حسنہ اور کلمات متبرکہ کا وجود دوسرے جہان میں نقل ہوتا ہے۔ لہذا یوں کہنا صحیح ہوگا کہ:۔

ایں عرضہا نقل شد لونِ دگر　　حشرِ ہر فانی بود کونِ دگر

لغات۔ لون۔ رنگ۔ کون۔ ہستی۔ وجود۔

ترجمہ۔ ان (تمام اعراض کی نقل (اس ظاہری ہیئت وکیفیت سے نہیں بلکہ) ایک دوسرے رنگ میں ہوگی۔ ہر فنا ہونے والے (جوہر و عرض) کا حشر ایک جداگانہ ہستی میں ہوگا۔

مطلب۔ غلام کے قول کی توضیح یہ ہے۔ کہ حضور نے یہ دعوے کیا ہے۔ کہ روح ہی حق تعالےٰ کے حضور میں لے جانے کی چیز ہے۔ نہ کہ اعمال۔ اور دلیل اس دعوے کی یہ دی ہے کہ اعمال اعراض ہیں۔ والعراض لا یبقی زمانین فالاعمال لا تبقی زمانین۔ اور جو چیز دو نوں زمانوں تک باقی رہ نہیں سکتی وہ موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور جو چیز موجود ہوتے ہی معدوم ہو جائے۔ وہ قابل نقل نہیں۔ لہذا اعمال قابل نقل وحشر نہیں ہے پس لامحالہ روح ہی قابل نقل ہے۔ اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہیں۔ مطلقاً قابل تسلیم نہیں۔ ہاں فی الاشارۃ الاولیٰ مسلم ہے۔ آپ کے اس خیال کا جیسے کہ اعمال محشور و منقول نہیں ہوں گے۔ یہ امر ہے کہ یہ اعراض ہیں۔ اس لئے فانی وغیر باقی ہیں۔ مگر یہ جیسے ہی غلط ہے۔ کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں۔ کہ اعراض غیر باقی نہیں۔ لیکن یہ کون کہتا ہے۔ کہ یہ اعراض بوصف عرضیت ہی منقول ہوں گے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ اعراض دوسرے رنگ میں یعنے رنگ جوہریت میں منقول و محشور ہوں گے۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں۔ کہ عرض کا حشر ہر رنگ عرض ہی ہو۔ گو محال بھی نہیں (کلید مخصاً)

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش　　لائق گلہ بود ہم سائقش

لغات۔ گلہ۔ بکریوں یا بھیڑوں کا ریوڑ۔ سائق۔ ہانکنے والا۔ گلہ بان۔ چوپان۔ گڈریا۔

ترجمہ۔ ہر چیز کی نقل اس کی لائق (صورت میں) ہوگی۔ گلے کا ہانکنے والا بھی اس کے لائق ہوتا ہے۔

اعمال و اقوال کا حشر و نقل آخرت میں

وقتِ محشر ہر عرض را صورتے ست صورتِ ہر یک عرض را نوبتے ست

ترجمہ۔ حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی۔ اور ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (مقرر) ہے۔

مطلب۔ ہر عرض جو اس وقت ہماری نظر میں عرض ہے۔ اس کے جوہری صورت کی اضافیا کرنے کی نوبت مقرر ہے۔ بعض اعراض اس سے پہلے جوہر تھے۔ بعض اب ایک دوسرے وجود میں (کما فی علم اللہ تعالیٰ) جوہر ہیں۔ بعض ان کے عالم میں بصورت جوہر محشور ہونگے۔ جیسے صلہ رحمی ہمارے پیش نظر ایک عرض ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے وجود میں جو اللہ کے علم و نظر میں ہے۔ اور مخبر صادق نے ہم کو اس کی خبر دی ہے ایسی حالت رکھتی ہے۔ جو جوہر سے مخصوص ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ الرحم معلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ۔ یعنے رحم عرش سے لٹکا رہی ہے اور دعا کرتی ہے۔ کہ جو میرے تعلق کو تھامے رکھے اللہ اس کو خوشحال رکھے۔ اور جو میرے تعلق کو قطع کرے اللہ اس کو قطع کرے۔ (مشکوٰۃ)

پس محشر میں بھی بعض اعراض کا حشر بصورت جوہر ہوگا۔ جیسے کہ اکثر احادیث میں مذکور ہے۔ اسی طرح اگر اعراض اعمال کا بصورت جوہر محشور ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو کیا بعید ہے۔

بنگر اندر خود نہ تو بودی عرض؟ جُنبش جُفتے و جُفتے با غرض

لغات۔ بنگر۔ دیکھ۔ جنبش۔ حرکت۔ جفتے۔ جوڑا زن و شوہر یا نر و مادہ دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ غرض خواہش۔ مطلب۔ مقصد۔

ترجمہ۔ تم خود اپنے آپ کو دیکھو کیا (پیدائش سے پہلے تم بمنزلہ) عرض نہ تھے؟ (چنانچہ) ایک خاوند نی ایک بیوی کے ساتھ (خاص) خواہش کی وجہ سے ایک حرکت (تھی۔ جو وقوع میں آئی اور اس سے تم پیدا ہو گئے)

مطلب۔ دوستیں جاتے ہو۔ خود اپنے آپ کو دیکھو۔ کہ آپ ایک وقت میں اپنے ابوین کی حرکت جماعی کی علت غائی تھے۔ جو کہ قائم بالذہن اور موجود فی الموضوع تھی۔ اور یہی حالت عرض کی ہوتی ہے۔ اب پیدا ہونے کے بعد جوہر بنے بیٹھے ہیں۔ جو موجود مستقل فی الخارج لا فی الموضوع ہے۔ چنانچہ حکما بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ ہر شے جبکہ موجود فی الذہن ہوتی ہے۔ تو اس کا وجود اور ہوتا ہے۔ اور جب وہ موجود فی الخارج ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کا وجود جداگانہ ہوتا ہے۔ پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے تھی۔ وہی نسبت خارج دنیا کو آخرت سے ہے۔ چنانچہ اعمال اس وقت سراجیہ فی الموضوع ہیں۔ اور قیامت میں موجود لا فی الموضوع ہو جائیں گے۔ اور اس میں کوئی استحالہ نہیں رکھتا۔ آگے بھی اسی قسم کے نظائر ذکر ہیں۔

بنگر اندر خانہ و کاشانہا در مُہندس بود چوں افسانہا

لغات۔ کاشانہا۔ کاشانہ کی جمع۔ گھر۔ مکان۔ مہندس۔ انجینیر۔ فن تعمیر کا ماہر۔ افسانہا مراد خیالات ذہنی

تصویرات۔

ترجمہ۔ اسی طرح گھروں اور محلوں کو دیکھو۔ کہ (پہلے) کس طرح انجینیر کے دماغ میں (ان کی) ذہنی تصویرات (موجود تھیں۔

مطلب۔ ہر عمارت کا نقشہ پہلے انجینیر کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ کہ یوں ہوگی۔ یوں ہوگی۔ وہ نقشہ تو عرض ہے۔ پھر وہ تعمیر موجود فی الخارج ہو جاتی ہے۔ یہ جوہر ہے۔ اسی طرح ایک عرض جوہر کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ پہلے انجینیر کے ذہن میں اس عمارت کا نقشہ یوں تیار ہوتا ہے:

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش بود موزوں صفّہ و سقف و درش

لغات۔ خوش۔ خوبصورت۔ صُفّہ۔ گھر کا مسقّف حصہ۔ سقف چھپر۔ دالان۔

ترجمہ۔ کہ فلاں خوبصورت گھر جو ہم نے دیکھا۔ اس کا دالان۔ چھت اور دروازہ موزوں تھے۔ (ہم کو بھی ایسی ہی عمارت تیار کرنی چاہیئے)

از مہندس آں عرض اندیشہا آلت آورد و ستوں از بیشہا

لغات۔ آلت۔ آلہ۔ اوزار۔ سامان مراد ہے۔ ستوں۔ تھم۔ کھمبا۔ ترکیب۔ عرض اندیشہا میں اضافت توضیحی ہے۔ بلک اضافت۔ پھر یہ مرکب اضافی مضاف ہے۔ مہندس مضاف الیہ از اضافیہ ہے۔

ترجمہ (پھر) انجینیر کے خیالات کی عرض (اپنی تحریک سے) سامان (تعمیر) اور (لکڑی کے) ستون جنگل سے لائی (اور عمارت بن گئی۔ جو جوہر ہے)

چیست اصل و مایہ ہر پیشہ جز خیال و جز عرض اندیشہ

ترکیب۔ عرض اندیشہ۔ مرکب اضافی ہے بلک اضافت۔

ترجمہ (ایک فن تعمیر پر کیا منحصر ہے) ہر پیشہ (کو دیکھو اس) کا اصل اور سرمایہ خیال اور عرض فکر کے سوا اور ہے کیا؟

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض در نگر حاصل نشد جز از عرض

لغات۔ اجزائے جہاں۔ کائنات عالم۔ بے غرض۔ اتباع ہوا کے بغیر۔ در نگر۔ دیکھ اس میں درزائد ہے۔

ترجمہ۔ تمام کائنات عالم کو غرض (نفسانی) کے بغیر (ایک ایک کرکے) دیکھ جاؤ تو معلوم ہوگا کہ کوئی چیز سوائے عرض کے اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی۔

اوّلِ فکر آخرِ آمد در عمل بہ نیتِ عالم چناں داں در ازل

لغات۔ نیت بنا۔ بنیاد۔ تعمیر۔ بعض نسخوں میں یہ لفظ نسبت ہے۔

ترجمہ (جس طرح یہاں ایک شے پہلے فکر (و ذہن میں ہوتی) ہے۔ پھر عمل (اور وجود خارجی) میں (آتی) ہے۔ اسی طرح (بنا) عالم کو ازل میں سمجھو۔ (یا اسی طرح عالم کی نسبت ازل میں سمجھو)۔

مطلب۔ پہلا مصرعہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ اَوَّلُ الْفِکْرِ اٰخِرُ الْعَمَلِ پہلے تجویز پھر عمل۔ غرض تمام اجزائے عالم ایسی ہی اشیاء سے حاصل ہوئے ہیں۔ جو عرض کے ساتھ مشابہ ہونے کے سبب سے عرض کہلا سکتی ہیں یعنے صورِ علمیہ حق سبحانہ وتعالیٰ۔

میوہا در فکر دل اوّل بود در عمل ظاہر بآخر مے شود

ترجمہ۔ میوے پہلے دل کے (تصور میں ہوتے ہیں۔ آخر میں عمل (کی صورت) میں ظاہر ہوتے ہیں

مطلب۔ باغ کا شائقین پہلے اپنے دل میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ اس قطع کا باغ ہو۔ اس میں اتنے چمن ہوں۔ ہر چمن میں اتنے اتنے سیب۔ ناشپاتی۔ انار۔ امرود۔ نارنگی کے درخت ہوں۔ غرض یہ ہو۔ وہ ہو۔ چنانچہ وہ اپنے اس ذہنی نقشے کے مطابق باغ تیار کرلیتا ہے۔ تو گویا عرض جوہر کے رنگ میں نمودار ہوجاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

چوں عمل کردی شجر بنشاندی اندر آخر حرف اوّل خواندی

ترجمہ۔ جب تم نے باغ کی بنیاد رکھنے کا کام شروع کردیا اور درخت لگا دیئے۔ تو (تصور کے) حرف اوّل کو (حصول مقصد کے) آخر (وقت) میں پڑھا۔

مطلب۔ باغ کا تصور گویا نقش تھا۔ اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانا گویا اس نقش کو پڑھنا۔ فرماتے ہیں۔ کہ پھل کھانے کی توقع جو آغاز تصور میں تھی۔ انجام عمل پر پوری ہوئی۔

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست آں ہمہ از بہر میوہ مرسل ست

ترجمہ۔ اگرچہ اس (میوہ دار درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ مقدم ہیں۔ (مگر) وہ سب (چیزیں) میوہ کے لئے (پہلے) بھیجی جاتی ہیں۔

مطلب۔ اصل مقصد میوہ ہوتا ہے۔ گو وہ آخر میں حاصل ہوتا ہے۔ پہلے اس کے توابع شاخ پتے وغیرہ نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو چیز مقصود ہوتی ہے پہلے اس کا تصور قائم ہوتا ہے۔ اور وہ چیز آخر میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔

پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود اندر آخر خواجہ لولاک بود

لغات۔ سر۔ سردار۔ سرور۔ مغز۔ خلاصہ۔ لب لباب۔ مقصود حصلی۔ خواجہ لولاک۔ حدیث لولاک والے۔ یعنے جن کے حق میں یہ حدیث قدسی وارد ہوئی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تم پیدا نہ ہوتے۔ تو

تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ صنعانی نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ لیکن اس کے معنے صحیح ہیں۔ چنانچہ دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ اتانی جبریل فقال یا محمد لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار۔ یعنے میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ اور (انہوں نے اللہ تعالےٰ کا) یہ پیغام پہنچایا۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تم نہ ہوتے تو میں بہشت کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے۔ تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ لولاك ما خلقت الدنیا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا (موضوعات کبیر)۔

ترکیب۔ بظاہر یوں سمجھا در ذہن ہوتا ہے۔ کہ سرے کہ مغز الخ مبتدا و۔ خواجہ لولاک اس کی خبر ہوگی۔ مگر یہ ترکیب خلاف مقصود ہے۔ درحقیقت ترکیب یوں ہے۔ سرے بہین اور کہ مغز الخ اس کا بیان مل کر مبتدا مبعوث خبر مقدار اند آخر اس کے متعلق خواجہ لولاک حال ہے بود کی ضمیر سے۔

ترجمہ۔ پس وہ سرور (دارین صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان افلاک کے مغز (ومقصود) تھے۔ خواجہ لولاک بن کر (سب انبیاء سے) آخر میں (مبعوث) ہوئے۔

مطلب۔ افلاک اور اندرون افلاک کی کائنات کا نقشہ اور ما بین الارض السموات کا تماشا اگرچہ مدتہا سے دراز سے قائم ہے۔ مگر ان سب سے مقصد سرور کائنات علیہ التسلیم والتحیات کی جلوہ فرمائی تھی۔ اور آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ جس طرح پھل جو درخت سے مقصود خاص ہے آخر میں ظہور پاتا ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

اے خنک پسل کہ تو بعد ثمر مشد

نقل اعراض ست ایں بحث مقال نقل اعراض ست ایں شیر و شمال

ترجمہ۔ یہ بحث اور گفتگو بھی (جو اس وقت ہو رہی ہے) اعراض کی نقل ہے۔ یہ شیر اور گریڈ (کا ذکر) بھی (جو قصوں میں درج ہوتا ہے) اعراض کی نقل ہے۔

مطلب۔ آپ کی یہ بحث بھی کہ اعراض منتقل نہیں ہو سکتے۔ خود نقل اعراض ہے۔ اور شیر اور گریڈ جو محکی عنہ اور موجود فی الخارج ہیں۔ ان کا ذکر بھی نقل اعراض ہے۔

جملہ عالم خود عرض بودند تا اندریں مخفی بیاید ھل اتیٰ

ترجمہ (ایک شیر گریڈ پر کیا منحصر ہے) تمام (اجزائے) عالم عرض تھے (جیسے کہ پہلے بھی بیان ہو چکا) اس بارے میں یہ آیت آ گئی ہے۔ کہ ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً (یعنے کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا۔ کہ وہ کچھ بھی نہ تھا)

مطلب۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ عالم اولاً وجود خارجی اصلاً نہیں رکھتا تھا۔ اب پھر یہ سوچو کہ ؎

ایں عرضہا از چہ زائید؟ از صور ایں صور ہم از چہ زائید؟ از فکر

لغات۔ صور بضم صاد و فتح واو جمع صورت مراد صور مثالیہ۔ فکر بکسر فا و فتح کاف جمع فکرت مراد امور علمیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ۔ یہ (دنیا کے) اعراض (اور جواہر) کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ (جوہر کی مثالی) صورتوں سے اور یہ (جوہری مثالی) صورتیں کس سے پیدا ہوئیں؟ صُوَر (علمیہ حق سبحانہ) سے (لہٰذا وہ۔)

این جہاں یک فکرت است از عقل کل　　عقل چوں شاہ ہست فکرتہا رسل

لغات۔ فکرت سے یہاں علم خداوند تعالےٰ مراد ہے۔ عقل کل اکثر کنایہ ہوتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام سے اور کبھی کنایہ نور محمدی سے مگر یہاں مراد حق سبحانہ وتعالےٰ ہے۔ رسل بضم را و سین جمع رسول۔ فکرتہا صور علمیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ۔ یہ جہان (دراصل) حق سبحانہ وتعالےٰ کا ایک علم ہے (جو اس عالم سے متعلق ہے) حق سبحانہ گویا بادشاہ ہے (اور اس کی) صور علمیہ بمنزلہ قاصدوں کے ہیں۔

مطلب۔ اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ جزائے عالم تمام نقل اعراض ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے۔ اور کبھی بصورت جواہر۔ نیز یہ بات بھی بایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ اعمال صورت جوہریہ میں بھی محشور ومنقول ہوسکتے ہیں۔ اور ان کے بشکل عرض محشور ہونے میں بھی محض ان کا عرض ہونا مانع نہیں۔ اب ایک اور دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

عالم اوّل جہانِ امتحاں　　عالم ثانی جزائے این وآں

ترجمہ (عالم کے دو حصے ہیں ایک) پہلا عالم (جو) آزمایش کا مقام (ہے۔ اور ایک) دوسرا عالم (جو) سب کے عملوں کی جزا (دہی) کا مقام ہے)۔

مطلب۔ دنیا میں واقع ہونے والے اچھے یا بُرے اعمال فی نفسہ موجود ہیں۔ تو کبھی ان پر جزا وسزا مرتب ہوگی۔ ورنہ اگر وہ اعمال لاشے محض ہوگئے۔ تو ان کی جزا وسزا کے کیا معنے؟ الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ کا مشہور ومسلم قول تیار ہے۔ کہ دنیا کا بویا ہوا بیج رائیگاں نہیں جاتا۔ بلکہ اس کی اچھی یا بُری پیداوار اگلے جہان میں اٹھانی پڑتی ہے۔ کما قیل ؎

از مکافاتِ عملِ غافل مشو　　گندم از گندم بروید جَو ز جَو

تو کیا پیداوار کلیۃً بالکل فنا ونابود ہوجاتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کا وجود قلت سے کثرت میں تحویل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اعراض اعمال اگلے جہان میں جواہر میں تحویل ہوجائیں گے۔ اس کا ثبوت آپ خود بیتے واقعات سے لیجئے:۔

چاکرت شاہا خیانت میکند　　آں عرض زنجیر وزنداں مے شود

ترجمہ۔ حضور! (مثلاً) آپ کا نوکر خیانت کرتا ہے (تو اس کا) یہ (فعل خیانت جو) عرض (ہے۔ سزا کے وقت) زنجیر وقید خانہ (کی صورت میں تبدیل) ہوجاتا ہے (جو جوہر ہے)

بندہ ات چوں خدمتِ شایستہ کرد　　آں عرض نے خلعتے شد در نبرد؟

ترجمہ (اور مثلاً) جب آپ کا نوکر ابھی خدمت بجالایا تو کیا وہ (خدمت جو) عرض (ہے جزا کے) معرکہ میں ایک خلعت نہیں بن گئی؟ (جو جوہر ہے)

ایں عرض با جوہراں ہیضیہ است و طیر ایں ازاں و آں ازیں زاید بسیر

لغات - ہیضیہ - انڈا - طیر - پرندہ - بسیر - لگاتار مسلسل -

ترجمہ - یہ عرض جوہر کے ساتھ ایسی ہے جیسے انڈا اور پرندہ - یہ اس سے اور وہ اس سے لگاتار پیدا ہوتے رہتے ہیں -

مطلب - انڈا بے جان ہے اور مرغ جاندار - جس طرح ایک بے جان چیز سے جاندار چیز اور جاندار سے بے جان چیز پیدا ہوئی ہے - چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ اسی طرح اعراض سے جواہر اور جواہر سے اعراض بن کر منتقل ہوتے رہتے ہیں - پس نہ اعراض کی نقل بصورت اعراض ناممکن ہے - اور نہ اعراض کا منتقل بجواہر ہونا محال ہے - لہذا یہ دعوے کہ نقل اعمال ان کے اعراض ہونے کی وجہ سے محال ہے بالکل غلط -

گفت شاہنشہ چنیں گیراں مراد ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد

ترجمہ - بادشاہ نے کہا پہلوؤں ہی سمجھ لو یہی مطلب (متفق علیہ) ہے کہ (عمل اعراض سے جوہر بن جاتے ہیں مگر) تمہارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہ ہوا (اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ)

گفت مخفی داشت ست آنرا خرد تا بوَد غیب ایں جہانِ نیک و بد

لغات - خرد - عقل - یہاں عقل کل یعنے حق سبحانہ مراد ہے -

ترجمہ - (غلام نے) کہا حق سبحانہ نے اعراض اعمال کو بصورت جوہر پیدا کرکے عام نظروں سے مخفی رکھا ہے - قیامت کو ظاہر کریگا تاکہ اس دنیاے (عمل کا) نیک و بد توشہ (بغرض امتحان) نظروں سے مستور رہے

زانکہ گر پیدا شدے اشکالِ فکر کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر

لغات - پیدا - ظاہر - نمایاں - فکر - خیالات - عقائد - ذکر - خدا کا ذکر -

ترجمہ کیونکہ اگر یہ عقیدے (اور نیت و ارادہ) کی (وہ) صورتیں (جو عالم غیب میں مشکل جوہر ہیں) نمایاں ہو جاتیں - (تو پھر) کافر و مومن (سب کیساں طور پر) ذکر کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہ نکالتے -

بس عیاں بودے ز غیب اے شاہِ دیں نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں

ترجمہ پھر تو اے شاہ دین (جزاے اعمال) صاف ظاہر ہوتی - یعنی کہ مخفی - دین اور کفر کا نقش (ہر شخص کے) ماتھے پر نمایاں ہوتا -

کے دریں عالم بُتِ خود بشکنے؟ چوں کسے راز سرّہ مستخر بدے؟

لغات نگر۔ بت بنانیوالا۔ تمسخر۔ ہنسی اڑانا۔ زہرہ۔ دلیری۔ جرأت۔ طاقت۔

ترجمہ (پھر) اس عالم (دنیا) میں بُت اور بُت تراش کہاں ہوتے۔ اور کسی کو (دین حق پر) تمسخر کرنیکی جرأت کیونکر ہوتی۔

بس قیامت بُودے ایں دُنیائے ما　　در قیامت کہ کُند جُرم و خطا

ترجمہ۔ پس (جب جزائے اعمال سب کو نظر آنے لگتی۔ تو) یہ ہمارا جہان (گویا) قیامت ہوتا اور قیامت میں کون جرم و خطا کرے (سب نیکوکار بن جاتے)۔

مطلب۔ پھر سیہ و سفید کا امتیاز ہی اُٹھ جاتا۔ اور امتحان کا مقصد فوت ہو جاتا۔ پس نتائج اعمال اور ثمرات افعال کو پردہ غیب میں رکھنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ حق شناس اور ناحق شناس میں امتیاز قائم رہے۔ حافظ رح ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں　　تا سیہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

گفت شہ پوشیدہ حق پاداشِ بد　　لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا (بے شک) اللہ تعالےٰ نے (نیک و) بد جزا (پردہ غیب میں) چھپا رکھی ہے۔ لیکن عام لوگوں سے نہ کہ اپنے خاص بندوں سے (اس کی ایک مثال یہ ہے کہ:۔)

گر بدامے افگنم من یک اَمیر　　از امیراں خفیہ دارم نزد وزیر

ترجمہ۔ اگر ایک عہدہ دار کو میں دام (عتاب) میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ تو (اپنے عام اہلکاروں سے (اس معاملے کو) مخفی رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے (کیونکہ وہ خاص مشیر کار ہے)

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار　　در صُوَر ہائے عَمَل ہا صد ہزار

ترجمہ۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے مجھ کو اعمال کا بدلہ لاکھوں عملوں کی صورت میں دکھا دیا ہے

نوٹ۔ اس بات سے بادشاہ کے عارف کامل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام　　ماہ را بر من نمے پوشد غمام

لغات۔ غمام۔ ابر۔ بادل۔ بدلی۔

ترجمہ۔ تم (اپنے اعمال کی صورتوں کا) کوئی نشان مجھے بتاؤ۔ تاکہ میں ان سب سے واقف ہو جاؤں (حقیقت امر کے) چاند کو میرے سامنے (ادھر اُدھر کی باتوں کا) ابر چھپا نہیں سکتا۔

گفت پس از گفتِ من مقصود چیست　　چُوں تو میدانی کہ آنچہ بود چیست

ترجمہ۔ غلام نے کہا جب حضور (خود) جانتے ہیں۔ کہ (میرا عمل) جو کچھ کہ تھا وہ کیسا ہے۔ تو میرے بیان کرنے سے کیا مقصود ہے۔

گفت شہ حکمت دراظہار جہاں آنکہ دانستہ بروں آید عیاں

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا (ہاں اس میں ایک حکمت ہے۔ دیکھو) جہان کو عالم ظہور میں لانے سے (اللہ تعالےٰ کی ایک یہ) حکمت ہے۔ کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے وہ نمایاں ہو جائے۔

مطلب۔ یعنے بیشک مجھے تمہارے اعمال کی حقیقت معلوم ہے۔ مگر تمہاری زبان سے ادا کرانا مدنظر ہے اور یہ فعل عبث نہیں۔ بلکہ سنت اللہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنے علم پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتا ہے چنانچہ اس کے عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے۔ کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ اس لئے اس نے مسببات کو اسباب سے وابستہ کر دیا ہے۔

آنچہ میدانست تا پیدا نکرد برجہاں ننہاد رنج طلق و درد

لغات۔ رنج۔ تکلیف۔ طلق۔ دردزہ۔

ترجمہ۔ جو کچھ اس کے علم میں ہے اگر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہتا۔ تو جہان (کی عورتوں) پر دردزہ اور دکھ کی تکلیف نہ ڈالتا۔

مطلب۔ عورت کو وضع حمل کے قریب دردزہ عارض ہونے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے۔ کہ ادھر ادھر کے گھروں میں اطلاع ہو جائے۔ کہ فلاں عورت کے بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ کذا قیل۔ ایک شارح صاحب اس بیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ حق تعالےٰ جانتے تھے۔ جب تک اس کو پیدا نہ کر لیا۔ اس وقت تک جہان پر کسی قسم کی تکلیف نہیں ڈالی۔ پہلے ان اعمال و افعال کو پیدا فرما کر پھر ان پر کسی قسم کی جزا و سزا رکھی۔

بیزماں بیکار نتوانی نشست تا بدی یا نیکی از تو بر نخست

ایں تقاضائے کار از بہر آں شد مُوکل تا شود سرّت عیاں

ترجمہ۔ (دیکھو) تم ایک لحہ بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتے۔ جب تک کہ بدی یا نیکی تم سے صادر نہ ہو۔ اور یہ (نیک یا بد) کام کرنے کے تقاضے اس لئے (تم پر) مسلط کئے گئے ہیں کہ تمہارا بھید ظاہر ہو جائے۔

نوٹ بعض نسخوں میں اس سے آگے یہ شعر درج ہے۔

ورنہ کے گیرد کلاوہ تن قرار چوں ضمیرت مے کشد او را بکار

ترجمہ۔ ورنہ بدن کا چرخہ کب قرار پکڑے۔ جب تیرا ضمیر اس کو کام کی طرف کھینچتا ہے۔

پس کُلابہ تن کجا ساکن شود چوں سرِ رشتہ ضمیرش میکشد

لغات۔ کلابہ۔ چرخہ۔ ضمیر۔ دل۔

ترجمہ۔ پس بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ دل اس کے دھاگے کو کھینچے چلا

چلا جاتا ہے (اور اس کو مختلف اعمال و حرکات پر مجبور کرتا رہتا ہے)

مطلب - دل سے متواتر تقاضائے افعال اٹھتا رہتا ہے - اس لئے بدن ان افعال کے صدور کے بغیر چین نہیں کرتا -

تا سہ تو شُد نشانِ آں کشش بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش

لغات - تا سہ - اضطراب - بے چینی - جاں کنش - جان کنی - نزع -

ترجمہ - تمہاری (شوقِ عمل کی) بے چینی اسی کشش (قلب) کی نشانی ہے (کہ) بیکاری تم پر گویا جان کندن بن جاتی ہے -

ایں جہان و آں جہاں زاید آبد ہر سبب مادر اثر زاید ولد

لغات - آبد - ہمیشہ - سبب - علت - اثر - نتیجہ - مسبب -

ترجمہ - یہ جہان اور وہ جہان ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتے رہتے ہیں - ہر سبب ماں ہے اور مسبب (اس کا) بچہ ہے -

مطلب - غرض اپنے معلومات کے اظہار کے لئے حق سبحانہ نے عالم کو پیدا کیا - اور اس کے اندر ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ سلسلۂ سببیت و مسببیت میں منسلک کر دیا -

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب تا بزائید او اثرہا ے عجب

ترجمہ - جب (ایک سبب سے دوسرا) مسبب پیدا ہوا - تو پھر وہ بھی سبب بن گیا - یہانتک کہ اس نے عجیب مسببات پیدا کئے (اور اسی طرح سلسلۂ اسباب چلا جاتا ہے)

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک دیدہ باید منوّر نیک نیک

ترجمہ - یہ سلسلۂ اسباب (اسی طرح) نسل در نسل چلا جاتا ہے مگر (ان کے دیکھنے کے لئے) بہت روشن آنکھ کی ضرورت ہے -

مطلب - غرض ان تمام نظائر و امثلہ سے ثابت ہوا کہ اظہار احوال ہی قرینِ مصلحت ہے - چنانچہ سنت اللہ بھی اسی پر جا رہی ہے - اس لئے بادشاہ غلام سے متقاضی ہے - کہ تم اپنے اعمال کے نتائج کو ظاہر کرو -

شاہ با او در سخن اینجا رسید تا بدید از وے نشانے یا ندید

ترجمہ - بادشاہ (کا سلسلۂ کلام) اس (غلام) کے ساتھ یہانتک پہنچا - حتےٰ کہ (یہ معلوم نہیں) اس سے کوئی نشان (اعمال) دیکھا یا نہیں دیکھا -

گر بدید آں شاہ جویاے دور نیست لیک مارا ذکر آں دستور نیست

لغات - جویا - طالب - متجسس - متلاشی - ڈھونڈنے والا - دُور - بعید - مشکل - دستور اجازت - قاعدہ -

ترجمہ - اگر اس متجسس بادشاہ نے اس کا نشان اعمال دیکھ ہی لیا ہو - تو بھی بعید نہیں - لیکن ہم کو اس کے ذکر کی اجازت نہیں (یا یوں کہو لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ اس غیر ضروری بات کا ذکر کریں)۔

باز پرسیدن شاہ حال آں غلام دیگر

بادشاہ کا پھر اس دوسرے غلام سے حال پوچھنا

چوں ز گرمابہ برامد آں غلام — سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام

لغات - گرمابہ - حمام - یہ لفظ گرم آب سے بنا ہے - کیونکہ حمام میں غسل کے لئے گرم پانی تیار ہوتا ہے - آخر میں با نسبت یا تسمیہ کی ہے - ہمام - سردار - بزرگ - قابل تعظیم -

ترجمہ - جب وہ غلام حمام سے نکلا - تو شاہ بزرگ نے اس کو اپنی طرف بلایا -

گفت صحّاک نعیماً دائماً — بس لطیفی وظریفی خوبروُ

لغات - صحّاک کلمہ دعائیہ ہے - یعنے تو سلامت رہے - تندرست رہے - نعیماً دائماً - ہمیشہ نعمت میسر ہو - یہ بھی کلمہ دعائیہ ہے - لطیف - پاکیزہ - ظریف - خوش طبع - خوش منظر -

ترجمہ - اور فرمایا خدا کرے تم کو ہمیشہ تندرستی اور نعمت حاصل ہو - تم کیا پاکیزہ، خوش مزاج اور خوبصورت ہو -

مطلب - بادشاہ اس غلام کی خوب تعریف کر رہا ہے - اور اس تعریف سے اس کا مقصد امتحان ہے - اسی امتحان کی کمند اس غلام بدصورت پر بھی ڈالی تھی مگر اس کی سیرت کمال کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی - اس لئے اس نے اپنی تعریف سُن کر لغزش نہ کھائی - بلکہ کئی باتوں میں اُس نے بادشاہ کو بھی قائل معقول کر دیا - بخلاف اس کے یہ غلام خام طبع و ناقص العقل تھا - وہ اپنی تعریف سُن کر پھول گیا - اور اس امتحان میں فیل ہو گیا - کیونکہ انسان اپنی تعریف سُن کر طبعاً اپنی خوبی پر خوش ہوتا ہے - اور یہ مست بادہ غرور ہونے کا پیش خیمہ ہے - اور غرور موجب تباہی - حافظ ؎

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاہ دارش اندر سر آب رود

یہی وجہ ہے کہ تعلیمات نبویہ میں رُو در رُو کسی کی تعریف کرنا خطرناک قرار دیا گیا ہے - کہ اس سے اچھے اچھے اشخاص کے دل میں غرور و خود پسندی کے خیالات پیدا ہو کر ان کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں - روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی - تو آپ نے فرمایا وَیْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْكَ - تیرا بُرا ہو - تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن ہی کاٹ ڈالی - اور یہ کلمات

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے کی ممانعت میں ہیں -

آپ نے تین بار فرمائے۔ (مشکوٰۃ) ایک آدمی موقع پر فرمایا۔ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ۔ جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو۔ تو ان کے منہ میں خاک جھونک دو۔ (مشکوٰۃ) سعدی رح ؎

ستایش سزایاں نہ یارد تو اند — ملامت کناں دوستدارد تو اند
بگمراہ گفتن نکو میروی — جفائے تمام ست وجورِ قوی
بزرگ من آنکس کو خواہ تست — کہ گوید فلاں خار در راہ تست

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر — تا ازیں دیگر شود او باخبر

ترجمہ۔ پھر اس دوسرے (سیہ فام غلام) کو کسی کام پر بھیج دیا۔ تاکہ وہ اس دوسرے (کی اخلاقی حالت) سے باخبر ہو جائے۔

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم — بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم

لغات ۔ظلم۔ جمع ظلمت۔ اندھیرے۔ تاریکیاں۔ کالی راتیں۔ "ماہ اندر ظلم" ہونا اس لئے موجب مدح ہے۔ کہ تاریکی کے بعد چاند کا نکلنا ایک خاص شان رکھتا ہے۔ یا تاریکی میں روشنی پھیلانے کے لحاظ سے وہ بہت قابل قدر ہوتا ہے۔

ترجمہ (اور) اس کو بڑی مہربانی اور بخشش کے ساتھ (اپنے) سامنے بٹھایا۔ اس کے بعد (اس کو) کہا۔ اے (عزیز تو ایسا خوش منظر ہے) جیسے کالی راتوں میں چاند۔ حافظ رح ؎

بے جمالِ عالم آرائے تو در دنِ شب ست — با کمالِ عشق تو در عینِ نقصانم چو شمع

ماہروئی جعد موئی مشکبو — نیک خوئی نیک خوئی نیک خو

لغات ۔ آہرو۔ مرکب غیر امتزاجی چاند کے سے چہرے والا۔ جعد مو۔ گھنگریالے بالوں والا۔ مشکبو۔ جس سے مشک کی سی خوشبو آئے۔

ترجمہ ۔ تو خوبصورت ہے۔ گھنگریالے بالوں والا ہے مشکبو ہے۔ نیک خو ہے نیک خو ہے نیک خو ہے۔ کما قیل ؎

دامانِ کعبہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار — گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

اے دریغا گر نبودے در تو آں — کہ ہمے گوید برائے تو فلاں

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے — دیدنت ملکِ جہاں ارزیدیے

لغات ۔ فلاں سے وہ غلام سیہ رنگ مراد ہے۔ جس سے بادشاہ پہلے گفتگو کر چکا ہے۔ دیدیے۔ ارزیدیے۔ اصل میں دیدے ارزیدے ہے۔ ماضی تمنائی ہے۔ آخری ایک یائے زائد ملحق ہے۔

ترکیب ۔ گر نبودے الخ شرط دوسرا شعر جزا ہے۔ گر نبودے در تو آں۔ میں آں کا مشار الیہ رذائل اخلاق

ہے۔ جو بین ہے۔ اور اگلا مصرعہ اس کا بیان۔

ترجمہ۔ اے کاش! اگر تجھ میں وہ (بُری) باتیں نہ ہوتیں۔ جن کا تیرے اندر ہونا فلاں (غلام) بیان کر رہا ہے۔ تو جو شخص تیرا دیدار کرتا (تجھے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا جامع پاکر) خوش ہو جاتا۔ تیرا دیدار دنیا بھر کی بادشاہی مل جانے کے برابر ہوتا۔ کما قیل ؎

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد ۔۔۔ برنگ اصحاب صورت را ہوا رایاب میخیزد

مطلب۔ غلام پر امتحان کی کمند پڑ رہی ہے۔ پہلے اس کی تعریف کی۔ جس سے غرور و خود پسندی اور عُجب و کبر کے مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ اب ایک اس سے بھی زیادہ پرخطر آزمایش میں اس کو ڈال دیا۔ یعنے یہ کہہ کر کہ دوسرا غلام تیرے حق میں بدگوئی و عیب گیری کر رہا ہے۔ اس کو مبتلائے غضب و اشتعال کر دیا۔ کبر و غرور کے نشے میں تو کچھ کچھ اونچ نیچ کا احساس باقی رہتا ہے۔ مگر غصے میں عقل بالکل تیرہ و تار ہو جاتی ہے۔ نیکی۔ بدی۔ نفع و نقصان اور اپنے پرائے کا بالکل خیال نہیں رہتا ؎

بوقتِ غصہ کیجے سوچ کی بات ۔۔۔ کہ اب جلدی میں پیش آئینگے خطرات

غضب میں قلب ہوتا ہے دھواں دھاں ۔۔۔ اندھیرے میں نہ ہو نا گرم رفتار

پہلا غلام پختہ مغز و وسیع القلب تھا۔ وہ حلم و تحمل کا خوگر اور رضا و تسلیم کا مجسمہ تھا۔ اس لئے ایسی آزمایش میں اپنے مرکز سے نہیں ہلا۔ صائب ؎

کسے بمذہب رضا خشمگیں نمے باشد ۔۔۔ دریں ریاض گل آتشیں نمے باشد

مگر یہ غلام ان اوصاف عالیہ سے عاری تھا۔ اس لئے اس کڑے امتحان میں گر گیا۔ اور ان باتوں سے متاثر ہو گیا۔ چنانچہ اس کی طرز گفتگو ملاحظہ ہو۔

گفت رمزے را بگو اے پادشاہ ۔۔۔ کز برائے من بگفت آں دیں تباہ

لغات۔ رمز۔ اشارہ۔ کنایہ۔ شمہ۔ قدرے۔ دیں تباہ۔ بے دین۔ لا مذہب۔ فاسق و فاجر۔

ترجمہ۔ کہنے لگا۔ حضور کچھ تو بیان فرمائیں۔ جو اس بے دین نے میرے بارے میں کہا ہے۔

گفت اوّل وصفِ دورویت کرد ۔۔۔ کاشکارا تو دوائی خفیہ وزد

لغات۔ وصف۔ بیان۔ دورویی۔ نفاق۔ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہونا۔ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ ہونا۔ کاشکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دواہستی۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا پہلے تو اس نے تیرے دورُخے پن کا ذکر کیا۔ کہ تو سامنے تو دوا (کی طرح مفید و نافع) ہے اور اندر سے درد (کی طرح باعث اذیت) ہے سعدی رح ؎

در برابر چو گوسفند سلیم ۔۔۔ در قفا ہمچو گرگ مردم خوار

غنی رح ؎

ہر کہ کرد از دو زبانی دلِ مردم افگار ۔۔۔ عاقبت دہر کند در دہنش خاک چو مار

خُبثِ یارش را چو آرنشہ گوش کرد در زماں دریائے خشمش جوش کرد

لغات - خُبث - خباثت - بد باطنی - ناپاکی طبع - گوش کرد - سنا - در زماں - فوراً - اسی وقت -

ترجمہ - جب اس نے اپنے ساتھ کے (غلام) کی بد باطنی بادشاہ سے سُنی - تو فوراً اس کے غصے کا دریا جوش میں آگیا -

کف برآورد آں غلام و سُرخ گشت تا کہ موجِ ہجو او از حد گذشت

لغات - کف جھاگ - کف برآورد کنایہ ہے غضبناک ہونے سے - ہجو - بدگوئی کسی کی مذمت کرنا -

ترجمہ - وہ غلام (شدت غضب سے) کف بھر لایا اور لال ہوگیا - حتّٰے کہ اس کی ہجو کی موج حد سے گذر گئی -

کو زاوّل دم کہ با من یار بُود ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بُود

لغات - کو - کہ او - زاول دم - پہلے وقت سے - سرگین خوار - گوبر کھانے والا مراد دنی النفس -

ترجمہ - کہ وہ پہلے وقت سے جب سے کہ میرے ساتھ ہے - کتے کی طرح قحط میں گوبر کھا جانے والا ہے -

مطلب - جب سے میرے ہمراہ ہے - میں اس کو آزماتا رہا ہوں - تو ثابت ہوا ہے کہ وہ دنی النفس اور خبیث الطبع ہے - کتا خود ایک نجس و ذلیل جانور ہے - اور قحط میں سرگین خوار ہونے سے اس کی دنائت و خباثت کی اور بھی تاکید کی ہے - یعنی ایسا کتا جس میں صبر و خودداری نہیں ہے - حتّٰی کہ وہ قحط کے شدائد سے تنگ آکر گوبر کھانے پر مائل ہوجائے - بخلاف اس کے ایک صابر اور شریف النفس جانور مثلاً شیر یا پلنگ بھوک سے مر جائیگا - مگر ایسی ناپاک اور گھناؤنی چیز کی طرف مائل نہ ہوگا - ایسا ہی اس غلام کا حال ہے - کہ کوئی ذرا سی خلاف طبع بات دیکھ کر میری مذمت و بدگوئی کے ناپاک کام کا مرتکب ہونے لگا - کوئی شریف آدمی ایسا نہیں کرتا - جامی رح

چوں کسے با ہزاراں عیب و عار روز و شب در خلق عالم آشکار
بیند اندک عیبے از صاحب کرم بر نیارد عیب و طعن دم بدم
آں بعیب ایں شود کمتر بیاں وایں بذکر آں نیالاید زباں

چوں دمادم کرد ہجو ش چوں جرس دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

لغات - دمادم - دمبدم - الف انصال کے لئے - جیسے شبا شب - جرس - گھڑیال - گھنٹہ - تشبیہ مسلسل بلند آواز ہونے میں ہے نہ کہ ہجو میں - یعنی جس طرح گھڑیال مسلسل آواز دیئے جاتا ہے - اسی طرح وہ مسلسل ہجو کر رہا تھا - مگر گھڑیال کسی کی ہجو نہیں کرتا -

ترجمہ - جب وہ گھنٹے کی (مسلسل آواز کی) طرح لگاتار اس (غلام) کی بُرائی کرتا گیا - تو (آخر) بادشاہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا - کہ بس کرو -

گفت دانستم ترا از وے بداں از تو جاں گندہ ست و زیارت زباں

لغات۔ از وے میں حرف از امتیاز کے لئے ہے۔ بداں امر ہے دانستن سے۔ گندہ۔ ناپاک و غلیظ۔ و زیارت زباں میں از اضافیہ ہے۔ یعنے زبان یار تو۔

ترجمہ۔ (پھر) کہا یاد رکھ! میں نے تجھ میں اور اس میں خوب امتیاز کر لیا ہے (مجھے معلوم ہو گیا کہ) تیری روح گندی ہے۔ اور تیرے ساتھ کے (غلام) کا (صرف) منہ۔

پس نشین اے گندہ جان از دور تو تا امیر او باشد و مامور تو

لغات۔ از دور میں از زائد ہے۔ امیر حاکم۔ امر۔ مامور۔ محکوم۔ ماتحت۔ نوکر۔

ترجمہ۔ پس اے گندی روح والے! تو دور بیٹھ۔ تاکہ وہ (تجھ پر) حاکم ہو اور تو (اس کے) ماتحت (رہے)

بہر ایں گفتند اکابر دو جہاں اَلرَّاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِی حِفْظِ اللِّسَان

لغات۔ اکابر جمع اکبر۔ بڑے بڑے لوگ بزرگ بلحاظ علم و معرفت کے۔ نہ بلحاظ دولت و حشمت۔

ترجمہ۔ اسی لئے بزرگوں نے (جو) دنیا میں (گذرے ہیں) فرمایا ہے کہ انسان کا آرام زبان کو تھام رکھنے میں ہے۔

مطلب۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ مقولہ منقول ہے۔ کہ من سکت نجی و راحۃ الانسان فی حفظ اللسان۔ یعنے جو شخص خاموش رہا۔ اس نے نجات پائی۔ اور انسان کا آرام زبان کو تھام رکھنے میں ہے۔ اس کے ہم معنے یہ حدیث ہے۔ عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ نجات کیا ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ الخ یعنے اپنی زبان کو قابو میں رکھو (مشکوٰۃ) اور فرمایا من یضمن لی ما بین لحییہ و ما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنے زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (یعنے شرمگاہ) کو قابو میں رکھنے کا میرے سامنے ذمہ اٹھالے۔ میں اس کے لئے بہشت کا ذمہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ) غنی ۱۲

گر تیغ برہم رسد از جائے روم لیکن چو کوہ نالہ ز زخم زبان کنم

صائب ؒ

شمع از تیغ زبان خود دہد سر زیر تیغ زنہار از آفت تیغ زباں آگاہ باش

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا ہمچو سبزہ گولخن واں اے کیا

لغات۔ گولخن۔ گلخن آگ کی بھٹی۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ یہاں دوسرے معنے مراد ہیں (بحر العلوم)

ترجمہ۔ اے عقلمند! حدیث میں آیا ہے کہ ریاکاری کی تسبیح ایسی ہے۔ جیسے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر اُگا ہوا سبزہ۔

مطلب ۔ کتب حدیث میں یہ حدیث نہیں ملی ۔ دفتر اول مثنوی میں حضرت علی رضؓ کا ایک قول گذر چکا ہے ؎

زاں علی قسمہ مود نقل جاہلاں بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں

اور وہ قول یہ ہے ۔ نعم الجاھل کروضۃ فی مزبلۃ ۔ اس حدیث کا مضمون اس قول سے کسی حد تک شابہ ہے ۔ غرض جس طرح غلاظت کے انبار کے اوپر کا سبزہ بظاہر ہرا بھرا اور خوش رنگ ہوتا ہے ۔ مگر اس کی جڑ میں گندگی بھری ہوتی ہے ۔ اسی طرح یہ غلام بظاہر خوبصورت ۔ خوش کلام اور طرحدار تھا ۔ مگر اس کے باطن میں خبث و ناپاکی بھری تھی ۔ یہی حال ریا کی عبادت کا ہے ۔ کہ بظاہر ایک مقدس و مطہر کام ہے ۔ مگر اس کی تہ میں گندی نیت کام کر رہی ہے ۔ سعدی رح ؎

منہ آبرو سے ریا را محل کہ ایں آب در زیر دارد دھل

چو در خفیہ بد باشم و خاکسار چہ سود آب ناموس بر روئے کار

بروئے دریا خوش مہل ست دوخت گرش باخدا در توانی فروخت

پس بدانکہ صورت خوب نکو با خصال بد نیرزد یک تسو

لغات ۔ نیرزد ۔ برابری نہیں کر سکتی ۔ تسو ۔ چار جو کے برابر وزن غالباً فارسی لفظ ہے ۔ اور ہندی میں تسوا (ایک رتی ۔ ۱/۴ گنڈا) کو کہتے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ ناپ ہے ۔

ترجمہ ۔ پس واضح ہو کہ اچھی اور خوشنما صورت (جو) برے خصائل کے ساتھ (ہو) چار جو کے برابر بھی قابل قدر نہیں ۔ مخزن جامی ؎

گل نرگس نکو باشد بدیدن ولیکن تلخ باشد در چشیدن

ور بود صورت حقیر و ناپذیر چوں بود خلقش نکو در پاش میر

لغات ۔ ناپذیر ۔ جس کو دل قبول نہ کرے ۔ ناپسند ۔ در پاش ۔ در پاے او ۔ میر ۔ امیر ۔ مراد قربان ہو جاؤ ۔

ترجمہ ۔ اور اگر اس کی صورت ناچیز اور ناپسند ہو ۔ جب اس کے اخلاق اچھے ہوں ۔ تو اس کے قدموں پر جان دے ڈالو ۔ حافظ رح ؎

حسن مہ رویان مجلس گرچہ دل مے برد و دیں عشق با لطف طبع و خوبی اخلاق بود

چند بازی عشق با نقش سبو بگذر از نقش سبو و آب جو

ترجمہ ۔ گھڑے کے نقش کے ساتھ کب تک عشقبازی کرو گے ۔ گھڑے کے نقش کو چھوڑو اس کے اندر کا پانی تلاش کرو ۔

مطلب ۔ ظاہر پر نہ مرو ۔ باطن کے فوائد تلاش کرو ۔ کما قیل ؎

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد

بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

چند باشی عاشقِ صورت بگو طالبِ معنے شو و معنے بجو

ترجمہ۔ صورت کے عاشق کب تک رہو گے۔ کچھ کہو تو سہی۔ (صورت مقصود نہیں اسکو چھوڑ دو) معنے کے طالب بنو اور معنے کو تلاش کرو۔ امیر خسرو ؎

بصورت خوش مشو کز رُوے معنے نے خامہ نکو تر از نے قند

صُورتِ ظاہر فنا گردد بداں عالمِ معنے بماند جاوداں

ترجمہ۔ یاد رکھو کہ ظاہر صورت تو فنا ہو جائے گی۔ (اور) عالم معنے ہمیشہ رہیگا۔ (لہذا عالم معنے کی طرف متوجہ رہو) ؎

تنگنائے شہر صورت نیست جامی جاے تو سُوے معنے رو کہ ہست آں ملکِ میداں فراخ

صورتش دیدی ز معنے غافلی از صدف دُر را گزیں گر عاقلی

ترجمہ۔ تو نے اس (مطلوب) کی صورت تو دیکھ لی۔ معنے سے غافل ہے اگر عقلمند ہے۔ تو سیپ سے موتی کو اختیار کر ؎

رہ بمعنے نبرد ہر کہ ز صورت صاحب ہمچو آئینہ نہ بیند ست ز بازار رَوَد

ایں صدف ہائے قوالب در جہاں گرچہ جملہ زندہ انداز بہرِ جاں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر

لغات۔ قوالب جمع قالب۔ جسم۔ جثہ۔ ازبہرِ جان۔ جان کی سلامتی کے لئے بعض نسخوں میں یہ لفظ از بحر جاں درج ہے۔ پھر اس کے معنوں کو ہموار کرنے کے لئے شارحین کو تاویل کے تکلفات کرنے پڑے۔ ہمارا ازبہرِ جان کا نسخہ تکلف کا غیر محتاج بھی ہے اور مفید مقصود بھی۔

ترجمہ۔ اگرچہ یہ تمام (اجسام کے) سیپ دنیا میں جان (کی سلامتی) کے لئے زندہ (وسلامت) ہیں۔ (اور ان کی زندگی سے ان کی جانوں کا پتہ لگتا ہے) مگر ہر صدف (جسم) میں (فضائل کے) موتی نہیں ہوتے۔ آنکھ کھولو اور ہر شخص کے دل پر غور کرو۔

مطلب۔ بے شک ہر جسم میں روح ہے۔ مگر ہر روح کا فضائل کمالات کے زیور سے آراستہ ہونا ضروری نہیں۔ تم کو ہر شخص کی روحانی اور قلبی حالت پر خوب غور کرنا چاہیے۔

کانچہ دارد ایں چہ دارد میگزیں زانکہ کمیاب ست آں دُرِ ثمیں

لغات۔ میگزیں صیغہ امر ہے گزیدن (اختیار کرنا) سے۔ درثمیں۔ ثمین موتی۔

ترجمہ۔ کہ وہ کیا رکھتا ہے یہ کیا رکھتا ہے (پھر جو اچھی بات ملے اس کو) اختیار کرو۔

کیونکہ وہ (اچھی بات کا) قیمتی ہوتی کم ملتا ہے۔

مطلب - یہی منشا ہے اس حدیث کا کہ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیثما وجدھا فھو احق بھا۔ یعنے دانائی کی بات مومن کا گم شدہ مال ہے۔ پس جہاں وہ اس کو پائے۔ وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اب ایک اور پیرایہ میں صورت و معنے کا فرق بتاتے ہیں۔

گر بصورت بنگری کوہے بشکل در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل

ترکیب - گر بصورت بنگری شرط۔ کوہے بشکل الخ اس کی جزا۔ **عوض** قافیہ میں مسامحت ہے۔

ترجمہ - اگر تم صورت کو دیکھو۔ تو ایک پہاڑ شکل میں لعل سے سوگنا بڑا ہے۔

مطلب - لعل سے پہاڑ صد چنداں کیا بلکہ اگر لاکھ چنداں تمہیں تو بھی کم ہے۔ پس اگر صورت قابل لحاظ ہوتی تو پہاڑ کو لعل سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ صورت مقصود نہیں بلکہ کوئی امر معنوی ملحوظ ہے۔ جو پہاڑ میں نہیں ہے۔ اور لعل میں موجود ہے "ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر" سعدی رح ؎

کودک کو بعقل پیر بود نزد اہل خرد کبیر بود

ہم بصورت دست و پا و چشم تو ہشت صد چنداں کہ نقش چشم تو

ترجمہ - اسی طرح تمہارے ہاتھ پاؤں اور باقی جسم صورت میں تمہاری آنکھ کی شکل سے سو گنا زیادہ ہیں۔

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں

ترجمہ - لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ کہ دونوں آنکھیں تمام اعضا سے برگزیدہ ہیں

مطلب - جس طرح آنکھ کا چھوٹا سا جوہر بڑے بڑے اعضا پر فائق ہے۔ اسی طرح معنے جو ایک مخفی اور باطنی امر ہے۔ صورت سے افضل ہے۔ چنانچہ پھر فرماتے ہیں۔

از یک اندیشہ کہ آید در دروں صد جہاں گردد بیکدم سرنگوں

ترجمہ - ایک خیال سے جو کسی بادشاہ کے دل میں آتا ہے۔ صدہا ملک ایک دم میں تباہ ہو جاتے ہیں۔

مطلب - خیال بھی ایک معنوی امر ہے۔ جس کی شان اسقدر بلند ہے۔ کہ جب کسی فرمانروا کے دل میں جنگ و حملہ کی تحریک کرتا ہے۔ تو ملکوں کے ملک تہ و بالا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو ایک امر معنوی کا عالم صورت پر کس قدر شدید اثر پڑتا ہے۔ اس سے بھی معنے کی فضیلت صورت پر ظاہر ہوتی ہے۔ صد جہاں، اور بیکدم کی تقدیرات مبنی بر مبالغہ ہیں۔

جنبشِ سلطاں گر بصورت یک بود صد ہزاراں لشکرش در تگ بود

لغات تگ۔ دوڑ دھوپ۔ یک اور تگ کا قافیہ محل نظر ہے۔

ترجمہ۔ بادشاہ کا جسم اگرچہ صورت میں ایک ہوتا ہے۔ لیکن اس کی لاکھوں سپاہ (اشارہ چشم پر) حرکت کرتی ہے۔

مطلب۔ اگر صورت ظاہر کوئی معتد بہ امر ہوتی۔ تو ایک جسم لاکھوں اجسام پر یوں فائق نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صورت ظاہر کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ یہ سارا کرشمہ کسی امر معنوی کا ہے۔ جس نے ایک جسم کو اجسام کثیرہ پر برتری دلائی۔ یہاں تک معلوم ہوا۔ کہ ایک جسم کو اس کے معنے کی بدولت دیگر اجسام کے مقابلے میں کس قدر عظمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب یہ بتائیں گے۔ کہ خود اس جسم واحد کی بھی اپنے معنے کے مقابلے میں کیا وقعت ہے۔

بار شکل و صورتِ شاہِ صفی ہست محکوم یکے فکرِ خفی

لغات صفی برگزیدہ۔ منتخب۔ محکوم۔ زیر حکم۔ ماتحت۔ تابع۔ خفی۔ پوشیدہ۔

ترجمہ۔ پھر اس برگزیدہ بادشاہ کی شکل و صورت بھی ایک مخفی خیال کے تابع ہے (کہ جب وہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے اعضا اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں)۔

خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں

ترجمہ۔ ایک خیال (یعنے ارادہ خداوندی) کو دیکھو۔ کہ اس سے بے انتہا مخلوق سیلاب کی طرح زمین پر چل رہی ہے۔

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد

ترجمہ۔ گو وہ خیال لوگوں کے سامنے چھوٹا اور غیر محسوس ہے۔ لیکن (جب اٹھے تو) سیلاب کی طرح جان کو خورد و برد کر جائے۔

مطلب۔ اس خیال سے یا تو ارادہ الٰہیہ مراد ہے۔ کہ اس کا جہان بھر کو زیر و زبر کر دینا ظاہر ہے۔ کما قال اللہ تعالے قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو (بھلا بتاؤ تو سہی) کہ اگر اللہ مریم کے بیٹے مسیح کو اور ان کی والدہ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو ایسا کون ہے جس کا کچھ بھی خدا پر زور چلتا ہو (مائدہ ۳) شیخ عطار رح

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند عالمے را در دمے ویراں کند

طرفۃ العینے جہاں برہم زند کس نے آرد کہ آنجا دم زند

اور اس سے سلاطین کے فاتحانہ ارادوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ وہ بھی جب اٹھتے ہیں۔ تو ملکوں کا صفایا کرتے چلے جاتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالے قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا

اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً ج وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ (ملکہ بلقیس نے (اپنے اہل دربار سے) کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں (فاتحانہ) داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اس کو تباہ اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔ اور (واقع میں) ایسا ہی کیا کرتے ہیں (نمل ع ۳) قاسمی غفرلہٗ ۔

چو شطرنج ازما جرائے دو شاہ — شود عرصۂ ملک و لشکر تباہ
چو سلطان کشاید در کارزار — بجرم یکے کشتہ گردد ہزار
چو ریزد دنگرگ ابر دریا نثار — نہ گل یابد ازوے رہائی نہ خار
چو باد خزاں آورد ترکتاز — نماند نہالِ گل از بیخ باز

خلقِ عالم چوں رمہ ست و حق شباں — میدواند جملہ را روز و شباں

لغات ۔ رمہ ۔ ریوڑ ۔ شبان ۔ چرواہا ۔ گڈریا ۔ یہی لفظ دوسرے مصرعہ میں جمع شب ہے خلاف قیاس ۔
صنائع ۔ شباں کے لفظ میں تجنیس ۔
ترجمہ ۔ دنیا کی مخلوق گویا (بکریوں کا) ریوڑ ہے اور حق تعالےٰ (اس کا) چرواہا ۔ جو سب کو دن رات دوڑا رہا ہے ۔
مطلب ۔ اوپر جو ارادہ الٰہیہ کا ذکر آیا تھا ۔ یہاں اس کے عالم پر حاوی ہونے کی مزید توضیح کی ہے ۔ اخ غفرلہٗ

وہاں محل کو رد باد قدرتش عالم — بیان صدمۂ صرصرے سکستست

پس چو مے بینی کہ از اندیشہ — قائم ست اندر جہاں ہر پیشہ
خانہا و قصرہا و شہرہا — کوہہا و دشتہا و نہرہا
ہم زمین و بحر و ہم مہر و فلک — زندہ از وے ہمچو از دریا سمک

ترجمہ ۔ پس جب تو دیکھتا ہے کہ جہان میں ہر پیشہ خیال و ارادہ ہی سے قائم ہے ۔ حتےٰ کہ گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہر ساتھ ہی زمین اور سمندر اور نیز سورج اور آسمان اس (ارادہ) کی بدولت زندہ ہیں ۔ جیسے دریا سے مچھلی زندہ ہوتی ہے ۔

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور — تن سلیمان ست اندیشہ چو مور

ترجمہ ۔ پس (خیال و ارادہ کے اسقدر علو شان کے باوجود) کیوں تجھ (عقل کے) اندھے کے سامنے بیوقوفی کی وجہ سے جسم حضرت سلیمانؑ کی طرح (شاندار) اور خیال چیونٹی کی طرح (حقیر و ناچیز) ہے ۔

مینماید پیش چشمت کہ بزرگ — ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ

لغات ۔ کہ ۔ کوہ ۔ سترگ ۔ بزرگ ۔ سکلاں ۔

ترجمہ۔ (تعجب ہے کہ) تیری نظر کے سامنے پہاڑ بڑا نظر آتا ہے۔ خیال چوہے کی طرح (حقیر) ہے اور جسم کلاں ہے۔

نوٹ۔ ایک شارح نے ایک اور طرح بھی ترجمہ کر کے دکھایا ہے۔ جس میں کہ (مخفف کوہ) کو کاف بیانیہ قرار دیا ہے اور تقدیر کلام یوں ٹھیرائی ہے۔ پیش چشمت اندیشہ کہ بزرگ ہست چوں موش وتن سترگ مینماید۔ اور "بزرگ ہست" کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا ہے۔ ترجمہ کی ترکیب تو بیشک صاف ہے۔ مگر شعر کی عبارت اس کو قبول نہیں کرتی۔ نہ بزرگ ہست اندیشہ کی صفت بن سکتی ہے۔

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم　　زابر و برق و رعد داری لرزہ بیم

لغات۔ ہول۔ ہائل۔ ہولناک مصدر بمعنے اسم فاعل برائے مبالغہ جیسے عدل بمعنے عادل۔

ترجمہ۔ عالم تیری نظر میں ہولناک اور عظیم (الشان) ہے۔ بادل۔ بجلی۔ اور کڑک سے تو کانپنے اور ڈرنے لگتا ہے۔

وز جہانِ فکرتی اے کم زخر　　ایمن و غافل چو سنگی بے خبر

لغات۔ کم زخر۔ گدھے سے بھی کم عقل۔ سنگ بستگی۔ سنگ ہستی۔

ترجمہ۔ اور اے گدھے سے بھی کم (عقل آدمی!) تو عالم فکر سے بے پروا اور غافل ہے (فی الوقت) تو پتھر کی طرح بے خبر ہے۔

مطلب۔ جو شخص عالم فکر سے لاپروا ہو۔ وہ خداوند تعالےٰ کے ارادے سے بھی نڈر ہوگا۔ جو اس عالم کا ایک جزو ہے۔ پس "کم زخر" ہونے میں کیا کسر ہے۔ کیونکہ عاقل تو وہی ہے۔ جو خداوند تعالےٰ کے ارادے سے ڈرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اقبال مسلمہ ؎

خوف حق عنوانِ ایمان ست و بس　　خوف غیر از شرک پنہان ست و بس

زانکہ نقشی وز خرد بے بہرہ　　آدمی خو نیستی خر کرہ

ترکیب۔ زانکہ نقشی وز خرد الخ بہرہ۔ جملہ اسمیہ بترکیب عطفی جملہ معطوفہ ہو کر علت ہوئی۔ آدمی خو الخ اس کا معلول۔ اس صورت میں زانکہ بمعنے چونکہ ہوگا۔ یا یہ سارا شعر علت ہو ماسبق کی۔ پھر زانکہ کے معنے کیونکہ ہوں گے۔

ترجمہ۔ چونکہ تو محض ایک (مٹی کی) مورت ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے تو آدمی کی خصلت والا نہیں ہے۔ بچۂ خر کی طرح خالی از عقل ہے۔

مطلب۔ کرہ خر بمعنے بچۂ خر کہنے سے اس کو گدھے کی نسل بتانا مراد نہیں بلکہ یہ ایک دشنام ہے۔ شرعاً حرام ہے۔ اور اخلاقاً دور از مروت۔ بلکہ بے وقوفی میں گدھے کے بچے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔

جہلِ محضی وز خرد بیگانہ　　پوندی و ز خدا دیوانہ

لغات - جہل محض - وہ نادانی بس کے ساتھ دانش کا شمہ بھی نہ ہو - اور اس سے جاہل مطلق مراد ہے - مبالغہ کی غرض سے مصدر بمعنے اسم فاعل استعمال ہوا ہے - نرا جاہل - **ترکیب** - بوتمارہ میں بکا مضاف ضمیر راجع بخود مقدر ہے - از خدا متعلق ہے دیوانہ کے مقدر ہونیکہ اس پر واو عاطفہ ہو - مگر بعض نسخوں میں بلا واو از خدا ہے اس صورت میں اس کا متعلق یہ بوتمارہ ہونا بہت موزوں ہے - پھر مقدرات کی بھی حاجت نہیں -

ترجمہ (۱) تو نرا جاہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے - (اس کی) بو بھی تجھ میں نہیں اور خدا سے دیوانہ (وار غافل) ہے -

(۲) (بصورت از خدا) تو نرا جاہل ہے - اور عقل سے بیگانہ ہے (معرفت) خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ایک سودائی ہے -

سایۂ را دید شخص مے بینی زجہل　　شخص زاں شد نزد تو بازی سہل

ترجمہ - سایہ کو تو اپنی نادانی سے شخص محسوس کر رہا ہے - اس لئے شخص تیرے نزدیک ایک کھیل اور بے وقعت چیز ہے -

مطلب - غیر مقصود کو مقصود سمجھ رہا ہے - اس لئے مقصود کو بے وقعت سمجھتا ہے - مگر آخر کار ایک دن آنکھ کھلیں گی - اصلیت عیاں ہو جائیگی - آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں -

نک زغیبت یک نمودار آتش ست　　کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست

ترجمہ - دیکھو عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے - جو لطافت میں ہوائے دلکش کی طرح ہے -

تا بجسمے در نہ پیچد کثیف　　آگہی نبود بصر را زاں لطیف

لغات - کثیف - ٹھوس - گنجان - گاڑھا - لطیف - باریک - نازک - غیر محسوس -

ترجمہ - جب تک کہ کسی ٹھوس جسم سے اس کا تعلق نہ ہو جائے - نگاہ کو اس غیر محسوس چیز کا احساس نہیں ہوتا -

باز افزون ست ہنگام اثر　　از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر

ترجمہ - پھر اثر کرنے کے وقت وہ ہزاروں تیشہ اور تلواروں اور کلہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے -

مطلب - آگ کی قوت کا بیان ہے کہ جب وہ بھڑکتی ہے - تو شہروں کا اس کثرت اور اس وسعت سے صفایا کر دیتی ہے - کہ ہزاروں سنتریوں سے بھی نہ ہو سکے -

باش تا روزے کہ آں فکر و خیال　　بر کشاید بے حجاب بے پر و بال

ترجمہ ۔ اس دن تک ٹھیر جب وہ فکر و خیال بلا حجاب پر اور بازو کھولے ۔

مطلب ۔ ارادہ باری تعالیٰ ایجاد اور اعدام دونوں قسم کے افعال سے متعلق ہوتا ہے ۔ مگر ایجاد کی نسبت اعدام کا اثر عام و غلوب پر زیادہ پڑتا ہے ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آگ رات دن مختلف فوائد دیتی ہے ۔ اس سے روٹی پکتی ہے ۔ یہ مختلف دھاتوں کو ڈھالنے اور نرم کرنے کا کام دیتی ہے ۔ اس سے چراغ روشن ہوتے ہیں ۔ وغیرہ ۔ اسی طرح پانی سے صدہا فوائد ہیں ۔ حیوانات کا یہ مایہ حیات ہے ۔ باغ و راغ کی اس سے سرسبزی ہے ۔ مگر ان فوائد کے لحاظ سے ان کو چنداں وقعت نہیں دی جاتی ۔ ہاں اگر آگ ایک ہولناک آتشزدگی سے شہر کو تباہ کرنے لگے ۔ یا پانی ایک سیلاب کی صورت میں آبادی کو غرقاب فنا کرنے پر آجائے ۔ تو پھر لوگوں کے دلوں پر ان کی ہیبت کا سکہ بیٹھتا ہے ۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا ارادہ رات دن ابداعی و ایجادی افعال کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے ۔ مگر عوام کی نگاہ اس کی طرف نہایت کم ملتفت ہوتی ہے ۔ ہاں اگر اس کا ارادہ اعدام و ہلاک کی صورت میں نمایاں ہو جائے ۔ تو دنیا سے حجاب غفلت اٹھ جائے ۔ جیسے کہ مولانا جامی بطور مناجات کہتے ہیں ۔

زلزلہ در گنبد خضرا فگن — یک دو سہ قارورہ بہم در شکن
باغ عناصر کہ ز میغش خوش ست — آب گوارندہ ہوا دلکش ست
خاص ترین سوہ اوکادمی ست — لذتش از چاشنی محرمی ست
پختہ و خاش ہمہ بر خاک ریز — برگشش از باد بہ اہل خاک بیز
تا ہمہ دانند کہ صانع توئی — مبدع ایں جملہ بدائع توئی

مولانا فرماتے ہیں کچھ مدت ٹھیرو ۔ ایک دن ایسا آنے والا کہ ارادہ الٰہیہ تم کو اپنے پورے جلوے دکھائیگا ۔ پھر تم اس کی دقت و عظمت کو سمجھو گے اس دن کیا ہوگا ؟

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم — نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم

ترجمہ ۔ تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح اُڑتے پھرتے (دیکھے گا) اور اس سرد و گرم زمین کو نیست (و نابود) ہوتی (دیکھ لیگا) ۔

مطلب ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ اور پہاڑ اس طرح اڑ رہے ہونگے ۔ جس طرح دھنکی ہوئی اُون اِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائیگی ۔

نے سما بینی زاختر نے وجود — جز خدائے واحد حی ودود

لغات ۔ سما ۔ آسمان ۔ اختر ۔ ستارہ ۔ حی ۔ زندہ خداوند تعالےٰ کا نام ۔ ودود ۔ دوست رکھنے والا نام باریتعالیٰ ۔

ترجمہ ۔ نہ تو آسمان کو (سلامت) دیکھے گا ۔ نہ کسی ستارے کا وجود پائے گا ۔ سوائے خداوند تعالےٰ کے جو واحد ہے زندہ ہے محبت کرنے والا ہے ۔

مطلب ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ ۔ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ۔ جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں ۔ اور فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ آج کس کی بادشاہی ہے اللہ واحد قہار کی ۔

حسد کردن حشم بر غلام خاص

غلام خاص پر ملازموں کا حسد کرنا

نوٹ - اکثر نسخوں میں اس عنوان میں آن غلام خاص لکھا ہے - جس سے آں اسم اشارہ سے اسی غلام کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے - جس کا قصہ چل رہا ہے - حالانکہ یہ ایک آور قصہ ہے - اور غلام بھی کوئی آور غیر معہود ہے - لہذا آں کا اضافہ کاتبوں کا تصرف معلوم ہوتا ہے - ہمارے قلمی نسخے میں بھی جو نہایت معتبر و صحیح ہے - یہ کلمہ نہیں ہے -

پادشاہے بندۂ را از کرم برگزیدہ بود از جملہ حشم

ترجمہ - ایک بادشاہ نے (اپنے) ایک غلام کو براہ کرم تمام ملازموں میں سے ممتاز کر رکھا تھا -

جاگیٔ او وظیفہ چل امیر دہ یک قدرش ندیدے صد وزیر

لغات - جاگی - بجیم عربی و کاف فارسی وظیفہ - تنخواہ - راتبہ - وظیفہ - تنخواہ - روزینہ - چل - چل - چالیس دہ یک - دہم - دسواں حصہ - بے - **ترکیب** - جاگی مبتدا وظیفہ چل امیر مرکب اضافی خبر -

ترجمہ - اس کی تنخواہ چالیس اہلکاروں کی تنخواہ (کے برابر تھی) اس کی (سی) قدر (و منزلت) کا دسواں حصہ سو وزیر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے -

از کمال طالع و اقبال و بخت او ایازے بود و شہ محمود وقت

لغات - طالع - ستارہ قسمت - بخت - اقبال - ایام ترقی - خوش نصیبی - بخت - نصیب - ایاز - سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام - جس کے لئے سلطان مذکور کی محبت ادبیات فارسی میں ایک ضرب المثل اور شعر فارسی کے لئے تشبیہ و تنظیر اور استعارہ و تشبیہ کا ایک مسالہ بن گئی - محمود - سلطان محمود غزنوی افغانستان کا ایک نامور مجاہد اسلام اور تاریخ عالم کے بڑے بڑے فاتحین میں سے تھا - جس نے ہندوستان پر سترہ مرتبہ بڑے زور و شور کی چڑھائی کی - ان معرکوں میں سے سومنات کی فتح نہایت شاندار اور اسلامی شجاعت و شہامت کی اعلیٰ مظہر تھی - اگرچہ عہد صحابہ و تابعین میں بھی مسلمان فاتحین ہندوستان پر حملہ آور ہو چکے ہیں - مگر اس سرزمین میں دین اسلام کی اشاعت سلطان محمود کی بدولت ہی شروع ہوئی - ان دینی کارناموں کی بدولت خلیفہ بغداد نے اس کو ایک بیش قرار خلعت کے ساتھ امین الملت یمین الدولہ کا خطاب بخشا - اس کے دربار میں بھی بڑے بڑے اہل کمال موجود تھے - البیرونی اس کے دربار کا ایک نامور فلسفی گذرا ہے - جس کو بوعلی سینا کی ٹکر کا حکیم سمجھا گیا ہے - اسکی ایک تصنیف بنام کتاب الہند ہندوستان کے حالات پر سب سے پہلی عربی تصنیف اور نہایت نادر کتاب ہے - فردوسی اس کے دربار کا نہایت باکمال شاعر تھا - جس نے محمود کی فرمائش سے تاریخ ایران پر ساٹھ ہزار ابیات کی وہ پرجوش مثنوی

سلطان محمود غزنوی

لکھی جس کا نام شاہنامہ ہے۔ اور جب تک فارسی زبان دنیا میں موجود ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کا سکہ رائج رہے گا۔ محمود غنایت رحم دل۔ منصف مزاج اور معاملہ فہم بادشاہ تھا۔ ۴۲۱ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے دارالسلطنت غزنی میں مدفون ہوا۔ **قافیہ** بخت اور وقت کا قافیہ محل نظر ہے۔

ترجمہ - اپنے طالع اور اقبال اور نشست کے کمال کی بدولت (اس کا یہ مرتبہ تھا کہ گویا) وہ ایاز تھا۔ اور بادشاہ اپنے عہد کا محمود تھا۔

مطلب - بادشاہ کو اس غلام کے ساتھ وہ محبت و شفقت اور اس کے حال پر اسقدر نظر عنایت تھی۔ جیسے سلطان محمود غزنوی کو ایاز کے ساتھ۔ صائبؒ ؎

برہند اگر چہ دولت محمود دست یافت گردن نہاد حلقۂ زلف ایاز را

رُوحِ او با رُوحِ شہ در اصلِ خویش پیش از ایں تن بُود ہم پیوند خویش

لغات - اصلِ خویش سے مرتبۂ اعیان ثابتہ مراد ہے۔ پیش از ایں تن اس جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے۔ ہم پیوند متصل۔ مقارن۔ خویش یگانہ۔

ترجمہ - کیونکہ اس غلام کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل (یعنے مرتبۂ اعیان ثابتہ) میں موجودہ جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پیشتر متصل و متقارب ہو چکی تھی۔ بقول کسے ؎

اگر تن را زتن گردوں نگیں دل چدا سازد ندیں وحدت سر اول را کہ از ازل باز سیداند

کارآں دارد کہ پیش از تن بدست بگذر از اینہا کہ نو حادث شدہ است

لغات - کارآں دارد - معتبر بات ہی وہی ہے۔ اہم بات ہی وہی ہے۔ پیش از تن روح کے متعلق بجسم ہونے سے پہلے۔ عالم ارواح۔ روز ازل میں۔ حادث تازہ وقوع میں آنے والا امر۔

ترجمہ - اہم امر وہی ہے جو جسم عنصری سے پہلے وقوع میں آیا۔ ان (امور) کو چھوڑو کہ یہ نئے ظہور میں آئے ہیں۔

مطلب - اوپر تقدیر الٰہی کا ذکر کیا تھا۔ اب مولانا حسب عادت اس سے مناسب نصیحت کی طرف تحویل فرماتے ہیں۔ یعنے عالم ارواح کے معاملات ہی قابل اعتماد ہیں۔ عالم اجسام کے معاملات معتبر نہیں۔

چشمِ عارف راستگو نے احوَل ست چشمِ او بر کشتہائے اوّل ست

لغات - راستگو۔ سچ بولنے والا۔ یہاں راست بیں مراد ہے۔ احول۔ بھینگا۔ کشتہا۔ کھیتیاں۔

ترکیب - چشم عارف مبتدا راستگو خبر ست رابط مقدر۔

ترجمہ چونکہ عارف کی آنکھ راست بیں (یعنے ٹھیک دیکھنے والی) ہے بھینگی نہیں۔ اس لئے اس کی آنکھ (تقدیر ربانی کی) پہلی کھیتی پر ہوتی ہے۔

نوٹ - اکثر نسخوں میں پہلا مصرعہ یوں درج ہے "چشم عارف راستگوئی احول ست" جس کے معنے یوں ہونگے سچ کہو تو عارف کی آنکھ بھینگی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ عالم ارواح کے معاملات پیچھے گزر چکے

اب عالم شہادت کا نقشہ پیش نظر ہے۔ مگر گستاخی معاف! عارف تو سامنے کے منظر سے نظر کج رکھ کر گذشتہ عالم کی طرف ملتفت رہنے کے لئے احول ہونا ہی منظور کرتے ہیں۔ عالم ارواح کے دیدار کی اہمیت کے آگے اعور کی عاران کو گوارا ہے یہ نسخہ نکتہ خیز اور سیاق عبارت کے لئے ادق تو ضرور ہے۔ مگر احولیت کی نسبت عرفا کے ساتھ کرنی ہمیں گوارا نہ ہوئی۔ اس لئے "استاگ۔ قے احول" کا نسخہ اختیار کیا گیا۔ بڑی بات یہ ہے۔ کہ ہمارا قلمی نسخہ بھی اس اختیار کردہ نسخہ کا مؤید ہے۔

مطلب حق تعالےٰ نے روز ازل میں جو کچھ مقدر کر دیا ہے۔ عارف اسی کو دیکھتا ہے۔ چونکہ اس میں کج نظری و غلط بینی نہیں ہے۔ اس لئے وہ تقدیر الٰہی کے سوا اور طرف نظر نہیں کرتا۔

آنچہ گندم کاشتندش آنچہ جو　　چشم او آنجاست روز و شب گرو

لغات گندم۔ گیہوں۔ مراد اصلی چیز جو۔ مشہور غلہ ہے۔ مراد داغنے۔ تیز۔ گرو۔ رہن۔ مشغول۔ لگی ہوئی۔

ترکیب کاشتندش کی ضمیر ستہ فاعلی کارکنان قضا و قدر کی طرف اور شین ضمیر مفعول آنچہ کی طرف راجع ہے۔ گندم سے درصورت گندم مراد ہے۔ آنچہ جو انہی تقدیرات کے سلسلہ کا دوسرا جملہ مبسوط محذوف عاطف بعض نسخوں میں شین ضمیر کی بجائے واؤ عاطفہ درج ہے۔ مگر اظہار عاطف کی بجائے اضمار ضمیر زیادہ محسن ہے۔

ترجمہ جس چیز کو گیہوں (کی شکل میں) بویا گیا۔ اور جس چیز کو جو (کی صورت میں) بویا گیا۔ اس کی نظر دن رات ادھر ہی لگ رہی ہے۔

آنچہ آبستست شب جز آں نزاد　　حیلہا و مکرہا با دست باد

لغات آبستست۔ فعل ماضی ہے آبستن سے جس کے معنے ہیں حمل ہونا۔ باد سے فعل لغو مراد ہے۔ بارکا ایراد دو بار لغرض تاکید ہے۔

ترجمہ رات کو (زن و مرد کے جماع سے) جو حمل ٹھیر گیا۔ (لڑکا ہو یا لڑکی) اس کے سوا اور کچھ پیدا نہ ہوگا۔ اس کے خلاف ہر طرح کے مکر اور حیلے بالکل فضول ہیں۔

مطلب قدرت الٰہی سے اسباب پر جو نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ تو کسی حیلے اور کسی تدبیر سے ان میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ آبستن کے لئے شب کی قید اتفاقی ہے۔ بر بنائے عادت عام کہ اس کا وقوع اکثر شب ہی کو ہوتا ہے ورنہ وجود نتیجہ کے لئے روز و شب برابر ہیں۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ شب سے شب عدم مراد ہے۔ اور آبستن شب کنایہ ہے۔ اعیان معدومہ کی استعداد وجود سے۔ مطلب یہ کہ اعیان معدومہ میں بحالت عدم و مرتبہ ثبوت علمی جس صورت میں وجود اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ کما قیل ؎

کسیکہ رشتہ کارش بدست تدبیر است　　خیال فاسد او چوں بر آب تصویر است

؎ تیرہ روزی نیست امروزی کہ تدبیرش کنم　　ایں سیہ روزی مداوا خانہ تقدیر بود

کے شود دلخوش بحیلہائے کش　　آنکہ بندد حیلہ حق بر سرش

لغات - گرش - بفتح کاف فارسی خوب - خوش رفتار کاف تازی کے ساتھ غلط ہے - حیلہ حق - قدرت حق - برسر - مسلط -

ترجمہ - بھلا وہ شخص اپنے عمدہ حیلوں سے کیا خوش ہو سکتا ہے؟ جو قدرت حق کو اپنے اوپر مسلط دیکھتا ہے -

مطلب - کوتہ بیں وفریفتہ ظاہر سمجھتا ہے - کہ میں تدبیر سے سب کچھ کر لوں گا - لیکن صاحب بصیرت اور بینائے حقیقت جانتا ہے - کہ حکم حق کے آگے کوئی تدبیر نہیں چل سکتی - صائبؒ ؎

با حکم ایزدی چہ بود گیر و دار خلق خاشاک را بآب رواں اختیار نیست

او در دلِ دام و دامے مے نہد جانِ تو فے نالد جہد فے زیں جہد

ترکیب - جان تو - ضمیر ہے - بتقدیر قسم بجان تو کذا فی بحر العلوم - بعض شارحین نے جان تو کو جہد کا فاعل قرار دیا ہے - یہ غلطی ہے - کیونکہ اس صورت انتشار ضمائر لازم آتا ہے - کہ پہلے مصرعہ میں جس شخص کا ذکر غائبانہ کیا تھا - وہی دوسرے مصرعہ میں مخاطب کیا جا رہا ہے -

ترجمہ - وہ (خود تو تقدیر الٰہی کے) جال میں (پڑا ہوا) ہے اور ایک (اپنا) جال (الگ) بچھا رہا ہے - تیری جان کی قسم کہ وہ نہ اس جال سے نکل سکے گا نہ اس جال سے -

مطلب - تقدیر الٰہی کا جال پہلے ہی ہر انسان پر ہادی ہے - جس سے وہ نکل نہیں سکتا - اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ - ایک دوسرا جال وہ اپنی تدبیر کا بچھا رہا ہے - جس سے طبعاً یا شرعاً چارہ نہیں - تدبیر کا جال بچھانے میں شک ضروری ہے - مگر اپنے آپ کو دام تقدیر کا مقید سمجھنا اور تقاضائے تقدیر کے غالب آنے پر یقین رکھنا بھی شرط ایمان ہے - مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں - کہ بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حیلہ گر خود جال میں مقید ہے - جس کی اس کو خبر نہیں - اور الشاذ و سروں کے لئے جال بچھا رہا ہے - اور حیلہ گر جس جال میں مقید ہے - ممکن ہے کہ وہ بھی کسی بندہ کا بچھایا ہوا ہو - اور بعض کے نزدیک ہند کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے - اس صورت میں واؤ عاطفہ نہیں ہے - اور مطلب یوں ہوگا - کہ اللہ تعالیٰ تیرے جال کے اندر اپنی تقدیر کا دوسرا جال بچھا رہا ہے - اے حیلہ گر تیری جان نہ خدائی تقدیر کی گرفت سے بچ سکتی ہے - نہ اپنی تدبیر کے پھندے سے نکل سکتی ہے - حتیٰ کہ خود تیری اپنی تدبیری تجھے تقدیر کے جال میں ڈال دیتی ہے - انتہی - نظامیؒ ؎

گہ تیر خود زن عقاب دلیر بہر خود آید ز بالا بزیر

گر بروید ور بریزد صد گیاہ عاقبت بر روید آں کشتہ الٰہ

ترجمہ - اگر سینکڑوں (قسم کی) گھاس (کے بیج) اگ آئیں - اور اگرچہ (ان کا اُگنا خود بخود نہیں بلکہ خاص قصد سے ان کو کسی نے) بویا (بھی) ہو (تو بھی وہ پروان نہیں چڑھیں گے - بلکہ) آخر کار خداوند تعالیٰ کا بویا ہوا (بیج) ہی اُگے گا -

مطلب - اگر تقدیر الٰہی کے خلاف کوئی تدبیر عمل میں آنے لگے - اور خواہ اس کا عمل میں آنا اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً ارادتاً ہو - تو بھی وہ تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی - بلکہ مشیت ایزدی کا مقتضا ہی آخر کار ظہور میں آئیگا - ہاتفی ؎

چو تقدیر از عرش آید فرود ندارد بلندیِ دیوار سُود

آگے تقدیر کے آگے تدبیر کے بے سُود ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

کشت نوکارید بر کشتِ نخست ایں دوم فانی ست و آں اوّل درست

ترجمہ۔ (اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تدبیر کی) نئی کھیتی (تقدیر کی) سابقہ کھیتی کے اوپر بوئی ہے (اس لئے) یہ دوسری (کشت تدبیر) ضائع ہونے والی ہے اور وہ پہلی (کشت تقدیر) تیار ہونے والی۔

مطلب۔ تقدیر کا بیج روز ازل کا بویا ہوا ہے۔ اور تدبیر کا بیج آج کا ہے۔ جس کو تخم تقدیر کے اوپر پھینکا جارہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کونسا بیج بارآور ہوگا۔ اور کونسا رائیگاں جائے گا۔ یعنے جو بیج قرنہا قرن سے جڑ پکڑ چکا ہے۔ وہی بارآور ہوگا۔ اس سے آگے تازہ ڈالے ہوئے بیج کا اجزائے ارض پر مسلط ہونا اور جڑ پکڑنا مشکل ہے ؎

جامی مکن اندیشہ کہ تغییر نیابد در حکمِ ازل ہر چہ مقرر شدہ باشد

تخمِ اوّل کامل و بگزیدہ است تخمِ ثانی فاسد و پوسیدہ است

ترجمہ (دوسری وجہ یہ ہے کہ) پہلا (تقدیر کا بیج) جیّد اور عمدہ ہے (اور) دوسرا (تدبیر کا) بیج خراب اور پوسیدہ ہے۔

مطلب۔ تقدیر افعال الٰہیہ سے ہے۔ اس لئے ہر طرح کامل اور اپنے اثر سے غیر متخلف ہے۔ بخلاف اس کے تدبیر انسانی افعال سے ہے۔ اس لئے بالکل ناقص ہے۔ اور اس سے اثر و نتیجہ کا ظہور یقینی نہیں۔ ہمکا اور اس کا کیا مقابلہ؟

افگن ایں تدبیر خود را پیشِ دوست گرچہ تدبیرت ہمہ تدبیر اوست

ترجمہ۔ اپنی اس تدبیر کو (اس) دوست (حقیقی تعالیٰ شانہٗ) کے آگے ڈال دو۔ اگرچہ تمہاری تدبیر بھی سراسر اسی کی تدبیر ہے۔

مطلب۔ جب ثابت ہوگیا۔ کہ تقدیر حق کے آگے تدبیر خلق کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنی تدبیر کے ہتھیار رکھدو۔ اور اس کی قضا کے آگے گردن رضا جھکا دو۔ جامی رح ؎

دلے کو مبتلائے دوست باشد مرادِ او رضائے دوست باشد

رضائے خود بیابد در رضایش نہد روئے رضا بر خاکِ پایش

پھر ساتھ ہی کمال توحید کے درجے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ اپنی تدبیر کو بھی اپنی نہ سمجھو۔ کہ وہ بھی اسی کی قدرت کے ماتحت عمل میں آتی ہے۔ کما قال رح ؎

ہیچ برگے بر نیفتد از درخت
بے قضا و حکمِ آں سلطانِ تخت

کار آں دارد کہ حق افراشت ست آخر آں روید کہ اوّل کاشت ست

لغات۔ کار داشتن یا کارے داشتن کسی کام کا اہم ہونا۔ معتبر ہونا۔ افراشتن۔ بلند کرنا۔ قائم کرنا نصب کرنا۔ **صنائع** اول و آخر کا تقابل پر لطف ہے۔

ترجمہ۔ اہم کام وہی ہے۔ جس کو حق تعالےٰ نے قائم کیا ہے۔ جو (بیج) روز ازل سے بویا گیا آخر وہی اُگے گا۔

ہر چہ کاری از برائے او بکار چوں اسیر دوستی اے دوستدار

لغات۔ کاری۔ فعل مضارع مخاطب از کاشتن (بونا) اسیر۔ قیدی۔ گرفتار۔ عاشق

ترجمہ (اپنے قول و عمل کا) جو کچھ (بیج) بونے لگو۔ تو اس کے لئے بو۔ جب کہ تم (اپنے) دوست (حقیقی تعالیٰ شانہ) کے (محبت ایمانی کے) جال میں گرفتار ہو۔

مطلب۔ اوپر نیک امور تکوینی کا بیان تھا۔ یعنے دنیاوی امور کے متعلق جو کچھ حیلہ و تدبیر کیا جائے۔ وہ تقدیر کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اب اس بیت سے امر تشریعی کا ذکر ہے۔ یعنے ہر عمل میں رضائے حق کو مقدم رکھنا اور اسے مخلصانہ کرنا چاہیئے۔ سعدی رح ؎

نگویم تو اندر سیدن بدوست دریں رہ تجز آنکس کہ درویش اوست
کسے گر تبا بد ز محراب روے بکفرش گواہی دہند اہل کوے
تو ہم پشت بر قبلۂ در نماز گرت در خدا نیست روے نیاز

گرد نفس دزد و کار او مپیچ ہر چہ آں نے کار حق ہیچ ست ہیچ

ترکیب۔ ہیچ فعل یا فاعل کا مفعول فیہ اگلے دو شعر ہیں۔

ترجمہ۔ نفس خائن اور اس کے (من مانے) کام کے پیچھے نہ پھرو۔ کیونکہ جو (کام) خدا کا کام نہیں ہے۔ وہ نکما ہے نکما۔

مطلب۔ نفس کو چور یا خائن اس اعتبار سے کہا ہے۔ کہ وہ احکام حق کو دیانت داری سے نہیں بجا لاتا۔ بلکہ اس میں بہانہ جوئی اور حیلہ سازی کرتا ہے۔ یہاں نفس کی انہی باتوں کی بجاآوری سے منع کیا گیا ہے جو اس نے محض باغوائے شیطان پسند کر رکھی ہیں۔ فطرت صحیحہ اُن کی اجازت نہیں دیتی۔ نہ وہ خدا کے نزدیک اچھی ہیں۔ لیکن حقوق النفس عند اللہ مسلم ہیں۔ اور فطرت صحیحہ بھی ان کی مقتضی ہے۔ مثلاً اکل و شرب و مناکحت و معاشرت وغیرہ۔ ان سے منع نہیں کیا۔ بلکہ ان کی رعایت رکھنی شرعاً لازم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا بے شک تیرے نفس کے لئے تجھ پر حق ہے۔ اور دوسرے مصرعہ کے مضمون کی رُو سے بھی نفس کے جائز حقوق خود بخود اس نہی سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے حقوق مشروع ہونے کے اعتبار سے خدائی کاموں میں داخل ہیں۔ پس یہاں نفس کے انہی کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ جو خدائی کام نہیں۔ اور وہی ہیچ اور نکمے ہیں۔

پیش از آنکہ روز دیں پدید آید ۔۔۔ نزد مالک دزد دیں رسوا شود

لغات ۔ روز دین ۔ یوم الدین ۔ روز قیامت ۔ پیدا ۔ ظاہر ۔ نمایاں ۔ مالک ۔ مالک الملک ۔ حق تعالیٰ ۔ دزد دین ۔ دین کا چور ۔ نفس و شیطان ۔ بایں اعتبار کہ وہ دینی احکام میں رد و دی و خیانت سے کام لیتے ہیں ۔

ترجمہ (نفس سے قطع تعلق کر لو) قبل اس کے کہ قیامت کا دن آجائے ۔ (اور پھر) مالک (حقیقی) کے سامنے دین کا چور (یعنے نفس یا شیطان) خوار ہو جائے ۔

مطلب ۔ شیطان کے اتباع سے کنارہ دنیا ہی پر کرنا چاہئے ۔ ورنہ آخرت میں جبکہ وہ اور اس کے اتباع سب خدا کے حضور میں خوار و ذلیل ہوں گے ۔ اس سے بیزاری ظاہر کرنا بے سود ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۔ جب (اللہ تعالیٰ) ان سب کو اکٹھا کریگا (اور خطاب فرمائیگا) اے شیطانو! تم نے تو بہت آدمیوں کو گمراہ کیا ۔ اور آدمیوں میں سے جو (دنیا میں) ان کے دوست تھے ۔ وہ کہیں گے ۔ اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا ۔ اور ہمارے لئے جو وعدہ تو نے ٹھہرایا تھا ۔ اس وعدے تک ہم آن پہنچے ۔ اللہ فرمائیگا (اب) دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے اس میں ہمیشہ رہو گے ۔ مگر جب تک اللہ چاہے ۔ بیشک تیرا پروردگار حکمت والا جاننے والا ہے (انعام ع ۱۵)

رخت دزدیدہ بتدبیر و فنش ۔۔۔ ماند روز داوری بر گردنش

لغات ۔ رخت ۔ مال و اسباب ۔ فن ۔ حیلہ ۔ فریب ۔ مکر ۔ روز داوری ۔ قیامت ۔ انصاف کا دن ۔ داوری در اصل داد و دہی بمعنے منصفی ہے ۔

ترجمہ ۔ اس کا اپنے مکر و فریب سے چرایا ہوا مال و اسباب قیامت کے روز اس کی گردن پر (لدا) ہوگا ۔

مطلب ۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے جو چیز چرائی ہے ۔ قیامت کو وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا ۔ جس سے وہ اہل محشر میں ذلیل و خوار ہوگا ۔ یہاں یا تو اسی حدیث کا مفہوم مراد ہے ۔ یا رخت دزدیدہ کنایہ ہے اعمال بد سے اور برگردن ماندن سے ان کا وبال مراد ہے ۔ اور یہی مطلب ارجح معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ نفس و شیطان صرف رد و دی و خیانت ہی کے مرتکب نہیں ۔ کہ قیامت کو صرف اشیائے مسروقہ کا بوجھ ہی ان کے اوپر لدا ہوگا ۔ بلکہ اور بھی گوناگوں معاصی کے مرتکب ہیں ۔ ان سب کا وبال ان کا بار دوش ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۔ اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائے ہوئے ہونگے ۔ اے ہے کیا برا بوجھ اٹھائے پھریں گے (انعام ع ۴) سعدی رح ؎

مرو زیر بار گنہ اے پسر ۔۔۔ کہ تمثال عاجز بود در سفر

صد ہزاراں عقل با ہم بر جہند ۔۔۔ تا بغیر دام او دامے نہند

دامِ خود راسخت تر یابند و بس کے نماید قوتے بابادخس

لغات - برجہند سعی و تردد میکنند آمادہ مے شوند - بغیر - علاوہ مراد بر خلاف و مقابلہ - خس - تنکا - پرکاہ -
ترکیب - شعر اول مستدرک منہ اور شعر ثانی استدراک ہے - اور حرف استدراک "لیکن" مقدر ہے - خس فاعل ہے نماید کا -
ترجمہ - لاکھوں عقلیں متفق ہو کر آمادہ ہوتی ہیں کہ اس کے دام (تقدیر) کے خلاف کوئی (اپنا) دام (تدبیر بھی) بچھاویں (لیکن) وہ (جب دیکھتے ہیں تو) اپنے دام (تقدیر) کو (جس میں مقید ہیں) اور بھی سخت پاتے ہیں اور بس (پھر کوئی پیش نہیں جاتی) بھلا تنکا کہیں ہوا کے مقابلہ کی وقعت رکھتا ہے ؟
مطلب - اوپر یہ مضمون چل رہا تھا - کہ "مدبر کند بندہ تقدیر ز خندہ" اور فرمایا تھا "اودرون دام ہا مے بند" اس اثنا میں یہ ضمیمت کی تھی - کہ جو تدبیر مقتضائے نفس سے ہو اسکو بالکل اختیار نہ کرو "گرو نفس دزدو کا رِ دیں ہیچ" اور پھر نفس کے انجام کا ذکر آگیا تھا - اب اس شعر سے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود فرمایا ہے - یعنے تقدیر الٰہی تو گویا ایک آندھی ہے - اور تدبیر انسانی گویا تنکا ہے - پس تنکا آندھی کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے - انسان اگر چاہے - اپنی تدبیر کی بدولت کمند تقدیر سے نکل جاؤں - تو یہ ناممکن ہے ؎

کمن تلاش رہائی ز دستِ او ہیہات کہ از کمند خدائی خلاص ممکن نیست

ورنداری باور از من روبیں ورنبے واللہ خیر الماکرین

لغات - نبے بضم نون دیائے مجہول قرآن مجید - خیر الماکرین - سب سے اچھا داؤ کرنے والا - سب سے اچھا صاف تدبیر
ترجمہ - اگر تم کو میری بات کا یقین نہیں تو جاؤ قرآن مجید میں (یہ لکھا) دیکھ لو "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے"
مطلب - پوری آیت یوں ہے - مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ - انہوں نے داؤ کیا اور اللہ نے بھی داؤ کیا - اور اللہ داؤ کرنے والوں میں سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے - (آل عمران ع ۵) اس سے ثابت ہے کہ تقدیر ربانی تدبیر انسانی سے بڑھ کر اور اس پر غالب ہے -
نکتہ - پہلے تقدیر الٰہی کی فوقیت کا ثبوت عقلاً و قیاساً دیا گیا - پھر کہا اگر یوں یقین نہیں آتا - تو چلو - قرآن مجید پر فیصلہ کرلو - دیکھو اس میں بھی تقدیر الٰہی کے غلبہ کا ذکر ہے - اس سے یہ عبرت آموز سبق ملتا ہے - کہ موجودہ زمانے میں اور اس زمانے میں جبکہ مثنوی تصنیف ہو رہی تھی - کس قدر تفاوت ہے - اس وقت اگر کوئی کسی کی عقلی بات کو نہ مانتا - تو اس کا فیصلہ نقلی دلیل سے ہو جاتا - اور اب اگر کسی بات کا ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے - تو کہتے ہیں - کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھائیے - محض نقل کو ہم نہیں مانتے - ان لوگوں کی طبائع سلیم تھیں - آجکل کے لوگوں کے مزاج امراض روحانیہ سے فاسد ہو رہے ہیں - طبع سلیم کا تقاضا یہ ہے - کہ عقل کے مقابلے میں نقل کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو - اگر عقل نقل کے سامنے سرنگوں اور قائل ہو جائے بہتا - اور اگر اس سے مزاحم ہو - تو سمجھنا چاہئے - کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے - گو ہم محسوس نہیں

کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ منقول کے سنیع میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اور ہماری عقلوں میں غلطی و خطا کا وقوع رات دن تجربہ میں آرہا ہے پس عقل خطاکار کی مجال کیا ہے۔ جو نقل منزہ عن الخطا کے حکم کا مقابلہ کرے۔ نقل کو عقل سے رد کرنے کی تجویز خود عقل کی ایک غلطی ہے۔ والنعم اقیل ؎

بکجا رسیدہ باشد مگس و پوے عقل ناقص ۔۔۔ چہ بیام عرش کورے بعصار سیدہ باشد

عقل سلیم کا مقتضا یہی ہے۔ کہ جب ثابت ہو جائے۔ کہ یہ خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تو فوراً بلا چون و چرا مان لیا جائے۔ اور اگر عقل اس میں حیل و حجت کرے۔ تو سمجھ لیا جائے۔ کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے۔ ورنہ خود حکم خلاف عقل نہیں۔ یہ امر اسقدر بدیہی ہے۔ کہ اس کا منکر یا مجنوں ہے یا معاند۔ اور بہر دو صورت ناقابل خطاب ہے۔ ھدی رہ ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ۔۔۔ آنست جوابش کہ جوابش ندہی (کلیہ مثنوی)

آگے مولانا یہ سوال نقل کرتے ہیں۔ کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل بے کار ہیں۔ اور ہمیشہ اصل تقدیر ہی کارفرما رہی ہے۔ تو پھر ایسی بیکار شے کے پیدا کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ پھر خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس میں مصلحتیں تو بہت ہیں۔ مگر ان کا بتانا ہمارا منصب نہیں۔

گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود؟ ۔۔۔ در سؤالت فائدہ ہست اے عنود؟

لغات ۔ ہستی سے عالم تدبیر مراد ہے۔ عنود۔ معاند۔ ہجگڑالو۔ فائدہ ہستی میں فائدہ اضافت ہے۔

ترجمہ ۔ اگر تم کہو کہ (جب ہمیشہ اور ہر حالت میں تقدیر ربانی ہی کارفرما ہے تو پھر) عالم (تدبیر کو پیدا کرنے) سے کیا فائدہ؟ اے جھگڑالو! (ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ) کیا تمہارے اس سوال میں (بھی کچھ) فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سؤالت فائدہ ۔۔۔ چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ

لغات ۔ شنوم۔ فعل مضارع متکلم ہ شنیدن سے واؤ بضرورت ساکن ہے۔ ورنہ اصل میں متحرک ہے عبث۔ بے فائدہ۔ عائدہ۔ نتیجہ۔ ثمرہ۔

ترجمہ ۔ اگر یہ تیرا سوال (بھی) کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ تو میں اس کو کیا فضول اور بے نتیجہ سنوں۔

مطلب یہ ایک الزامی جواب ہے کہ اگر آفرینش عالم میں کوئی فائدہ نہیں۔ تو پھر تمہارے سوال میں بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر تمہارے سوال میں کچھ نہ کچھ مثلاً کم از کم حصول اطمینان و رفع خلجان کا فائدہ ہے۔ تو آفرینش عالم میں بھی ضرور فائدہ ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے فعل میں فائدہ ہو۔ مگر خالق برحق کا فعل بے فائدہ ہو۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ (سورہ مومنون ع ۶)

در سؤالت فائدہ دار د یقیں ۔۔۔ پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں

ترجمہ۔ اور اگر تیرے سوال میں یقیناً (کچھ) فائدہ ہے۔ تو جہان بھی بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ذرا غور کرو (تو اس کے فوائد بھی معلوم ہونے لگیں گے)

گر سُوالت را بسے فائدہ ہاست پس جہاں بیفائدہ آخر چرا ست

عروض۔ مصرعہ اولیٰ میں فائدہ کے ہمزہ کو اشباع پڑھنے سے بیت کا وزن درست بیٹھتا ہے۔ وہذا من مجوزات المثنوی ایک اگلے شعر میں بھی یہی کیفیت ہے۔

ترجمہ۔ اگر تمہارے سوال میں بہت سے فائدے ہیں۔ تو آخر جہان بے فائدہ کیوں ہو؟

وز جہاں از یک جہت بیفائدہ است از جہتہائے دگر پُر عائدہ است

ترجمہ۔ اور اگر جہان ایک پہلو سے بیفائدہ ہے۔ تو دوسرے پہلوؤں سے اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

مطلب۔ جہان کو من کل الوجوہ بے فائدہ سمجھنا غلطی ہے۔ فرض کرو کہ وہ ایک حیثیت سے بیفائدہ ہے تو دوسری حیثیتوں سے مفید بھی ہے۔ اگرچہ ہم ان حیثیتوں کی تفصیل و تعیین نہ کر سکیں۔ اور یہ کچھ ضروری نہیں۔ کہ جو چیز ایک جہت سے بیفائدہ ہو۔ تو اس کو کسی حیثیت سے بھی عمل میں نہ لایا جائے۔ مثلاً ایک کام تمہارے لئے مفید ہے۔ اور میرے لئے غیر مفید پس تم اس کے اس غیر مفید پہلو کا لحاظ نہ کرو گے۔ اور ضرور اس کو عمل میں لاؤ گے۔ آگے یہی فرماتے ہیں۔

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست مر ترا چوں فائدہ است از وے ما یست

ترجمہ۔ اگر تمہارا فائدہ میرا فائدہ ہے۔ تو جب وہ تمہارے لئے فائدہ ہے۔ تو اس سے باز نہ رہو (ضرور کرو)

فائدہ تو گر مرا نبود مفید چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید

ترجمہ۔ اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں۔ تو اے مرید جب وہ تیرے لئے (سراسر) فائدہ ہے۔ تو اس کو اختیار کر لے۔

ور منم زاں فائدہ حُر ابنِ حُر مر ترا چوں فائدہ ست از ایں مبُر

لغات۔ حُر بن حُر۔ آزاد کا بیٹا آزاد۔ وہ شخص جس کا آزادی خاندانی امتیاز ہو۔ مراد بے نیاز۔ بے پروا مبُر۔ امر التناعی بُریدن (کاٹنا) سے قطع تعلق نہ کر۔

ترجمہ۔ اور اگرچہ میں اس فائدے سے بے نیاز ہوں۔ جب (یہ) تیرے لئے فائدہ ہے۔ تو اس سے پہلو تہی نہ کر۔

نکتہ۔ ایک ہی مضمون کو تین مرتبہ کرۃ بعد مرۃ دھرا دھرا کر لانے اور خصوصاً اس میں مرید کے لقب سے

خطاب کرنے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرید کی تربیت و تکمیل میں پیر کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر اس سلسلے میں کچھ فوائد مثلاً شہرت و نام آوری اور فتوحات وغیرہ ہیں بھی۔ تو وہ شیوخ مزدور اور پیران بکار کے مطلوب ہوتے ہیں۔ ایک پیر کامل اور شیخ واصل ان فوائد سے حُرّاً بن حُرّ (بے نیاز) ہوتا ہے۔ پس سراسر اس میں مرید ہی کا فائدہ ہے۔ اس لئے اس کو بہمہ تن اشتیاق ہو کر دو دو ہاتھوں اس فائدے کو سمیٹنا چاہئے۔ ؎

کمش دست طلب از دامنِ صدقِ طلب صائبؔ — کہ گرہ مے شود آنکس کہ از مہر جدا ماند

بار بار تاکید کی ہے۔ کہ اس فائدے کو نہ چھوڑو۔ "از ذوئے مالیست" "گیرا ے مرید" "از ایں مُہر" اس سے ظاہر ہے۔ کہ چشمہ فیض بے نیاز ہونے کے باوجود خود جوش میں ہے۔ کہ کوئی اس سے تشنہ کام نہ جائے۔ صائبؔ ؎

بیمار اگر ز درد بود غافل از طبیب — دارد دلِ طبیب ز بیمار آگہی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔ جس سے وہ شدت خجالت کے سبب خانقاہ سے بھاگ گیا۔ مدت تک حاضر نہ ہوا۔ ایک دن حضرت جنید رہ اپنے اصحاب کے ساتھ بازار میں جا رہے تھے۔ اتفاق سے وہی مرید سامنے آ نظر پڑا۔ جو آپ کو دیکھ کر بھاگا۔ اور ایک کوچے میں گھس گیا۔ حضرت جنید رہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ تم سب لوگ چلے جاؤ۔ ہمارا ایک مرغ جال سے بھاگا ہوا ہے۔ اس کو پکڑیں گے۔ مرید نے پلٹ کر دیکھا۔ کہ شیخ پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ بہت پریشان ہوا۔ اور تیزی سے چلنے لگا۔ چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچا۔ کہ آگے راستہ نہ تھا۔ شرم کے مارے دیوار میں منہ دے کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ حضرت! کہاں تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم وہاں آ رہے ہیں۔ جہاں مرید کو دیوار نے روک رکھا ہے۔ تاکہ پھر اس کو خانقاہ میں لے جا کر ایسا بنا دیں۔ کہ کوئی دیوار اس کے راہ مقصد میں حائل نہ ہو سکے۔ اور ہر چیز اس کے راستے سے ہٹ جایا کرے۔ صائبؔ ؎

قدم سعی تو در دامنِ تن پیچیدہ است — ورنہ افلاک ترا اطلس پا انداز ست

حُسنِ یُوسف عالمے را فائدہ گرچہ بر اخوانِ عبث بُد زائدہ

لغات۔ عالمے میں یاء تنکیر کے لئے ہے۔ اخوان سے اخوان یوسف مراد ہیں۔ زائدہ بمعنے مزید بکثرت بشدت۔ بالکل سراسر یا اس کے معنے زائد از مقصود کے ہیں۔ اس صورت میں یہ لفظ معطوف ہے عبث پر بحذف عاطف۔

ترجمہ (دیکھو) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن (وجمال) ایک جہان کے لئے مفید (نظارہ) تھا۔ اگرچہ ان کے بھائیوں کے سامنے بالکل فضول تھا۔ (یا فضول اور زائد چیز تھا)

مطلب۔ اوپر یہ کلیہ بیان کیا تھا۔ کہ ہر چیز من وجہ مفید اور من وجہ غیر مفید ہوتی ہے۔ اب اس کے چند نظائر پیش فرماتے ہیں۔ جن میں پہلی نظیر حسن یوسف ہے۔ جو دنیا جہان کے لئے آرام جان تھا۔ حتےٰ کہ زلیخا اسے خواب ہی میں دیکھ کر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی۔ مگر وہی حسن برادران یوسف کے لئے سوہان روح تھا حتےٰ کہ ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ کہ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یوسف کو جان سے مار ڈالو۔ یا کسی جنگل بیابان میں اسے ڈال دو (یوسف ع ۲) آخر ان کی زیادہ سے زیادہ قدر کی تو یہ کی۔ کہ چند درموں کے عوض

ان کو بیچ ڈالا - وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (یوسف ع ۲) جامی رح ؎

زیاکاراں کہ جنسِ جاں فروشند — چناں جنسے بجنسِ ارزاں فروشند
خوارجِ مصر کیک دیدار از وے — متاعِ جاں بیک گفتار از وے
ولے ایں زرخ را یعقوب داند — زلیخا ایں خریداری تواند

لحنِ داؤدی چناں محبوب بود — لیک بر محجوب بانگِ چوب بود

لغات - لحن داؤدی - حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز - جس کا یہ اثر تھا - کہ پرندے اس کے سننے کے لئے جمع ہو جاتے - پچھلی جلد میں اس کا ذکر گزر چکا ہے - محبوب - پسندیدہ - محجوب محروم - منکر - بانگ چوب - لکڑی کی چوں چوں - جو شکاری اور چھکڑے وغیرہ سے نکالا کرتی ہے -

ترجمہ - حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز اسقدر پسندیدہ تھی (کہ پرندے تک شائق تھے) لیکن منکر کے نزدیک (اس کی وقعت) لکڑی کی چوں چوں (سے زیادہ نہ) تھی - صائبؒ ؎

زلفنہ سنجی داؤد گوش میگیرند — نقال کہ نغمہ شناسے دریں دیار نماند

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں — لیک بر قبطی مُنکر بُود خوں

لغات - آبِ نیل - دریائے نیل کا پانی - آبِ حیواں - آبِ حیات - وہ چشمہ جس کی نسبت مشہور ہے - کہ جو شخص اس کا پانی پی لے - تو زندہ جاوید ہو جاتا ہے - کبھی نہیں مرتا - چنانچہ کہتے ہیں - کہ حضرت خضرؑ نے اس کا پانی پی لیا تھا - اس لئے ہزارہا سال سے آج تک زندہ ہیں - قبطی - فرعون مراد ہے - کیونکہ وہ قبطی قوم سے تھا - خوں - کنایہ ہے موت سے اس شعر میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے اس قصے کی طرف اشارہ ہے - کہ حضرت موسےٰؑ اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانے کے لئے مصر سے نکال کر لئے جاتے تھے - فرعون نے اپنے دشکر سمیت ان کا تعاقب کیا - سامنے دریائے نیل آگیا - حضرت موسےٰؑ کے معجزے سے اس میں خشک راستہ نکل آیا - جس سے وہ اپنی قوم سمیت پار اُتر گئے - مگر جب فرعون اور اس کی فوج نے اس میں قدم رکھا - تو دریا کے دونوں پاٹ مل گئے - اور یہ لوگ سب کے سب غرق ہو گئے - دشمن کو غرق کر دینے کے اعتبار سے دریائے نیل موت ثابت ہوا - اور حضرت موسےٰؑ کو دشمن سے نجات دلانے کے لحاظ سے آبِ حیات - ازآب حیواں بُد فزوں میں یہ نکتہ ہے - کہ آبِ حیات سے صرف زندگی محفوظ رہتی ہے - دشمن نہیں مرتے - مگر آبِ نیل نے حضرت موسیٰ کی زندگی بھی بچالی - اور دشمن کو بھی ہلاک کیا -

ترجمہ (دریائے) نیل کا پانی (حضرت موسےٰؑ اور ان کی قوم کے لئے) آبِ حیات سے بھی بڑھ کر (ثابت ہوا) تھا - لیکن (وہی پانی) فرعون منکر کے لئے موت (بن گیا) تھا -

ہست بر مومن شہیدی زندگی — بر منافق مُردن ست و زندگی

لغات - شہیدی - شہادت - آخر میں یائے مصدری ہے - زندگی - تباہی - بربادی - صنائع زندگی اور زندگی میں صنعت تجنیس مضارع -

دریائے نیل اور حضرت موسےٰؑ کا معجزہ

ترجمہ۔ شہید ہو جانا مومن کے لئے زندگی ہے۔ اور منافق کے لئے موت اور تباہی ہے۔

مطلب۔ شہیدوں کے زندہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (اور اے پیمبر!) جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مرا ہوا خیال نہ کرنا۔ بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود) ہیں۔ ان کو روزی ملتی ہے (اور) جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے۔ اس میں مگن ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد (زندہ رہے اور) ابھی ان میں آکر شامل نہیں ہوئے۔ ان کی نسبت (یہ خیال کرکے) خوشیاں مناتے ہیں۔ کہ (یہ بھی شہید ہوں تو ہماری طرح) ان پر (بھی) نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہو اور نہ یہ (کسی طرح آزردہ خاطر رہیں) (آل عمران ع ۱۷)

شہیدوں کی زندگی

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسموں میں ڈال دیا۔ وہ بہشت کی نہروں پر اُترتے ہیں۔ اور اس کے پھل کھاتے ہیں۔ اور طلائی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ جو عرش کے سائے میں لٹک رہی ہیں۔ پھر جب ان کو اپنے کھانے پینے اور آرام و راحت کے مزے محسوس ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری حالت سے مطلع کرے۔ کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں۔ تاکہ وہ بہشت سے بے پروا نہ ہوں۔ اور نہ جنگ سے کنارہ کشی کریں۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں ان کو تمہاری حالت سے مطلع کر دوں گا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ (ابوداؤد۔ خازن) (منعم ماقیل ؎)

کنند دفن اناں رُو شہید را بارخت کہ ہر کہ کشتۂ اوگشت جامہ نگذارد[1]

مطلب یہ کہ میدان جہاد میں مقتول ہو جانا مومن کے لئے حیات ابدی ہے۔ اور کافر کے لئے موت ایک ہی چیز ایک کے لئے تریاق ہے دوسرے کے لئے زہر۔

چیست در عالم بگو یک نعمتے کہ نہ محروم انداز وے اُمتے

ترجمہ (غرض ہمیں) بتا دو کہ کیا دنیا میں کوئی ایک ایسی نعمت موجود ہے جس سے ایک بڑی جماعت محروم نہ ہو (اور اس کے لحاظ سے وہ چیز بے فائدہ نہ ہو)۔

گاو و خر را فائدہ چہ در شکر؟ ہست ہر جانرا یکے قوتے دگر

ترجمہ۔ مثلاً بیل اور گدھے کو شکر میں کیا فائدہ ہے؟ (کچھ بھی نہیں) کیونکہ ہر (جیتی) جان کے لئے ایک جدا گانہ غذا ہے۔

---

[1] جامہ نگذاشتن کنایہ ہے اولیاء اللہ و سلاطین کی وفات سے۔ ہندی میں بھی اسی محاورے کے مشابہ چولا بدلنا کہتے ہیں۔ شاعر نے شہیدوں کی زندگی کا مضمون خوب ادا کیا ہے۔ یعنے شہیدوں کو کپڑوں سمیت دفن کرنے سے یہ اشارہ مراد ہے۔ کہ ایشاں جامہ نے گذارند یعنے نمیرند ۱۲

مطلب ۔ شکر عموماً انسان کی غذا ہے ۔ اس لئے بہائم کو عادۃً اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ تو کیا یہ اور ایسی دیگر اشیاء جن میں ایک جماعت کو کچھ فائدہ متوقع نہ ہو ۔ مخلوق نہیں ہیں ؟ ضرور ہیں ۔ پھر کیا ان کی تخلیق عبث ہے ۔ اس کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا ۔ پھر تخلیق عالم کیوں عبث ہونے لگی ۔

لیک گر آں قوت بروے عارضی ست　　پس نصیحت کردن او را رائضی ست

لغات ۔ عارضی غیر اصلی ۔ چند روزہ ۔ جو مزاج داخل طبیعت نہ ہو ۔ رائضی ۔ چابک سواری ۔ گھوڑے کو سدھانا ۔

ترجمہ ۔ لیکن اگر وہ غذا اس پر عارضی ہے ۔ تو اس کو نصیحت کرنا ۔ چابک سواری (کا کام دیتی) ہے ۔

مطلب ۔ اوپر کہا تھا ۔ کہ ہر مخلوق کے لئے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے ۔ اب فرماتے ہیں ۔ کہ بعض لوگ اپنی اصلی غذا کے علاوہ دوسری غذاؤں کے عادی ہو جاتے ہیں ۔ اور ان کو اپنی اصلی غذا سمجھنے لگتے ہیں ۔ ایسی حالت میں ان کو اس غیر مناسب غذا سے باز رکھنے کے لئے نصیحت و موعظت کرنی پڑتی ہے ۔ جس سے امید ہے کہ وہ اس مضر و غیر مفید غذا کو ترک کر دیں ۔ اور یہ نصیحت ان کے لئے وہی کام دیتی ہے ۔ جو سرکش گھوڑے کے لئے چابک سواری ۔ جس سے گھوڑا اپنی سرکشی و شرارت کو چھوڑ دیتا ہے ۔ سعدی رح ؎

نصیحت کہ خالی بود از غرض　　چو دارو ئے تلخ ست در نفع مرض

مولانا بحر العلوم رح فرماتے ہیں ۔ کہ انسان کی فطرت معرفت کی مقتضی ہے ۔ اور یہی اس کی اصلی و روحانی غذا ہے ۔ لیکن اس کی جسمانی زندگی کے قیام کے لئے آب و گل بھی اس کی غذا قرار پائی ۔ جو حیوانیہ کے کے بقا تک ایک عارضی غذا ہے ۔ مولانا فرماتے ہیں ۔ کہ جو شخص اس عارضی غذا کی چاٹ میں ایسا غرق ہو ۔ کہ اسی کو اپنا مقصد حیات بنائے ۔ اور معرفت کی روحانی غذا کی پروا نہ کرے ۔ اس کو نصیحت کی جاتی ہے ۔ کہ اغذیہ دا شربہ کے دلدادہ نہ ہو ۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہے ۔ بلکہ عارضی ہے ۔ معرفت حق کے طلبگار ہو ۔ وہی مقصود اصلی ہے ۔ سعدی رح ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

چوں کسے کو از مرض گل داشت دوست　　گرچہ پندارد کہ آں خود قوت اوست

ترجمہ ۔ مثلاً جو شخص (فساد اشتہا کے) مرض کے سبب سے مٹی (کھانا) پسند کرے ۔ اگرچہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کی (اصلی) غذا ہے ۔ مگر :-

قوتِ اصلی را فراموش کردہ است　　روے در قوتِ مرض آوردہ است

ترجمہ ۔ اس نے اپنی اصلی غذا کو بھلا دیا ہے ۔ بیماری کی (تاثیر سے جس مضر) غذا کو جی چاہا ۔ اس پر متوجہ ہو رہا ہے ۔

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است　　قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است

لغات ۔ نوش ۔ تریاق ۔ شہد سم ۔ زہر ۔ مراد خوراک مضر ہمچو چوب مراد لاغر ۔ سوکھ کر کانٹا ہو جانے والا ۔

ترجمہ ۔ تریاق کو چھوڑ کر زہر کھا گیا ہے ۔ مرض کی (وجہ سے مرغوب ہونے والی) غذا نے اس کو لکڑی کی طرح (لاغر) بنا دیا ۔

مطلب ۔ ہر چیز اپنی مناسب و فطری غذا سے پھلتی پھولتی ہے ۔ اور نا مناسب و غیر فطری غذا سے لاغر اور تباہ حال ہونے لگتی ہے ۔ اس طرح جب مناسب و اشتہا سے مضر اشیا کے کھانے کی رغبت ہوتی ہے ۔ اور انسان ان کو کھانے لگتا ہے ۔ تو چونکہ ان میں تغذیہ و تنمیہ کا مادہ نہیں ہوتا ۔ اس لئے لاغر ہونے لگتا ہے ۔ سعدی رح ؎

که در سینهٔ بیگانه تیر ستار ۔۔۔ به از لقمهٔ ناگوار ناسازگار

قوتِ اصلی بشر نورِ خدا است ۔۔۔ قوتِ حیوانی مرا و را ناسزا است

ترجمہ ۔ انسان کی اصلی (روحانی) غذا (معرفت) خدا کا نور ہے (لہذا) اس کے لئے (صرف) حیوانی غذا (پر اکتفا کرنا) زیبا نہیں ۔

مطلب ۔ اوپر کے بیان سے چند باتوں کا افادہ ہوا ۔ یعنے (۱) مخلوقات کی غذائیں مختلف ہیں ۔ "ہست ہر جانرا کے قوتے دگر" (۲) کبھی کوئی مخلوق اپنی فطری و اصلی غذا کو چھوڑ کر غیر فطری و عارضی غذا بھی اختیار کر لیتی ہے "لیک گر آں قوت بروے عارضی ست" (۳) ایسی غیر فطری غذا عموماً غلبہ مرض سے پسند آنے لگتی ہے ۔ "چوں کسے کو از مرض گل داشت و دست" (۴) ایسی غذا ضرور نقصان پہنچاتی ہے "قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است (۵) پند و نصیحت سے ایسی غذاؤں کی عادت ترک ہو سکتی ہے "پس نصیحت کردن اورا رانفی نیست" یہ تمام باتیں اصل مقصود کے مقدمات تھے ۔ اب اس شعر سے اصلی مقصد بیان فرماتے ہیں ۔ یعنے روح انسان کی اصلی غذا معرفت حق کا نور ہے ۔ اور قوت حیوانی جو بہیمیت و سبعیت پر مشتمل ہے ۔ فساد مزاج کی صورت میں اور ہی قسم کی غذائیں چاہتی ہے ۔ یعنے لذات جسمانیہ و شہوات نفسانیہ جو مقصود اصلی نہیں ہیں ۔ بلکہ افراط کی صورت میں سخت مضر و مہلک ہیں ۔ حافظ رح ؎

براہِ تو ہمہ چاہ است سر نہادہ مرو ۔۔۔ بجام تو ہمہ زہر ست ناچشیدہ مخر

لیک از علت دریں افتاد دل ۔۔۔ کہ خورد او روز و شب از آب و گل

ترجمہ ۔ لیکن (فساد اشتہا کے) مرض کے سبب دل اس میں پھنس گیا ۔ (اور ہر وقت یہی چاہتا ہے) کہ رات دن اسی پانی اور مٹی (یعنے ناسوتی لذتوں) کو چکھتا رہے ۔

مطلب ۔ غلبہ نفس سے روحانیت کمزور ہو جاتی ہے ۔ تو دل حیوانی لذات کا حریص ہو جاتا ہے ۔ آخر انسانی صفات سے معرّی اور حیوانی آلودگی سے موصوف بن جاتا ہے ۔ سعدی رح ؎

کسے کو شکم بندہ شد چوں ستور ۔۔۔ ستورے بروں آید از زمرۂ گور

چو آید قیامت ترازو بدست ۔۔۔ نگاہ دی بخرابیش بر نشست

روے زرد و پائے سست و دل سبک ۔۔۔ کو غذائے والسماء ذات الحبک

لغات - رُوے زرد - لاغر و کمزور - محروم و مایوس - پائے سست - سست رفتار - ناامید - دل سبک - کمزور دل - وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ - سورہ ذاریات کی آیت سے اقتباس ہے - جس کے معنے ہیں - قسم ہے راستوں والے آسمان کی - اور اس سے ساتواں آسمان مراد ہوتا ہے -

ترجمہ (آخر ان مضر و ناموافق غذاؤں سے اس کی روح کا) چہرہ زرد - پاؤں سست اور دل کمزور ہو گیا - کہاں آسمانی غذا (اگر وہ کھائی ہوتی تو یہ حالت کیوں ہوتی)

مطلب - یہ ترجمہ اس صورت میں ہے - کہ مصرعہ اول میں رُوے زرد وغیرہ صفات کو معنے حقیقی پر محمول کیا جائے - اور دوسرا مصرعہ الگ جملہ قرار پاکر مولانا کا مقولہ بن گیا - لیکن اگر ان صفات سے کنایات مقصود ہوں - تو دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کا تتمہ بن جائے گا - اور ترجمہ یوں ہوگا - (ایسی غذا کھا کر روح) مبتلائے حرمان و مایوسی ہے - اور اس کا دل دھڑکتا ہے (اس حسرت سے کہ) وہ آسمانی غذا کہاں ہے (جسے کھا کر میں اس کے راستوں سے داخل ملائکہ ہو جاتی) ہر کیف لذات جسمانیہ سے جیسے روح لاغر و زرد رُو اور خرلفس فربہ و توانا ہوتا جاتا ہے - سعدی ؎

ہمے میرویت عیسے از لاغری — تو در بند آنی کہ خر پروری
بیں اے فرومایہ دنیا مخر — جو خر! بخیل عیسے مخر

آں غذائے خاصگانِ دولت است — خوردنِ آں بے گلو و آلت ست

لغات - خاصگان جمع خاصہ - خواص - خاص لوگ - مقربین - خاصگان دولت مقربین درگاہ وزرائے سلطنت - آلت آلہ - ذریعہ فعل - مراد چمچہ - رکابی وغیرہ - آلات خورد و نوش -

ترجمہ - وہ (عالم بالا کی) غذا (ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں بلکہ خاص) مقربان درگاہ (حق) کے لئے ہے - اس کا کھانا پینا (ناسوتی غذاؤں کی طرح نہیں - بلکہ وہ) حلق (سے نگلے بدون) اور چمچے رکابی کے بغیر (کھائی جاتی) ہے -

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دود فرش

لغات - نورِ عرش - نورِ معرفت - حسود - حاسد - دیو - شیطان - فرش - زمین -

ترجمہ - آفتاب کی طرح روشن رہنے والے دلوں کی غذا نورِ معرفت ہے (اور) حاسد شیطان کو (کدورات) زمین کے دھوئیں سے (غذا ملتی) ہے -

مطلب - عارف کی تمثیل آفتاب کے ساتھ بایں مناسبت ہے - کہ ایک تو وہ آفتاب کی طرح نورِ معرفت سے تاباں و درخشاں ہے - دوسرے جس طرح آفتاب کا نور موسن و کافر - دوست و دشمن اور اچھے بُرے سب کے لئے وقف ہے - اس کو کسی سے حسد و بخل نہیں ہے - اسی طرح عارف کی برکات سے بھی ہر قسم کے لوگ علے قدر مراتب متمتع ہوتے ہیں - بخلاف اس کے منکرین کو شیطان سے تشبیہ دی ہے - کہ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا - اسی طرح منکرین اہل کمال پر حسد کرتے ہیں - اور اُن سے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا کما قال ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست کارِ دُوناں حیلہ و بے شرمی ست

در شہیداں یُرْزَقُوْنَ فرمُود حق آں غذا را نے دہاں و بُدنے طبق

لغات ۔ یُرْزَقُوْنَ اشارہ ہے سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ الآیہ ۔ یہ ترجمہ تھوڑی دُور پیچھے گزر چکا ۔ طبق ۔ طشت ۔ تھال ۔

ترجمہ (چنانچہ) شہیدوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یُرْزَقُوْنَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) فرمایا ہے ۔ تو اس غذا کے لئے (جو ان کو دی گئی) نہ (یہ) منہ (کھانے کا کام دیتا) تھا نہ تھال (جس میں اُسے رکھا جاتا)

رفع اشتباہ ۔ شاید کسی کو یہاں یہ شبہ عارض ہو ۔ کہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ شہیدوں کو عند اللہ جو رزق ملتا ہے ۔ وہ کوئی امر معنوی ہے ۔ جسمی نہیں ۔ جو اعضا و جوارح کے توسّل سے حاصل کیا جاتا ہو ۔ حالانکہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے ۔ کہ شہید لوگ بہشت کی نہروں سے پانی پیتے ہیں ۔ اور اس کے میوے کھاتے ہیں ۔ لہٰذا اس بیان میں اور احادیث کے مضمون میں تعارض معلوم ہوتا ہے ۔ اس کے جواب میں مولانا بحر العلوم رح فرماتے ہیں ۔ اور مولوی قدس سرہٗ نے یا تو اشارہ کی زبان سے معرفت کو رزق پر حمل کیا ہے ۔ کہ یہ دل کی غذا منہ اور طبق کے بغیر ہے ۔ یا رزق سے عام مراد لیا ہے ۔ جو دونوں قسم کے رزقوں کو شامل ہے ۔ یا رزق اپنے معنے پر محمول ہو ۔ اور مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ من فضلہ سے علم و معرفت کا رزق مراد ہو ۔ اور بہر تقدیر اس بیان میں اس رزق کا انکار نہیں ۔ جو منہ سے کھایا جاتا ہے ۔ پس کوئی اس سے اس رزق کے انتفا کا توہم نہ کرے ۔ کیونکہ اس قسم کا رزق پہنچنا اور منہ سے طعام کھانا شہیدوں کے لئے قطعی اور مسلم ہے ۔ مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا ۔ بلکہ ابیات کا مقصود رزق معرفت ہے ۔ آنکہ یہ رزق طعام بھی پہنچتا ہو ۔ انتہی ۔ کلید مثنوی میں ایک شارح فرماتے ہیں ۔ کہ الفاظ آیت فی نفسہا اس شعر کے معنے سے آبی نہیں ۔ محتمل عموم میں ۔ لہٰذا یہ تفسیر ان تفاسیر کے بھی خلاف نہیں ۔ جن میں ان کی تفسیر اغذیہ جنت سے کی گئی ہے ۔ کیونکہ وہ تعیین یک نوع رزق ہے ۔ اور یہ تشریح نوع دیگر ۔ ھذا ما عندی فی توجیہ ھذا المقام واللہ اعلم بالصواب ۔ انتہٰی

دل زہر رائے غذائے میخورد دِل زہر علمے صفائے مے برد

لغات ۔ رائے ۔ عقل ۔ فکر ۔ قیاس صفا صفائی ۔ شستگی ۔ جلا و تابش ۔

ترجمہ ۔ دل ہر قسم کی عقل (اور فکر) سے غذا کھاتا ہے ۔ دل ہر علم سے صفائی (اور نورانیت) حاصل کرتا ہے ۔

مطلب ۔ دل کی غذا بھی دیگر اشیاء کی غذا کی طرح مختلف ہے ۔ چنانچہ اس کی غذا فکر و نظر ہے جس سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے ۔ اور علوم سنیہ بھی اس کی غذا ہیں ۔ جن سے اس کو صفائی اور قوت ادراک ملتی ہے ۔

شہیدوں کا رزق کیسا ہے ؟ مثنوی

صورتِ ہر آدمی چوں کاسہ است چشم از معنے او حساسہ است

لغات۔ صورت۔ ظاہری وجود۔ کاسہ۔ پیالہ۔ حساسہ۔ بہت احساس کرنے والا۔

ترجمہ۔ ہر آدمی کی صورت (تو گویا) ایک پیالہ ہے۔ آنکھ (اس صورت سے قطع نظر کر کے صرف) اس کے معنے کا ادراک (کرنا سمجھنا) کرتی ہے۔

مطلب۔ جس طرح دل کی خاص غذا ہے۔ چشم بصیرت کی غذا بھی خاص ہے۔ دیکھو صورت اور معنے دو متقابل امر ہیں۔ اور ہر انسان میں دونوں اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ صورت کی مثال پیالہ کی سی ہے۔ اور معنے کی مثال پیالے کے اندر کی چیز کی سی۔ اور جس طرح وہ پیالہ کے اندر کی چیز مقصود و لذا انتہا ہوتی ہے نہ کہ پیالہ۔ اسی طرح چشم بصیرت کے لئے صرف معنے مقصود ہے نہ کہ صورت۔ وہی اس کی غذا ہے۔ جو دوسری اشیاء کی غذا سے جداگانہ ہے۔ امیر خسرو رح ؎

بصورت خوش مشو کز روئے معنے نبے خامہ نکوتر از نبے قند

حافظ رح ؎

حسن مہ در بیانِ مجلس گرچہ دل سے برد و دیں عشق با لطفِ ملیح و خوبیِ اخلاق بود

از لقائے ہر کسے چیزے خوری وز قرانِ ہر کسے چیزے بری

لغات۔ لقا۔ ملاقات۔ قران بمعنی قرب۔ صحبت۔

ترجمہ۔ ہر شخص کی ملاقات سے تم کچھ نہ کچھ (ذائقہ) چکھو گے۔ اور ہر شخص کی صحبت سے کچھ نہ کچھ حاصل (ہی) کرو گے۔

مطلب۔ جب یہ معلوم ہو چکا۔ کہ ہر چیز کی غذا جداگانہ ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ انسان کی اصلی غذا روحانی ہے۔ تو اب معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب تم کسی سے ملتے ہو۔ تو اس سے کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی ہو یا حیوانی۔ ملتی ہو اعینی۔ مفید ہو یا مضر تم کو ضرور ملتی ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ ہر شخص کی ملاقات سے تم ضرور کچھ نہ کچھ خوشی یا غم۔ امید یا ناامیدی۔ راحت یا زحمت حاصل کرتے ہو ؎

آتش از خانۂ ہمسایہ بہ ما یہ فتد صائب از پہلوئے دل در دو غم اندوختہ است

اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے دو چیزوں کے قران میں یہ خاصہ رکھا ہے۔ کہ اکثر ان سے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اس کے چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں لائقِ ہر دو اثر زاید یقیں

ترجمہ۔ جب ایک ستارہ (دوسرے) ستارے کے ساتھ (کسی برج میں) قران ہوتا ہے۔ تو دونوں سے مناسب کوئی اثر (ضرور) پیدا ہوتا ہے۔

مطلب۔ ایک ستارے کا دوسرے ستارے کے ساتھ قران ہونے سے جو اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یا تو ایک کا دوسرے کی قوت کو کمزور کر دینا یا بڑھا دینا مراد ہے۔ جو ستبعد نہیں۔ یا وہ اثر مراد ہے۔ جو بقول

اہل تنجیم سعادت یا نحوست کی صورت میں دوسری مخلوق پر پڑتا ہے۔ جیسے اگر مشتری و زہرہ کے ایک برج میں جمع ہونے کے وقت کوئی بچہ پیدا ہو۔ تو اس کو نہایت خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ اور اس کو صاحب قران کہتے ہیں یعنے اس کی ولادت کے وقت سعد اکبر (مشتری) اور سعد اصغر (زہرہ) ایک برج میں مقارن ہیں۔ مگر نجوم کی ایسی تاثیرات کا اعتقاد شرعاً داخل شرک ہے۔ اس لئے یہاں یہ مقصود نہیں ہوسکتا۔ الّا بتاویل تاثیر کواکب کے متعلق مولانا رح کے اقوال کی تاویل مفصلاً مفتاح العلوم و دفتر اول کے حصہ اول میں گزر چکی ہے۔

از قرانِ مرد و زن زاید بشر وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر

ترجمہ۔ مرد اور عورت کی صحبت سے (ایک تیسرا) انسان (یعنے ان کا بچہ) پیدا ہو جاتا ہے اور (اسی طرح) سنگ (چقماق) اور لوہے کے ٹکرانے سے بھی چنگاری پیدا ہو جاتی ہے۔

در قرانِ خاک با بارانہا میوہا و سبزہا، ریحانہا

لغات۔ بارانہا۔ بارشیں۔ ریحانہا۔ جمع ریحان۔ سبزہ۔ نازبو۔ گلسرخ کے سوا باقی ہر قسم کے پھولوں کو بھی ریحان کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ اور (اسی طرح) مٹی کے بارشوں کے ساتھ ملنے سے میوے۔ سبزے اور پھول (اگتے ہیں)

وز قرانِ سبزہا با آدمی دلخوشی و بہجتی و خرّمی

ترجمہ اور (پھر آگے) ان سبزیوں (ترکاریوں) کے آدمی کے ساتھ (بطور غذا کے مخلوط) مل جانے سے (صحت جسم کی بدولت) فرحتِ دل۔ بشاشت اور مسرت (حاصل ہوتی ہے)

وز قرانِ خرّمی با جانِ ما مے بزاید خوبی و احسانہا

ترجمہ۔ اور ہماری جان کے ساتھ خوشی کے مل جانے سے (بہت سی باتوں میں) خوبی اور کمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

مطلب۔ دل خوش رہے تو ہر کام خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پاتا ہے۔ طاعات و عبادات میں لطف آتا ہے۔ بنی نوع کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ دینی و دنیوی مہمات کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کی ہمت رہتی ہے۔ سعدی رح ؎

بجا جتے کہ روی تازہ رو و خنداں رو فرو نہ بندد کارِ کشادہ پیشانی

صائب ؎

مرا خورسندی از سامانِ دنیا محتشم دارد دلِ خورسند ہر کس دارد از دنیا چہ غم دارد

قابلِ خوردن بود اجسامِ ما چوں برآید از تفرّج کامِ ما

ترجمہ۔ جب سیر (تفریح) سے ہماری مراد پوری ہو جاتی ہے (تو اس کا اثر ہمارے) جسم (پر یہ ہوتا ہے کہ وہ) غذا پانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ بھی دو چیزوں کے باہم مل جانے سے تیسری چیز کے پیدا ہو جانے کی مثال ہے۔ یعنے سیر و تفریح کے جسم کے ساتھ متعادل ہونے سے انتہائے غذا اور قوت انہضام پیدا ہوتی ہے۔ جو سیر و تفریح کے فوائد خاص ہیں۔ اور انہی وجوہ سے ہوا خوری صحت بانی گئی ہے۔

سُرخ رُوئی از قِرانِ خُوں بُود　　خُوں زخورشید خوشی گلگوں بود

ترجمہ۔ خون کے (چہرہ کی جلد کے ساتھ) ملنے سے چہرے میں سرخی آتی ہے۔ (اور) خون آفتاب مسرت (کے ساتھ ملنے) سے سرخ ہوتا ہے۔

مطلب یہ بھی اسی قسم کی نظیر ہے۔ کہ دو چیزوں کا اجتماع ایک تیسری چیز کے ظہور کا باعث ہوا۔ خون اور چہرے کے اقتران سے چہرے کی سرخی۔ اور خوشی اور خون کے اجتماع سے خون کی سرخی پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ خوشی و راحت میں تمام اعضائے رئیسہ اپنے وظائف بخوبی بجالاتے ہیں۔ اس لئے اس حالت میں خون صالح پیدا ہو کر سرخی جسم کا باعث ہوتا ہے۔ اور بقول اہل نجوم تمام سرخ رنگوں کی تخلیق آفتاب کے تعلق سے ہوئی ہے۔ اس لئے مولانا نے خوشی کے لئے جو مولد حُمرت ہے۔ آفتاب کا استعارہ کیا ہے۔ چنانچہ پھر فرماتے ہیں۔

بہترین رنگہا سُرخی بُود　　واں زخورشیدست و از وَے میرسد

ترجمہ۔ سب سے اچھا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اور وہ خورشید سے ہے اور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب۔ یہ بھی اسی قسم کی مثال ہے۔ کہ خورشید کی تاثیرات کے دیگر اشیا کے ساتھ ملنے سے ان اشیا میں سرخی پیدا ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں جن سے تاثیر کواکب کا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ محض بنا علی المشہور شاعر کے ذہن میں قلم سے ٹپک گئیں۔ ورنہ توبہ توبہ مولانا رح جیسے اکابر علماء کے عقائد ایسے خرافات سے لوث کیوں ہونے لگے۔ اگلا شعر بھی اسی قسم کا ہے۔

ہر زمینے کو قرینِ شد بازُحل　　شورہ گشت و کشت را نبود محل

لغات زحل ایک ستارہ کا نام ہے۔ جس کو اہل تنجیم نحس اکبر کہتے ہیں۔ اور اس کی تاثیر یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جس طرف اس کا رخ ہو۔ ادھر قحط اور جدھر پیٹھ ہو۔ وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔ شورہ۔ کلر۔ ناقابل زراعت۔ کشت۔ زراعت۔ فصل۔ محل۔ جگہ۔ موزون۔

ترجمہ۔ (اسی طرح) جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ کلر بن جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی۔

قوت اندر فعل آید از اتفاق　　چُوں قِرانِ دیو با اہلِ نفاق

لغات دیو۔ شیطان۔ اہل نفاق۔ منافق لوگ۔

ترجمہ (لوگوں کے ساتھ جب) اتفاق (شامل ہوتا ہے تو اس) سے کام میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اہلِ نفاق کے ساتھ شیطان کا مل جانا (نفاق کی قوت کا باعث ہوتا ہے)۔

مطلب مذکورہ بالا تمام نظائر کا حاصل یہ نکلا۔ کہ دو چیزوں کے اقتران سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان ہر چیز کے قرب و اقتران سے کوئی نہ کوئی خاص کیفیت کسب کرتا ہے۔ "از قران ہر کسے چیزے بزی"۔ مگر انسان پر واجب ہے۔ کہ ہمیشہ معانی کا اقتران اختیار کرے۔ اور معارف الٰہیہ کو اپنی غذا بنائے۔ اب معانی و معارف کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

ایں معانی راست از چرخِ نہم بے ہمہ طاق و طرم طاق و طرم

لغات۔ چرخ نہم۔ فلک الافلاک۔ جو سارے آسمانوں سے اوپر کا آسمان ہے۔ اور اس کو اصطلاح شرع میں عرش کہتے ہیں۔ واضح ہو۔ کہ سارا عالم ایک کرہ ہے۔ جس کا مرکز زمین ہے۔ اور آسمان سارے نو ہیں جو ایک دوسرے پر تہ بر تہ چڑھتے چلے گئے ہیں۔ جیسے پیاز کے پوست۔ ان نو میں سے سب سے اوپر کا آسمان فلک نہم یا فلک الافلاک ہے۔ اور سب سے نیچے کا فلک فلکِ قمر ہے۔ فلکِ قمر کا فاصلہ کرہ ارض سے چالیس ہزار چھ سو تریسٹھ فرسنگ ہے۔ اور فلک نہم کا فاصلہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (غیاث اللغات) فلک نہم کو فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اطلس کے معنے درم بے سکہ کے ہیں۔ جس طرح درم بے سکہ نقوش سے سادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح فلک نہم بھی نقوش کواکب سے سادہ ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا (غیاث) فلک اطلس کی ساخت ایک جسم شفاف دستدیر ہے۔ جو بارہ برجوں پر منقسم ہے۔ اور ہر برج پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ یہ بارہ فرشتے عرش کے چار قواعد کے مطابق چار مراتب پر ہیں۔ اور تین منازل ہیں۔ یعنے دنیا۔ برزخ۔ آخرت۔ ان میں سے ہر منزل کے ساتھ چار فرشتوں کا تعلق ہے اور ہر فرشتے کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے علوم و معارف کے تیس خزانے حاصل ہیں۔ اس قیاس سے فلک اطلس یا چرخ نہم میں تین سو ساٹھ خزانے علوم و معارف کے ہیں۔ جن سے اہلِ عالم بقدر استعداد فیضیاب ہوتا رہتا ہے (بحر العلوم ملخصاً)۔ طاق و طرم۔ کمظران۔ کروفر۔ شان و شوکت۔ **ترکیب** طاق و طرم (دوسرا کلمہ جو آخر بیت میں ہے) موصوف بے ہمہ طاق و طرم صفت موصوف و صفت مل کر مبتدا موخر ہوا۔ ثابت خبر محذوف۔ ایں معانی را متعلق از چرخ نہم بھی متعلق۔ است کلمہ رابط۔

ترجمہ ان معانی (علوم و معارف) کو (ظاہری) شان و شوکت کے بغیر فلک ہفتم سے (ایک قدرتی شان و شوکت (حاصل) ہے۔

مطلب کہ نظر انسان دنیا کی مادی اشیا کی نظر فریب شان و شوکت پر تھا ہو۔ جو فانی و بے بود ہے۔ اور علوم و معارف کی قدر نہ شناس کرتا۔ جن کا بقا اور قیام ابدی و لازوال ہے۔ دنیوی و مادی اشیاء کے مقابلے میں علوم و معارف کی شان و شوکت کے اعلےٰ ہونے کا یہی کافی ثبوت ہے۔ کہ مقدم الذکر عالم سفلی سے اور موخر الذکر عالم علوی سے تعلق رکھتا ہے۔ صائبؒ ؎

جستجوے معنے بیگانہ نتواند — تحفہ کہ آشنائی عالم بریدہ اند

الغرض علوم و معارف کو ہی مقدم سمجھنا اور اپنی غذائے روح بنانا چاہئے۔ آگے پھر ادیات کا کم رتبہ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

فلک الافلاک۔ فلک اطلس۔ درہم

خلق را طاق و طرم عاریتی ست امر را طاق و طرم ماہیتی ست

لغات ۔ خلق ۔ عالم مادیات ۔ عالم اجسام ۔ اشیاے دنیا ۔ عاریتی ۔ منسوب بہ عاریت ۔ عارضی ۔ چند روزہ ۔ مستعار ۔ امر ۔ عالم مجردات ۔ جس میں ارواح و ملائکہ وغیرہ غیر مادی اشیا شامل ہیں ۔ یہاں علوم و معارف مراد ہیں ماہیتی ۔ منسوب بہ ماہیت ۔ اصلی ۔ طبعی ۔ داخل سرشت ۔

ترجمہ ۔ عالم مادیات کی شان و شوکت عارضی (اور فانی) ہے ۔ (اور) عالم مجردات کی شان و شوکت اصلی (اور غیر زائل) ہے ۔

مطلب ۔ فانی و ناپایدار چیز کے شوق میں باقی و پایدار چیز سے غافل نہ ہونا چاہئے صائبؔ ؎

نخلِ نوخیز تو بہر بوستانِ دیگر ست ریشۂ محکم در زمینِ عاریت چندیں مکن

ازپئے طاق و طرم خواری کشند بر امیدِ عزّ در خواری خوشند

ترجمہ (ظاہری و فانی) شان و شوکت کے لئے ذلت جھیلتے ہیں ۔ (دنیاوی) عزت کی امید پر ذلت میں خوش ہیں ۔ جامیؒ رح ؎

مرد عاقل جاہ گیتی را لقب دولت نہند ہمچناں کاماس بنید طفل و گوید قربتی ست

بر امیدِ عزّ دور روزہ خذوک گردنِ خود کردہ انداز غم چو دُوک

لغات ۔ خذوک ۔ فارسی لفظ ہے ۔ خار اور دال کا ضمہ ۔ حا و معدولہ ۔ عضہ ۔ رشک ۔ عجلت ۔ پریشانی ۔ یہاں صفت بمعنے موصوف استعمال ہوئی ہے ۔ دوک ۔ تکلا ۔ مراد باریک و لاغر ۔

ترجمہ ۔ دو روزہ عزت کی امید پر پریشان ہو رہے ہیں (اور اسی) غم میں اپنی گردن کو تکلے کی طرح (لاغر و باریک) کر لیا ۔

مطلب ۔ طالب دنیا اتنا نہیں سمجھتا ۔ کہ جاہ و عزت کی تلاش کا منشا محض یہ ہے ۔ کہ ذلت و خواری ناگوار ہے اور طلب خوشی کی بنا اس پر ہے کہ غم گوارا نہیں ۔ لیکن جب عزت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں ۔ اس سے ذلت کا لاحق ہونا یقینی ہے ۔ اور جب خوشی کی جستجو میں سرگرداں ہوتے ہیں ۔ تو اس میں ناکامی باعث غم ہوتی ہے ۔ غرض اسی تگ و دو اور سعی و تردد میں عزت و مسرت کا حاصل ہونا موہوم ہے ۔ اور ذلت و غم کا لاحق ہونا یقینی پس یہ کہاں کی دانشمندی ہے ۔ کہ مطلوب موہوم کے لئے مکروہ متیقن کو گوارا کر لیا جائے ۔ کما قیل ؎

از برائے کامِ دنیا خویش را غمگیں مکن پشت پا زن شاد کامی را کہ آغازش غم ست

چوں نمے آیند اینجا کہ منم کاندریں عزّ آفتاب روشنم

ترجمہ (اگر ان لوگوں کو حقیقی عزت مطلوب ہے تو) اس مقام پر کیوں نہیں آتے ۔ جہاں میں ہوں کہ میں اس (مقام پر فائز ہونے کی) عزت میں (گویا) آفتاب درخشاں

ہوں۔

مطلب۔ یہ اپنے علو منزلت کی ستایش نہیں۔ بلکہ افادہ خیر کا ایک پاک جذبہ ہے۔ کہ جس روحانی لطف ولذت سے خود متمتع ہو رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارے دوسرے بھائی بھی متمتع ہوں۔ صائبؒ ؎

تا نوشانم نگر دو در نہ قلم خوشگوار　　در قدح چوں حضر گرآب بقا باشد مرا

اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ آؤ چلے آؤ۔ ہم جو مزے لوٹ رہے ہیں۔ تم بھی ان سے لطف اٹھاؤ۔ ولنعم ما قیل ؎

اے قوم بجے رفتہ کجائید کجائید　　معشوق دریں جاست بیائید بیائید

مشرقِ خورشید بُرجِ قیرگوں　　آفتاب ما زمشرقہا بروں

لغات۔ قیرگوں۔ قیر ایک سیاہ روغن کا نام ہے۔ قیرگوں قیر کے سے رنگ کا۔ مراد سیاہ۔ تاریک۔ کالا بھجنگ۔

ترجمہ (اس ظاہری) سورج کی جائے طلوع ایک سیاہ رنگ کا برج ہے۔ اور ہمارا آفتاب (حق) (جس سے ہم اقتباس انوار کر رہے ہیں) مشرقوں سے باہر ہے۔

مطلب۔ لوگوں نے آفتاب فلک ہی کو منبع انوار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلع کوئی نہ کوئی ایسا برج ہوتا ہے۔ جو طلوع آفتاب سے پہلے تاریک ہوتا ہے۔ پھر اس کے طلوع سے روشن ہوتا ہے۔ لیکن ذات احدیت چونکہ جہات و مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس کے انوار ہر وقت درخشاں رہتے ہیں۔ کبھی غروب اور مستور نہیں ہوتے۔ صائبؒ ؎

در دیدۂ روشن گہراں ہر ورق گل　　از نور تجلی ید بیضا ے کلیم ست

اگر بعض آنکھیں اس کے نور کو محسوس نہیں کرتیں۔ تو یہ عدم احساس خود انہی کی آنکھوں کی نابینائی یا مستوری کے سبب سے ہے۔ نہ یہ کہ اس کے انوار کا فیضان بند ہو گیا۔ اگر ایک شخص خود اندھا ہو۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ یا ایک تاریک کمرے میں کواڑ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور دوپہر کے وقت جبکہ سورج سمت الراس پر درخشاں ہو۔ اس کے طلوع کا انکار کرنے لگے۔ تو یہ خود اسی کی آنکھ کا قصور ہے۔ طلوع آفتاب میں کوئی شک نہیں ؎

چو آفتاب بہر ذرہ مے نمائی رخ　　ولیک چشم عراقی نمیکند ادراک

کلیہ مثنوی میں لکھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم اس کے لئے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) اس کا مطلب یہ کہ ہم تو بندے سے قریب ہیں۔ مگر بندہ ہم سے دور ہے۔ چونکہ حق تعالےٰ اور بندہ کے درمیان علم کا واسطہ اور تعلق ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک وقت اللہ تعالےٰ تو قریب ہو۔ اور بندہ غافل اور دور ہو۔ اس لئے کہ تلازم قرب من الجانبین ممکنات کے خواص سے ہے۔ چنانچہ ایک شئے ممکن دوسری شئے ممکن کے قریب ہو۔ تو دوسری کا بھی اس سے قریب ہونا لازم ہے۔ اس لئے کہ ان میں قرب مکانی ہے۔ مگر یہاں قرب علمی ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہیں۔ مگر بندہ اکثر اوقات غفلت کی وجہ سے عارف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال حکماء نے یہ دی ہے۔ کہ جیسے ایک شخص ہماری دائیں طرف بیٹھا ہے۔ تو ہم اس کی بائیں طرف بیٹھے ہوں گے۔ اب اگر وہ اٹھ کر بائیں طرف آ بیٹھے تو ہم اس کے دائیں طرف ہو جائیں گے۔ ہر چند کہ ہم نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ بایں ہمہ محض دوسرے

انوار معرفت کی ہر وقت درخشانی اور چشم عوام کے ادراک کی کوتاہی کا بیان

شخص کی حرکت سے ہماری حیثیت بدلتی گئی۔ اسی طرح حق تعالےٰ تو مکان و زمان سے پاک ہے۔ وہ تو ہر جگہ اور ہر وقت موجود و جلوہ افگن ہے۔ مگر چونکہ ہم غافل ہیں۔ اس لئے ہماری غفلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ حق تعالےٰ ہم سے دور ہے۔ اور جب ہم کو تنبہ ہوتا ہے۔ اور اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے۔ کہ اب ہم سے قریب ہے۔ تو یہ دونوں حالتیں ہماری ہیں۔ حق تعالیٰ کی کیفیت میں تغیر نہیں ہوا۔ ہم اس پر تبدیل حیثیت صادق ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ وہ ہر وقت اپنے نور سے سب کو منور کر رہا ہے۔ وہ کسی مشرق منور یا مظلم کا تابع و محتاج نہیں۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جامیؒ ؎

مجو عدالیست ہر ورق گل ز حسن تو مُرقّع چمن چرا ہمیں لُعبتے و رنگ ساخت

مشرقِ او نسبتِ ذرّاتِ اُو نہ برامد نہ فرو شد ذاتِ اُو

ترجمہ (پھر بھی جو کہیں کہیں) اس کے لئے مشرق (کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو یہ محض مجازاً ہے جیسے) اس کے (نور سے منور ہونے والے) ذرات کی (اس کے ساتھ) نسبت (مجازاً) ہے۔ ورنہ درحقیقت اس کی ذات نہ (غروب کے بعد) طلوع کرتی ہے۔ نہ غروب ہوتی ہے۔

مرطلب۔ اوپر کہا تھا۔ ذات احدیت کے آفتاب کے لئے کوئی مشرق نہیں۔ اس پر سوال ہو سکتا تھا۔ کہ پیچھے آپ خود فرما چکے ہیں۔ "مطلع شمس آ اگر اسکندری" اس لئے بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ ایسا مجازاً کہا گیا ہے۔ جس طرح ذرات خاک کو انوار آفتاب کا مظہر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ کہاں آفتاب پُرانوار اور کہاں ذرہ بے مقدار۔ اسی طرح انسان کو بھی جو ایک ذرہ بمقدار ہے۔ مجازاً آفتاب احدیت کا مطلع انوار کہہ دیتے ہیں۔ ورنہ حقیقتہً وہ آفتاب حقیقی ہر وقت درخشاں و ضو افشاں ہے حافظ رح ؎

جمالِ یار ندارد حجاب و پردہ ولے غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

ما کہ واپس ماندہ ذرّاتِ ویم در دو عالم آفتابِ بے فَیئیم

لغات۔ واپس ماندہ۔ پستر۔ سب سے پیچھے رہنے والا۔ چھٹدی۔ فَے۔ سایہ

ترجمہ۔ ہم (بھی) جو (سب اولیاء کاملین سے) کم رتبہ (ہیں) اس کے (انوار سے چمکنے والے) ذرات (ہونے کی وجہ سے یہ درجہ رکھتے) ہیں (کہ) دونوں جہانوں میں۔ وہ آفتاب ہیں۔ جس کا سایہ نہیں (یعنے ہر وقت اور ہر سمت درخشاں ہے)

مرطلب۔ آفتاب حقیقت کی عظمت شان کا ذکر ہے۔ یعنے ہم ایسا ایک بمقدار ذرہ اور تمام بندگان حق سے کم رتبہ فرد اس کے نور کی بدولت اتنا کچھ ہے۔ تو پھر خود اس نور علیٰ نور اور دو بار انورا نحن نزلنا الورا کی کیفیت کیا ہوگی۔ اسکے اظہار کے لئے دامن الفاظ بالکل تنگ و ناکافی ہے۔ عراقی رح ؎

چو درویش پردہ کہ شاید کہ وصحرا برقص آید چو عشقش رُوے نماید خود و ناچار برخیزد

باز گرد شمس میگردم عجب ہم ز فر شمس باشد ایں سبب

لغات۔ عجب۔ عمدہ۔ بحد کمال۔ بخوبی۔ فرّ شان و شوکت۔ **ترکیب**۔ دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں تقدیم

وتا خیر ہے۔ اس کا شمار الیہ اشتیاق مقدر ہے۔ اور سبب فقر کا مضاف ہے۔

ترجمہ (میں آنا کچھ ہوں) پھر بھی (اقتباس انوار سے مستغنی نہیں بلکہ) اس آفتاب پر کمال (اشتیاق) لٹو ہو رہا ہوں۔ (اور میرا) یہ (اشتیاق) بھی آفتاب (حقیقت) کی شان و شوکت کے سبب سے ہے۔

مطلب۔ عارف کمال کے کسی بڑے سے بڑے درجے پر فائز ہو کر طلب مزید سے قانع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مراتب قرب کی انتہا نہیں۔ اور ایک درجہ پر اقتصار خلاف کمال ہے۔ غنی رح ؎

گرم طلب بوصل نماند ز اضطراب ۔۔۔ تیرے کہ تیز جست نشد بر نشانہ بند

شمس باشد بر سببہا مطّلع ۔۔۔ ہم از و حبلِ سببہا منقطع

لغات مطلع۔ آگاہ۔ حبل۔ رسّی۔ سر رشتہ۔ منقطع۔ قطع۔ شکستہ۔

ترجمہ (اب) آفتاب ہی (فائز بمراد ہونے کے) اسباب پر آگاہ ہے نیز اسی سے اسباب (وصول) کے رشتے منقطع ہوتے ہیں۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا۔ کہ میں شدت اشتیاق سے آفتاب حقیقت کے گرد گھوم رہا ہوں۔ اب حیرت و پریشانی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ پروانہ وار اس کے گرد چکر لگانا بھی اگرچہ اسباب وصول میں سے ایک سبب ہے۔ مگر ان اسباب کے مفید و نافع ہونے کا علم ہی کو ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ حافظ رح ؎

مرو م ز انتظار و دریں پردہ راہ نیست ۔۔۔ باشد کہ پردہ دار نشانم نمے دہد

پھر اوسانہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ان اسباب کی رسّی منقطع بھی ہو جاتی ہے۔ حتےٰ کہ بعض طالب اس ناکامی و نامرادی کے صدمے سے نیم مختل ہو جاتے ہیں بعض خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ طالب کا مقصد جسقدر عظیم الشان ہوتا ہے۔ اس میں ناکام رہنے کا صدمہ بھی اسی قدر شدید ہوتا ہے۔ کہ دنیوی صدمات سے اس کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ پھر اس کی عقل معاش و عقل معاد دونوں بیکار ہو جاتی ہیں۔ عراقی رح ؎

مردن و فنا کے شدن بہتر کہ با تو زیستن ۔۔۔ سوختن خوشتر بسے کز روئے تو گرم جدا

صد ہزاراں بار بریدیم امید ۔۔۔ از کہ و از شمس ایں زمن باور کنید

ترجمہ۔ میں نے لاکھوں مرتبہ امید منقطع کر لی۔ کس سے؟ آفتاب (حقیقت) سے۔ میری اس بات پر یقین رکھئے۔

مطلب۔ یہاں مولانا رح اپنے دوران طلب کے واقعات و مشکلات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہم بھی بارہا وصول سے ناامید ہوئے۔ پھر ہمت و طلب پر کمر باندھی۔ اور چل پڑے۔ مگر پھر دوری منزل سے جی چھوٹا۔ اور بیٹھ گئے۔ دوبارہ پھر ہمت کی۔ اور اٹھے۔ تھوڑی دور گئے۔ اور پھر چکر آ گرے۔ عراقی رح ؎

دریں وادی فرو شد کاروانہا ۔۔۔ کہ کس نشنید آوازِ درائے

مگر طلب صادق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مشکلات سے نہ گھبرائے۔ اور برابر مصروف طلب رہے۔ امیر خسرو ؎

چہ باک رہروِ حق را کہ رہ نہ آسانست ۔۔۔ چہ غم کبوتر حج را کہ رہ نہ ہموارست

نا امیدی میں بھی سررشتہ امید کو ٹوٹنے نہ دینا چاہیئے۔ کہ کبھی نا امیدی ہی صبح امید کی روشنی بن جاتی ہے۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام انتہائی نا امیدی میں بھی لَا تَیْأَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ پکارتے تھے۔ صائبؒ ؎

نقابِ چہرہ امید باشد گردِ نومیدی غبارِ دیدۂ یعقوب آخر توتیا گردد

اسی لئے مولانا روم اہل طلب کی ہمت بندھواتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:۔

تو مرا باور مکن کز آفتاب صبر دارم من و یا ماہی ز آب

لغات۔ یا حرف عاطف مفید تردید ہے۔ جس سے معطوفین میں سے ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ واو کا ایراد قدما کا محاورہ ہے۔ مگر یہاں تمثیل مقصود ہے۔

ترجمہ۔ تم یہ خیال نہ کرو۔ کہ (اس یاس و نا امیدی کے باوجود) میں آفتاب (احدیت) سے صبر رکھ سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر رکھ سکتی ہے)

مطلب۔ ماہی و آب کے ایراد سے اپنی بے صبری کی تمثیل مقصود ہے۔ کسی ایسے امر کو جو محتاج اضافت ہو عموماً بدیہی تمثالوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ کہ میں آفتاب حق کی طرف سے صبر نہیں کر سکتا۔ ایک محتاج ثبوت اور وضاحت طلب معاملہ ہے۔ لہذا اس کی توضیح پانی اور مچھلی کی مثال سے فرمائی۔ جو نہایت روشن و نمایاں ہے۔ یعنے میرا اس آفتاب کی طرف سے صابر و بے نیاز رہنا ایسا ہے۔ جیسا مچھلی کا پانی کی طرف سے بے پروا ہونا۔ پس اگر مچھلی پانی سے بے پروا نہیں ہو سکتی۔ تو میں بھی اس آفتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ لہذا نا امیدی کے باوجود میں برابر طبعاً و اضطراراً اسی کا مشتاق رہتا ہوں۔ غنی کاشمیری رح ؎

شد سوارہ دامن از دستم کشید آں نازنیں رفتم از خود بعد ازیں دست من و دامانِ زیں

سعدی رح ؎

گر از دلبرے دل تنگ آیدت دلِ غمگسارے بچنگ آیدت
وگر گنج بے مار در نظیم بمانک دل آزار ترکش مگیر
تواں از کسے دل بپرداختن کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

ور شوم نومید نومیدیِ من عین صنعِ آفتاب است اے حسن

لغات۔ عین۔ بالکل۔ ہو بہو۔ صنع۔ فعل۔ حسن۔ اچھا۔

ترجمہ (میرے) اچھے (دوست) اگر میں نا امید بھی ہوں۔ تو (کیا مضایقہ۔ بلکہ یہ بھی ایک پر لطف بات ہے۔ کہ) میری نا امیدی اسی آفتاب حق کا فعل ہے۔

مطلب۔ جو چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہو۔ اور وہ خاص مجھے عطا کی جائے۔ اس سے تو میرا سر اوجِ افتخار پر بلند ہو جانا چاہیئے۔ نہ یہ کہ میں ملول ہوں۔ حافظ رح ؎

لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام اگر از جورِ غمِ عشق تو دادے طلبیم

جامی رح ؎

وفا کہ با ہمہ کس میکنی نمیخواہم من و جفائے تو کاں خاصہ از ہمہ ست

سعدیؒ ؎ یاری آنست کہ زہر از قبلش نوش کنی نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

کلید مثنوی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ایک قول منقول ہے۔ کہ اگر کسی کو کثرت وساوس سے خلجان رہتا ہو۔ تو اس کا علاج یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کا مراقبہ کرے۔ کہ اللہ اکبر! اس کی کیسی شان ہے۔ کہ ایسی ایسی خطرناک چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور ایسے ایسے خیالات کا بیج انسان کے اندر بو دیا ہے۔ بس اس مراقبہ سے سارے وساوس منقطع ہو جائیں گے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ تام ہو جائے گی۔ انتہی۔ پس جب بندہ اتنا سوچے۔ کہ میری ناامیدی بھی حق تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ تو اس سے اس کو مطمئن ہونا چاہیے۔ فعل سے فاعل کی معرفت حاصل ہوگی۔ جو وصل کی ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

عَینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد عَینِ ہست از غیرِ ہستی چوں چرد

لغات ۔ صنع سے مصنوع مراد ہے یعنے موجود۔ مخلوق۔ نفس سے ذات مراد ہے۔ بُرد از بریدن قطع کرے۔ جدا کرے۔ ہست۔ موجود۔ غیر ہستی۔ غیر موجود۔ چرد۔ چرے۔ یعنے حاصل کرے۔

ترجمہ (کوئی) مخلوق جوں کی توں (جب اپنے) خالق کی دلیل ہو تو الٹا وہ (خالق سے دور کیوں لیجائیگی (بلکہ وہ اسکی طرف راہ نمائی کریگی۔ کوئی شے موجود (آخر اپنے) خالق موجود ہی سے وجود پاتی ہے) غیر موجود سے کیونکر وجود حاصل کرے گی۔

مطلب اسمیں حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔ کہ مصنوعات کا ذرہ ذرہ اپنے صانع کے وجود کا گواہ ہے۔ جامی رح ؎

زہر ذرہ بدر و دشت ہے رہے ست بر اثبات وجود او گواہے ست

پس جب ناامیدی کو اس حیثیت سے دیکھا۔ کہ وہ مخلوق ہی ہے۔ تو اس سے تشویش پیدا ہونے کی بجائے خالق کی اور بھی زیادہ معرفت حاصل ہو گئی۔ پس ناامیدی میں جوش طلب رکھنا چاہیے۔ آگے بمناسبت مقام اللہ تعالےٰ کے فعل خلق وایجاد کی ہمہ گیری کا ذکر ہے۔

جملہ ہستی ہا ازیں روضہ چرند گر براق و تازیاں یا خود خرند

لغات ۔ براق۔ سواری کا بہشتی جانور جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ تازی۔ عربی۔ مراد عربی گھوڑا۔ جو بہت اچھی نسل کا شمار ہوتا ہے۔ خود زائد ہے۔

ترجمہ ۔ تمام مخلوق خواہ براق ہو یا عربی گھوڑے ہوں یا گدھے ہوں (باری تعالےٰ کے) اسی باغ (ایجاد) سے (فیض وجود کی گھاس) چرتی ہے۔

مطلب ۔ تمام مخلوق کو باری تعالیٰ ہی نے لباس وجود پہنایا ہے۔ براق اور تازی اور خر سے علےٰ الترتیب ہر قسم کی اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ مخلوق مراد ہے۔ نظامی رح ؎

ہمہ آفریدہ بالا و پست تو ئی آفرینندہ ہر چہ ہست

لیک اشپ کور کورانہ چرد مے نہ بیند روضہ را نشناسد رد

لغات ۔ کورانہ۔ اندھوں کی طرح۔ رد۔ مردود۔ اسم مصدر بمعنے اسم مفعول۔

ترجمہ ۔ لیکن اندھا گھوڑا (اس باغ وجود سے) اندھوں کی طرح چرتا ہے۔ باغ کو نہیں دیکھتا

(کہ اس سے بصیرت و عبرت حاصل کرے۔ بس پیٹ بھرنے سے غرض ہے) اس لئے وہ مردود ہے (مقبول بارگاہ نہیں)۔

مطلب۔ یہ تو صحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشن ہستی سے مستفید ہے۔ مگر جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے درس عبرت حاصل کرتے ہیں۔ لہذا مقبول ہوتے ہیں۔ جو لوگ چشم بصیرت سے اِبْاغ قدرت کا شاہد نہیں کرتے۔ حیوانوں کی طرح پیٹ بھرا اور پاؤں پسار کر سو رہنا ہی جانتے ہیں۔ وہ مقبول درگاہ نہیں ہوتے۔ صائبؒ ؎

دیدہ ہر کرا نشد باز دریں عبرت گاہ — روزگارش ہمہ در خواب پریشاں گزرد

دانکہ گردشہا ازیں دریا ندید — ہر دم آرد رو بجراب جدید

لغات۔ گردشہا۔ تقلبات۔ انقلاب مراد تغیرات ہستی۔ دریا سے ذات حق مراد ہے۔ جراب سے درگاہ مقصود ہے۔

ترجمہ۔ اور جو شخص انقلابات (عالم) کو اس بحر (حقیقی) کی طرف سے نہیں دیکھتا (بلکہ مختلف اسباب پر موقوف سمجھتا ہے) وہ ہر دم ایک نئی جراب کی طرف رخ کرتا (اور اسے قبلہ مقصود بناتا ہے)۔

مطلب۔ جو لوگ تمام تقلبات عالم کو خاص دریائے قدرت حق سے ناشی نہیں سمجھتے۔ اور نہیں جانتے۔ کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے۔ بلکہ آلات و اسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہیں۔ ان کا قبلہ مقصود ہر دم جداگانہ ہوتا رہتا ہے۔ بخلاف عارفین کے کہ ان کا قبلہ توجہات اور مرکز توقعات صرف ایک ذات حق ہے جامیؒ ؎

گم ہر دہم و ترک ہر شکے کن — رخ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ در یکے کن
یکے بین و یکے دان و یکے گوے — یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوے

عراقی ؎

بیا اے چشم پرجائی جمال روے یار م بیں — چو عاشق مے شوی بارے بریں رخسار او لی تر

اوز بحر عذب آب شور خورد — تا کہ آب شور او را کور کرد

لغات۔ عذب۔ میٹھا۔ شور۔ کھاری۔ بدمزہ۔

ترجمہ۔ اس نے دریائے شیریں سے کھاری پانی پیا۔ (جو مضر بصر ہے) حتے کہ کھاری پانی نے اس کو اندھا کر دیا۔

مطلب۔ ان لوگوں کا مرجع تو وہ ذات اقدس ہے۔ جس سے استفادہ کرنا سراسر ثمر برکات و خیرات ہے۔ مگر وہ اپنی جہالت سے اس کو اپنے لئے مضر بنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اگرچہ قرآن مجید ایک ہی ہے۔ اور نی نفسہ ہادی ہے۔ مگر وہی قرآن بعض کے حق میں باعث ضلال بن گیا۔ اور بعض کے لئے موجب ہدایت ہے۔ تو اس کا باعث ضلال ہونا خود ضال بے استعدادی و جہالت اور سوء عمل سے ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ یعنے قرآن مجید بھی جو منبع ہدایت اور سرچشمہ بصیرت ہے۔ بعض لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی میں اور بجائے بصیرت کے کوری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو انہی لوگوں کو کرتا ہے۔ جو خود ہی پہلے سے عہد شکن۔ قاطع تعلقات اور محرک فسادات ہوتے ہیں۔ پس ایک مفید چیز کو مضر بنا دینے والا سبب خود ان کی اپنی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ جیسے شیریں بنی ایک خوشگوار مولد خون اور مقوی بدن چیز ہے۔ مگر جس شخص کے جسم میں پہلے سے صفرا کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے بجائے نفع کے اور زیادہ ضرر پہنچاتی ہے۔ اسی طرح اس دریائے حقیقت و تلزم وحدت سے استفادہ جو بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے۔ یہ خود انہی کی کج طبعی اور فساد سرشت کا نتیجہ ہے۔ اور جس میں یہ کجی و فساد زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا انجام کفر تک پہنچتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ولنعم القیل ؎

ہست بر ذات کیساں پرتو خورشید فیض لیک بابد جوہر قابل کہ گردد لعل ناب

بخر میگوید بدست راست خور زاب من اے کورتا بابی بصر

ترجمہ۔ دریا کہتا ہے اے اندھے! میرے پانی سے (اگر کچھ پینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے پی۔ تاکہ تجھے بینائی حاصل ہو۔

مطلب۔ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا موجب برکت اور دلیل تہذیب و سلیقہ ہے۔ اس لئے یہاں "بدست راست خور" سے طریق سلوک کو استقامت کے ساتھ طے کرنا مقصود ہے۔ حافظ رح ؎

سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدست کہ بجائے نرسد گر بضلالت برود

ہست دست راست انجا ظن راست کو بداند نیک و بد را از کجاست

ترجمہ۔ دائیں ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے۔ تاکہ وہ (سالک) یہ سمجھ لے۔ کہ نیکی و بدی (کا پیدا ہونا) کہاں سے ہے۔

مطلب۔ راہ طریقت میں گمراہ کن خیالات و معتقدات سے بچنا لازم ہے۔ حافظ رح ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

اس راستے میں چلنے والے کو جن صحیح عقائد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام خیر و شر کا خالق و مالک اور تمام احوال و افعال کا متصرف حقیقی حق تعالےٰ ہے۔ سعدی رح ؎

اگر تو دیدہ وری نیک و بد ز حق بینی وگرنہ از قبل چشم احول افتادست

نیزہ گردانے ست این نیزہ کہ تو راست میگردی گہے گاہے دو تو

لغات۔ نیزہ گردانے آخر میں یائے مجہول بمعنے تنکیر۔ کوئی نیزہ پھرانے والا۔ اگلے زمانے جب جنگ میں زیادہ تر نیزہ برچھی وغیرہ قسم کے اسلحہ استعمال ہوتے تھے۔ تو جنگ آزما بہادر گھمسان کے رن میں ایک خاص انداز سے نیزہ چلاتے۔ اور جوان کے مقابلے میں آتا۔ اس کو مارتے اور گراتے تھے۔ یا اس سے بینٹی ہلانا مراد ہوگا۔ جو ایک خاص قسم کی ورزش ہے۔ جس میں نیزہ کو ایک خاص انداز سے گھماتے ہیں۔ راست سیدھا دو تو دوسرا۔

ترجمہ۔ تم جو (اپنے مختلف افعال وحرکات سے) کبھی سیدھے ہوتے ہو اور کبھی خم ہوتے ہو تو (تمہارے) اس نیزہ (قامت) کو (پھرانے والا) ایک غیبی نیزہ گردان ہے۔

مطلب۔ جس طرح نیزہ کی حرکات سے نیزہ گردان کا پتہ ملتا ہے۔ اسی طرح تم کو تقلبات عالم سے صانع برحق اور متصرف حقیقی کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ جامی رح ؎

دریں ویرانہ منزل یافت نشتے — بروں از قالب تنگ بسر شتے
ز لوح خشت چوں ایں حرف خوانی — ز حال خشت زن غافل نمانی

مارِ عشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم — ورنہ ما آں کور را بینا کنیم

لغات۔ شمس دین۔ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔ جو مولانا رح کے شیخ تھے۔ ان کا حال مفتاح العلوم کے دیباچے میں مفصل گزر چکا۔ بے ناخن مجبور۔ معذور۔ بے بس۔ عقدہ کشائی کے لئے ناخن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب ناخن نہ ہو۔ تو کسی گرہ کے کھولنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

ترجمہ۔ ہم حضرت شمس تبریز کے عشق سے بے بس ہو رہے ہیں۔ ورنہ ہم ہی اس اندھے کو (بحکم خدا) بینا بنا دیتے۔

مطلب۔ سالکین کاملین کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک فنا دوسری بقا۔ حالت فنا میں یہ حضرات کسی قسم کا تصرف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس حالت میں اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خواہش سے خواہ مخواہ حق سبحانہ کے خلاف نہ بھی ہو۔ کوئی کام نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعوے ہستی ہے۔ جو فنا سے تام کے منافی ہے۔ عراقی رح ؎

ہر کہ او دعوائے ہستی میکند — آشکارا بت پرستی میکند

حالت بقا میں ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی کسی مصلحت سے ان کے لئے تصرف ممنوع ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کی اجازت ہوتی ہے۔ پھر اجازت کی حالت میں بھی دو صورتیں ہیں۔ کبھی کسی مصلحت کی بنا پر تصرف کرنے کا ان کو خاص طور پر حکم ہوتا ہے۔ کبھی حکم نہیں بلکہ تصرف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔ پہلی حالت میں تو ان کے لئے تصرف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور کرتے ہیں۔ دوسری حالت میں عارفین کی دو شانیں ہیں۔ بعض کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ کہ اظہار خوارق سے طبعاً نفرت رکھتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں یہ ضروری ہے۔ کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں سے توجہ ہٹا کر صرف اس متصرف کو ملحوظ نظر بنائیں۔ جس کی تحصیل مقصود ہے۔ اس میں اتنی دیر کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے۔ اور یہ ان حضرات کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے غیر متوجہ ہوں۔ نیز ان کو غیرت آتی ہے۔ کہ ان کی جو حالت حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ وہ کسی دوسری شے کے ساتھ ہو۔ امیر خسرو رح ؎

بخدا کہ سینہ ام را بشگاف و جاں بروں کن — کہ درونِ خانۂ تو دگرے چہ کار دارد

بعض کو وہ مشابہت نہیں ہوتی۔ وہ تصرفات کرتے رہتے ہیں۔ کہیں کسی دشمن کی طرف نظر جمائی۔ اور وہ معاً بیمار ہو گیا۔ کسی منکر پر نگاہ ڈالی۔ اور وہ بیتاب ہو کر پاؤں میں آگرا۔ کما قیل ؎

در سا غرِ چشم تو ندانم چہ شراب ست بر ہر کہ نظر مے فگنی مست و خراب ست

گو یہ سب حضرات کاملین ہیں۔ اگرچہ اکمل متشبہین بالانبیاء رہی ہیں۔ اور ساری حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور کمال تعلق سے پیدا ہوتی ہیں۔ مولانا کے قول "ناز عشق شمس دیں بے ناخیم" سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا اس وقت تصرف سے معذور تھے۔ خواہ اس کا سبب حالت فنا ہو یا مجوریت یا تشبہ بالانبیاء بہر حال اس کی بنا عشق شیخ پر تھی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ غلبہ عشق میں آدمی ان کاموں کے سوا جن کا تعلق عشق سے ہے۔ اور کوئی کام نہیں کر سکتا ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اس توجیہ پر عشق بلا واسطہ عدم تصرف کا سبب بن جائے گا (کلید مثنوی)

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود دار و شِ کن کوریِ چشم حسود

لغات - ضیاء الحق حسام الدین مولانا رومؒ کے ایک گرامی ترین خلیفہ کا نام ولقب ہے۔ جن کا ذکر کئی مرتبہ پیچھے گزر چکا ہے۔ **ترکیب** دار و ش کی ضمیر آں کور کی طرف راجع ہے۔ جو اوپر کے شعر میں گذرا۔ کوری چشم حسود مرکب اضافی مجرور ہے۔ باحرف جار مقدر ہے بمعنے باوجود۔

ترجمہ - ہاں (بھئی) ضیاء الحق حسام الدین! تم جلدی اس (نابینا) کا علاج کرو۔ (باوجودیکہ) حاسد (کو اس) کی آنکھ کی نابینائی (تمہارے کمالات پر نظر نہ کرنے دے)

مطلب - یہاں مولاناؒ اپنے خلیفہ اعظم کو حکم فرماتے ہیں۔ کہ تم تصرف و توجہ سے اس نابینائے حقیقت کو بینا بنا دو۔ اور حاسد کی پروا نہ کرو۔ جو تمہارے اس قسم کے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ وہ جاہل ہے۔ بے خبر ہے۔ اندھا ہے۔ اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِّمَا جَهِلُوْا۔ لوگوں کو جس بات کی خبر نہ ہو۔ وہ اس کے خلاف ہوا ہی کرتے ہیں۔ سعدیؒ ؎

نرگیتی فروزِ چشمہ ہور زشت باشد بچشم موشکِ کور

اور حضرت حسام الدین کو اس کام کے سپرد کرنے کی یہ وجہ ہوگی۔ کہ شاید مولاناؒ مرتبہ فنا پر فائز ہونے کے سبب سے یا من جانب اللہ ممنوع و مجبور ہونے کے باعث ایسا نہ کر سکتے ہوں۔ یا تشبہ بالانبیاء ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرنا چاہتے ہوں۔ جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور حضرت حسام الدین آپ سے کم رتبہ اور سالکین کے متوسط طبقے سے ہونے کے باعث توجہ و تصرف کو عمل میں لا سکتے ہوں۔ یا وہ اس کے لئے ماذون من اللہ ہوں۔

تو تیائے کبریائی تیز فعل دارو ئے ظلمت کشِ استیز فعل

لغات - تو تیا - سرمہ اسکو طاء کے ساتھ لکھنا غلط ہے۔ کبریائی - خدائی۔ تیز فعل - سریع التاثیر۔ ظلمت کش تاریکی کو نکال ڈالنے والی۔ استیز فعل - مزاحمت کے فعل والی۔ دافع۔ رادع۔ **ترکیب** - اوپر کے بیت میں جو دارو کا لفظ آیا تھا۔ وہ مبدل منہ ہے۔ اور یہ شعر اس کا بدل ہے۔

ترجمہ - (وہ) خدائی سرمہ (جو) سریع التاثیر (ہو)۔ ایسی دوا۔ جو (آنکھ کی) تاریکی کو دفع کرے (اور عوارض چشم سے) مزاحمت کرنا اس کا کام ہو۔

آنکہ گر بر چشم اَعمٰے بر زند ظلمتِ صد سالہ را از در کند

لغات۔ اعمٰی۔ اندھا۔ برزند۔ لگادے۔ برکند۔ اکھاڑ پھینکے۔

ترجمہ۔ وہ (سرمہ) کہ اگر (کوئی) اس کو اندھے کی آنکھ میں لگادے۔ تو سو سال کی تاریکی کو بھی دفع کردے۔

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر

ترجمہ اے (فلکِ عرفان کے) چاند! سارے اندھوں کا علاج کردے (اور) اے (معرفت کے) میوہ دار درخت! ان پر فیضان کے پھل برسادے (کہ یہ اس سے لذت گیر ہوں)

مطلب۔ اپنے نورِ معرفت سے نابینایانِ حقیقت کا علاج کرو۔ تاکہ ان کی ظلمت بصیرت زائل ہوجائے اپنے باغ کمالات سے مستحقین پر فیضان کی میوہ افشانی کرو۔ چاند کے لقب سے خطاب کرنے میں یہ عجیب نکتہ مرکوز ہے۔ کہ اطبار کے نزدیک چاند کی طرف دیکھنا مقوی بصارت ہے۔ محبوب کی ذات کو بھی قمر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور محبوب کا دیدار مجلی بصر و مقوی نظر ہوتا ہے۔ کما قیل ؎

ایں سخن از پیر کنعاں پسندا فتادہ است دیدنِ روئے عزیزاں دیدہ را روشن کند

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود کز حسودی بر تو مے آرد جحود

لغات۔ حسودی۔ بفتح حا و ضم سین حسد۔ آخر میں یاے مصدری ہے۔ جحود۔ انکار۔

ترجمہ۔ سارے نابینائوں کا علاج کردو۔ سوائے حاسد کے جو تمہارا منکر (کمالات) ہے۔

مطلب۔ فیض رسانی سے حاسد کو مستثنیٰ کرنے کی یا تو یہ وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے جرم حسد کی پاداش میں حسرت و حرمان کی سزا پائے۔ سعدی رح ؎

راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یا یہ وجہ ہے کہ اس کا علاج سے شفایاب ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے وہ ایک بے نتیجہ کام کا مترادف ہے۔ جسکا کرنا فضول ہے۔ سعدی رح ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجے ست کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

مر حسودت را اگرچہ آں منم جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم

ترجمہ۔ اپنے حاسد (کے جسم میں اگرچہ وہ میں ہی کیوں نہ ہوں (معرفت کی) جان نہ ڈالنا۔ حتے کہ (میں) اس طرح (آتش حسد میں) جان کندن (کی مصیبت) سہتا رہوں۔

مطلب۔ اگرچہ آں منم کہنے سے شاید حاسدوں کے لئے نفی افادہ کی تاکید و توسیع مقصود ہو۔ یعنی دنیا میں جتنے بھی حاسد ہیں۔ اگرچہ ان میں میں خود بھی شامل کیوں نہ ہوں۔ سب کے سب فیضان معرفت سے محروم رہنے کے مستوجب ہیں۔ حتی کہ حسد کی پاداش میں میں خود اپنے آپ کو بھی قابل درگزر نہیں سمجھتا۔ گر راتم کے

خیال ناقص میں اس کلمہ سے حسد کی شدت شناعت کا اظہار مقصود ہونا زیادہ پر لطف ہے۔ یعنے حسد وہ بلا ہے۔ کہ جو انسان اس میں ملوث ہو۔ وہ تمام برکات و میامن سے محروم ہونے کے لائق ہے۔ اگرچہ وہ خود تمہارا مرشد و محسن ہی کیوں نہ ہو۔ اس سخن ترین رذیلت کا دصبہ اس کے تقدس و بزرگی میں بھی چھپ نہیں سکتا۔ کما قال ؎

خانما نہا از حسد گردد خراب باز شاہی از حسد گردد غراب

آنکہ او باشد حسود آفتاب کور میگردد ز بود آفتاب

ترجمہ۔ جو شخص آفتاب پر حسد کرتا ہو۔ وہ آفتاب کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ یہ مثال ہے اس کی کہ جو شخص ایک باکمال پر حسد کرتا ہے۔ وہ اس سے فیضیاب ہونے کی بجائے الٹا نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً آفتاب ایک طرح کی نابینائی کا علاج کرتا ہے۔ کہ جو چیز تاریکی شب کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ نظر آنے لگتی ہے۔ لیکن جس شخص کو آفتاب کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس کے لئے اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ وہ اس کے وجود سے روشنی چشم حاصل کرنے کی بجائے الٹا اندھا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مارے جلن کے آنکھ ہی نہیں کھولتا۔ کہ آنکھ کھولنے کی صورت میں آفتاب نظر آجائے گا۔ اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاتا ہے۔ سعدی رح ؎

آلا تا نخواہی بلا بر حسود کہ آں بخت برگشتہ خود در بلاست

اینت درد بے دوا کو راست آہ اینت افتادہ ابد در قعر چاہ

لغات۔ اینت۔ اینک۔ ببیں۔ بے دوا۔ لاعلاج۔ کو راست کہ او را ہست۔

ترجمہ۔ دیکھو یہ لاعلاج مرض ہے۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ دیکھو وہ (حسد کے) کوئیں کی گہرائی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گر چکا ہے۔

مطلب۔ حسد کو درد بے دوا اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ دیگر اخلاقی امراض مثلاً غصہ۔ بغض۔ کینہ وغیرہ کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ جس سے بغض و عناد ہو۔ اگر وہ کسر نفسی سے کام لے کر اس معاند و کینہ کش کے ساتھ ملایمت و ملاطفت اور حسن سلوک اختیار کرے۔ تو اس سے یقیناً اس کی عداوت محبت میں بدل جائے گی۔ لیکن حاسد کا مرض احسان باتوں سے بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان باتوں سے اس کا مرض بقول "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ اور بھی ترقی کر جائے تو تعجب نہیں۔ کیونکہ حاسد کو حسد عموماً دوسرے کی خوشحالی و فارغ البالی پر ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھے گا۔ کہ یہ ظاہری خوشحالی کے علاوہ حسن اخلاق و کسر نفسی کے باطنی کمالات سے بھی متمتع ہے۔ تو اس کا دل اور بھی حسد سے جل اٹھے گا۔ اور دوسرے مصرعہ میں تا ابد سے مدت العمر مراد ہے۔ یعنے زندگی بھر کبھی اس بلا سے نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ نہ لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا خاتمہ ہوگا۔ نہ حاسد کو لوگوں پر جلنے سے رستگاری ملے گی۔ "چہ حاسد بنعمت، خیر دیگراں ملول شود۔ و ہرگز نعم الٰہی از اہل عالم منقطع نگردد۔ پس حزن و الم حاسد نیز ہرگز انقطاع نیابد" (اخلاق جلالی)۔ سعدی رح ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجے رست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

حسد کا مرض لاعلاج اور ابدی ہے

نفی خورشید ازل بالیست او کے برایدایں مُرادِ اُو بگو

ترجمہ۔ وہ (حاسد معرفت کے) آفتاب ازلی کا نابود ہو جانا چاہتا ہے۔ (اب) بتائیے اس کی یہ مراد (بھلا) کب پوری ہو؟

مطلب۔ یہ شعر توجیہ ہے شعر سابق کے الفاظ "ورد بے دوا" اور "افتاد وا ابد" کی۔ یعنے اس کے مرض کی دوا یہ ہے۔ کہ خورشید ازل نابود ہو جائے۔ مگر نہ یہ خورشید نابود ہو سکتا ہے۔ نہ اس کے مرض کی دوا میسر آ سکتی ہے۔ اور نہ مدت العمر اس کو شفا ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ خورشید ازل سے یا تو اولیاء کرام کی ذوات قدسیہ مراد ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے تقدیر ازلی سے اس منصب جلیل پر سرفراز کیا ہے۔ جیسے ترجمہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یا اس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ پھر مطلب یوں ہوگا۔ کہ یہ حاسد اولیاء کاملین سے حسد رکھتا ہے۔ جو ستنیر بانوار حق ہیں۔ تو چونکہ اس کو ان کی شخصیت پر نہیں۔ بلکہ ان کے منور بانوار حق ہونے پر حسد ہے۔ لہذا حقیقت میں وہ اس خورشید ازل پر حسد کرتا ہے۔ جس کے نور سے یہ حضرات مستنیر ہیں۔ اور اسی خورشید کا عدم چاہتے ہیں۔ لیکن واجب الوجوب کا عدم کہاں۔ آخر یہ کم بخت اسی طرح جلتے مرتے رہتے ہیں۔

باز آں باشد کہ آید بزد شاہ باز کورست آں کہ اوگم کرد راہ

ترجمہ (اچھا) باز وہ ہے جو (اپنے ولی نعمت یعنے) بادشاہ کے پاس (واپس) چلا آئے۔ (اور) وہ باز اندھا ہے۔ جو راستہ بھول جائے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ کہ ولی اللہ کا حاسد جو آفتاب حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ تو گویا وہ دیدہ و دانستہ اندھا بنتا ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ اس طرح آفتاب حق کی طرف سے اندھا بن جانے والے کی مثال اس گمراہ باز کی سی ہے۔ جو بادشاہ کی کلائی سے اڑ کر کسی ایسی جگہ جا پہنچے۔ جہاں اس کی نہایت بیقدری ہو۔ اگر وہ آنکھیں رکھتا ہے۔ تو پھر بادشاہ کے پاس واپس آ کر دوبارہ عزت و منزلت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اندھا ہے۔ تو واپس نہیں آ سکتا۔ اور اسی طرح مدت العمر بے وقری و بے عزتی میں مبتلا رہے گا۔ اگر حاسد بھی آفتاب حق سے حسد رکھنا چھوڑ دے۔ اور اس کے نور سے مستنیر ہونے کی کوشش کرے۔ تو وہ دولت معرفت سے متمتع ہو سکتا ہے اس مناسبت سے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گرفتار شدن باز میان چغداں بویرانہ

ایک باز کا ویرانہ کے اندر اُلوؤں میں جا پھنسنا

باز در ویرانہ بر چغداں فتاد راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

لغات۔ ویرانہ۔ ویران۔ بے آباد زمین۔ اُجاڑ۔ خرابہ۔ چغداں جمع چغد۔ اُلو۔ غیر ذوی العقول کے لئے الف ونون کے ساتھ صیغہ جمع لانا خلاف قیاس ہے۔ فتاد۔ ناگہاں جا پہنچا۔

ترجمہ - ایک باز کسی بے آباد زمین میں اُلّوؤں میں ناگہاں جا پہنچا - راستہ بھول گیا - اور اجاڑ میں بھٹکتا پھرتا تھا -

مطلب - یہ نبی یا عارف اور کفار یا محجوبین کی ایک تمثیل ہے - جس میں باز سے مراد نبی یا عارف ہے - اور اُلّوؤں سے کفار یا محجوبین و منکرین اور بادشاہ سے حق سبحانہ تعالےٰ - مطلب یہ کہ ایک ولی اللہ نااہل و ناجنس لوگوں میں جا پھنسا - نااہل لوگ باکمال کی قدر کیا جانتے - سعدی رح ؎

پارسا را بس ایں قدر زنداں کہ بود ہم طویلۂ رنداں

او ہمہ نورست از نورِ رضا لیک کورش کرد سرہنگِ قضا

ترجمہ - وہ خوشنودیِ (حق) کے نور سے سراپا نور ہے - (پھر راستہ کیوں بھولتا) مگر قضا کے سپاہی نے اس کو اندھا کر دیا -

مطلب - باز بادشاہ سے بہت انوس تھا - اس لئے اس سے یہ ہرگز امید نہ تھی - کہ وہ بادشاہ سے دور ہونا گوارا کرے گا - مگر تقدیر نے اس کو اندھا کر دیا - اسی طرح نبی اور عارف باوجودیکہ خود نورٌ علیٰ نور اور دوسروں کے لئے رہنما ہوتے ہیں - تو ان سے گمراہ ہونے کا کہاں احتمال ہے - مگر بعض اوقات ان پر قضا غالب آجاتی ہے - اور کبھی ان کو استحقاقاً نااہل لوگوں میں پھنسا دیا جاتا ہے - جس میں قدرت نے بہت سے فوائد مضمر رکھے ہوتے ہیں -

خاک در چشمش زد و از راہ بُرد درمیانِ چُغد و ویرانش سپرد

ترجمہ (قضا نے) اس کی آنکھوں میں مٹی ڈال دی - اور اس کو راستے سے برگشتہ کر دیا - اس کو اُلّوؤں کے درمیان ویرانہ میں ڈال دیا -

بر سرے چندانش بر سر میزنند پرّ و بالِ نازنینش میکنند

لغات - بر سرے - علاوہ - طرّہ - نازنین - نازونعم میں پلا ہوا - میکنند - کندن (اکھڑنا) سے مشتق -

ترجمہ (باز کا اُلّوؤں میں جا پھنسنا کیا کم عذاب تھا کہ اس پر) طرہ یہ کہ اُلّو اس کے سر پر ٹھونگیں مارتے ہیں اس کے پیارے پیارے پروں (اور بازوؤں) کو نوچتے ہیں -

مطلب - جب اہل اللہ نااہل لوگوں میں پھنس جاتے ہیں - تو ایک تو ناجنس لوگوں میں وقت کاٹنا ہی ان کے لئے عذاب الیم ہے - صائبؒ ؎

عذر زصحبتِ ناجنس خرزِ عافیت ست کہ خونِ گل زسرِ انگشتِ خارے ریزد

پھر ان لوگوں کا طعن و تشنیع ایک دوسری بلا ہے -

ولولہ اُفتاد در چُغداں کہ ہا باز آمد تا بگیرد جاے ما

ترجمہ - اُلّوؤں میں ایک شور برپا ہو گیا - کہ خبردار رہنا - باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرلے -

مطلب - انبیاء کے ساتھ کفار کو اور اہل اللہ کے ساتھ عوام جہلا کو یہی بدگمانی ہوتی ہے - کہ یہ لوگوں پر تسلط جمانے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں - تاکہ ان کے مال و زر اور املاک و جائداد پر قبضہ کرلیں - جس طرح فرعون نے حضرت موسٰے علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کی بدظنی کی بنا پر اپنی قوم سے کہا تھا - یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ - یعنے یہ جو نبوت کا دعوے کرتا ہے تو اس لئے کہ تم کو تمہارے وطن سے نکال کر خود اپنا قبضہ جمالے - پس تم کیا رائے دیتے ہو -

چُوں سگانِ کُوئے پُرخشم و مُہیب اندر افتادند در دلقِ غریب

لغات - مہیب - خوفناک - ڈراونا - دلق - گدڑی - پھٹے پُرانے کپڑے - غریب - مسافر - اجنبی - بیوطن -

ترجمہ - گلی کے کتّوں کی طرح جو غضبناک اور ڈراونے ہوتے ہیں مسافر کی گدڑی میں چمٹ گئے -

باز گوید من چُو در خورد م بُجُنبد صد چُنیں ویراں رہا کردم بُجُنبد

ترجمہ (ادھر) باز کہتا ہے میرا اُلّو کا کیا مقابلہ - میں (تو وہ شان رکھتا ہوں کہ) ایسے ایسے سینکڑوں ویرانے اُلّوؤں کو دے چکا ہوں - (پھر مجھے اس ویرانہ کی کیا ضرورت ؟)

من نخواہم بُود اینجا میروم سُوئے شاہنشاہ راجع میشوم

ترجمہ میں یہاں ہمیشہ نہیں رہوں گا ناحق کیوں گھبراتے ہو - ذرا ستانے کے لئے ٹھیر گیا ہوں) میں تو شاہنشاہ کی طرف واپس جارہا ہوں -

مطلب - انبیاء کفار سے - اور دیگر اہل اللہ اپنے معاندین و منکرین سے کہتے ہیں - کہ بھائیو تم ناحق کیوں پیچ و تاب کھا رہے ہو - ہم یہاں پاؤں جمانے کے لئے نہیں آئے - یہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے - ہمارا گھر تو آخرت ہے - اور ہم اسی شہنشاہ حقیقی کی طرف جارہے ہیں - کما قیل ؎

زندگی ماند گی کا وقفہ ہے یعنے آگے چلیں گے دم لیکر

امیر خسرو رح ؎ مبصّراں کہ مزاجِ جہاں شناختہ اند دو روزہ برگِ اقامت در و نساختہ اند

خوشتن کشید اے چُغداں کہ من نے مقیمم مے روم سُوئے وطن

ترجمہ - اے اُلّوؤ (تم اس غم میں کہ باز ہماری جگہ پر قبضہ کرلے گا) اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو - کیونکہ میں (یہاں زیادہ دیر) قیام نہیں کروں گا (بلکہ) اپنے (اصلی) وطن کو جارہا ہوں -

مطلب - انبیاء کفار سے اور دیگر اہل اللہ دنیا داروں سے کہتے ہیں - تم مطمئن رہو - ہم یہاں سدا رہنے کے لئے نہیں آئے ہیں - بلکہ راہرو ہیں - آخرت اور قرب حق ہمارا اصلی وطن ہے - اسی طرف جارہے ہیں - سعدی رح ؎

گر اہلِ معرفتی دل در آخرت بندی نہ در خرابۂ دنیا کہ حسرت آباد است

این خراب آباد دنیا چشم شماست ورنہ ما را ساعد شہباز جاست

ترجمہ۔ یہ خراب آباد (دنیا) تو تمہاری ہی مطمح نظر ہے۔ ورنہ ہماری جگہ تو پھر بادشاہ کی کلائی (بننے والی) ہے۔

مطلب۔ اگلے زمانے کے بادشاہ باز کو اپنی کلائی پر بٹھاتے تھے۔ جو اس جانور کے لئے قبولیت و شرف کی اعلیٰ سند تھی۔ اسی طرح اہل اللہ اپنے منکرین و معاندین سے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو دنیا سے کوئی دلبستگی نہیں۔ تم ہی اس کے دلدادہ ہو۔ ہم تو یہاں سے نکل کر پھر قرب حق میں جگہ پانے کے امیدوار ہیں۔ سعدی رح ؎

دیدہ باشی تشنہ مستعجل بر آب جاں بجاناں ہمچناں مستعجل ست

چند گفتا باز حیلت میکند تا ز خان و ماں شما را بر کند

ترجمہ ایک الو (باز کی یہ باتیں سن کر) بولا۔ (یارو!) باز حیلہ بازی کرتا ہے تاکہ تم کو تمہارے گھر بار سے اجاڑ دے۔

خانہائے ما بگیرد او بمکر برکند ما را بسالوسی ز وکر

لغات۔ سالوسی۔ فریب۔ وکر۔ آشیانہ۔ گھونسلا۔

ترجمہ (اور) ہمارے گھروں پر فریب کے ساتھ قبضہ کرلے۔ دھوکے سے ہم کو گھونسلوں سے نکال دے۔

مے نماید سیری این حیلت پرست واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست

ترجمہ۔ یہ حیلہ باز (محض دکھلانے کو) اپنی سیر چشمی ظاہر کرتا ہے۔ واللہ (درحقیقت) یہ سارے حریصوں سے بدتر ہے۔ سعدی رح ؎

ترک دنیا بر دوم آموزند خویشتن سیم و غلہ اندوزند

او خورد از حرص طین را چو دبس دُنبہ میپاریدے یاراں بحرص

لغات۔ طین۔ مٹی۔ دبس۔ شیرہ انگور۔ حرص۔ ریجھ۔

ترجمہ۔ وہ حرص سے مٹی۔ گارے کو بھی شیرہ انگور کی طرح چٹ کر جاتا ہے۔ ایسا دُنبہ ریجھ کے حوالہ نہ کرو (اُسے یہ حریص کب چھوڑنے لگا)

لاف از شہ میزند و زدست شاہ تا برد او ما سلیماں را ز راہ

لغات۔ سلیماں لام کے کسرہ سے جمع سلیم۔ بھولا بھالا۔ سیدھا سادہ۔ از راہ بردن۔ بہکانا۔ دھوکا دینا۔ پھسلانا۔

ترجمہ۔ وہ بادشاہ (کے مقرب ہونے) اور بادشاہ کی کلائی (پر بیٹھنے) کی (فضول) شیخی بھگارتا ہے تاکہ ہم سیدھے سادے لوگوں کو بہکا دے (اور ہم اس کو بالا نشین سمجھ کر اس پر اعتماد کریں اور اپنے گھر اس کے سپرد کر دیں)۔

خود چہ جنس شاہ باشد مُرغکے مشنوش گر عقل داری اندکے

لغات۔ جنس۔ ہم جنس۔ مناسب۔ مرغک۔ حقیر پرندہ۔

ترجمہ (بھلا سوچو تو سہی کہ) ایک ناچیز پرندہ بادشاہ (کی صحبت) کے لائق کہاں ہوگا۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے۔ تو اس (کی بات) کو نہ سنو۔

مطلب۔ جیسے ہم پرندے ہیں۔ یہ بھی ایک معمولی حیثیت کا پرندہ ہے۔ یہ کہاں سے شاہی مقرب بن گیا۔ اسی طرح کفار پیغمبروں کے بارے میں کہتے تھے۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تم ہم جیسے ہی انسان ہی تو ہو۔ جای ؒ ؎

زو طمعہ شیخ منتہیر اسرار اہل دل المرء علی مثال عدوًّا لما جھل

جنس شاہ ست او؟ و یا جنس وزیر ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر

لغات۔ لوزینہ بفتح یا و کسر زا۔ حلوائے بادام۔ جو گھی کی بجائے روغن بادام ڈال کر اور سیدھ کے ساتھ میغز بادام شامل کر کے تیار کیا جاتا ہے۔ سیر۔ ہضم۔

ترجمہ۔ کیا وہ بادشاہ کے لائق ہے؟ یا وزیر کے لائق ہے؟ کیا بھلا ہضم حلوائے بادام کے لائق ہو سکتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں)

آنچہ میگوید زمکر و فعل و فن ہشت سلطاں باہشم جویائے من

ترجمہ (اپنی) فریب کاری۔ چالبازی اور حیلہ سازی سے جو (ایک عجیب بات) کہتا ہے (وہ یہ ہے کہ) بادشاہ فوج سمیت میری تلاش میں (مصروف) ہے۔

اینت مالیخولیائے ناپذیر اینت لاف خام و دام گول گیر

لغات۔ مالیخولیا۔ دیوانگی۔ دیوانوں کی سی باتیں۔ ناپذیر۔ ناقابل قبول۔ لاف خام۔ بے بنیاد شیخی۔ گول گیر۔ سیادہ لوح لوگوں کو پھانسنے والا۔

ترجمہ۔ دیکھو یہ کیا سڑیوں کی سی بات ہے جو قابل قبول نہیں۔ دیکھو یہ بیہودہ شیخی اور احمقوں کو پھانسنے کا جال۔

مطلب۔ اسی طرح کافر مرسلان حق کے بارے میں کہتے تھے۔ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ۔ یہ اللہ تعالےٰ پر افترا باندھ رہا ہے۔ یا اس کو جنون عارض ہے۔

ہر کہ ایں باور کند زو ابلہ است مرغِ لاغر چہ درخورِ شہ است

ترجمہ جو شخص اس کی ان باتوں پر یقین رکھے وہ بیوقوف ہے۔ بھلا ایک ذرا سا جانور بھی بادشاہ کے لائق ہو سکتا ہے؟

کمتریں چُغدا رزند بر مغزِ او مرورا یاری گری از شاہ کو

ترجمہ۔ اگر چھوٹے سے چھوٹا اُلو بھی اس کے سر پر ٹھونگ مار دے تو (میاں کا بھیجا نکل پڑے۔ پھر دیکھیں کہ) اس کے لئے بادشاہ کی مدد کہاں (سے آتی ہے)۔

مطلب اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی منکر قوم نے کہا تھا کہ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ۝ کافر کہنے لگے۔ اے شعیب تو جو کہتا ہے اس میں سے بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تو ہم لوگوں میں کمزور ہے۔ اور جو تیرے کنبے کے لوگ (ہماری نظر میں قابل لحاظ) نہ ہوتے تو ہم (کب کے) تجھ پر پتھراؤ کر چکے ہوتے اور تو ہمارے سامنے کوئی چیز نہیں (ہود ع ۸)

گفت بازار یک پرِ من بشکند بیخ چُغدستاں شہنشہ بر کند

ترجمہ (یہ باتیں سن کر) باز نے کہا (میرے سر کو صدمہ پہنچانا تو بڑی بات ہے۔ یاد رکھو) اگر میرا بال بھی بیکا ہوا۔ تو بادشاہ اُلوؤں کی سرزمین کا تختہ ہی اُلٹ دیگا۔

مطلب اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا۔ کہ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ۝ اور بھائیو کہیں میرے ساتھ ضد کر کے تم کو اس (آفت) میں نہ ڈال دے جو آفت نوح کی قوم پر پڑی۔ یا ہود کی قوم پر یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں (ہود ع ۸)

چُغد چہ بود خود اگر بازے مرا دل برنجاند کند با من جفا

شہ کند تو دہ بہر شیب و فراز صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز

لغات ۔ یہ بود استفہام برائے تحقیر۔ تودہ۔ ڈھیر۔ شیب۔ کمر۔ شین یائے مجہول مخفف نشیب نیچی زمین فراز۔ اونچی زمین۔ خرمن۔ کھلیان کا انبار یہاں مطلق انبار مراد ہے۔ **ترکیب** اگر بازے الخ شتر دوسرا شہ کند الخ جزا۔

ترجمہ۔ اُلو کی تو کیا بساط ہے۔ اگر کوئی باز (بھی) میرے دل کو رنجیدہ کر دے (اور) مجھ پر زیادتی کرے تو اس کے انتقام میں بادشاہ بازوں کے سروں سے ہر بلند و پست زمین میں لاکھوں ڈھیر اور انبار لگا دے۔

مطلب - کفار انبیاء و دیگر اہل اللہ کو ستانے کی جو سزا پاتے ہیں۔ وہ تو نمرود۔ فرعون۔ قوم ثمود۔ قوم عاد۔ اور اصحاب ایکہ کی حسرتناک داستانوں سے ظاہر ہے۔ جو علی الترتیب حضرت ابراہیم۔ حضرت موسےٰ۔ حضرت صالح۔ حضرت ہود۔ حضرت شعیب علیہم السلام کی تکذیب و توہین کی پاداش میں مختلف عذابوں سے تباہ و برباد ہوئے۔ لیکن اگر کوئی دیندار۔ عابد و پارسا بھی جو ولایت اور قرب حق کے درجہ پر فائز ہو۔ انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخاصمانہ مقابلہ کرے۔ تو وہ بھی خلعت سعادت سے عاری اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ابلیس کا درجہ علم و عرفان و عبادت و طاعت میں وہ تھا۔ کہ ملائکہ قدس میں شامل تھا۔ بلکہ اس کو معلم الملکوت کہا گیا ہے۔ مگر جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا۔ اور ان کے آگے سر جھکانے سے منکر ہوا۔ تو بحکم اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اس کے حصے میں قیامت تک طوق لعنت پڑ گیا۔ بلعم ابن باعور وہ عابد و زاہد انسان تھا۔ کہ اس کے کمالات و کرامات پر خود اللہ تعالےٰ کا قول اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا شاہد ہے۔ مگر جب اس نے عین معرکہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو زک پہنچانے کے لئے اپنے روحانی تصرفات سے کام لینا شروع کیا۔ تو بقولہ تعالیٰ فَانْسَلَخَ مِنْهَا اس کے تمام کمالات مسلوب ہو گئے اور اس کی حیثیت صرف مَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ کی سی رہ گئی۔ حافظ رح ؎

گفتم بر خورشید کہ من چشمۂ نورم ۔۔۔ دانند بزرگاں کہ سزاوار شمائی نیست

انبیاء کے بعد اولیائے کبار کا بھی یہ درجہ ہے۔ کہ کسی شخص کو ان کے ساتھ معارضہ و مقابلہ کرنا زیبا نہیں۔ اگرچہ وہ خود بھی زہد و عبادت کی بدولت کچھ کمالات رکھتا ہو۔ بلکہ اس قسم کے خیالات ہی کمالات کے خلاف ہیں جس کا نتیجہ سوائے خیبت خسران کے اور کچھ نہیں۔ کلید مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ ایک مشہور بزرگ کے پاس زیارت اور حصول فیض و برکت کی غرض سے گئے۔ ساتھ وہ شخص آ رہا تھا۔ ایک ابن سقا نام بڑا عالم متبحر اور بلیغ مقرر تھا۔ اس کو یہ شوق تھا۔ کہ میں ان بزرگ سے ایسے پیچیدہ سوال کروں۔ جن کے جواب سے وہ عاجز آ جائیں۔ وہ شخص عبداللہ نام رکھتا۔ اس کا صرف اتنا مدعا تھا۔ کہ اپنے مشکل سوالات سے ان کے علمی و باطنی کمالات کا امتحان کروں۔ تینوں ان کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی خدا کے حکم سے از راہ کشف ہر ایک کا مدعائے ملاقات معلوم کر لیا۔ اور حضرت غوث الاعظم سے فرمایا۔ آپ حصول برکت کی نیت سے آئے ہیں۔ آپ کو اس نیک نیتی کا یہ صلہ ملے گا۔ کہ تمام اولیائے شرق و غرب کی گردنوں پر آپ کا پیر ہو گا۔ ابن سقا سے کہا تم ہم کو مغلوب کرنے کے ارادے سے آئے ہو۔ تمہارے اس جرم کی یہ سزا ہے۔ کہ تم عیسائی ہو کر حالت کفر مرو گے عبداللہ سے کہا۔ بزرگوں کا امتحان لینا گستاخی ہے۔ اس گستاخی کا ارادہ کرنے کی سزا تم کو یہ ملے گی۔ کہ تم طاعت و عبادت سے غافل اور دنیا میں غرق ہو جاؤ گے۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد ابن سقا کا حشر یہ ہوا۔ کہ خلیفہ بغداد کے حکم سے ملک روم کا سفیر بن کر گیا۔ وہاں شاہی خاندان کی ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوا۔ اس کے خوش کرنے کو دین حق سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عبداللہ کو دربار خلافت سے وزارت اوقاف پر مامور کیا گیا۔ جس کے حکومت کے نشے نے اس کو نماز و روزہ تک سے غافل کر دیا۔ حضرت غوث پاکؒ کو اس دعا کے مطابق جو درجہ ملا۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ بالکل حقیقت پر مبنی تھا۔ جو اسی حسن نیت اور پاکی عقیدت کا صلہ تھا۔ حافظ رح ؎

ازاں زماں کہ بر آستاں نہادم رو ۔۔۔ فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

پاسبانِ من عنایاتِ وَے است ہر کجا کہ من رَوم شہ در پَے است

ترجمہ۔ اس (بادشاہ جہاں پناہ) کی عنایات میری محافظ ہیں۔ میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ (بغرض حفاظت و حمایت) میرے پیچھے (رہتا) ہے۔

مطلب۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و اولیا کا خود محافظ و حامی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ مدینہ میں یہود اور منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ اور ہر طرح اذیت و نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ بلکہ کئی مرتبہ آپ کی حیات طیبہ کو گزند پہنچانے کی سازشیں بھی کیں سان خطرناک حالات میں آپ کی حفاظت جان ضروری تھی۔ اس لئے روزانہ دو صحابی باری باری رات کو آپ کے خانہ مبارک پر پہرہ دیتے۔ ایک رات جب یہ آیت اتری۔ تو آپ نے اپنے پہرہ داروں سے فرمایا۔ جاؤ اب تمہاری ضرورت نہیں۔ خدا خود ہمارا محافظ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے کرم سے ہمیشہ دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملتے رہے۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی تم دونوں خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں (طٰہٰ ع ۲)

در دلِ سلطاں خیالِ من مُقیم بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم

لغات۔ مقیم بضم میم۔ قائم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ ناخوش۔ ملول۔

ترجمہ۔ بادشاہ کے دل میں میرا خیال جاگزیں ہے۔ میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل ناخوش (رہتا) ہے۔

مطلب۔ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ میرا تعلق اسقدر گہرا ہے۔ کہ میرے بغیر وہ ایک لمحہ میں بے چین ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ مجھے دیکھ نہ لے۔ مبتلائے اضطراب رہتا ہے۔ یہ صفات بازاری بادشاہ متعلق ہی پر صادق آسکتے ہیں۔ اگرچہ یہ عنوان اہل اللہ کے حق تعالےٰ کے ساتھ غایت تعلق کے بیان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے بتاویل اس کا صرف اتنا مطلب لیا جائے گا۔ کہ حق سبحانہ کی اپنے اولیاء پر خاص نوازش ہوتی ہے۔ کیونکہ ذات حق سقم۔ ملال۔ رنج وغیرہ صفات نقص سے منزہ ہے۔

چوں بپرّانم مر اشہ در روش مے پرم بر اوجِ دل چوں پرتوش

ترجمہ۔ جب بادشاہ مجھ کو (کسی خاص) رفتار میں اڑاتا ہے۔ تو میں (درحقیقت اس فضا میں نہیں بلکہ اس کے) دل کی بلندی میں اڑتا ہوں۔ جیسے اس (کے دل) کی روشنی (بلند ہوتی ہے)۔

مطلب۔ ہو سکتا ہے کہ میں بادشاہ کے نزدیک اسقدر محبوب ہوں۔ اور میری محبت اس پر اسقدر مسلط

ہے۔ کہ جب اڑتا ہوں۔ تو میری اڑان گویا اس کے دل کی فضا کے اندر ہوتی ہے۔ اور پھر وہ اڑان بھی اس کی نظر میں اسقدر لطیف و پُر اجلال ہوتی ہے۔ جیسے اس بیدار دل بادشاہ کی پروازِ عقل جہاں اس سے یہ مقصد ہے کہ حق تعالیٰ جب اپنے خاص بندوں کو عروج روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو وہ سیر فی اللہ کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ اور ان کی اس سیر و عروج میں وہ اوج پیدا ہو سکتی ہے۔ جو انوار قدس میں ہوتی ہے۔

اختلاف دوسرے مصرعہ کی عبارت ہمارے نسخہ کی بنا پر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ مصرعہ اور طرح ہے جس کی تائید ہمارا قلمی قدیمی نسخہ بھی کرتا ہے۔ یعنے "ہم اندر اوج جاں خوش پرورش"۔ اس تقدیر پر شعر کا مطلب یوں ہوگا۔ کہ جب حق تعالیٰ مجھے عروج روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو مجھے روح کی ترقی و عروج میں اعلےٰ پرورش حاصل ہوتی ہے

ہمچو ماہ و آفتابے مے پرم پردہ ہائے آسمانرا مے درم

ترجمہ۔ میں (جب اڑنے لگتا ہوں تو) چاند اور سورج کی طرح اڑتا ہوں (بلکہ) آسمانوں کے پردوں کو چاک کرتا (ہوا چلا جاتا) ہوں۔

مطلب۔ باز کی پرواز کے لئے یہ بیان مجاز اور مبالغہ ہے۔ اور اہل اللہ کاملین کے عروج کے لئے حقیقت اور امر واقع ہے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ اگر شہباز سے نبی مراد ہو۔ تو اس میں معراج مرسلین کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر مطلق ولی مراد ہو۔ تو معراج اولیا مقصود ہوگا۔ جو معراج روحی ہے۔

روشنی عقلہا از فکرتم انفطارِ آسماں از فطرتم

لغات۔ عقلہا۔ عقول۔ مراد ملائکہ از بیان جنس کے لئے ہے نہ کہ تعمیل کے لئے کما توہم بعضہم۔ انفطار پھٹنا۔ چاک ہونا۔ فطرت۔ آفرینش۔ سرشت۔ خصلت۔ خلقت **صنائع** انفطار و فطرت میں لفظی مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ ملائکہ کی نورانیت میری فکرت کی قبیل سے ہے۔ آسمان کا کھلنا میری ہی پیدائش کی وجہ سے ہے۔

مطلب۔ یہ صفات خاص انبیاء و اولیاء پر منطبق ہوتی ہیں۔ اصل قصہ کے باز پر ان کا انطباق نہیں ہو سکتا۔ مولانا فرط جوش میں خاص مشبہ اور مستعار لہٗ ہی کے اوصاف بیان کرنے لگے ہیں۔ استعارہ و تشبیہ کو ملحوظ رکھنے کی پروا نہیں کی۔ یعنے فرشتے جو اصل خلقت سے نورٌ علیٰ نور ہیں۔ ان کی نورانیت میری ہی فکر کی نورانیت کی قسم ہے ہے۔ فکر چونکہ منبع علوم و معارف ہوتا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس کو ذوالنور قرار دیا گیا۔ اور خوبی مدح یہ کہ اس تمثیل فی النورانیت میں اپنے نور فکر کو روشنی عقلہا کے تابع نہیں کیا۔ بلکہ روشنی عقلہا کو اپنے نور فکر کے تابع کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرا نور فکرت تو مقدم و اقدم ہے۔ اور ملائکہ کی نورانیت کو اس کی قبیل سے ہونے کا فخر بعد میں حاصل ہوا ہے یہ مطلب اسی بنا پر ہے۔ کہ حرف "از" بیان جنس کے لئے ہو۔ بعض شارحین نے اس حرف کو تعلیلیہ قرار دے کر یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ "فرشتوں کو نورانیت میرے ہی فکر کے سبب سے حاصل ہوئی ہے"۔ اور پھر اس ترجمہ کو صاف اور ہموار کرنے کے لئے ان کو آفرینش عالم کے ذکر، اشرف المخلوقات کی تعیین اور اصل و فرع کی بحث کو چھیڑنا پڑا۔ والا ممکان سہلاً۔ انفطار آسمان سے یا تو نزول باراں مراد ہے۔ یا آسمان کے دروازے کھلنا۔ اور

یہ باتیں بھی اہل اللہ ہی کی بدولت وقوع پاتی ہیں۔ یعنے ان کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اور حضرت عیسے علیہ السلام کے عروج آسمانی سے آسمان کے دروازوں کا کھلنا بھی ظاہر ہے۔ اگر یہ خاصان حق پیدا نہ ہوتے۔ تو آسمان کے دروازے کیوں کھلتے۔ صائب ؎

گرچہ در ظاہر بزیر دست و پا افتادہ اند　　بگذر از رتبۂ فلک جوں رخش ہمت زیں کنند

بازم و حیراں شود در من ہما　　چند کہ بود تا بداند سرّما

لغات بازم۔ باز ہستم۔ ہما ایک پرندے کا نام ہے۔ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ اس کی خوراک تو ہڈی ہے۔ مگر اس میں خوبی یہ ہے کہ جس کے سر پر سے گذر جائے۔ وہ بادشاہ بن جاتا ہے بیسر بھید۔

ترجمہ (بظاہر) میں (ایک) باز ہوں۔ اور (میرا درجہ اسقدر بلند ہے کہ) ہما بھی میرے (علو منصب کے) بارے میں حیران ہوتا ہے (پھر بیچارہ) آدمی تو کیا حیثیت رکھتا ہے کہ ہمارے بھید کو پا سکے۔

مطلب۔ اہل اللہ کاملین کو جن میں انبیاء و اولیاء داخل ہیں۔ باز کے ساتھ اس لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جس طرح باز ایک سادہ صورت اور غیر کمیاب جانور ہے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کی ظاہری حیثیت بھی عموماً نہ مخلقاً سے پاک اور سادگی و غریبی کا مرقع ہوتی ہے۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسےٰ کے بارے میں کہا تھا۔ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۝ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ۝ میں اس شخص سے کہیں بہتر ہوں۔ جو ذلیل ہے۔ اور پوری بات بھی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس پر (آسمان سے) سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے۔ یا خیر فرشتوں کو تو اکٹھا ہو کر اس کے ساتھ آنا تھا (زخرف ع ۵) نیز ان کی کوئی نایاب پوشاک ہونی تھی۔ بلکہ وہ انسان ہی کی نوع میں سے ہونے کے باعث ان سے مخاطط و ملابی ہوتے ہیں۔ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ۔ بے شک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۳) باز ایک بہادر پرندہ اور مقبول سلاطین ہے تو ہما بھی ایک مبارک پرندہ ہے۔ مگر بخلاف باز کے اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ وہ سب کی نظر سے ستور ہے۔ اور اس صفت میں ہما کے ساتھ فرشتوں کو تشبیہ دی ہے۔ جو سب کی نظر سے ستور و مخفی ہیں۔ باز کہتا ہے۔ کہ ناچیز آدمی تو میرے اسرار کو کیا جانے۔ ہما کا مبارک و با سعادت پرندہ بھی میری منزلت کو دیکھ کر متحیر و مبہوت ہے۔ اسی طرح خواص بشر کے کمالات کے سامنے خواص ملائکہ تک کے درجے پست ہیں۔ چنانچہ معراج میں جب جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائکہ کے مقام تک پہنچے۔ تو اس سے اوپر جانے سے معذوری ظاہر کی۔ وفی الروایات الضعیفۃ ان جبریل انتہی ووقف واستصحبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعتذر فقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔ یعنے بعض ضعیف روایات میں آیا ہے۔ کہ یہاں آکر جبرئیل علیہ السلام ٹھیر گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ تو عذر کرتے ہوئے کہا۔ اگر میں یہاں سے ایک سر انگشت کے برابر بھی آگے جاؤں۔ تو جل جاؤں (فتاوی عزیزی) سعدی ؎

گفتا فراتر مجالم نماند　　بماندم کہ نیروے بالم نماند

فوائد: پیغمبر خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔

اگر یکسر مُوے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

جب ملائکہ اور ملائکہ میں سے بھی سب سے بڑی ہستی کا یہ حال ہے۔ کہ وہ انبیاء کی ہمراہی سے عاجز ہیں۔ تو محجوب لوگ ان کے مراتب کمال کو کیا جانیں۔

شہ برائے من زِ زندان یاد کرد صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد

ترجمہ: بادشاہ نے میری خاطر سے قید خانہ (کے قیدیوں) کو یاد فرمایا اور لاکھوں قیدیوں کو (قید دنیا سے) آزاد کر دیا۔

مطلب۔ حق سبحانہ اپنے مقرب بندوں کی برکت سے ان کے دوسرے بہتی نوع پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو ہوا و ہوس کی قید سے نجات دے کر اپنے مقرب بنا لیتا ہے۔ سعدی رح ؎

نماند بعصیاں کسے در گرو کہ دارو چنیں شہ پیشہ رو

یک دمم با چند ہا دمساز کرد از دمم من چند ہا را باز کرد

لغات۔ دم۔ لحہ۔ تھوڑی سی دیر۔ سانس۔ نفس۔ بات۔ یہ لفظ دونوں جگہ دو معنے میں آیا ہے۔ اس لئے اس میں صنعت تجنیس بھی ہے۔

ترجمہ۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اُلوؤں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے ساتھ ہم نشین کر دیا چنانچہ (اس نے) میرے انفاس (موثرہ) سے اُلوؤں کو باز بنا دیا۔

مطلب۔ انبیاء کفار کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کی ہدایت سے وہ نور ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اور انبیاء نجومین کی تربیت کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ جن کے فیض تربیت سے وہ فوز حق حاصل کرتے ہیں۔ حافظ رح ؎

من بسر منزلِ عنقا نہ بخود بردم راہ قطعِ ایں مرحلہ با مرغِ سلیماں کردم

اے خنک چندے کہ در پروازِ من فہم کرد از نیک بختی رازِ من

لغات۔ خنک۔ ٹھنڈا۔ خوش نصیب۔ پرواز مراد مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادت ازلی۔

ترجمہ۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ اُلّو جو (اپنی) خوش نصیبی سے میری بلند پروازی میں میرا راز سمجھ گیا۔

مطلب۔ حصول فیض کا مدار حسن عقیدت پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے وہی کافر راہ راست پر آسکتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے ارشاد سے وہی محجوب لوگ واصل بحق ہو سکتے ہیں۔ جن کے دل میں ان کی توقیر ہو۔ اور وہ ان کے کمال اور حقانیت کے معترف ہوں۔ پس ایسے لوگوں کی خوش نصیبی میں کیا شک ہے۔ حافظ رح ؎

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصد برسید اعول اگر چشم دو بیں در طمع خام افتاد

در من آویزید تا باز اں شوید گرچہ چند انید شہباز اں شوید

لغات۔ آویزید۔ آویختن (لٹکنا) سے مشتق ہے لٹک جاؤ یعنے تعلق پیدا کرو۔ شہباز ایک بڑی قسم کے

باز کو کہتے ہیں۔ یا باضافت مقلوب باز شاہ یعنے شاہی باز جس کی فوقیت دوسرے بازوں پر ظاہر ہے۔ چونکہ باز کا لفظ دونوں قافیوں میں ایک ہی معنے میں ہے۔ اس لئے تکرار قافیہ لازم آتا ہے۔ وذالک لایستحسن عند ھم۔

ترجمہ۔ مجھ سے تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تم (بھی) بازبن جاؤ۔ اگرچہ تم الّو ہو۔ (مگر میرے فیض صحبت سے) شہباز ہو جاؤ گے۔

مطلب۔ انبیاء و اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے اتباع سے گوہر مقصود حاصل سکتا ہے۔ غنی رح ؎

پیرو باشو کہ آبجو خانہ در راہ سخن — پے بسے صیقل بروں زد نقش پائے ما

آنکہ باشد باچناں شاہے حبیب ہر کجا اُفتد چرا باشد غریب

لغات۔ حبیب۔ دوست۔ مقرب۔ افتد۔ جا اُترے۔ جا پہنچے۔ غریب۔ پردیسی۔ بے وطن۔ بعید الدار

ترجمہ۔ جو شخص ایسے (حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر) بادشاہ کا دوست ہو۔ وہ جہاں بھی جائے پردیسی (ہونے کی وجہ سے اس سے دُور) کیوں ہوگا۔

مطلب۔ یہ صفت بھی خاص اہل اللہ پر منطبق ہے۔ باز اور شاہ متعارف پر صادق نہیں آسکتی۔ یعنے اہل اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کہیں جائیں۔ کہیں آئیں۔ ہر جگہ ہمیں معیت حق حاصل ہے۔ جامی رح ؎

ہر جا کہ کنم خانہ، ہمخانہ ترا یابم — ہر گز نہ رَوَم جائے کا نجا نہ ترا یابم

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا گر چو نے نالد نباشد بینوا

صنائع۔ درد اور دوا میں ایہام تضاد۔ نے اور بے نوا میں ایہام تناسب۔

ترجمہ۔ جس شخص کے درد کی دوا (خود) بادشاہ ہو۔ اگر وہ (دردِ فراق سے) روئے تو بھی وہ بے سامان نہیں ہے۔

مطلب۔ چونکہ اس کا یاد حق میں رونا غایت محبت و عشق پر دال ہے۔ مصائب دنیا پر رونے والوں کی طرح محرومی و بدبختی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور اس کی محبت اور عشق سب سے بڑی دولت ہے۔ پس ان کا رونا ان کی کمال خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ امیر خسرو ؎

عاشقم اگر بہ گنم عیب نیست — آب کہ بر رُوے من ست آبروست

مالک الملکم نیم من طبل خوار طبل بازم میزند شہ از کنار

لغات۔ مالک الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ مالک سلطنت۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبل باز۔ واپسی کے اشارے کے لئے بجانے کا نقارہ۔ جب باز کو شکار پر چھوڑا جاتا ہے۔ تو شکار کر چکنے کے بعد یہ نقارہ بجاتے ہیں۔ جس کو سن کر وہ واپس آجاتا ہے۔

ترجمہ۔ میں تو بادشاہ کا نائب (اور) حکومت پر قابض ہوں۔ حریص نہیں۔ (دیکھو) بادشاہ ایک طرف سے میری واپسی کے لئے نقارہ بجوا رہا ہے (جو میرے تقرب کی دلیل ہے)

سرطلب ۔ الوؤں نے طعنہ دیا تھا ۔ کہ یہ باز حریص ہے ۔ اور شدت حرص سے مٹی تک کو چٹ کر جانے والا ہے ۔ اس کا جواب ہے ۔ کہ حریص تو کوئی بے نوا و تہیدست ہی ہو سکتا ہے ۔ میں تو بجائے خود مستغنی الذات ہوں ۔ مجھے حریص و طامع بننے کی کیا ضرورت ۔ یہی طرح منافقین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر فقر و فاقہ اور حرص و خود غرضی کی بدگمانی کرتے ۔ ہم کہتے تھے ۔ کہ ان لوگوں پر مال خرچ کرنا بند کر دو ۔ آپ سے آپ مدینے کو چھوڑ کر چلے جائینگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا ۔ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ حالانکہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔ لیکن منافق لوگ اتنا نہیں سمجھتے (منافقون ع ۲)

طبلِ بازِ من ندائے اِرْجِعِیْ ۔ حق گواہِ من برغمِ مُدّعی

لغات اِرْجِعِیْ ۔ واپس چلی آ ۔ قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف تلمیح ہے ۔ برغم ۔ برائے اہمالہ و نہین معجمہ ۔ برخلاف ۔ مقابلہ ۔ رغم کے معنے ہیں کسی کی ناک کو خاک آلودہ کر دینا ۔ جس سے اس کی ذلت مراد ہے ۔ اور کسی کی مخالفت میں کوئی کام کرنا اسی معنی پر مشتمل ہے ۔ مدعی ۔ حریف ۔ مقابل

ترجمہ ۔ میری واپسی کا نقارہ (ارجعی کی ندا ہے (اور میرے) مدعی (خصومت) کے خلاف (خود) حق تعالیٰ میرا گواہ ہے ۔

سرطلب ۔ حق تعالیٰ کے گواہ ہونے کا سرطلب یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۔ اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل ۔ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی ۔ پھر ہمارے (خاص) بندوں میں جا مل ۔ اور ہماری بہشت میں داخل ہو (سورہ فجر)

اس سے ظاہر ہے ۔ کہ حق تعالیٰ کو اپنے جو بندے محبوب ہیں ۔ ان کو دنیا میں رکھنا اُسے پسند نہیں ۔ صرف ایک مصلحت خاص سے ایک مدت معین تک رکھ کر پھر ان کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس واپس بلا لیتا ہے ۔ صائب رح ؎

چہ احتیاج دلیل ست در حصول مرا ۔ چو سیل جذبۂ دریا ست بس دلیل مرا

من نیم جنسِ شہنشہ دُور ازو ۔ لیک دارم در تجلّی نُور ازو

ترجمہ ۔ میں شاہنشہ (حقیقی) کا ہم جنس نہیں ہوں (بلکہ) اس سے (کہیں) دور (ہوں) ہاں مجھے (اپنی) تجلی میں اس سے نور حاصل ہے ۔

سرطلب ۔ الوؤں نے باز کے بارے میں استحقار کا کہا تھا ۔ کہ "جنس شاہ است او یا جنس وزیر" ؟ کیا یہ بھی بادشاہ یا وزیر کا ہم جنس ہونے کا دعوے کر سکتا ہے ۔ یہاں اس کا جواب دیا ہے ۔ کہ فی الواقع میں اس کا جنس نہیں ہوں ۔ البتہ اس کے انوار مجھ پر درخشاں ہیں ۔ اور انبیاء و اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے ۔ کہ وہ مخلوق با خلاق اللہ اور منور با نوار حق ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کے پرتو سے شرق و غرب منور ہو جاتے ہیں ۔ صائب ؎

خیمہ در مقرچو پیراہن یوسف زدہ ایم ۔ جلوہ ہا در نظر مردم کنعاں داریم

نیست جنسیّت زروئے شکل و ذات آب جنسِ خاک آمد در نبات

ترجمہ (میری) جنسیت (اس شاہ حقیقی کے ساتھ) شکل اور ذات کی رُو سے نہیں ہے۔ (کہ دونوں میں ہر پہلو سے مماثلت لازم آئے۔ ہاں جنسیت بمعنے مناسبت کہو تو بے جا نہیں دیکھو) نباتات میں پانی خاک کا مجانس ہے (حالانکہ مشکل و ذات دونوں کی الگ الگ ہے)

مطلب۔ یہ ایسی جنسیت بمعنے مناسبت کی نظیر ہے۔ جو خالق و مخلوق میں ہو سکتی ہے۔ یعنے پانی اور خاک دونوں نباتات کے عنصر اور ان کی غذا ہیں۔ حالانکہ ان میں ذاتی و صوری مجانست نہیں ہے۔ اسی طرح انسان کو حق تعالےٰ سے مناسبت تو ہے۔ مگر مماثلت نہیں۔

بادِ جنسِ آتش آمد در قوام طبعِ راجنس آمدست آخر مدام

لغات۔ قوام۔ بناوٹ۔ ساخت۔ ترکیب وجود۔ مدام بضم میم شراب۔

ترجمہ۔ ہوا آگ کے لئے اس کے قیام وجود میں ہم جنس ہے (کہ ہوا نہ ہو تو فوراً آگ بجھ جائے) طبیعت کے لئے آخر شراب (بھی) ہم جنس ہے (کہ وہ شراب سے سرور حاصل کرتی ہے)

مطلب۔ ہوا کو آگ سے کس قدر مناسبت ہے۔ کہ اس کے بغیر آگ روشن ہی نہیں ہو سکتی۔ اور مے نوش کی طبیعت کو شراب سے کس قدر مناسبت ہے۔ کہ اس کے نشے خوش و خرم ہو جاتی ہے۔ بایں ہمہ ان سب کی ماہیات الگ الگ ہیں۔ اور کوئی ان کو باہم مماثل یا متحد نہیں کہتا۔ بلکہ سب ان کی مناسبت کے قائل ہو گئے۔ بایں ہمہ کوئی اس مناسبت کی ماہیت ٹھیک بیان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بندے کو حق تعالےٰ کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ اگرچہ اس مناسبت کی صحیح تعریف نہ ہو سکے۔ اور کسی چیز کی تعریف نہ کر سکنے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔ جامی رح ؎

اے در ہوائے مہر تو ذراتِ کائنات واقف نہ از کماہی ذاتِ تو ہیچ ذات

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما ما ے باشد بہرِ مائے او فنا

لغات۔ ما۔ فارسی میں ضمیر جمع متکلم۔ ہم۔ نحن۔ مراد ہستی۔ ہمارا وجود۔ ہماری ہستی۔

ترجمہ۔ چونکہ ہماری جنس (اور) ہمارے شاہ (حقیقی) کی جنس (ایک) نہیں ہے۔ اس لئے ہماری ہستی اس کی ہستی کے لئے فنا ہو گی۔

مطلب۔ ہم بادشاہ کے ہم جنس نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہم نے اپنے تئیں کو علماً و حالاً اس کے آگے فنا کر دیا گویا ہماری ہستی موجود ہی نہیں۔ بلکہ کالعدم ہے۔ پھر مجانست کہاں۔

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد پیشِ پائے اسپ او گردم چو گرد

ترجمہ۔ جب ہماری ہستی فنا ہو گئی۔ تو وہ اکیلا رہ گیا۔ میں اس کے گھوڑے کے قدموں میں گرد کی طرح (ناچیز و بے حقیقت) ہو گیا۔

مطلب - دو چیزوں میں مجانست تو دونوں کے وجود کی صورت میں ہوتی ہے - مگر یہاں ایک وجود کالعدم ہے - پھر مجانست کیسی؟ ہاں یہ مناسبت ہے - کہ ایک باقی ہے اور دوسرا فانی -

خاک شد جان و نشانہائے اُو ہشت بر خاکش نشان پائے اُو

ترکیب - اوکی ضمیر دونوں جگہ راجع بحق ہے - خاکش کی ضمیر کا مرجع جان ہے -

ترجمہ (ہماری) جان خاک ہوگئی - اور حق سبحانہ کی نشانیاں جان کی خاک پر حق کے نشانِ پا بن گئے -

مطلب - خاک ناچیز خود کچھ حقیقت نہیں رکھتی - مگر جب وہ کسی بزرگ ہستی کے نشانِ پا کی مظہر ہوتی ہے تو اس مظہریت کے لحاظ سے وہ بھی بزرگ ہوجاتی ہے - فرماتے ہیں - کہ ہم خود کوئی حقیقت نہیں رکھتے - مگر ہاں حق تعالےٰ کے انوار و تجلیات کے مظہر ہیں - ہماری اسکی یہی مناسبت ہے -

خاک پالیش شو ز بہر ایں نشاں تا شوی تاج سر گردن کشاں

ترجمہ - اس نشان (کو اپنے اوپر حاصل کرنے) کے لئے اس کی خاکِ پا بن جاؤ - تاکہ تم عالیجاہ لوگوں کے سر تاج بن جاؤ -

مطلب - یہ مولانا رح کا مقولہ بطور جملہ معترضہ ہے - یعنے جب ان کی خاک پا بن جانے سے اس کے نشانِ پا تم پر نمایاں ہو سکتے ہیں - تو دیر نہ کرو - جلدی اس کے آگے خاک پا بن جاؤ - تاکہ اس کی تجلیات و انوار کے مظہر بن کر مراتب عالیہ حاصل کرو - اور سب کفار و معاندین پر غالب آجاؤ - بقولہ رح ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوےٰ گزید ترسد از وے جن و انساں ہر کہ دید

تا کہ نفریدند شما را شکلِ من نقل و مے نوشید پیش از نقلِ من

لغات - تا حرف تنبیہ - نقل بضم نبیذہ و شیرینی جو شراب کے ہمراہ کھاتے ہیں - نقل بفتح نقل مکان - نقل بفتح انتقال

صنائع - نقل کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے -

ترجمہ - تم کو میری (بظاہر معمولی) شکل دھوکے میں نہ ڈالے (کہ مجھے ناقابل اعتنا سمجھ لو بلکہ) میرے مرنے سے پہلے (یہ) نقل اور شراب (جو مجھ سے بچ گئی ہے بطور تبرک) نوش کرلو -

مطلب - اب پھر قول عارف کی طرف عود ہے - یعنے اے مجھ میں تم میری شکل و صورت دیکھ کر اس غلط فہمی میں نہ پڑو - کہ یہ کہاں کا باللہ ہوگا - جیسے کہ انبیاء کے حق میں کفار کہتے تھے - اِنْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہے یہ مگر ہم جیسا ہی آدمی - بلکہ تم میرے جدا ہونے سے پہلے مجھ سے فیض حاصل کرلو - ورنہ پھر پچھتاؤ گے -

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد قصدِ صورت کرد و بر اللہ زد

ترکیب - راہ زد فعل صورت اس کا فاعل بسا کس را مفعول بہ - یہ مبتدا دوسرا مصرع خبر -

ترجمہ - اے مخاطب! بہت سے لوگوں کو جو صورت نے دھوکا دیا ہے - تو انہوں نے بظاہر ایک شخصیت (کی ایذا) کا قصد کیا - اور ان کا وار اللہ پر ہوا -

مطلب - یہ مولانا کا معمولہ ہے - فرماتے ہیں - کہ کفار جو انبیاء کو ایذا دیتے - اور مجوبین جو اولیاء اللہ پر دست تعدی دراز کرتے ہیں - وہ اپنی کوتاہ نظری سے گویا ایک معمولی انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں - مگر چونکہ یہ ذوات عالیہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء وصفات کے مظہر اور فانی بذات خود اور باقی باللہ ہوتی ہیں - اس لئے ان برگزیدہ لوگوں کا حملہ گویا خاص حق تعالیٰ پر ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو (کسی طرح کی) ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں (دونوں جگہ) خدا کی لعنت ہے - اور خدا نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (احزاب ع ۷)

احیاء العلوم میں ایک حدیث مروی ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذی اللہ تعالیٰ - یعنے اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو - میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنالینا - جس نے ان کو دوست رکھا تو میری دوستی کی وجہ سے دوست رکھا - اور جس نے ان سے بغض کیا - تو میرے بغض کی وجہ سے بغض کیا - جس نے ان کو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی -

آخر ایں جاں با بدن پیوستہ است ہیچ ایں جاں با بدن مانستہ است؟

لغات - پیوستہ - متصل - ملاقی - مانستہ از مانستن مشابہ بودن -

ترجمہ - آخر یہ جان بھی تو بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے - پھر بھلا جان بدن کی مثل ہو سکتی ہے؟

مطلب - یہ کبیخت مجوبین جو باکمال لوگوں کو اپنے ہم شکل پاکر یہ گمان کرنے لگے - کہ ان کو خدا کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں - اور اس لئے ان پر حملہ آور یا ان کے منکر ہو گئے - اتنا نہ سمجھے - کہ روح اور جسم عنصری میں بھی تو بڑا تفاوت ہے - جب نسبت خاک را با عالم پاک - پھر دونوں باہم متصل ہیں - اس طرح اگر بشر خاکی حق سبحانہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے - تو کیا بعید ہے -

تاب نورِ چشم با پیہ ست جفت نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت

لغات - تاب - روشنی - پیہ - چربی - جفت - متصل - آمیختہ -

ترجمہ - آنکھ کے نور کی روشنی (دُھیلے کی) چربی (یعنے رطوبت جلیدیہ وزجاجیہ وغیرہ)

سے مل رہی ہے (حالانکہ دونوں کی حقیقت جداگانہ ہے) دل کا نور ایک قطرہ خون میں (جس سے دل کا قوام ہے) چھپا ہوا ہے (حالانکہ دونوں کی ماہیت میں بڑا فرق ہے)۔

مطلب - جب ایک چربی کا ٹکڑا نور بصارت کا مظہر ہے - اور ایک مضغۂ گوشت انوار باطن کا مہبط ہے تو اگر بندہ انوار حق سے متجلی ہو تو کیا تعجب -

شادی اندر گردہ و غم در جگر عقل چوں شمعے درون مغز سر

ترجمہ - خوشی گردے میں ہے - اور غم جگر میں - عقل ایک شمع کی طرح مغز سر کے اندر (روشن ہے)

مطلب - یہاں اور اس سے آگے متعدد نظائر اس قسم کے مذکور ہیں - کہ دو چیزوں میں خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے - حالانکہ ان میں مجانست و مماثلت نہیں ہوتی - مغز سر یعنے دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق ہونا تو ظاہر ہی ہے - کہ قوائے دماغ منشائے عقل ہوتی ہیں - مگر گردے کے ساتھ خوشی کا تعلق اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق ذرا مشکل بات ہے - بعض شارحین نے اس کی توجیہ میں کچھ طبع آزمائی کی ہے - مگر ان کی توجیہ بعض غلط مقدمات پر مبنی ہے - اور پھر بھی کسی امر حقیقی پر روشنی نہیں ڈالتی - بلکہ محض ایک تجوزی و اعتباری بات کا افادہ کرتی ہے - ہمارے خیال میں گردے کے ساتھ خوشی کا اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق بلا واسطہ مقصود نہیں جیسے کہ دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق بلا واسطہ ہے - بلکہ مطلب یہ ہے - کہ ان دونوں عضوؤں کے اپنے فعل کے لئے ایک ایسی حالت لازم ہے - جو غم یا خوشی کی حالت کے مماثل ہے - چنانچہ جگر کا کام ہے - غذا کو مختلف انہضامات کے سلسلے سے گزار کر خون صالح بنا دینا - جو ایک محنت و مشقت اور کد و کاوش کا کام ہے - اور محنت و مشقت کے لئے فکر و غم لازم ہے - گردہ کا کام یہ ہے - کہ خون سے متعفن و مسموم مائیت کو پیشاب کی صورت میں الگ کر کے مثانہ میں گرائے - اور دفع اذیت سے طبعاً راحت و فرحت محسوس ہوتی ہے - جس کو خوشی سے تعبیر کیا ہے - شیخ سعدی رح فرماتے ہیں - کہ "ہر نفسے کہ فرو مے رود ممد حیات ست و چوں برمے آید مفرح ذات" یعنے جو سانس اندر کی طرف جاتا ہے - تو اس کے ذریعے ہوا کے اجزائے اصالحہ خون میں ملنے سے زندگی قائم رہتی ہے - اور جب وہ باہر آتا ہے - تو خون میں سے دخانی اجزا کو اپنے اندر جذب کر کے باہر نکال ڈالنے سے روح کو تفریح بخشتا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ پیشاب کی بھی غلیظ اور گندی چیز کا خون سے خارج ہو جانا بھی فرحت و خوشی کا باعث ہے - جو گردہ کے فعل کا نتیجہ ہے -

رائحہ در انف و منطق در لساں لہو در نفس و شجاعت در جناں

لغات - رائحہ - بو - خوشبو - منطق - گویائی - گفتگو - لسان - زبان - لہو - کھیل - دل لگی - جنان - دل -

ترجمہ - بو ناک میں - اور گفتگو زبان میں - کھیل (کا شوق) نفس میں اور بہادری (کا جوش) دل میں (رکھا گیا ہے) -

مطلب - دیکھو ان دو دو چیزوں کو باہم تعلق ہے - مگر اس تعلق کی ماہیت بیان نہیں ہو سکتی - مثلاً گفتگو کو زبان کے ساتھ تعلق ہے - اگر یہ کہیں کہ اس تعلق کی ماہیت حرکت لسان ہے - تو زبان کو حرکت

حرکت دینے سے اس پر الفاظ پیدا ہونے چاہئیں۔ حالانکہ نہیں ہوتے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس تعلق کی ماہیت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اسی پر اس تعلق کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ جو حق سبحانہ وتعالےٰ کے ساتھ بندے کو ہے۔ کہ جب امور محسوسہ کا باہم تعلق ہم کو محسوس نہیں ہوتا۔ تو پھر اس اعلےٰ تعلق کو کیونکر ادراک کر سکتے ہیں۔ جو افکار و عقول کے تعلق سے بھی بالاتر ہے۔ اسی کے متعلق مولانا رومؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

اتفاقے بے کیف بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس

ایں تعلقہا نہ بے کیف ست و چوں؟ عقلہا در دانش چونی زبوں

لغات۔ بے کیف جس کی کیفیت بیان نہ ہو سکے۔ بے چوں۔ جس کی کوئی مثال نہ دی جا سکے۔ دانش جاننا معلوم کر لینا۔ چونی۔ کیفیت کا ترجمہ ہے۔ چوں کے معنے کیونکر اس کے ساتھ یائے مصدری شامل ہے عربی میں کیف کے معنے بھی کیونکر کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بھی یائے مشدد مع الف امصدریت کے لئے ہے۔ زبوں۔ عاجز۔

ترجمہ۔ کیا یہ (مذکورہ) تعلقات بھی ایسے نہیں ہیں۔ جن کی نہ کیفیت بیان ہو سکتی ہے۔ نہ ان کی کوئی مثال دی جا سکتی ہے (یعنے واقعی ایسے ہیں) عقلیں (ان کی) کیفیت سمجھنے سے عاجز (ہیں)۔

مطلب۔ جب یہ تعلقات و مناسبات سمجھ میں آنی ناممکن ہیں۔ تو پھر اگر حق تعالےٰ کی کیفیت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر کیا تعجب ہے۔ آگے تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہیں۔

جانِ کُل با جانِ جُزء آسیب کرد عقل از و دُرّے ستد در جیب کرد

لغات۔ جانِ کل۔ ذات حق۔ جانِ جزء۔ انسان۔ آسیب اثر۔

ترجمہ۔ ذات حق نے انسان پر اپنا اثر ڈالا۔ تو انسان نے اس سے (تجلی کا) ایک موتی لے لیا۔ اور (دل کے) گریبان میں ڈال لیا۔

مطلب۔ عبد کو حق سبحانہ وتعالےٰ کے ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے جو فاعل و مختار ہے۔ انسان پر اپنی تجلی کی جس سے وہ منور و مستفید ہوا۔ اور اس نے اس نور و تجلی کو اپنے قلب میں جگہ دی۔ اسی کا نام تجلی باانوار اللہ اور تخلق باخلاق اللہ ہے۔ اور یہی بندے کی حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ نسبت اور مجانست ہے۔ صائبؒ ؎

آسودہ زسیر فلک و گردش چرخ اند حیرت زدۂ جلوۂ مستانۂ یارانند

آگے اس خیال کی ایک مثال سے توضیح فرماتے ہیں۔

ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب حاملہ شد از مسیحِ دلفریب

لغات۔ آسیب جیب۔ دل کا اثر۔ اور یہ فعل کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

ترجمہ۔ روح حضرت مریم علیہا السلام کی طرح اس تاثر قلب سے (تعلق باللہ کے) مسیح

دلفریب کی حاملہ ہوگئی۔

مطلب ۔ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں روح حق کے چھونے سے ان کے پیٹ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی تجلی جب قلب پر ہوتی ہے۔ تو اس سے وہ مستفید و منور ہو جاتا ہے۔ مسیح کو دلفریب اس لئے کہا۔ کہ ان کی بے پدر پیدائش۔ اور پھر مہد کے اندر تکلم وغیرہ وہ باتیں تھیں۔ جن سے قلوب عامہ حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ آگے اس عیسےٰ کی تعیین فرماتے ہیں۔

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر ست　　آں مسیحے کز مساحت برتر ست

لغات ۔ خشک و تر مراد زمین جو بحر و بر پر مشتمل ہے۔ مساحت ناپنا۔ مراد کم و کیف

صنائع ۔ مسیح اور مساحت میں مناسبت لفظی ہے۔

ترجمہ ۔ یہ وہ مسیح نہیں جو (متولد ہو کر دنیا کے) بحر و بر پر (مقیم رہ چکے) ہیں۔ (بلکہ) وہ مسیح ہیں جو کم و کیف سے بالا ہیں۔

مطلب ۔ جن مسیح علیہ السلام سے حضرت مریم حاملہ ہوئی تھیں۔ وہ تو پھر بھی ایک انسان تھے۔ لیکن اہل اللہ کے دل جو ان کی مثل ایک بار امانت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ نہ مادی ہے۔ نہ مقداری بلکہ مجرد محض ہے۔ اور وہ تجلی حق ہے۔ جامی رح ؎

در دل خیال دوست وطن کرد و بنگریم　　کیں خانۂ خراب مقام نشست کیست؟

پس زجانِ جاں چو حاملِ گشت جاں　　از چنیں جانے شود حاملِ جہاں

ترجمہ ۔ پس جب روح اس جانِ جاں (مطلوب حقیقی) کی حامل ہوگئی۔ تو ایسی روح (عظمت و برتری کے اسی درجے پر فائز ہوگئی۔ کہ اس) سے (سارا) جہان پُر ہوگیا۔

مطلب ۔ انسان کامل چونکہ تجلیات حق کا مظہر ہوتا ہے۔ اس لئے تمام جہان اس سے مستفید ہوتا ہے صائبؒ ؎

ہر سر فیض سبکروحاں بہ طرف جہاں　　ہمیشہ در آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

پس جہاں زاید جہانے دیگرے　　ایں حشر اورا نماید مختصرے

لغات ۔ حشر بفتحتین جماعت اور بفتح حا و سکون سین جمع کرنا لوگوں کو قیامت کے روز۔

ترجمہ ۔ یہ جہان (اپنی تعلیم و تربیت سے) ایک اور (نیا) جہان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ جماعت اسکو (اپنی تاثیرات تصرفات سے) قیامت (کا نمونہ) بنا دیتی ہے۔

مطلب ۔ اہل اللہ کی ایک جماعت سے دوسری جماعت مستفید ہوتی ہے۔ پہلی جماعت دوسری جماعت کو ایسے کمالات و دعا نیہ سے متحلی بنا دیتی ہے۔ کہ ان کے تصرفات سے روحانی و اخلاقی دنیا میں اصلاح و تادیب کا ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ ایں کا اشارہ جہان کی طرف ہے۔ اور "اورا" کی ضمیر جہانے دیگرے کی طرف راجع ہے۔

تا قیامت گر بگویم شرح ایں قیامت قاصرم

ترجمہ۔ اگر میں قیامت تک بھی بیان کرتا اور گفتار رہوں۔ تو (تصرفات کی) اس قیامت کی تفصیل سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔

مطلب۔ اہل اللہ کے کمالات غیر متناہی ہیں۔ اس لئے ان کے فیوض بھی بے پایان ہیں۔ وہ بندگان خدا کو کس طرح فیض پہنچاتے ہیں۔ کس قدر پہنچاتے ہیں۔ اور کب تک پہنچاتے ہیں۔ ان تفصیلات کا خاتمہ قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

ایں سخنہا خود بمعنے یار بے ست حرفہا و دم شیریں لب بے ست

لغات۔ یار۔ ذکر حق۔ دم۔ گفتگو۔ شیریں لب۔ محبوب۔ مراد محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ۔

ترجمہ۔ یہ باتیں (جو میں مسلسل بولتا چلا جاتا ہوں) خود (بمنزلہ) ذکر حق ہیں (یہ کلمات اس محبوب حقیقی کی گفتگو کا جال (یعنے اس کے محرک و جاذب) ہیں۔

مطلب۔ فرماتے ہیں۔ ہمارا لوگوں سے خطاب اور لوگوں سے ہمکلامی وہی درجہ اور ثواب رکھتی ہے۔ جو ذکر حق کا ثواب ہے۔ بلکہ ہمارا خطاب و مکالمہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے۔ کہ بزرگوں کی دو شانیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کے سپرد خدمت خلق نہیں ہوتی۔ تو وہ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں۔ کہ جن کے سپرد خدمت خلق ہوتی ہے۔ وہ متوجہ بخلق للحق ہوتے ہیں۔ تو ان کا خطاب اور توجہ بھی پہلے بزرگوں کے ذکر و شغل کے مثل بلکہ اس سے افضل ہوتی ہے۔ جیسے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْہُمْ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھے۔ میں ویسا ہی ہوں۔ اور جب وہ مجھے یاد کرے۔ تو میں اس کے ساتھ ہوں پس اگر مجھے اپنے دل میں بیٹھے مخفی طور پر یاد کرے۔ تو میں بھی اس کو مخفی طور پر یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرے تو میں اس کو اس سے اچھے مجمع میں یاد کرتا ہوں (مشکوٰۃ) اس سے ثابت ہے کہ اس دوسرے بزرگ کی توجہ بخلق پہلے کے ذکر و شغل سے افضل ہے۔ چونکہ اس کی توجہ الی الخلق للحق ہے۔ تو گویا الی الحق ہی ہے۔ پس جب وہ مخلوق کو پکارتا ہے۔ گویا حق تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کے جواب میں لبیک فرماتے ہیں اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔ کہ یہ میرے حروف اس شیریں لب محبوب حقیقی کی گفتگو کے جال ہیں۔ کہ جب میں ان حروف کو ادا کرتا ہوں۔ تو ادھر سے لبیک کا خطاب میرے لئے موجب سرافرازی ہوتا ہے (کلید)

چوں کند تقصیر و پس چوں تن زند؟ چونکہ لبیکش زیارب مے رسد

لغات۔ تقصیر کوتاہی بستی۔ تن زند۔ خاموش شود۔

ترجمہ۔ پھر وہ اس گفتگو سے کوتاہی کیونکر کرے۔ کیونکر خاموش ہو۔ جبکہ (اس) ذکر

حق سے اس کو (حق کی طرف سے) لبیک (کا پیارا خطاب) پہنچتا ہے۔

نوٹ۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ ادھر سے لبیک کا خطاب آتا ہے۔ یہ خطاب اور کسی کو سنائی کیوں نہیں دیتا۔ اب اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

ہشت لبیکے کہ نتوانی شنید　　لیک سرتاپاے تو انی چشید

ترجمہ۔ وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اس کو سن نہیں سکتے۔ لیکن سر سے پاؤں تک اس کو چکھ سکتے ہو۔

مطلب۔ یعنے خطاب حق کوئی حسی امر نہیں ہے۔ کہ اس کو کانوں سے سن سکو۔ بلکہ وہ ذوقی امر ہے۔ جس سے روح استلذاذ حاصل کر سکتی ہے۔ اور اسی شخص کی روح اس دولت سے متمتع ہو سکتی ہے۔ جو اس کوچہ سے آشنا ہو۔ اس رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ کما قیل ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست　　گفتا کہ چو ما شوی بدانی

یک مثل آوردمت تا پے بری　　وز چنیں لبیک پنہاں برخوری

ترجمہ۔ میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ تم (اس رمز کا سراغ پاسکو اور اس سراری لبیک سے متمتع ہو سکو۔

کلوخ انداختن آں تشنہ از سر دیوار در جوے آب

ایک پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں ڈھیلے مارنا

برلب جوبود دیوارے بلند　　بر سر دیوار تشنہ دردمند

ترجمہ۔ ایک نہر کے کنارے اونچی دیوار تھی۔ دیوار کے اوپر ایک مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقی زار و نزار　　عاشقے مست غریب بیقرار

لغات مستسقی۔ طالب آب۔ نزار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر **صنائع** تنسیق الصفات۔

ترجمہ (وہ) پیاسا (تھا)۔ طالب آب (تھا) بدحال ولاغر (تھا پانی کا) فریفتہ (تھا پانی کے شوق میں) مست (تھا) غریب (تھا) بیقرار (تھا)

ماغش از آب آں دیوار بود　　از پے آب او چو ماہی زار بود

ترجمہ۔ پانی (پینے) سے وہ دیوار اس کی مانع تھی۔ وہ پانی کے لئے مچھلی کی طرح

بیتاب تھا۔

شد حجاب آب آں دیوار او بر فلک مے شد فغانِ زار او

ترجمہ۔ پانی (نلکے پہنچنے) سے وہ دیوار اس کی آڑ بن گئی (اس بے بسی سے) اس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی۔

ناگہاں انداخت او خشتے در آب بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب

ترجمہ۔ اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں ڈال دی۔ تو پانی کی آواز اس طرح اس کے کان میں آئی جیسے (وہ) خطاب (کرکے پکارتا ہو)

چوں خطاب یارِ شیریں دلبند مست کرد آں بانگِ آبش چوں نبید

لغات۔ نبید۔ شراب۔

ترجمہ۔ پانی کی اس آواز نے اس کو شیریں (ادا) و پر لطف محبوب کے خطاب کی طرح مست کردیا۔ جیسے شراب (پی لی ہو)۔

از سماعِ بانگِ آب آں ممتحن گشت خشت انداز و زانجا خشت کن

لغات۔ ممتحن۔ امتحان کے فتح سے امتحان میں پڑا ہوا۔ محنت کشیدہ۔ مصیبت زدہ۔ خشت کن بفتح کاف۔ اینٹ کو اکھیڑنے والا۔

ترجمہ۔ وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز سننے سے (اس شغل میں منہمک) ہوگیا۔ کہ اوپر سے اینٹ اکھیڑتا اور (ادھر) ڈال دیتا۔

مطلب۔ اسی طرح طالب حق بھی ذکر و شغل میں لگا رہتا ہے۔ اور چونکہ اس کو مخبر صادق سے یہ خبر ملی ہے۔ کہ جو شخص خدا کا ذکر کرتا ہے۔ خدا بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس خبر پر اس کو اسقدر یقین ہے۔ کہ وہ خدا کا ذکر گویا اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا۔ (بقرہ ع ۱۸)

آب میزد بانگ یعنے ہے ترا فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا

ترجمہ۔ پانی اس کو (بزبانِ حال) پکار رہا تھا کہ ارے! تجھے اس سے کیا فائدہ (ملتا ہے) کہ مجھ میں اینٹ مار رہا ہے۔

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست

لغات۔ آبا۔ اے آب۔ صنعت فعلی۔ ندارم۔ نہ بردارم۔

ترجمہ۔ پیاسے نے کہا اے پانی! مجھے (اس خشت زنی سے) دو فائدے ہیں اس لئے میں ہرگز اس فعل سے دست بردار نہ ہوں گا۔

فائدہ اوّل سماع بانگِ آب کو بود مر تشنگاں را چوں جواب

ترجمہ۔ پہلا فائدہ پانی کی آواز کا سننا ہے، جو پیاسوں کے لئے بمنزلہ جواب (شافی) ہے (اور اس سے کچھ نہ کچھ تسکین قلب ہوتی ہے)۔

بانگِ او چوں بانگِ اسرافیل شد مُردہ را زیں زندگی تحویل شد

لغات۔ اسرافیل۔ وہ فرشتہ جو عالم کے فنا ہو جانے کے بعد صور پھونکیں گے۔ تو اس کے اثر سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔ تحویل۔ بدل ڈالنا۔

ترجمہ۔ اس کی آواز (پیاس سے مرنے والوں کو تازگی حیات بخشنے میں) گویا اسرافیل (کے نفخ صور) کی آواز ہے۔ (کہ) مردہ (تشنگی) کی (یہ برائے نام) زندگی بدل (کر ان کو تازہ زندگی مل) جاتی ہے۔

یا چو بانگِ رعد ایّامِ بہار باغ مے یابد ازو چندیں نگار

ترجمہ۔ یا (اس کی آواز) ایام بہار میں بادل کی گرج سے مشابہ ہے (جو بارش کی علامت ہوتی ہے اور) باغ اس (بشارت باران کے اثر) سے اسقدر ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔

یا چو بر درویش ہنگامِ زکات یا چو بر محبوس پیغامِ نجات

لغات۔ درویش۔ محتاج و غریب مراد ہے۔ محبوس۔ قیدی۔ یہ شعر ذو القافیتین ہے۔

ترجمہ۔ یا جیسے (کسی) محتاج پر (اس آواز کا اثر ہوتا ہے جو) زکوٰۃ (دینے) کے وقت (اس کو دی جاتی ہے) یا جیسے قیدی پر (اس کی) خلاصی کا پیغام (اثر کرتا ہے)۔

چوں دمِ رحمٰں بود کاں از یمن میرسد سوئے محمدؐ بے دہن

لغات۔ دم۔ سانس۔ آواز۔ بات۔ سخن۔ بے دہن۔ بلا آلہ تکلم۔ اس لئے کہ اللہ کا کلام توسط آلات سے منزہ ہے۔

ترجمہ۔ جیسے حق تعالیٰ کی آواز جو یمن سے جناب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منہ (وغیرہ آلات تکلم) کے بغیر پہنچتی ہے۔

مطلب۔ مولانا بحر العلوم رح فرماتے ہیں۔ کہ یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں رحمٰن کا دم یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔ اور شیخ ولی محمد کہتے ہیں۔ کہ یہ اویس قرنی کی طرف اشارہ ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ مگر یہ فاش غلطی ہے۔

جو حدیث کے آخری کلمات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ جو یہ ہیں۔ کہ فَاِذَا هُمُ الْاَنْصَارُ (تو وہ انصار ہیں) یہ اس امر کی تصریح ہے۔ کہ نفس رحمٰن انصار تھے (انتہٰی)

انصار سے وہ اصحاب اہل مدینہ مراد ہیں۔ جنہوں نے دین حق کی نصرت کے لئے اپنا گھر بار اور مال ومتاع حتےٰ کہ اپنی جان پیش کی۔ اور انہی لوگوں کی دعوت اور معاہدہ حمایت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سمیت مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان لوگوں کی قدامت ملک یمن سے وابستہ ہے۔ اور وہ اسی خطے کے قدیمی باشندے اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ یمن میں جب وہ مشہور و تاریخی سیلاب آیا۔ جس کو "سَیلِ عَرِم" کہتے ہیں۔ اور جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ سبا میں ہے۔ تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینے میں آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انہی دو کی اولاد ہیں۔

انصار کے تاریخی حالات

یا چو بُوئے اَحمدِ مُرسَل بود کاں بعاصی در شفاعت میرسد

ترجمہ۔ یا (وہ آواز آب) حضرت احمد مرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی بو سے مشابہ ہے جو (ایک) گنہگار کو (آپ کے) شفاعت (کرنے) کے وقت محسوس ہوگی۔

مطلب۔ جس طرح وہ عاصی اس خوشبو سے فرحت پائے گا۔ اسی طرح ایک پیاسا اس آواز سے راحت پاتا ہے۔

یا چو بُوئے یُوسفِ خوبِ لطیف میرسد بر جانِ یعقوبِ نحیف

ترجمہ۔ یا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام (جیسے) خوبرو پاکیزہ (انسان) کی خوشبو نے (دور و فراق سے) کمزور (ہو جانے والے) حضرت یعقوب علیہ السلام کی جان پر (ایک خاص تازگی بخش) اثر کیا (اسی طرح آواز آب پیاسے پر اثر کرتی ہے)۔

یا نسیمِ روضۂ دار السّلام سُوئے عاصی میرسد بے انتقام

لغات۔ نسیم۔ ہلکی اور خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دار السلام ایک بہشت کا نام ہے۔ انتقام۔ سزا۔ عذاب۔

ترجمہ۔ یا (جیسے) باغ بہشت کی پاک و خوشگوار ہوا جو کسی گنہگار کو پہنچتی ہے۔ بغیر (اس) عذاب کے (جو گناہوں کی پاداش میں اسے ملنا چاہئے تھا)۔

یا سُوئے مسِّ سیہ از کیمیا میرسد پیغام کاے ابلہ بیا

ترجمہ یا (جیسے) ایک کالے (بدنما) تانبے کی طرف کیمیا کی طرف سے (یہ) پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف ادھر آ (تاکہ تجھے سونا بنا دوں۔ تو یہ آواز تانبے کے لئے کسقدر باعث فرحت ہونی چاہئے۔ اسی طرح پانی کی آواز پیاسے کے لئے ہے)

نکتہ۔ اس مثال میں یہ اشارہ مضمر ہے۔ کہ کبھی توفیق حق خود ایسے شخص کو جو صراط مستقیم سے فرار و گریز کرتا

ہو۔ گھیر گھیر اس راہ پر لے آتی ہے۔ کما قیل ؎

گرچہ چوں سیل از عبا پورہ گراں گردیدہ ام جذبۂ دریا سبک رفتار مے سازد مرا

یا زلیلی بشنود مجنوں کلام یا فرستد ویس رامی را پیام

لغات ۔ ویس ایک عورت کا نام ہے۔ جو رامی نام ایک مشہور عاشق کی معشوقہ تھی۔ اصل میں یہ لفظ ویسہ بتائے تانیث ہے۔ ضرورتاً تا حذف کی گئی۔ رامی ایک مرد کا نام جو ویسہ نام عورت کا عاشق تھا۔

ترجمہ ۔ یا (پیاسا پانی کی آواز سے اسی طرح لطف اٹھاتا ہے جس طرح) مجنوں لیلی (کی زبان) سے بات سنتا (اور محظوظ ہوتا) ہے۔ یا (جس طرح) ویس رامی کو پیغام بھیجتی ہے (اور وہ اس سے لطف اٹھاتا ہے) کما قیل ؎

پرس حال دل آں دم کہ در سخن آئی کریم چوں گہر افشاں کند گدا چہ کند

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کز بن برکنم آیم سوئے ماء معین

لغات ۔ برکنم ۔ کندن (اکھیڑنا) سے۔ معین ۔ صاف ۔ خالص قیہ ۔ اتفاقی ہے۔

ترجمہ ۔ دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ جو اینٹ میں اس (دیوار) سے اکھیڑتا ہوں۔ تو (اس کی وجہ سے میں (اس نہر کے) خالص پانی کی طرف (قریب) آتا (جاتا) ہوں۔

کز کمی خشت دیوار بلند پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند

ترجمہ ۔ کیونکہ جوں جوں اینٹ اکھڑتی جاتی ہے توں توں اینٹوں کے کم ہوتے جانے کے سبب سے (یہ) اونچی دیوار اور بھی نیچی ہوتی جاتی ہے۔

پستی دیوار قربے مے شود فضل او درمان وصلے مے بود

ترجمہ ۔ دیوار کی پستی (پانی کے) قرب (کا سبب) ہوتی جاتی ہے۔ اسکی (اینٹ اینٹ کی) جدائی (میرے پانی کے ساتھ) ملنے کی تدبیر بنتی جاتی ہے۔

سجدہ آمد کندن خشت لزب موجب قربے کہ واسجد واقترب

لغات ۔ لزب ۔ بفتح لام وکسر زا مجمد چپٹنے والا۔ خشت لزب یعنے جمی ہوئی اینٹ سے اخلاق رذیلہ اور عادات خسیسہ مراد ہیں۔ جو انسان کے نفس میں راسخ و مستحکم ہوتی ہیں۔ **ترکیب** سجدہ مبتدا کندن الخ خبر۔ موجب قربے دوسری خبر۔

ترجمہ ۔ سجدہ کرنا (اخلاق بد کی جمی ہوئی اینٹ کا اپنے دیوار وجود سے) اکھاڑ پھینکنا ہے۔ (اور یہ) قرب (حق) کا موجب ہے۔ کہ (آیہ) واسجد واقترب (اس کی دلیل ہے)

مطلب - یہاں سے مولانا رہ ترغیب عبادت کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ یعنی ارشاد ہے کہ معزور و شکستہ نفس اصلاح اور اس کی صفات ذمیمہ کے ازالہ کی بہترین تدبیر سجدہ ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ؎

نفسِ سرکش کو کچلنا ہو تو ہو سر بسجود — کرنا اس سگ کو مصلّے پہ حلال اچھا ہے

جب صفات ذمیمہ جو مانع قرب اور موجب بُعد تھیں۔ زائل ہو جائیں۔ تو قرب حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ سجدہ موجب قرب ہے۔ صائبؒ ؎

پستی و ذلِ قرب بود در طریقِ عشق — اینجا پیادہ پیش بود از سوار ما

اور سجدہ کے موجب قرب ہونے کی سب سے روشن دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سورہ علق کے آخر میں فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کرو اور قرب پاؤ۔ وقال قدس سرہٗ ؎

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما — قرب جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

جامیؒ ؎

اے ز سجودِ درست مرتبہ قرب یافت — بندہ ز خدمت شود خاصگی شاہِ خویش

صائبؒ ؎

پلے ست آں طرفِ آب پیشِ دانایاں — دوتا شدن بر کوعِ و سجودِ ایں مردم

تا کہ ایں دیوار عالی کردن ست — مانعِ ایں سر فرود آوردن ست

لغات - عالی کردن۔ بلند کرنا۔ گردن بکاف فارسی بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مرکب غرور و استزاجی معنے گردن افراز و سر بلند ہوگا۔ سر فرود آوردن۔ سر جھکانا۔ سجدہ کرنا۔

ترجمہ - جب تک اس دیوار (وجود) کو بلند کرنا (زیر عمل) ہے۔ وہ اس سجدہ (کی بجا آوری) کا مانع ہے۔

مطلب - جب تن پروری و تن آرائی میں مصروف رہیں۔ جو دیوار وجود کو بلند کرنے کا مترادف ہے۔ تو سجدہ کے لئے سر جھکنے کی کہاں امید۔ کیونکہ سجدہ کے لئے سر کا قرب فرش خاک کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور دیوار کی بلندی دیوار نشیں کو فرش خاک سے دور لے جا رہی ہے۔ وصل کے لئے تن پروری کا ترک ضروری ہے۔ کما قیل ؎

رفعت ایں دیوار یک قد آدم بیش نیست — زود بگذر از تنِ خاکی کہ سد راہِ تست

سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات — تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات

ترجمہ - جب تک تم اس تن خاکی (کے اہتمام) سے نجات نہ پاؤ۔ آبِ حیات پر سجدہ نہیں کر سکتے۔

مطلب - جب تک تن پروری و شکم پرستی سے دست بردار نہ ہوگے۔ قرب ذات سے جو حیات دوام کا موجب ہے۔ متمتع نہیں ہو سکتے۔ صائبؒ ؎

خاکیانے کہ بھاری تن کوشیدند در رہِ آبِ بقا سدِ سکندر بستند

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر زود تر بر میکند خشت و مدر

لغات ۔ مدر ۔ مٹی کا ڈھیلا ۔ کلوخ ۔

ترجمہ ۔ جو شخص دیوار کے اوپر (جسقدر) زیادہ پیاسا (ہوگا ۔ اتنی) زیادہ جلدی دیوار کی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑے گا ۔

مطلب ۔ وصول الی اللہ اور وصول قرب کے لئے شدت شوق شرط ہے ۔ جس کو انتہائی شوق و شغف ہوگا ۔ وہ ذرائع وصول کے اختیار کرنے اور اس کے موانع کے رفع کرنیمیں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا جس طرح کنارۂ دریا کی دیوار کے اوپر بیٹھا ہوا پیاسا جب دیکھتا ہے ۔ کہ اگر دیوار پست ہوجائے ۔ تو میں پانی کے قریب پہنچ سکتا ہوں ۔ تو وہ دیوار کو پست کرنے کے لئے جلدی جلدی اسکی اینٹیں اکھیڑنی شروع کر دیتا ہے ۔ غرض وصول الی اللہ کے لئے اس پیاسے کا سا شوق ہونا چاہئے ۔ جامی رح ؎

بے طلب نتواں وصالت یافت آرے کے رسد دولتِ کس بے بجز رنجِ بیاباں دیدہ را

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب او کلوخِ زفت برکند از حجاب

لغات ۔ زفت سخت ۔ مضبوط ۔ موٹا ۔ بھاری بھرکم ۔ یعنے اول یہ مطلب ہے ۔ کہ تقاضائے عشق سے سخت سے سخت اور مضبوط و محکم اینٹوں کو اکھیڑنے میں دریغ نہیں کرتا ۔ دوسرے معنے کی صورت میں یہ مطلب ہے ۔ کہ وہ بھاری بھاری ڈھیلے اٹھانے بھی آسان سمجھتا ہے ۔ حجاب مانع ۔

ترجمہ ۔ جو شخص پانی کی آواز (سننے) پر زیادہ عاشق ہوتا ہے ۔ وہ (اس دیوار) مانع (سماع) سے بڑے بڑے ڈھیلے اکھیڑنے میں دریغ نہیں کرے گا ۔

او ز بانگِ آب پُر مے تا عمق نشنود بیگانہ جز بانگِ بلق

لغات ۔ مے ۔ شراب یہاں نشہ مراد ہے ۔ عمق گردن ۔ بیگانہ ۔ محروم ۔ بلق اسم صوت ۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز ۔ گڑپ ۔

ترجمہ ۔ وہ (پانی کی آواز کا عاشق) آواز آب (کے شوق) کے نشے سے گلے تک پُر ہے ۔ مگر (جو شخص اس شوق سے) محروم (رہے ۔ وہ) سوائے گڑپ (کی آواز) کے اور کچھ نہیں سنتا ۔ (جو پانی میں کوئی چیز گرنے سے پیدا ہوتی ہے)

اے خنک آنرا کہ او ایام پیش مغتنم دارد گزارد وامِ خویش

لغات ۔ خنک ۔ ٹھنڈا ۔ خوش و خرم ۔ ایام ۔ قرض ۔ مراد قرض ۔

ترجمہ ۔ مزے میں ہے وہ شخص جو (عہد شباب کے) پہلے ایام کو غنیمت سمجھے (اور) اپنے فرائض (جوانی میں) ادا کرتا رہے ۔

مطلب - ایام جوانی میں ریاضات و مجاہدات کا درجہ اعلےٰ ہوتا ہے - اس لئے ان ایام میں اس سعادت سے متمتع ہونا بڑی خوش قسمتی ہے - سعدیؒ ؎

جوان گوشہ نشیں شیر مرد راہِ خداست — کہ پیر خود نتواند ز گوشہ برخاست

نیز قوتِ جوانی تحملِ مجاہدات کے لئے موجب آسانی ہے ؎

در جوانی میتواں بر خورد و صائب از حیات — در بہار ایں چنیں تخمے نے کاری چہ سود؟

اندراں ایام کش قدرت بود — صحت و زور و دل و قوت بود

ترجمہ - ان ایام میں (ریاضات و مجاہدات سے فائدہ اٹھائے) جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے - تندرستی (قائم) اور زور (بدن بحال) اور دل (قوی) اور قوت (اعتدال پر) ہوتی ہے - صائبؒ ؎

برگِ سفر نہاں کہ بادست رعشہ دار — نتواں گرفت دامنِ بادِ بہارِ عمر

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر — میرساند بیدریغے بار و بر

ترجمہ - اور وہ جوانی (کی عمر) سبز و شاداب باغ کی طرح بے دریغ پھل اور میوے بخشتی ہے -

مطلب - طاعات و عبادات اور ریاضات و مجاہدات کا لطف کچھ جوانی ہی میں آتا ہے - بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی میں ان کی بجاآوری نہ آسان ہے اور نہ پُرلطف - کما قیل ؎

زعصیاں لب گزیدن در جوانیہا نمک دارد — ازیں نعمت چہ لذت مے بری چوں رخیت دندانہا

چشمہائے قوت و شہوت رواں — سبز میگردد زمینِ تن بداں

ترجمہ - زور (جسم) اور خواہش (عمل) کے چشمے جاری ہیں - جن سے بدن کی زمین ہری بھری ہو رہی ہے -

مطلب - جوانی کی عمر میں فعل و عمل کا دل میں ولولہ اور جسم میں طاقت ہوتی ہے - اس لئے اگر بندہ اس عمر میں اعمالِ حسنہ پر مائل ہو جائے - تو توشۂ عقبےٰ کا بہت بڑا سرمایہ فراہم کر سکتا ہے - اور اگر افعالِ سیئہ کی طرف جھک پڑے - تو اپنے آپ کو معاصی و مناہی کا ایک بدترین نمونہ بھی بنا سکتا ہے - غرض زندگی کے اس دور میں عمل کا مادہ موجود ہوتا ہے - خواہ بُرے مصرف میں لگا لو - یا اچھے مصرف میں - بہرحال مادہ کا موجود ہونا مغتنم ہے - بڑھاپے میں تو کچھ بھی نہیں - اسوقت نیکی تو کیا ہوگی - گناہ کی بھی طاقت نہیں ہوتی - اور پھر ایسے ترکِ گناہ کی کیا فضیلت - سعدیؒ ؎

جوانی سخت پے باید کہ از شہوت بپرہیزد — کہ پیرِ سست رغبت را خود آلت برنمے خیزد

خانۂ معمور و سقفش بس بلند — معتدل ارکان و بے تخلیط و بند

لغات ۔معمور۔آباد۔سقف۔چھت۔ارکان۔عناصر۔ستون۔تخلیط۔گڑبڑ۔ملاوٹ۔بند۔رکاوٹ۔
صنائع ۔ارکان کے لفظ میں اہیام مرشح ہے۔عناصر کی طرف تخلیط میں ایہام تناسب ہے۔بلحاظ اخلاط بدن کے۔

ترجمہ (جوانی میں جسم کا) گھر آباد (ہے) اور اس کی (قوت وصحت کی) چھت بلند (ہے اس کے اعضاء وجوارح کے) ستون سڈول (ہیں) نہ (ان کے تناسب میں) گڑبڑ ہے نہ (ان کے افعال میں کسی قسم کی) رکاوٹ ہے۔

مطلب ۔ایام جوانی ہر طرح مواقع کامرانی ہیں۔جوچاہو کرو۔صائبؒ ؎

زروزگارِ جوانی تتبع بردار — سبک رکابی باد بہار معلوم ست

نورِ چشم وقوتِ اَبدال بجا — قصرِ محکم خانہ روشن پرصفا

ترجمہ ۔آنکھوں کی بینائی اور جسموں کی طاقت قائم ہے (بدن کا) محل مضبوط ہے (یہ) گھر روشن اور پوری طرح صاف ہے۔نظامیؒ ؎

خوشا ملکا کہ ملک زندگانی ست — بہیں روزاکہ اُو روزِ جوانی ست
نہ ہست از زندگی خوشتر شمارے — نہ چوں روزِ جوانی روزگارے

رہیں غنیمت داں جوانی اے پسر — سرفرود آور بکن خشت ودر

ترجمہ ۔اے عزیز! خبردار جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھو۔عاجزی اختیار کرو۔اور (اخلاق ذمیمہ کی) اینٹ ڈھیلے (اپنی دیوار وجود سے) اُکھیڑ ڈالو۔

مطلب ۔جوانی ہی میں ریاضات ومجاہدات سے اپنی اصلاح کرلو۔اس کے لئے یہ موقع اچھا ہے صائبؒ ؎

رہِ صلاح بدست آر در جوانی ہا — کہ پیش پا بچراغ مزار نتواں دید

پیش ازاں کاَیام پیری درسد — گردنت بند بحبلٍ مِّن مَّسَد

لغات ۔کاَیام۔کہ ایام۔حبل۔رسّی۔مسد کھجور کا ریشہ۔کھجور کے ریشے کی رسّی۔موٹج کی رسّی۔اونٹ کی اون کی رسّی۔اس میں سورہ لہب کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔جس میں ابولہب کی عورت کے بُرے انجام کا ذکر ہے۔کہ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔یعنے اس کی گردن میں ریشہ خرما کی رسّی پڑی ہوئی ہے۔

ترجمہ (جوانی کو غنیمت سمجھ کر کچھ عمل کمالو) قبل اس کے کہ بڑھاپے کے دن پہنچ جائیں اور تمہاری گردن ریشہ خرما کی رسّی سے جکڑی جائے۔

مطلب ۔جوانی میں اعمال کا فراہم کرنا آسان ہے۔ایام پیری میں کچھ نہ ہوسکے گا۔اور موت کے بعد تو سلسلہ اعمال ہی بند ہوجائے گا۔کہ پھر جزائے اعمال کا وقت ہے۔حافظؒ ؎

چو بر روئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں — کہ دوراں ناتوانی ہا بسے زیر زمیں دارد

خاک شورہ گردد و ریزاں و سست — ہرگز از شورہ نبات خوش نرست

لغات ۔ خاک شورہ گشتن ۔ مٹی کا شورا اور کلر بن جانا جو اس کے نہایت خراب و ناکارہ ہو جانے کی دلیل ہے۔ اور یہ یا تو استعارہ ہے ۔ بڑھاپے میں انسانی وجود کے از کار رفتہ ہو جانے سے ۔ یا محمول بحقیقت ہے۔ جس سے مرنے کے بعد انسان کا مٹی میں مل جانا مراد ہے ۔

ترجمہ ۔ (اور قبل اس کے کہ تمہارے وجود کی) مٹی شور اور بھربھری اور کمزور ہو جائے (ورنہ پھر عمل کی امید کہاں کیونکہ کلر سے ہرگز سبزہ خوشنما نہیں اگ سکتا ۔

مطلب ۔ بالمعنے الاول بڑھاپے میں طاعات و عبادات کا بجالانا مشکل ہے۔ اور بالمعنے الثانی مرنے کے بعد کوئی عمل ہو سکنا محال ہے ۔ صائبؒ ؎

دامنِ دشتِ عدم گیاہ ندارد — وائے برآنکس کہ زادِ راہ ندارد

آب زور و آب شہوت منقطع — او ز خویش و دیگراں نا منتفع

لغات ۔ منقطع ۔ بند ۔ منتفع فائدہ اٹھانے والا ۔ نفع پانے والا ۔

ترجمہ (بڑھاپے میں موت کے وقت) طاقت (بدن) اور خواہش (دل) کی موجیں رک جائیں گی ۔ (اب) وہ اپنے (اعمال سے) اور دوسروں (کی دستگیری) سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا ۔

مطلب ۔ اگر اپر خاک شورہ شدن سے جسم کا ضعیف و ناتواں ہونا مراد ہے ۔ تو مطلب یہ کہ بڈھا نہ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے ۔ نہ خود ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ۔ الا قلیلاً اور اگر اس سے مرنا اور بدن کا مٹی میں مل جانا مراد ہو ۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ مردہ زندہ لوگوں کے لئے نہ مفید ہے نہ ان سے مستفید ۔

رفع اشتباہ ۔ اگر اس سے مرنے کے بعد کی حالت مراد لی جائے ۔ تو دوسرے مصرعہ کے مضمون سے یہ شبہ ہو سکتا ہے ۔ کہ شاید مولانا رحمہ کے نزدیک بھی زندوں کے ایصال ثواب سے مُردے منتفع نہیں ہو سکتے ۔ جیسے کہ معتزلہ اور بعض وہابیہ کا مذہب ہے ۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت انتفاع کے قائل ہیں ۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے ۔ کہ اس مصرعہ کا یہ مطلب نہیں ۔ کہ مردے مطلقاً دوسرے زندہ لوگوں سے منتفع نہیں ہوتے ۔ بلکہ مراد یہ ہے ۔ کہ جس طرح ایک زندہ آدمی دوسرے زندہ لوگوں سے بلا واسطہ یا دوستد سے منتفع ہو سکتا ہے مردہ اس طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا ۔ اور جس طرح مرنے کے بعد اس کا خود اعمال بجالانا ۔ اور مستحق اجر ہونا محال ہے اسی طرح زندہ لوگوں کے ساتھ تمدنی و معاشری تعلقات رکھنا اور ان تعلقات کی بنا پر براہ راست ان سے فائدہ رسانی و فائدہ گیری کرنا ناممکن ہے ۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ عنایت حق کے واسطہ سے زندہ لوگوں کے اعمال برّ سے جو وہ اسکو ثواب پہنچانے کے لئے بجالائیں منتفع ہوتا ہے یا نہیں ۔ شعر میں اس بحث کی طرف کوئی اشارہ نہیں ۔ اور ارجح یہ ہے کہ وہ منتفع ہوتا ہے ۔ اور یہی مولانا کا مسلک ہے ۔ کیونکہ وہ بھی اہل حق میں شامل ہیں ۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے ۔ وفی دعاء الاحیاء للاموات اوصد تنفعہم

مسئلہ ایصال ثواب

عنهم نفعه لهم خلافا للمعتزلة تمسكا بان القضا لا يتبدل وكل نفس مرهونة بما كسبت والمراد بجزي بعمله لا يحمل عليه یعنے زندہ لوگوں کے مردوں کے لئے دعاے مغفرت کرنے یا خیرات دینے سے مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ جن کی دلیل یہ ہے۔ کہ تقدیر الٰہی بدل نہیں سکتی اور یہ کہ ہر نفس اپنے کمائے ہوئے عملوں کے ساتھ مرہون ہے۔ اور یہ کہ انسان اپنے عملوں کی جزا پائے گا نہ کہ غیر کے عملوں کی۔ پھر لکھا ہے۔ وَلَنَا مَا وَرَدَ فِي الْاَحَادِيْثِ الصِّحَاحِ مِنَ الدُّعَاءِ لِلْاَمْوَاتِ خُصُوْصًا فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَقَدْ تَوَارَثَهُ السَّلَفُ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْاَمْوَاتِ نَفْعٌ فِيْهِ لَمَا كَانَ لَهُ مَعْنًى وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهِ لِاُمِّ سَعْدٍ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلدُّعَاءُ يَرُدُّ الْبَلَاءَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ اِذَا مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَرْيَةِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَالْاَحَادِيْثُ وَالْاٰثَارُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى۔ یعنے ہماری دلیل وہ صحیح احادیث ہیں۔ جو اموات کے لئے دعا کرنے خصوصاً نماز جنازہ کی دعا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ سلف سے متوارث ہے پس اگر اموات کے لئے اس میں نفع نہ ہوتا۔ تو اس کا کچھ معنے نہ تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس میت پر ایک سو مسلمان نماز جنازہ پڑھیں۔ جو سب کے سب اس کے لئے دعاے مغفرت کریں۔ ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور سعد بن عبادہ رض سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد (یعنے خود ان کی والدہ) نے وفات پائی۔ تو کونسی خیرات سب سے اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا پانی۔ تو انہوں نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور کہا۔ یہ ام سعد کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دعا بلا کو رد کر دیتی ہے۔ اور صدقہ اللہ کے غضب کو فرو کر دیتا ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم اور متعلم جب کسی بستی سے گزرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس بستی کے قبرستان سے چالیس روز تک عذاب ملتوی کر دیتا ہے۔ اور اس بارے میں احادیث و آثار بے شمار ہیں۔

ابروان چوں پارِ دم زیر آمدہ　　چشم را نم آمدہ تاری شدہ

لغات۔ پارِ دم۔ دُمچی۔ زیر آمدہ۔ لٹکی ہوئی۔ تاری مخفف تاریک۔

ترجمہ جبکہ ابرو دمچی کی طرح نیچے کو ڈھلک جائیں گے۔ آنکھیں اشک آلود اور بے نور ہو جائیں گی۔

مطلب۔ یہ ضعف پیری اور نزع کی حالت کا نقشہ ہے۔ صائبؒ ؎

ہر نفس فردے بخاک افتد ز اوراقِ حواس　　چوں بزردی رُو گذارد آفتابِ زندگی

از تشنج رُو چو پُشتِ سوسمار　　رفتہ نطق و طعم و دندانہا ز کار

لغات۔ تشنج۔ انقباض اعصاب کے کھنچنے سے جسم کا سکڑنا۔ سوسمار۔ گوہ ایک جانور کا نام ہے۔ نطق

قوت گویائی - طعم - قوت ذائقہ -

ترجمہ (جب کہ وہ حالت ہوئی کہ) چہرہ سکڑ کر گوہ کی پیٹھ کی طرح (خشکن دار) ہوگیا - (اور) بولنے اور چکھنے کی قوت اور دانت بیکار ہوگئے - مغنی کاشمیری ؎

برُوے خود الغنا دانی چرا کشیدست — از بہر مُردنِ خوں ، ما تم گرفت و سیم

پُشت دوتا گشتہ دلِ سُست و تپاں — تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں

لغات - دوتا - دوہری - تپاں - جس میں سوزش - جلن یا دھڑکن ہو - ریسماں - سوت - تاگا - رسّی -

ترجمہ - پیٹھ (جھک کر) دُہری ہوگئی - دل سُست (ہوگیا) اور دھڑکنے لگا - بدن کمزور اور ہاتھ پاؤں (سوکھ کر) رسّی (ہوگئے) کما قیل ؎

چہ زندگی ست کہ از استخواں برا حوالم — ہمیشہ خندۂ دنداں نما کند لبِ گور

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سُست — غم قوی و دل تنک تن نادرست

لغات - مرکوب سواری کا جانور - تنک - تنگ - پریشان - نادرست - سقیم - بیمار - مجروح - رنجور -

ترجمہ (اب موقع تو یہ ہے کہ) راستے پر (چلنے کو تیار ادھر) توشہ ناکافی ہے - سواری سست ہے - غم سخت ہے - دل تنگ ہے - اور بدن رنجور - صائبؔ ؎

گشتیم پیر از غم دنیا و آخرت — پشت کماں خمیدہ ز فکرِ دو خانہ است

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ — دل پُر افغاں ہمچو نَے انباں شدہ

لغات نے انباں مشک کی بین - جو ایک خاص جماعت کے فقیروں کے پاس ہوتی ہے - مشک میں ایک نلکی نصب ہوتی ہے - پہلے وہ اس مشک میں پھونک بھر لیتے ہیں - پھر اس کو چھوڑتے ہیں - تو اس نلکی سے سریلی آواز نکلتی ہے -

ترجمہ (جسم کا) گھر اجڑ گیا (اور) کام بے سامان ہوگیا - دل مشک کی بین کی طرح فریاد سے لبریز ہے - جامیؒ ؎

کسے کو شب ببالینِ من بیمارے گردد — دلش از نالہائے زارِ من افگارے گردد

نوٹ یہ شعر بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے - اور اکثر میں ہے - ایک شارح نے لکھا ہے - کہ یہ شعر الحاقی ہی (بحر العلوم ۱۲)

عمر ضائع سعی باطل ، راہ دُور — نفس کاہل ، دل سیہ ، جاں ناصبُور

ترجمہ (اب یہ دیکھ کر کف افسوس ملنا پڑے گا) کہ عمر ضائع ہوئی - کوشش بیکار گئی - راستہ دُور ہے - نفس سُست ہے - دل تاریک ہے - اور جان بے صبر ہے ؎

بود کہ لطف ازل رہنمون شود حافظ — وگرنہ تا بہ قیامت بسے بشر مارد

مُوئے بر سر ہمچو برف از بیم مرگ جملہ اعضا لرزہ لرزاں ہمچو برگ

ترجمہ۔ سر کے بال خوف موت سے برف کی طرح (سفید) ہو گئے۔ تمام اعضا (اس خوف سے) پتے کی طرح سخت لرزاں ہیں۔ کما قیل ؎

یقیں مے داں کہ شیرانِ شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

روز بیگہ لاشہ لنگ و رہ دراز کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز

لغات۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ بے وقت۔ لاشہ۔ زبون۔ لاغر ضعیف بمطلق حیوان ہو۔ یا انسان اور اکثر یہ لفظ گھوڑے یا گدھے کے لئے بطور صفت استعمال ہوتا ہے۔ اور بمعنے خر بھی آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔ مردہ کے جسم کو بھی کہتے ہیں۔ ز ساز رفتہ۔ ناساز ہو گیا۔ موافق نہ رہا۔

ترجمہ۔ دن بے وقت ہو گیا۔ سواری کا جانور لنگڑا (ہے) اور راستہ لمبا۔ کارخانہ تباہ ہو گیا۔ اور کام موافق نہ رہا۔

مطلب۔ بڑھاپا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور موت کا وقت آ گیا۔ جسم میں عبادات و ریاضات کی طاقت نہیں اور سفر آخرت میں توشہ اعمال کی ضرورت ہے۔ کارخانہ جسم ابتر ہے۔ اور اعضا و قویٰ کے پرزے فرسودہ ہو گئے۔ اب جسمانی نشیمن اپنا کام نہیں کر سکتی۔ غنیؒ ؎

بسکہ اندیشہ کنم از پیری کاست تا نگیرم کہ کس نتوانم برخاست

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ قوت برکندن آں کم شدہ

ترجمہ۔ بری عادت کی جڑیں مضبوط ہو گئیں (اور) ان کے اکھیڑ ڈالنے کی قوت کم ہو گئی۔

مطلب۔ عمر بھر جرائم و معاصی کرتے کرتے وہ اسقدر داخل عادت ہو گئے۔ گویا طبیعت ثانیہ بن گئے۔ اب ان کے ازالہ کے لئے شدت کی ریاضات و مجاہدات کی ضرورت ہے۔ مگر ضعف پیری میں اتنی طاقت نہیں۔ اس لئے جوانی کو غنیمت سمجھو۔ کہ ابھی عادت بد کی جڑیں چنداں مضبوط بھی نہیں ہوتیں۔ اور اگر مضبوط ہوں بھی تو جسم میں ان کے اکھاڑ پھینکنے کی کافی طاقت موجود ہوتی ہے صائبؒ ؎

رہِ صلاح بدست آر در جوانیہا کہ پیش پا بچراغ مزار نتواں دید

حکایت

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن درمیانِ رہ نشاند او خارِ بن

لغات۔ درشت۔ سخت۔ بدخو۔ تندخو۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتوں کا ماہر۔ باتونی۔ تقریر یا۔ مراد بہانہ جو

باتوں میں اڑانے والا ایک شارح صاحب اس کا ترجمہ شیریں سخن کرتے ہیں۔ مگر یہاں یہ معنے مقصود نہیں ہو سکتے کیونکہ شیریں سخنی تو ایک فضیلت ہے۔ اور یہاں اس شخص کے اخلاق مذمومہ کا ذکر مقصود ہے۔ خاربن۔ خاردار درخت۔ جھاڑی۔ جھاڑ جھنکار۔ جیسے ناربن انار کا پیڑ۔ ایک شارح نے غلطی سے بن کا لفظ جڑ کے معنے میں سمجھا ہے۔

ترجمہ۔ جیسے اس بدمزاج باتونی آدمی نے راستے کے بیچ ایک خاردار درخت لگا دیا تھا۔

رہ گذر یانش ملامت گر شدند پس بگفتندش بکن او را نکند

ترجمہ۔ راہ چلنے والے لوگ اس کو ملامت کرنے لگے۔ پھر اس کو کہا کہ اس (درخت) کو اکھاڑ دے تو اس نے نہ اکھاڑا۔

ہر دمے آں خاربن افزوں شدے پائے خلق از زخم او پر خوں شدے

ترجمہ۔ وہ خاردار درخت ہر لحہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور لوگوں کے پاؤں اس کے زخم سے لہو لہان ہو رہے تھے۔

جامہائے خلق بدریدے زخار پائے درویشاں بخستے زار زار

ترجمہ۔ مخلوق کے کپڑے (اس کے) کانٹوں سے پھٹتے (رہتے) تھے۔ غریب لوگوں کے (ننگے) پاؤں بری طرح زخمی ہوتے تھے۔

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث یافت آگاہی ز فعل آں خبیث

ترجمہ۔ جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو اس خبیث کے فعل سے وہ آگاہ ہو گیا۔

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن گفت آرے برکنم روزیش من

ترجمہ۔ جب حاکم نے بتاکید اس شخص کو حکم دیا کہ اس (درخت) کو اکھاڑ دے۔ تو وہ (جھوٹ موٹ) کہنے لگا۔ جی ہاں میں ایک دن اس کو اکھاڑ دونگا۔

مدتے فردا و فردا وعدہ داد شد درخت خار او محکم نہاد

ترجمہ۔ ایک مدت تک اس درخت کے اکھیڑنے کے لئے کل کا اور (پھر) کل کا وعدہ کرتا رہا (حتےٰ کہ) اس کا (یہ) خاردار درخت جڑ سے مضبوط ہو گیا۔

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ پیش آور کارِ ما واپس مغژ

لغات - وعدہ کژ - کج وعدہ - وعدہ خلاف - مغژ - امر ستناعی از غزیدن جس کے معنے ہیں گھٹنوں کے بل چلنا -

ترجمہ - ایک دن حاکم نے اس کو کہا اے وعدہ خلاف! ہمارے (فرمائے ہوئے) کام پر متوجہ ہو (کر اسکو عمل میں لا) واپس نہ جا (یعنے ٹال مٹول نہ کر) -

گفت الایام یا عم بیننا گفت عجل لا تماطل دیننا

لغات - الایام - دن - عم - چچا - مراد بزرگ - بیننا ہمارے درمیان الایام بیننا محاورہ ہے - یعنے ہمارے آپ کے سامنے بہتیرے دن آئیں گے پھر کبھی یہ کام ہو جائے گا - عجل جلدی کر - لا تماطل دیر نہ لگا - ٹال مٹول نہ کر - لیت ولعل نہ کرو - دین قرض - مراد اپنے ذمہ کا کام -

ترجمہ اس (شخص) نے کہا - بابا ہمارے آپکے (جیتے جاگتے) بہتیرے دن پڑے ہیں کبھی اسکو اکھاڑ دینگے ابھی کیا جلدی ہے - حاکم نے کہا جلدی کرو - ہمارے قرض (کے ادا کرنے یعنے تعمیل حکم) میں لیت ولعل نہ کرو -

تو کہ میگوئی کہ فردا ایں بداں کہ بہر روزے کہ مے آید زماں

آں درخت بدجواں تر میشود ویں کنندہ پیر و مضطر مے شود

ترجمہ - تو جو کہتا ہے کہ کل (کو اکھاڑ دینگے) تو یہ بات یاد رکھ کہ روز بروز جوں جوں زمانہ گذرتا ہے وہ درخت بدجوان ہوتا جاتا ہے اور یہ اسکو اکھیڑنے والا بڈھا اور ضعیف ہو رہا ہے -

خار بُن در قوت و برخاستن خار کن در سستی و در کاستن

ترجمہ - خاردار درخت طاقت (پکڑنے) اور ترقی پانے میں ہے (اور) کانٹوں کو اکھیڑنے والا سستی اور تنزل میں ہے - سعدی ؎

چو سود از زیستانی آید بکف چو سرمایۂ عمر کردی تلف

خار بُن ہر روز و ہر دم سبز و تر خار کن ہر روز زار و خشک تر

لغات - تر پہلے مصرعہ میں بمعنے مرطوب و آبدار و شاداب ہے - اور دوسرے مصرعہ میں بمعنے تفضیل اکثر نسخوں میں پہلے مصرعہ کے اندر سبز و تر میں واو عاطفہ نہیں ہے - جس سے یہاں بھی کلمہ تر بمعنے تفضیل قرار پاتا ہے - یعنے خوب سبز گراس سے تکرار قافیہ لازم آتا ہے - جو فن شعر میں ناروا ہے - لیکن ہمارے قلمی نسخے میں واو عاطفہ موجود ہے - اس صورت میں یہ عیب نہیں رہتا -

ترجمہ - خاردار درخت تو ہر روز بلکہ ہر دم سبز و تازہ (ہوتا جاتا ہے) کانٹے اکھیڑنے والا ہر روز لاغر اور نہایت خشک (ہوتا جاتا ہے)

او جواں ترمے شود تو پیر تر زود باش و روزگارِ خود مبر

ترجمہ۔ وہ پورا جوان ہو رہا ہے اور تو بڈھا پھوس (ہوتا جاتا ہے) جلدی کر اور اپنی زندگی (غفلت میں) نہ گزار۔ سعدی رح

بہ بند اے پسر جلہ گر آب کاست کہ سودے ندارد چو سیلاب خاست
چو گرگِ خبیث آید اندر کمند بکش ورنہ دل برکن از گو سفند

خارِ بُن واں ہر کہ خوئے بد بُدت بارہا در پائے خار آخر زدت

ترجمہ۔ تم اپنی ہر ایک بری عادت کو خار دار درخت سمجھو۔ بارہا (اس کا) کانٹا آخر تمہارے پاؤں میں چبھا ہے۔

مطلب۔ ابھی حاکم ہی کی تقریر جاری ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے یہ خار دار درخت تو جو بویا ہے سو بویا ہے خود تمہاری ہر خصلت بد ایک خار دار درخت ہے۔ تمہارے اس درخت سے لوگوں کے پاؤں تو زخمی ہوتے ہی ہیں۔ خود تمہارے پاؤں میں بھی بارہا اس کے کانٹے چبھ چکے ہیں۔ اسی طرح تم نے خود بارہا اپنے اخلاق بد کا خمیازہ اٹھایا ہے۔ سعدی رح

اگر دستِ بلا بر فلک رود بد خوے ز دست خوے بدِ خویش در بلا باشد

بارہا از فعلِ بد نادم شدی بر سرِ راہ ندامت آمدی

ترجمہ۔ تجھے بارہا (اپنے) بُرے فعل سے نادم ہونا پڑا ہے۔ اور تو راہ ندامت پر آیا ہے۔ صائب رح

بر تو دوزخ شدہ از کثرتِ عصیاں آتش ورنہ در چشمِ خلیلت گلستاں آتش

گر زخشتہ گشتنِ دیگر کساں کہ خُلق زشت تو ہست آں نشاں

غافلی بارے ز زخمِ خود نہ تو عذابِ خویش و ہم بیگانہ

لغات۔ غافلی غافل ہستی۔ نہ نیستی۔ ترکیب۔ خستہ گشتن دیگر کساں ہیں ہے۔ اور دوسرا مصرعہ اس کا بیان۔ یہ دونوں مل کر مجرور ہوا۔ حرف زار کا۔ اور یہ متعلق غافل کے اور ضمیر مخاطب مبتدا غافل اس کی خبر۔ بارے الخ جزائے شرط۔ آخری مصرعہ الگ جملہ ہے۔

ترجمہ۔ اگر تم دوسرے لوگوں کے زخمی ہو جانے سے جو تمہارے بُرے اخلاق کی ایک ایک نشانی ہے غافل ہو۔ تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہو۔ (کم از کم اپنے لئے ہی اس بلا سے پرہیز کرو) تم تو اپنے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی (باعث) عذاب (بن رہے) ہو۔

مطلب۔ لوگوں کے پاؤں کا زخمی ہونا اس کے بُرے اخلاق کی نشانی اس لئے ہے۔ کہ وہ عام لوگوں کی تکلیف و اذیت کا باعث بن رہا ہے۔ اور ایذا سے عام اخلاق رذیلہ کی خاص نشانی ہے۔ عمر خیام عزلت

گر شادی خویشتن دراں میدانی کاسودہ دلے را بجفے بنشانی
ور نام عقل خویش بنشیں ہمہ عمر مے دار مصیبت کہ عجب نادانی

آگے حاکم کے قول سے مضمون ارشاد کی طرف انتقال ہے۔ اور یہ مضمون حاکم کی تقریر سے اسقدر متصل و متوصل ہے۔ کہ گویا اوپر کی تقریر میں بھی خود مولانا اصلاح عادات اور ازالہ رذائل کی ہدایت فرماتے چلے آتے ہیں۔ اب یہ ارشاد ہے۔ کہ ازالہ رذائل کے لئے تین تدبیریں سوزوں ہیں۔ الٰہی بجذبہ سازگار دگیرے۔ اختیار کرو۔

یا تبر بردار و مردانہ بزن تو علیؑ وار ایں در خیبر بکن

لغات۔ تبر۔ کلہاڑا۔ کدال۔ پتھر کو توڑنے کا آلہ۔ وار حرف تشبیہ۔ مثل۔ مانند۔ خیبر۔ غالباً عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنے قلعہ کے ہیں۔ ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مدینے سے دو سو میل کا فاصلہ ہے۔ جب یہود مدینہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنیکے بعد عہد شکنی اور بغاوت کا ارتکاب کیا۔ تو ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ وہ خیبر کے سرسبز مقام میں جا آباد ہوئے۔ اور یہاں مستعد و مضبوط قلعے تعمیر کرلئے۔ گران کی طبعی خباثت اور جبلی شرارت نے ان کو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور مدینے پر حملے کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں کرنے لگے۔ حفاظت اسلام کے لئے ان مفسدین کی سرکوبی ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ محرم ۷ ہجری میں سولہ سو جان نثاروں کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی۔ تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے۔ لیکن قلعہ قموص جو یہود کے مشہور بہادر سردار مرحب کا سخت گاہ تھا۔ بڑی دقت اور مشکل سے فتح ہوا۔ اہل سیر نے لکھا ہے۔ کہ اس مہم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اور پھر حضرت عمر کو بھیجا۔ لیکن دونوں حضرات ناکام واپس آئے۔ پھر آپ نے فرمایا "کل میں اس شخص کو علم دونگا۔ جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں"۔ یہ رات نہایت امید و انتظار میں کٹی۔ کہ دیکھئے۔ یہ فخر کس کے حصے میں آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ فما احببت الامارۃ الا یومئذ وبات الناس کلھم یرجون ایاھا لینے میں نے کبھی افسری کی تمنا نہیں کی۔ مگر اس روز مجھے بھی اس کی تمنا تھی۔ اور سب لوگوں نے اسی تمنا میں رات گزاری۔ صبح کو دفعتہً یہ آواز کانوں میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا۔ کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔ غرض حسب طلب حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ اور دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ قلعہ قموص پر حملہ آور ہوئے۔ مرحب بھی لوہے میں غرق بڑے طمطراق سے نکلا۔ اور ان پر تلوار کا وار کیا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی۔ اور ضربت کی آواز فوج تک پہنچی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے عام حملہ کیا۔ تو اتفاق سے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ نے قلعہ کا در جو سرہانے پارہ سنگ تھا۔ اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد اسی در نے سات آدمیوں

جنگ خیبر

حضرت علی کا دروازہ خیبر کو سپر بنانا اور اس روایت کی تنقید

کے ساتھ مل کر اس کو اٹھانا چاہا۔ تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ ایک روایت میں ہے کہ وانضم جنودہ بعضھا الی بعض فلم یحملہ الا اربعون رجلا۔ یعنے پھر اس کو چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھایا۔ تو اٹھ سکا۔ ان واقعات میں دروازہ خیبر کا اکھاڑ ڈالنا تو غیر حضرت علیؓ جیسے بہادر کے لئے ایک امر معتاد ہے۔ مگر اس سے سپر کا کام لینے کی افواہ محض مبالغہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے قلعہ قموص پر حملہ آور ہونے اور ناکام واپس آنے کی روایت بھی ناقابل اعتماد ہے۔ کیونکہ اس روایت کے سلسلے میں ایک راوی عوف ہے۔ جو مذہباً شیعہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جس روایت میں شیخین کی ناکامی کا ذکر ہو۔ شیعہ کی زبان سے اس کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے۔ اور قیاس بھی متقاضی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اس مہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ ناکامی کے ساتھ واپس آتے۔ ورنہ وہ یہ نہ کہتے۔ کہ فما احببت الامارۃ الا یومئذ۔ کیونکہ جس مہم سے کل ناکام واپس آچکے ہیں۔ آج اسی کی افسری کے لئے تمنا کرنے کے کیا معنے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ کب توقع ہو سکتی تھی۔ کہ جو افسر کل ایک مہم کو سرانجام نہ دے سکا۔ آج پھر آپ اسی کو اس مہم کے لئے نامزد فرمائیں گے۔ ان کے علاوہ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے الفاظ کہ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ رَجُلًا (میں اب ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا) ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ اب آپ کا روئے التفات کسی ایسے شخص کی طرف ہے جو اب تک اس مہم کے لئے نامزد نہیں ہوا۔ پھر جو اصحاب آج سے پہلے نامزد ہو چکے۔ وہ کیونکر اس کے متمنی ہو سکتے تھے۔ لیکن جب وہ متمنی ہوئے۔ جیسے کہ فما احببت الامارۃ کے الفاظ سے ظاہر ہے تو یہ یقینی بات ہے۔ کہ وہ اس مہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ ان واقعات کے متعلق الحاقی کلام کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ ان تین چار اشعار کے مطلب کا حل اس کے بغیر ہو نہیں سکتا تھا۔

ترجمہ۔ یا تو تبر اٹھا کر مردوں کی طرح (اس درخت رذائل کی جڑ پر) مارو (اور) تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اس دروازہ خیبر کو اٹھا ڈالو۔

مطلب۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ ریاضات و مجاہدات کے زور سے رذائل اخلاق کو زائل و نابود کر ڈالو۔ صاف ہے

۵ صلح کن بانانِ خشک از قدرتِ الوانِ دہر ۔۔۔ از جگرہا خونِ فاسد را بایں نشتر برار

ورنہ چوں صدیق و فاروق نہیں ۔۔۔ رہ بہ طریق دیگراں را برگزیں

لغات۔ ہیں بزرگ۔ ہیں کلمۂ تنبیہ و تخصیص۔ دیکھنا۔ ہاں۔ راں۔ دیگراں یا تو دیگر کی جمع الف طریق کا مضاف الیہ ہے۔ یا دیگر صفت ہے طریق کی اور اس کے بعد راں اسم اشارہ ہے۔ جس کا مشار الیہ طریق مقدر ہے۔ دونوں تقدیروں پر ترجمہ دو طرح ہوگا۔

ترجمہ (۱) ورنہ دیکھنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق بزرگ رضؓ کی طرح دوسرے حضرات کا طریقہ اختیار کر لینا۔

(۲) ورنہ دوسرے راستے کو دیکھو (اور) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (اور) حضرت عمر فاروق رضؓ بزرگ کی طرح اس کو اختیار کر لو۔

مطلب۔ اگر خود اپنے مجاہدہ و ریاضت سے اصلاح نفس نہیں کر سکتے۔ تو پھر دوسری تدبیر یہ ہے

اس روایت کو تفسیر کبیر حضرت ابوبکر و عمر کے ناکام واپس آنے

اپنے آپ کو کسی کامل کے پنجۂ تصرف میں کالمیت بین یدی الغسال بنا دو۔ پھر اس کے تصرفات سے تم خود کامل بن جاؤ گے۔ جیسے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مسلک تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بحر میں محو تھے۔ صائبؒ ؎

تا دیدہ محو روے تو شد کامیاب شد　　شبنم آفتاب رسید آفتاب شد

یا گلبن وصل کن ایں خار را　　وصل کن با نار نور یار را

ترجمہ۔ یا (اپنے) اس خار (وجود) کو (باغ عرفان کے) بوٹے (یعنے شیخ کامل) سے منسوب کر لو (اور اپنی) آتش (وجود) کے ساتھ نور یار کو ملا لو۔

مطلب۔ اگر نہ خود اپنی اصلاح کر سکو۔ نہ شیخ کامل کی ذات میں محویت حاصل کرنے کا درجہ پا سکو۔ تو پھر آخری تدبیر یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کے ساتھ منسلک رکھو۔ فیضان نسبت سے امید ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی فائز بالمرام ہو جاؤ گے۔ حافظ رح ؎

دامن دوست بدست آور و دشمن بگسل　　مرد میزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں

واضح ہو کہ پہلے شعر میں خود اپنی تجویز و اجتہاد سے اصلاح عادات و تہذیب اخلاق کی ہدایت کی ہے۔ جو کتاب و سنت کے اتباع اور اپنی فراست کے ماتحت عمل میں آئے۔ دوسرے شعر میں ان اعمال و مجاہدات کے ذریعہ سے نفس کی اصلاح کرنے کا اشارہ ہے۔ جو پہلے سے مقرر و مسلم ہیں۔ اور اس لئے وہ اعمال مقطوع الصحت اور مامون از آفات و مصئون از خطرات ہیں۔ اور وہ بھی کتاب و سنت ہی سے اخذ کئے ہیں تیسرے شعر میں یہ ارشاد ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اور اپنے تمام اختیار و ارادہ کو اس کے اختیار و ارادہ میں محو کر دیں۔ تاکہ وہ جس طرح مناسب سمجھے تصرف کر کے اصلاح کر دے۔ پہلی تدبیر کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خیبر شکنی سے دی ہے۔ جو ان سے خود اپنے اجتہاد و فراست سے بلا تقلید دیگرے عمل میں آئی تھی۔ مگر اصولاً وہ باتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھی۔ دوسری بحث میں یہ ارشاد ہے کہ اگر اپنے اندر اجتہاد کی طاقت نہ پاؤ۔ تو شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید کرو۔ کہ یہ طریقہ اسلم و اسلموں ہے۔ اس جگہ ایک واقعہ کی طرف عجیب تلمیح ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ عشرہ مبشرہ میں سے چھ اصحاب جو باقی ہیں۔ یعنے حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص سب باہم مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک صاحب کو خلیفہ انتخاب کر لیں۔ آخر صلاح مشورہ کے بعد خلافت کا مدار دو صاحبوں پر ٹھیرا۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تقلید شیخین رضی اللہ عنہما پر منصب خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے اجتہاد پر خلافت کو قبول کر سکتا ہوں۔ کسی کی تقلید نہیں کر سکتا۔ تو پھر حضرت عثمان سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی تقلید پر منصب خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے اسکو قبول کر لیا۔ تو ان کی خلافت قائم ہوئی۔ وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعار اجتہاد ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شعار شیخین۔ کیونکہ

تقلید کا شعار تمام خطرات نفس و وساوس شیطان سے مامون ہے۔ اس لئے یہ افضل ہے۔ اور اس لئے اسی کو تفویض خلافت کے لئے مرجع قرار دیا گیا۔ حضرات شیخین کے طریق کی مقطوعیت صحت ضروریات دین سے ہے لیکن زیادت الیضاح کے لئے اتنا عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ حضرت صدیق رضؓ نے اسلام سے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔ شراب نہیں پی۔ مال وجاہ کی تمنا نہیں کی۔ سخاوت وکرم ان کا شیوہ تھا۔ کھیل تماشوں سے دلچسپی نہیں رکھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے بھی کمال محبت تھی۔ نبوت کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور آپ کے لئے اپنا تمام مال دنقد قربان کر دیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا سب سے زیادہ گہرا نقش جو بیٹھا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر ہی بیٹھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے ما صب اللہ فی صدری شیئا الا وقد صببتہ فی صدر ابی بکر یعنے اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا ہے میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔ اور حضرت عمر رضؓ کے طریق کے اسلم واصوب ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الشیطان یفر من عمر یعنے عمر سے شیطان بھاگتا ہے۔ پس جب شیطان آپ سے بھاگتا ہے۔ تو آپ کے اعمال واقوال میں اس کے خلل انداز ہونے کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ۔ یعنے اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا۔ تو وہ عمر ہوتے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے اخلاق انبیاء کے اخلاق سے مشابہ تھے۔ اور شیطان انبیا کے طریق میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ تیسری بیت میں تیسرے طریق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں صحبت شیخ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور باقی اصحاب پر یہی طریقہ غالب تھا اگرچہ وہ پہلے دو طریقوں پر بھی عامل تھے۔ پس یہاں جو تین طریقوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا اشارہ ہے تو یہ بطور منع خلو فرمایا ہے (بحر العلوم ملخصاً)۔

مطلب یہ ہے کہ جب ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ضروری ہے۔ تو اس کے لئے لحاظ استعداد طالبین کئی طریقے ہیں۔ اول طریق ولایت ہے۔ وہ یہ کہ خوب مجاہدات وریاضات کریں۔ اور مخلوق سے الگ رہیں۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام تھا۔ اور اگر کسی کی استعداد اس کے مناسب نہ ہو۔ بلکہ اس سے بلند ہو۔ تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو۔ جو طریقہ نبوت ہے۔ کہ نہ تو زیادہ مجاہدات وریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی۔ بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق للحق رہتے ہیں۔ اور یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا۔ اور اگر نہ اس کی استعداد ہے نہ اس کی۔ تو پھر یہی کرو کہ اپنے آپ کو کسی کامل سے منسوب کر لو۔ اور کسی کی خدمت کیا کرو۔ کہ اس کی برکت صحبت سے تم بھی خالی نہ رہو گے۔ اب یہاں اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ طریق ولایت افضل ہے۔ یا طریق نبوت۔ بعض لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ اور بعض طریق نبوت کو مگر محققین طریق نبوت ہی کو افضل قرار دیتے ہیں۔ اس لئے طریق ولایت کے فیوض صرف اس طریق کو اختیار کرنے والے تک محدود رہتے ہیں۔ اور طریق نبوت کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ کما قال سعدی رح ؎

گفت او گلیم خویش بدر برد ز موج
وین جہد مے کند کہ گلیمے غریق را

مگر جو لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس طریق کی افضلیت کے باعث

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا طریق ولایت کو طریق نبوت کے مشابہ ہونا

ولی بھی نبی سے افضل ہے۔ حاشا و کلا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی ان ہر دو طریق پر عامل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ولی سے افضل ہے۔ کہ دونوں طریقوں کا جامع ہے۔ (کلید مثنوی)

بعض شارحین نے اوپر کے دونوں شعروں کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ "علی وار" سے حضرت علی رضؓ کے فتح خیبر کی طرف اشارہ ہے۔ اور "چوں صدیق و فاروق" سے ان دونوں حضرات کے فتح خیبر سے ناکام آنے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ باوجود شجاع و مدبر ہونے کے محض اس لئے اس فتح پر قادر نہ ہوئے کہ یہ کام ان کے ہاتھوں ہونا مقدر نہ تھا۔ مگر وہ شرکت جہاد کی فضیلت سے بہرہ ور ہوئے۔ اسی طرح تم قلع ذائم و راستیصال رذائل کی سعی کرتے رہو۔ اگر کامیاب نہ ہوئے۔ تو بھی اجر سعی سے محروم نہ رہو گے مگر یہ توجیہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی شان عالی کے لئے زیبا نہیں۔ نیز اس توجیہ کی بنا ایسی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے پر قائم ہے جو قابل اعتنا نہیں ہے۔ کما قلنا سابقاً۔ آگے تیسرے طریق کے متعلق فرماتے ہیں۔ جس میں کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہدایت کی ہے۔

تا کہ نورِ او کُشد نارِ ترا وصلِ او گلبن کند خارِ ترا

ترجمہ۔ تاکہ اس کا نور (فیضان) تیری آتش (شہوت) کو بجھا دے اس کا وصل تیرے خار (رذائل) کو گلبن (فضائل) بنا دے۔

مطلب۔ کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تمہارے اخلاق کی اصلاح اور رذائل کا قلع قمع ہو جائے۔ ؎

جامی از دامنِ آں گرم رواں دست مدار کہ بہر مرحلہ صد قافلہ را بس کردند

تُو مثالِ دوزخی او مومن ست کشتنِ آتش بمومن ممکن ست

ترجمہ۔ تو دوزخ کی مانند ہے۔ اور وہ مرشد (گویا) مومن ہے۔ (اور) آتش (دوزخ) کا مومن (کے قرب) سے بجھ جانا ممکن ہے۔

مطلب۔ مخاطب کی دوزخ سے تشبیہ محض اصلاح پذیر ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنے جس طرح بفحوائے حدیث مومن کے قرب سے دوزخ کی آگ بجھنے لگے گی۔ اسی طرح کامل کے قرب و صحبت کی بدولت تمہاری آتش شہوت بھی بجھ جائے گی۔ اس حدیث کا مضمون آگے خود مولانا ذکر فرماتے ہیں۔

مُصطفٰے فرمود از گفتِ جحیم کہ بمومن لا بہ گر گردد زبیم

لغات۔ جحیم دوزخ کا ایک نام ہے۔ لابہ گر۔ خوشامد کرنے والا۔

ترجمہ۔ حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول (نقل) فرمایا ہے۔ کہ وہ (اپنے سرد ہو جانے کے) خوف سے مومن کے ساتھ خوشامد (کی باتیں) کرے گی۔

گوید ش بگذر زمن اے شاہ زود ہیں کہ نورت سوزنارم را ربود

ترجمہ۔ وہ (دوزخ) اس کو کہے گی اے شاہ صاحب! مجھ پر سے جلدی گزر جایئے۔ دیکھو تو تمہارے نور نے میری آگ کی سوزش کو اڑا دیا۔

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب مومن پلصراط پر جہنم کے اوپر سے عبور کرنے لگے گا۔ تو جہنم پکارے گا۔ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَاَ نَارِیْ۔ یعنے اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔

پس ہلاک نار نور مومن ست زانکہ بے ضد دفع ضد لا یمکن ست

ترجمہ۔ پس آتش (دائم) کا بجھانا (مطلوب ہو۔ تو) مومن (کامل) کا نور (اس کو بجھاتا) ہے۔ کیونکہ ضد کے بغیر ضد کا دفع کرنا ناممکن ہے۔

نار ضد نور باشد روز عدل کاں ز قہر انگیختہ شد وین ز فضل

لغات۔ روز عدل یوم الفصل۔ روز حشر۔ انگیختہ پیدا۔ ناشی۔

ترجمہ آگ کا نور کی ضد ہونا قیامت کے دن (ظاہر) ہوگا۔ کیونکہ وہ قہر (الٰہی) سے ناشی ہوئی ہے۔ اور یہ (اس کے) فضل سے (پیدا ہوا ہے)۔

مطلب۔ یعنے نور و نار کا باہم ضد ہونا اس وقت پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ روز قیامت میں اس کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا۔ کہ آگ کا مظہر قہر الٰہی اور نور کا منشا فضل خداوندی ہے۔ جب قہر و فضل میں تضاد ہے۔ تو جو امور ان سے ناشی ہوئے۔ ان میں بھی تضاد ہوگا۔

گر تو میخواہی تو دفع شر نار آب رحمت در دل آتش گمار

ترجمہ۔ اگر تم (موجبات) آتش کی شر کو دفع کرنا چاہتے ہو۔ تو (تعلق شیخ کے) آب رحمت کو (اس) آگ کے اندر ڈال دو۔ (وہ بجھ جائے گی)۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ و رذیلہ جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ ان کے ازالہ کی تدبیر صحبت شیخ ہے۔ جو اس آتش جہنم کے بجھانے کے لئے بمنزلہ آب رحمت ہے۔

چشمۂ آں آب رحمت مومن ست آب حیواں روح پاک محسن ست

ترجمہ۔ اس آب رحمت کا چشمہ مومن (یعنے پیر کامل) ہے۔ (اور اس) محسن کی پاک روح (سراسر) آب حیات ہے (کہ جس سے سیراب ہو کر زندہ جاوید ہو گیا) حافظ رح

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح دمے خلق را مانند دست قوت بعاج

بس گریزاں ست نفس تو ازو زانکہ تو از آتشی او از آب جو

ترجمہ۔ (اگر تیرا نفس اس سے بہت گریز کرتا ہے۔ کیونکہ تو اکثر معائب نفسانیہ سے گویا) آگ سے (بنا) ہے۔ اور وہ (رحمت کے) آب نہر سے۔

زاب آتش زاں گریزاں میشود کاتشش از آب ویراں میشود

ترجمہ۔ پانی سے آگ اس لئے گریز کرتی ہے۔ کہ اس کی سوزش پانی سے فنا ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ نفس لذات و خواہشات نفسانیہ کا دلدادہ ہے۔ اور مرشدان لذات و خواہشات کے قلع قمع کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے نفس اس کی صحبت سے گریز کرتا ہے۔

حسِ تو و فکرِ تو از آتش ست حسِ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست

ترجمہ۔ تیری حس اور تیرا فکر (شہوات نفسانیہ میں مصروف ہونے کے باعث) آتش دوزخ (کی قبیل) سے ہے (بخلاف اس کے) شیخ کی حس اور اس کا فکر (ہدایت و ارشاد کا) عمدہ نور ہے۔

مطلب۔ عوام کے افکار و احساسات اخلاق ذمیمہ سے ناشی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ برے آثار پیدا کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ کے افکار و احساسات اخلاق حمیدہ سے ناشی ہونے کے باعث اچھے نتائج کے موجب ہیں۔

آبِ نورِ اُو چو بر آتش جہد چکچک از آتش برآید خوش جہد

لغات۔ جہد پہلے مصرعہ میں بمعنے بریزد اور دوسرے میں بمعنے برخیزد ہے۔ چکچک اسم صوت چڑچڑ۔ سوں سوں۔ آگ کے بجھنے کی آواز۔ خوش بمعنے بخوبی۔ صاف طور سے۔ بالکل

ترجمہ۔ اس (مرشد کامل) کے نور کا پانی جو (اس) آتش (ذائم) پر گرتا ہے۔ تو آگ سے چڑچڑ (کی آواز) نکلتی ہے (اور) وہ بالکل بجھ جاتی ہے۔

مطلب۔ شیخ کامل کے فیضان صحبت سے اخلاق ذمیمہ فنا ہونے لگتے ہیں۔ اور ان کے فنا ہونے کی کیفیت خود مرید محسوس کرتا ہے۔

چوں کند چکچک تو گویش مرگ و درد تا شود ایں دوزخ نفس تو سرد

ترجمہ۔ جب وہ آگ بجھتے وقت چڑچڑ کرنے لگے۔ تو تم اس کو کہو (کہ بجھے) موت اور درد (نصیب ہو) جس سے کہ تمہارا یہ دوزخ نفس سرد ہو جائے۔

مطلب۔ جب نفس کی شیطانی صفات مرشد کے فیضان صحبت اور تاثیر تربیت سے فنا ہونے لگیں۔

اور اس اخلاق انقلاب سے تمہارے وجود میں ایک شورش برپا ہو جائے۔ تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ تم بھی فاتحانہ ولولے میں ان صفات شیطانیہ کو جھڑک جھڑک کر دفع کر دو۔ حتے کہ وہ تمہارے وجود سے نابود ہو جائیں۔ اور تمہارا نفس ان ذمائم کے دور ہو جانے سے نفس مطمئنہ بن جائے۔

تا نسوزد او گلستانِ ترا پشت نکند عدل و احسانِ ترا

ترجمہ۔ تاکہ وہ (صفات شیطانیہ) تمہارے گلستان (اعمال) کو جلا کر خاکستر) نہ (بنا) دیں (اور) تمہارے عدل و احسان (وغیرہ اخلاق حمیدہ) کو مغلوب نہ کر لیں۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ اور عادات رذیلہ اکثر اعمال حسنہ کو تباہ کرنے میں وہ اثر رکھتی ہیں۔ جیسے آگ کا لکڑیوں کے انبار پر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان ذمائم میں سے ایک حسد کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنے حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا ڈالتی ہے۔ اسی طرح تکبر۔ غصہ۔ کینہ۔ کذب۔ سرقہ۔ غیبت چغلی وغیرہ تمام رذائل اخلاق کے متعلق قیاس ہو سکتا ہے۔ ادھر تو ان اخلاق رذیلہ کے اثر سے ذخیرہ اعمال تباہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ اخلاق حمیدہ جو منشا اعمال حسنہ ہیں۔ ان رذائل کی افراط کے سبب سے مغلوب ہو کر کالعدم ہو جاتے ہیں۔ تو پھر تازہ اعمال حسنہ کی بجا آوری بھی رک جاتی ہے۔ یعنے پہلا ذخیرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور نیا ذخیرہ جمع نہیں ہوتا۔ پس اس کا علاج یہی ہے۔ کہ ان اخلاق رذیلہ کا ہی قلع قمع کر دیا جائے۔ تاکہ نہ پہلا ذخیرہ اعمال تباہ ہو۔ اور نہ جدید ذخیرہ اعمال کے جمع ہونے میں رکاوٹ واقع ہو۔

یک شرار از وے ہزاراں گلستاں از یکے نے نام ماند نے نشاں

ترجمہ۔ اس (آتش ذمائم) کا ایک چنگاڑا (اور اخلاق حسنہ کے) ہزاروں باغ (ہوں تو) ایک کا بھی نام و نشان (باقی) نہ رہے۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ کا ایک شمہ بھی خطرناک ہے۔ جیسے ایک شرارہ آتش صد ہا خرمن کو خاکستر کر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح کوئی رذیلت خواہ کتنی ہی بے حقیقت اور خفیف کیوں نہ ہو۔ وہ تمام محاسن اخلاق کو تباہ کر سکتی ہے۔ صائبؔ ؎

خرد مشمار گنہ را کہ گنہ است بزرگ گندمے کرد ز فردوس بروں آدم را

لہذا اس آگ کے ایک ایک شرارے کو بجھانے کی کوشش کرو۔

بعد ازاں چیزے کہ کاری بر دہد لالہ و نسرین و سیسنبر دہد

لغات۔ کاری۔ صیغہ واحد مخاطب فعل مضارع از کاشتن بونا۔ برہ۔ پھل۔ لالہ ایک خاص قسم کا پھول نسرین کمبرفون ایک پھول کا نام جس کو فارسی میں نسترن ہندی میں سیوتی کہتے ہیں۔ سیسنبر بکسر سین اول و بائے مفتوح ایک خوشبو دار گھاس کا نام ہے۔ جس کی خوشبو پودینہ اور نعنع کے درمیان ہوتی ہے۔

ترجمہ۔ اس کے بعد تم جو چیز کاشت کرو گے۔ وہ (اچھا) پھل دے گی۔ لالہ۔ نسترن اور سبزہ اگائے گی۔

مطلب۔ تہذیب اخلاق اور اصلاح عادات سے جب ذمائم و رذائل زائل ہو جائیں گے۔ تو تمام اعمال حسنا چھے ثمرات دینے لگیں گے۔ اس سے آگے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔ کہ جوانی کو غنیمت سمجھو۔ ورنہ بڑھاپے میں مشکلات پیش آئیں گی۔

باز پہنا میرویم از راہِ راست باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست

لغات۔ پہنا چوڑا۔ کشادہ۔ بازگرد۔ صیغہ امر از بازگشتن۔ واپس آنا۔ ترکیب۔ پہنا صفت جس کا موصوف راہ محذوف ہے۔ از بیانیہ ہے۔ راہ راست بیان ہے۔ راہ پہنا کا بعض نسخوں میں باز پہنا کی بجائے راہ پنہاں درج ہے۔ کما قالہ بحر العلوم اور ہمارے قلمی نسخے میں بھی راہ پنہاں لکھا ہے۔ اس نسخے کی صورت میں مطلب زیادہ واضح اور بلا تکلف نکلتا ہے۔ مگر چونکہ باز پہنا کا نسخہ زیادہ متعارف ہے اس لئے وہی اختیار کیا گیا۔ دونوں نسخوں کے لحاظ سے ترجمہ الگ الگ ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ (۱) (اس دقیق بحث کا راستہ چھوڑ کر) ہم پھر چوڑے (راستے) پر جو سیدھا راستہ (بھی) ہے چلتے ہیں۔ حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے (تاکہ پھر اس پر چلیں)

(۲) (اوہو!) ہم (تو) سیدھے راستے سے (جدا ہو کر ایک) ایک مخفی راستے پر چلنے لگے۔ حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے۔ (تاکہ پھر اس پر چلیں)

مطلب۔ راہ پنہاں سے مراد یہ ہے۔ کہ اثنائے بیان میں بعض حقائق مثلاً نار شہوت و نار و دوزخ نور مومن و منشرات نفس وغیرہ کے ذکر میں گام زن ہونے لگے۔ اور راہ راست سے سادہ وعظ مراد ہے۔ حاصل بیت یہ کہ ہم سیدھے سادے وعظ سے نکل کر بیان حقائق میں جا پڑے۔ اب پھر اس وعظ کو شروع کرتے ہیں (بحر العلوم)

اندراں تقریر بودیم اے خسور کہ خرت لنگ ست منزل دور دور

لغات۔ خسور۔ خسارہ پانے والا۔ زیان کار۔ خر۔ گدھا مراد سواری کا جانور۔

ترجمہ (ہاں تو) ہم یہ بیان کر رہے تھے۔ کہ اے زیاں کار! تیرا سواری کا جانور لنگڑا ہے۔ اور منزل بہت دور ہے۔

بار تو باشد گراں، در راہ چاہ کج مرو، رو راست اندر شاہراہ

ترجمہ۔ تیرا بوجھ بھاری ہے۔ راستے میں کنواں ہے۔ شاہراہ میں ٹیڑھا نہ چل۔ سیدھا جا۔

مطلب ۔ فرائض کا بار زیادہ ہے ۔ اور قوائے جسمانیہ جن کے بل پر ان فرائض کو اٹھا سکتے ہیں کمزور ہو گئے ۔ اور کام بہت باقی ہے ۔ پس تم کو صراط مستقیم پر سیدھے چلنا چاہئے ۔ کیونکہ منزل مقصود پر توسیدھے چل کر پہنچنا بھی آسان نہیں ۔ یعنے دنیوی زندگی میں شریعت پر کما حقہ عمل کرنا بہت مشکل ہے ۔ پس اگر راہ راست کو بھی چھوڑ دیا ۔ تو وصول الی الحق بالکل ناممکن ہو جائے گا ۔ نظامی رح ؎

رہا کن رہے کاں زیاں آورد ۔۔۔ زرہ پر خلل در کماں آورد
تو ناں رہ کہ شد باز گونہ نورد ۔۔۔ بخواہ از خدا حاجت بازگرد

سال شصت آمد کہ در شستت کشد ۔۔۔ راہ دریا گیر تا یابی رشد

لغات ۔ شصت ساٹھ ۔ شستت مچھلی پکڑنے کا کانٹا ۔ رشد سلامتی کا راستہ پانا ۔

صنائع ۔ شصت اور شستت میں تجنیس ہے ۔

ترجمہ (تمہاری عمر کے) ساٹھ سال (ہونے کو) آئے ۔ کہ تمہیں (ضعف قویٰ کے) کانٹے میں پھنسالیں ۔ (دیکھنا اس کانٹے میں پھنس کر لقمہ صیاد نہ بن جانا بلکہ) دریا (کی گہرائی) کا راستہ پکڑو ۔ تاکہ سلامت روی حاصل کرو ۔

مطلب ۔ اس میں ایک قصے کی طرف اشارہ ہے ۔ کہ ایک تالاب میں تین مچھلیاں رہتی تھیں ۔ ایک عاقل ۔ دوسری نیم عاقل ۔ تیسری بے عقل ۔ صیاد نے اس تالاب میں جال ڈالا ۔ عاقل مچھلی تو جال کو دیکھتے ہی گہرے پانی میں اتر گئی ۔ جہاں جال نہ پہنچے ۔ باقی دونوں مچھلیاں پھنس گئیں ۔ جب صیاد نے جال باہر کھینچا ۔ تو نیم عاقل مچھلی کی ناقص عقل نے اتنا کام دیا ۔ کہ وہ مُردہ وار پڑی رہی ۔ صیاد نے اسے مری ہوئی مچھلی سمجھ کر دریا میں پھینک دیا ۔ بے عقل مچھلی خوب اچھلتی کودتی رہی ۔ اس لئے اس کے کباب بنے ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ساٹھ برس کی عمر ہو گئی ۔ اب تمہارے امتحان کا زمانہ قریب ہے ضعف قویٰ کا جال پیش آنا ناگزیر ہے ۔ یا تو اس عاقل مچھلی کی طرح اس جال میں پھنسنے سے پیشتر ہی نجات آخرت کا سامان کر لو ۔ یا اگر اس جال میں پھنس جاؤ ۔ تو پھر نیم عاقل مچھلی کی طرح علائق دنیا سے مردہ وار اپنے آپ کو نکال کر طاعات و عبادات کا سرمایہ جمع کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ ورنہ اس بے عقل مچھلی کی طرح اس جال میں گرفتار رہے ۔ تو انجام بہت برا ہوگا ۔ آگے ان تینوں مچھلیوں کا ذکر فرماتے ہیں ۔

آنکہ عاقل بود در دریا رسید ۔۔۔ شد خلاص از دام و از آتش رمید

ترجمہ ۔ جو (مچھلی) عاقل تھی ۔ وہ دریا (کی گہرائی) میں پہنچ گئی ۔ (شکاری کے) جال سے بچ گئی اور آگ (میں کباب ہونے) سے (بھی) محفوظ رہی ۔

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت ۔۔۔ مُردہ گرد و رو سوئے دریا گذشت

ترجمہ ۔ جبکہ (جال سے نجات پانے کا) وقت نہ رہا اور وہ موقع (ہاتھ سے) جاتا رہا ۔ تو (اب چارہ کار یہ ہے کہ) مردہ بن جاؤ اور (پھر) میدان (قتل) سے (نجات پاکر) دریائے سلامتی

میں چلے جاؤ۔

مطلب - بہترین صورت حصول نجات کی وہی تھی - جو پہلی مچھلی کی مثال سے مقصود تھی - یعنے اعمال صالحہ بجالاتے - اور مجاہدات و ریاضات سے اپنے اخلاق ذمیمہ کو مبدل باخلاق حسنہ کر لیتے - لیکن اگر وہ موقع ہاتھ سے نکل گیا - اور بڑھاپا آجانے کے باعث ضعف قوت تحمل ریاضات کی اجازت نہیں دیتا - تو پھر یہی بہتر ہے - کہ درجہ فنا حاصل کر لو - اور ہستی حق کے سامنے اپنی ہستی کو کالعدم بنا لو - شاید وہ ارحم الراحمین بنظر ترحم تمہارے گناہ معاف کر دے - بلکہ وہ اگر چاہے - تو گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے - چنانچہ فرمایا - یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ - اس سے مراد توبہ اور کسر نفسی ہے - لیکن اگر جوانی غفلت اور معصیت میں گذر گئی - تو اب بڑھاپے میں توبہ ہی غنیمت ہے ؎

موے سفید مشرق صبح ندامت ست — صائب بتوبہ کوش کہ فرصت نمانده است

یعنے اگر نیکی کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا - تو اب بدی سے ہی باز آجاؤ - کہ یہ بھی نیکی ہے ؎

اگر نکو نشوی صائب از بدی مگذر — کہ ہست ترک بدی ہا سر نکوئی ہا

ورنہ ور تابہ شوی بریاں بسے — ایچنیں ہرگز کند بر خود کسے؟

لغات - تابہ - توا بریاں کباب - بھنی ہوئی شئے - ہرگز - کبھی - کسی وقت -

ترجمہ - ورنہ تم توے پر خوب بھونے جاؤ گے - بھلا کوئی اپنے حق میں کبھی ایسا بھی کرتا ہے؟

مطلب - اگر جوانی بھی معاصی میں گذری - اور بڑھاپا بھی غفلت میں کٹ گیا - تو پھر عذاب آخرت کے لئے تیار رہنا چاہئے - اور کون عقلمند ایسا ہو سکتا ہے - جو اس طرح دین و دنیا میں دیدہ و دانستہ خائب و خاسر رہنا پسند کرے - صائب ؎

از سیہ کاری خود ہر کہ پشیماں نشود — تخم دیوست اگر صورت آدم دارد

حال آں سہ ماہی و آں جوبا — گفتہ شد اینجا برائے اعتبار

ترجمہ - ان تین مچھلیوں کا اور نہر کا ذکر یہاں عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہے -

فَانْتَبِهْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ — وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ثُمَّ اجْهَدْ نُصِبْ

لغات - انتبہ جاگ - بیدار ہو - صیغہ امر انتباہ سے - اعتبر - عبرت پکڑ - صیغہ امر اعتبار سے - انتصب - قائم ہو - کھڑا ہو - ثابت قدم رہو - مضبوط ہو جاؤ - انتصاب سے - استعن مدد حاصل کر - استعانت سے - اجہد کوشش کر جہد سے - نصب - مطلب کو پہنچ جاؤ گے - صواب کو پہنچ گئے - از اصابہ -

ترجمہ - پس جاگو - پھر عبرت پکڑو - پھر مضبوط ہو جاؤ - اور اللہ سے مدد چاہو پھر کوشش

کرو کہ صواب کو پہنچ جاؤ ۔

چوں باد بصحگاہی منشیں زپائے صائب — شاید کہ برگ سبزے زیں بوستاں بیابی

سال بسیگہ گشت و وقتِ کشت نہ — جز تیرہ روئی و فعلِ زشت نہ

ترجمہ۔ سال بے وقت ہوگیا۔ اور بونے کا وقت نہیں (رہا) سوائے سیہ روئی اور برے افعال کے (اب) کچھ نہیں ہے۔ کما قیل ؎

خناں کہ قافلۂ عمر رفت، نیم قدم — طریق راست نہ پیمود نفس کاہل ما

کرم در بیخ درخت تن فتاد — بایدش برکند و بر آتش نہاد

ترجمہ۔ درخت بدن کی جڑیں دیمک لگ گئی ہے۔ اس کو چن چن کر آگ میں ڈالنا چاہئے۔

مطلب۔ غفلت وکاہلی نے تمام وجود پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جو طاعات وعبادات کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔ بڑھاپے میں یہ چند روزہ موقع غنیمت سمجھو۔ اور غفلت کو دور کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ کما قیل ؎

بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست — زبرگ گشتہ در آتش زخاکستر شود پیدا

کرم کو آگ میں ڈالنا استعارہ ہے۔ روحانی معائب کو دور کرنے سے۔ اور آگ میں ڈالنے سے مطلق اہلاک وافنا مراد ہے۔ ورنہ کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں۔ فتاوے شامی میں ہے۔

یکرہ احراق جرادو قمل وعقرب اى تحريما ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحية۔ یعنے ٹڈی اور جوں اور بچھو کو آگ میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جوں کی طرح کھٹمل کا اور بچھو کی طرح سانپ کا بھی حکم ہے (انتہے) اور ہدیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔ ویکرہ قتل جمیع ما یباح قتلہ بالنار من القمل والبق والبراغیث والنمل بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یعذب بالنار الا رب النار۔ یعنے جن جانوروں کو مارڈالنا جائز ہے۔ مثلاً جوں۔ کھٹمل چیونٹی آگ سے قتل کرنا ان کا بھی منع ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے۔ کہ آگ کا عذاب آگ کا پروردگار ہی دے سکتا ہے (انتہے)

یہ ترجمہ اور مطلب اس تقدیر پر ہے کہ "بایدش برکند" میں شین ضمیر کا مرجع کرم کو قرار دیا جائے۔ لیکن اگر اس کا مرجع درخت ہو۔ تو ترجمہ یوں ہوگا۔

درخت بدن کی جڑیں دیمک لگ گئی ہے۔ اس (درخت) کو اکھیڑ کر آگ میں جھونک دینا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں بدن بدصورت اور کہنہ وفرسودہ ہوگیا۔ اب اس کی آرائش فضول ہے۔ نظامی رح ؎

چو پے سست دو سیدہ شد استخواں — وگر قصۂ خوبروئی مخواں

چو باد خزانی در افتد بباغ — زمانہ دہد جاے بلبل بزاغ

کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں

لہٰذا اب بدن کا اہتمام چھوڑ دو۔ اور اس کو آگ میں جھونک کر روح کا اہتمام کرو۔ صائبؒ ؎

پرداختن بذر پرورش تن بجانِ پاک — از کارِ گل آب خضر دوست شستن مست

رہین وہیں اے راہرو بیگاہ شد — آفتاب عمر سوئے چاہ شد

ترجمہ۔ ارے او (دنیا کے) راہرو! بے وقت ہوگیا (تیری) عمر کا آفتاب (قبر کے) کوئیں میں اتر رہا ہے ؎

ڈھل گیا دن آرہی ہے شام موت — تا لبِ آنے کو ہے اب جام موت
عمر کا تختہ الٹنے کو ہے اب — زندگی کا رشتہ کٹنے کو ہے اب
چھپ رہا ہے آفتابِ زندگی — ختم کو پہنچی کتابِ زندگی
کر ابھی سے فکر زادِ راہ کا — نفع کیا پھر کوششِ بے گاہ کا
گڑ چکے گردن میں جب دندانِ موت — کھب چکی سینے میں جب پیکانِ موت
پھر نہ پچھتانے سے ہوگا فائدہ — پھر نہ چلّانے سے ہوگا فائدہ

ایں دور وزک را کہ زہست زود — پیر افشانی بکن از راہ جود

لغات۔ روزک میں کاف تصغیر اظہار قلت کے لئے۔ پیر افشانی بڑھاپے میں جوانوں کے سے کام کرنا۔ یہ ایک فارسی محاورہ ہے۔ مگر بعض شارحین نے اس کو پر افشانی بالمہملہ سمجھ کر کسی نے اس کا ترجمہ پر پرزے جھاڑ ٹاکیا ہے۔ اور کسی نے پت جھڑ۔ ان معنوں کو محاورہ سے کوئی نسبت نہیں۔ بکن صیغہ امر ہے کردن سے۔ مگر اکثر نسخوں میں یہ کلمہ میم کے ساتھ بصیغہ نہی درج ہے۔ اس صورت میں ترجمہ و مطلب دوسری طرح ہوگا۔ مگر قدرے تکلف سے۔ صیغہ امر کی صورت میں ترجمہ بلا تکلف ہے۔ اور زود، اور راہ جود وغیرہ کلمات بھی اسی کے مؤید ہیں۔ فافہم۔ اس لئے وہی اختیار کیا گیا۔ صنائع۔ زود۔ روز میں تجنیس قلب۔

ترجمہ (۱) ان دو ایک دنوں میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن) قائم ہے بڑھاپے کے باوجود بلند حوصلگی سے جوانوں (کی طرح طاعت و عبادت) کے کام کرلو کہ قیل ؎

بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست — زبرگشتہ در آتش زخاکستر شود پیدا

حافظ رح ؎

ایں یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن ست — دریاب کار دل کہ نہ پیداست کار دیگر

(۲) ان ایک دو دن میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن قائم) ہے (فکر مآل کرلو۔ اور) بڈھے ہوکر اوچھے پن میں جوانوں کے سے کام (کرنے کی ہوس) نہ کرو۔ نظامیؒ ؎

جہاں پر جوانانِ جنگ آزما — رکن زور کش تو پیرانہ پا

صائبؒ ؎

چوں رہ بمرگ مفید کند از موئے سفید
وقت حمیتِ اسباب تن آسانی نیست

اینقدر تخمے کہ ماند شنت بکار تا در آخر بینی اورا برگ و بار

ترجمہ (توفیق عمل کا) یہ جو (تھوڑا سا) بیج تمہارے پاس (باقی) رہ گیا ہے۔ بو دو۔ تاکہ آخرت میں اس (کے اجر و ثواب) کے پتے اور پھل دیکھ لو۔ صائبؒ ؎

در بیابانِ عدم بے توشہ رفتن مشکل ست نیستی در فکر تخم افشانی اے دہقاں چرا

تا نمرد ست ایں چراغ باگہر ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زود تر

لغات۔ باگہر جوہر دار۔ چراغ سے اگر زندگی مراد ہے۔ اور مردن سے اس کا اختتام تو جوہر دار سے یہ مقصود ہے۔ کہ وہ اعمال صالحہ بجالانے کا زمانہ ہے۔ اور اگر چراغ سے روح اور مردن سے اس کا عالم دنیا سے منتقل ہونا مراد ہو۔ تو جوہر دار سے یہ مقصود ہے کہ وہ اوصاف حسنہ سے موصوف ہو سکتی ہے

ترجمہ۔ ہاں ہاں! جب تک یہ (عمر یا روح کا) جوہر دار چراغ بجھنے سے محفوظ ہے۔ جلدی اس کے لئے تیل بتی (مہیا کرتے رہو۔

مطلب۔ فتیلہ و روغن سے طاعات و عبادات اور دیگر اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جس طرح تیل کے ڈالنے اور بتی کے اکسانے سے ٹمٹماتا چراغ پھر از سر نو روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اعمال حسنہ سے مجلی ہوتی ہے۔ اور عمر میں بھی خدا برکت دیتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اعمالِ بر سے عمر ترقی پاتی ہے یا اگر اس سے عمر کا امتداد زمانی مراد نہ ہو۔ تو یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح تیل بتی سے چراغ از سر نو روشنی پاتا ہے۔ اسی طرح اعمال حسنہ سے انسان کی زندگی منور ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے بد اعمال کی زندگی تاریک و مظلم ہوتی ہے۔

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت تا بکلی نگذرد ایامِ کشت

ترجمہ۔ اے ہے! (نیک عمل کرنے میں) کل (کر لیں گے) نہ کہو کیونکہ (یوں تو) بہت سے کل گزر جاتے ہیں (اور عمل کی نوبت نہیں آتی)۔ تاکہ (کہیں کل کل کرتے تخم عمل کے) بونے کا وقت (ہاتھ سے) نہ نکل جائے۔ کما قیل ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترکِ ایں سودا کنم با چوں فردا شود امروز را فردا کنم

در معنی فی التاخیر آفات

اس بات کے بیان میں کہ کام کو ٹالنے میں بہت سی آفتیں ہیں

مطلب۔ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ایک وقت پر کرنے کے لئے مقرر ہو چکا۔ اس کو سستی و کوتاہمتی سے سرانجام نہ دینا اور یہ کہنا کہ کل کر لیں گے۔ سخت غلطی ہے۔ اس میں ایک خرابی نہیں بلکہ صدہا خرابیاں ہیں۔ کیونکہ آج کا کام اگر کل کرنے لگیں گے۔ تو کل کا کام پھر کب ہوگا۔ اگر اس کو پرسوں پر اٹھا رکھیں گے

تو پھر برسوں کا کام۔ اس طرح کام اور کام کے اوقات کا سلسلہ ہی درہم برہم ہو کر درحقیقت کوئی بھی کام نہیں ہوتا۔ صائبؒ ؎

چوں کار کردنی ست بہیں روز خوشتر ست ایں کا ہلاں ز فرصت فردا چہ دیدہ اند

یہ مقولہ اس حدیث سے معارض نہیں ہے۔ کہ التأنی من اللہ والعجلۃ من الشیطان یعنے آہستگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جلدی شیطان کی طرف سے (ترمذی وغیرہ) کیونکہ تاخیر کا منشے ہے۔ کام کو وقت سے ٹلانا اور وقت کے اندر نہ کرنا مراد ہے۔ کام کو وقت کے اندر کرنا مگر سوچ سمجھ کر، غور و فکر سے کرنا۔ جلدی جلدی بے سوچے سمجھے نہ کرنا۔ فلا تعارض۔ تانی و آہستگی اچھی ہے بری نہیں۔ نظامی رح ؎

آہستگی کار عالم برار کہ در کار گیری بنا یدبکار

چراغ از رگری بمیرد بخی نہ خود را کہ کاشانہ را سوختی

پندِ من بشنو کہ تن بندِ قوی ست کُہنہ بیروں کن گرت میلِ نوی ست

لغات۔ بند۔ رکاوٹ۔ آڑ۔ قید۔ نوی جدت۔ تازگی۔

ترجمہ۔ میری نصیحت سن کہ بدن (روح کے لئے) ایک بھاری قید ہے۔ اگر تم کو نئی (روحانی زندگی کی خواہش ہے۔ تو اس پرانے (بند) کو توڑ پھینکو۔ کما قیل ؎

رفت ایں دیوار را یک قد آدم بیش نیست زود بگذر از تن خاکی کہ ایں راہ دست

لب ببند و کفِ پُر زر بر کشا بُخلِ تن بگذار و بیش آور سخا

صنائع۔ بند و کشا اور بخل و سخا میں صنعت مقابلہ۔

ترجمہ۔ لب کو (فضول باتوں سے) بند رکھو اور ہاتھ کو جو (سیم و) طلا سے پُر ہو (راہ نیک میں خرچ کرنے کے لئے) کھولو۔ بدن کا بخل چھوڑ دو۔ اور سخاوت اختیار کرو۔

مطلب۔ پہلے مصرعہ میں خاموشی کی تاکید اور سخاوت کی ترغیب ہے۔ دوسرے مصرعہ میں ترک لذات کا ارشاد ہے۔ بخل یہ ہوتا ہے۔ کہ مال کو جمع کریں۔ اور خرچ کرنے سے بچیں۔ یہاں بدن کے بخل سے یہ مراد ہے۔ کہ بدنی لذات و جسمانی خواہشات کو پورا کرتے رہیں۔ اور ان کو ترک کرنے سے بچیں۔ اسی طرح مال سے دست برداری مال کا بخل ہے۔ اور لذات بدن سے دست برداری بدن کی سخاوت ہے۔ چونکہ بخل بدن کی یہ توجیہ ذرا پیچیدہ ہے۔ اس لئے آگے اس کی تصریح فرماتے ہیں۔

ترکِ لذّتہا و شہوتہا سخاست ہر کہ در شہوت فرو شُد بر نخاست

ترجمہ (جسمانی) لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑ دینا (جسمانی) سخاوت ہے۔ جو شخص شہوت میں غرق ہو گیا۔ وہ پھر نہ اُبھر سکا۔ سعدی رح ؎

پدر چوں در دمش عرش سقفنی گشت مرا ایں یک نصیحت کرد و بگذشت

کہ شہوت آتش ست از وے بپرہیز بخود بر آتشی دوزخ مکن تیز

علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی اور دوسری علمی و ادبی کتابوں کی مفت تقسیم

دماں آتش ناری طاقت سوز — بصبر آے بریں آتش زن امروز

ایں سخا شاخے ست از سرو بہشت — وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت

صنائع - ایک حدیث کے مضمون کی طرف تلمیح ہے۔ بہشت کے کلمے میں تجنیس ہے۔

ترجمہ - یہ (بدن کی) سخاوت بہشت کے سرو کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اس پر جو ایسی شاخ ہاتھ سے چھوڑ دے (جو بہشت میں پہنچاتی ہو)۔

مطلب - شرح بحر العلوم میں بیہقی سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ الغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ الغصن منہا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار ۔ یعنے سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے۔ اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی۔ حتے کہ اس کو بہشت میں داخل کر دیتی ہے۔ اور بخل دوزخ کا ایک درخت ہے جو شخص بخیل ہو۔ اس نے اس درخت کی شاخ تھام رکھی ہے۔ تو وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی حتے کہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتی ہے۔ بعض حواشی میں یہ حدیث لکھی ہے۔ السخاء شجرۃ من اشجار الجنۃ اغصانہا مستدلیات فی الدنیا فمن اخذ غصنا منہا قادہ ذالک الغصن الی الجنۃ۔ یعنے سخاوت بہشت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں دنیا میں لٹک رہی ہیں۔ پس جو شخص اس کی ایک شاخ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ شاخ اس کو بہشت کیطرف کھینچ لے جاتی ہے۔ ایک یہ حدیث ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔ السخی قریب من اللہ قریب من الناس قریب من الجنۃ بعید من النار یعنے سخی اللہ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ بہشت سے قریب ہے۔ اور دوزخ سے دور ہے۔

احادیث مذکورہ میں سخاوت مال کے وسیلہ دخول جنت ہونے کا ذکر ہے۔ چونکہ بعض روایات سے ثابت ہے۔ کہ ترک لذات وشہوات بھی تارک کے بہشتی ہونے کا موجب ہے۔ اس لئے مولانا ان روایات کی بنا پر مذکورہ سابق احادیث سے تشبیہاً یہ مضمون اخذ فرماتے ہیں۔ کہ سخاوت مال کی طرح سخاوت بدن یعنی ترک لذات بھی بہشت کے درخت کی شاخ ہیں۔ اس شاخ کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے۔ جن روایات میں ترک شہوات سے جنت میں جانے کا ذکر ہے۔ ان میں سے یہاں صرف ایک روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عن سہل ابن سعد قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ یعنے سہل ابن سعد کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھنے کا مجھ سے عہد کرے۔ میں اس کے لئے جنت کا ذمہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ)

صائبؒ ؎

دل زہوس پاک کن نیض کشایش ببیں
ہر چہ درون دل ست قفل برون دل ست

سخی کے سخی ہونے کے بارے میں روایات

عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ست ایں ترکِ ہوا　　برکشد ایں شاخ جانرا بر سما

لغات - عروۃ الوثقیٰ - مضبوط رسا - سما - آسمان -

ترجمہ - یہ ترک ہوس (منزل نجات میں کھینچ لے جانے والا) ایک مضبوط رسّا ہے - یہ (ترک ہوس جو درخت بہشت کی شاخ ہے) روح کو بالائے فلک کھینچ لے جاتی ہے)

مطلب - اس میں بھی اسی حدیث کی طرف تلمیح ہے - اور شعر سابق کے مضمون کا اعادہ ہے - عروۃ الوثقیٰ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے - فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی - جو شخص شیطان کو چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط رسّے کو تھام لیا -

تا بر دشاخ سخا اے خوب کیش　　مر ترا بالا کشاں تا اصل خویش

لغات - خوب کیش - جس کا طور (طریقہ) اچھا ہو - اصل سے مراد جنت ہے **ترکیب** تا حرف جار تعلیلیہ ہے - ادیہ شعر علت ہے - جس کا معلول شعر سابق میں برکشد ہے

ترجمہ - اے نیک روش آدمی (یہ) شاخ سخاوت (روح کو بالائے فلک اس لئے کھینچ لے جاتی ہے) کہ تم کو اوپر اوپر کھینچتی کھینچتی اپنی اصل (یعنی بہشت میں) لیجائے -

یُوسفِ حسنی تو ایں عالم چو چاہ　　وِیں رسن صبرست از امرِ الٰہ

ترجمہ - تم حسن (روحانی) کے لحاظ سے (بمنزلہ) یوسف ہو اور یہ جہان گویا ایک کنواں ہے اور یہ رسّی (جس کے ذریعہ سے تم) بحکم خدا (اس کنوئیں سے نکل سکتے ہو) صبر ہے -

مطلب - یہاں مضمون بالا کو ایک اور پیرایہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی تمثیل کے ساتھ دُہراتے ہیں - حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا - ایک قافلہ وہاں اُترا - اہل قافلہ میں سے کوئی شخص کنوئیں سے پانی لینے گیا - اُس نے ڈول لٹکایا - تو اس کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر نکلے - جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں اس طرح آیا ہے - وَجَاءَتْ سَیَّارَۃٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَھُمْ فَأَدْلَیٰ دَلْوَہُ قَالَ یَا بُشْرٰی ھٰذَا غُلَامٌ اور ایک قافلہ (وہاں) آ اتارا ہوا - اور انہوں نے اپنے سقے کو پانی لانے کے لئے بھیجا - جوں ہی اس نے اپنا ڈول لٹکایا (یوسف ؑ اس میں ہو بیٹھے) باہر نکلے تو) وہ پکار اٹھا ہا یہ تو لڑکا ہے (یوسف ع ۲)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں - حضرت یوسف علیہ السلام نے جو رسّی سے لٹک کر کنوئیں سے نجات پائی تھی تو تم بھی بجائے خود یوسف ہو - اور چاہ دنیا میں مقید بھی ہو - اے لو صبر یعنے ترک لذات کی رسّی بھی آگئی - دیکھے کیا ہو - لٹک جاؤ - اور اس کنوئیں سے نجات پاؤ - صائب رحؒ ؎

عالمِ جانِ پاک را در قیدِ تن دانند کہ چیست　　ہر کہ ماہِ مصر را در چاہ زنداں دیدہ ہست

آگے اسی مضمون کی تاکید و توثیق ہے :-

یوسفا آمد رسن در زن تو دست از رسن غافل مشو بیگہ شدست

ترجمہ - اے یوسف (کی سی حالت والے - دیکھ صبر کی رسی آگئی (اسکو) تھام لے - (اس رسی سے غافل نہ ہو - وقت نکلا جارہا ہے -

حمد للہ کایں رسن آویختند فضل و رحمت را بہم آمیختند

لغات - آویختند - آمیختند - ایسے مواقع میں فعل جمع غائب کے صیغوں کا استعمال ہو - تو اکثر مترجم اس کا فاعل کارکنان قضا و قدر کو قرار دیا کرتے ہیں - مگر درحقیقت یہ فارسی محاورہ اس قسم کا ہے جیسے اُردو میں فعل مجہول استعمال کیا جاتا ہے - صرف وقوع فعل کا ذکر مراد ہے - نظر بفاعل نہیں ہوتی - فضل - احسان بلاعوض - استحقاق سے زائد انعام - رحمت - ترس کھانا - بخشنا - مہربانی کرنا -

ترجمہ - اللہ کا شکر ہے - کہ یہ حصول نجات کے طریق کی رسی لٹکا دی گئی (اور طالبانِ نجات کے لئے) فضل اور رحمت دونوں کو اکٹھا کر دیا گیا -

مطلب - اس سے مراد یہ ہے - کہ طاعت و عبادت اور استغفار و توبہ کے احکام نازل ہو گئے - جن کے ذریعہ سے ایک گنہگار بھی قعرِ ہلاکت سے نکل کر ساحلِ نجات پر پہنچ سکتا ہے - اور یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت تھی - جو اس نے اپنے بندوں پر کی - اور اس کا محض فضل تھا - اپنے گنہگاروں کی نجات کی صورت پیدا کر دی - ورنہ اگر یہ اس کا حکم ہوتا - کہ جو گناہ کرے اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی - جیسے کہ آریہ وغیرہ بعض مذاہب باطلہ کا عقیدہ ہے - تو پھر کیسی شکل ہوتی - مگر اس کا فضل تو بڑے سے بڑے عاصی و مجرم کو بھی اپنے دامن عفو میں لینے کو تیار ہے - کما قیل ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر گبر و یہود و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

در رسن زن دست و بیروں رو ز چاہ تا ببینی بارگاہِ پادشاہ

ترجمہ (ہاں ہاں) رسی کو تھام لو - اور کنوئیں سے نکل جاؤ - تاکہ بادشاہ (حقیقی) کی بارگاہ کو جا دیکھو (اور مقربین درگاہ میں جگہ پاؤ)

نوٹ - اس میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرف خاص اشارہ ہے - وہ کنوئیں سے نکلے - تو قافلے کے ساتھ مصر جا پہنچے - اور وہاں رفتہ رفتہ بادشاہ کے دربار تک رسائی ہوئی - اور اپنے حسن لیاقت سے اس کے وزیر بلکہ عزیز مصر بن گئے - صائبؒ ؎

از چہ و زنداں برآید ہر کہ جان از تن بشناخت شد عزیز آنکس کہ یوسف وار پیراہن بشناخت

تا ببینی عالمِ جانِ جدید عالمے بس آشکار و ناپدید

ترجمہ - تاکہ تم ایک نئے عالم ارواح کو دیکھ لو - ایسا عالم جو (اہل بصیرت کے لئے) نہایت واضح اور (بے بصیرت لوگوں کے لئے) مخفی (و مستور) ہے -

مطلب - تم ترک لذات و شہوات اور اختیار مجاہدات و ریاضات سے مقرب بارگاہ بن سکتے ہو - اور عجائبات غیب تم پر منکشف ہو سکتے ہیں - صائبؒ ؎

بقدر رم ازیں عالم توانی آرمید آنجا کہ ایجا ہر کہ ہستی کرد نتواند رسید آنجا

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ

لغات - جہانِ نیست دنیا - جو نا پایدار و بے بود ہونیکے لحاظ سے گویا نیست ہے - ہستاں - جمع ہست - موجود ثابت - جہانِ ہست - عالم بقا - عالم غیب - جو اپنی حقیقت و واقعیت کے لحاظ سے ہست ہے -

ترجمہ - یہ جہان (یعنے دنیا) جو (بمنزلہ) معدوم ہے - اشیاے موجودہ کی مثل بن رہا ہے - اور وہ جہان (عالم غیب) جو (فی الواقع) موجود ہے (عوام کی نظر سے) بالکل مخفی ہے -

مطلب - اوپر ترک لذات کا یہ ثمرہ بیان کیا تھا - کہ اس سے ایک عالم جدید تک رسائی ہو جاتی ہے - اب اس عالم کا ثبوت دیتے ہیں - بعض نسخوں میں پہلے مصرعہ میں ہستاں کی بجائے بستاں درج ہے - پھر مطلب یہ ہوگا - کہ عالم دنیا کے نقش و نگار سب کی نظر میں بمنزلہ باغ نہیں - جن کی سیر میں وہ لوگ محو ہیں - اور وہ بستان بقا جس پر کبھی خزاں نہیں آتی - سب کی نظر سے اوجھل ہے - صائبؒ ؎

آں خواجۂ غافل کہ فرو رفتہ بدنیا از عالم بالا چہ خبر داشتہ باشد

آگے ظہور عالم شہادت اور خفاے عالم غیب کی ایک مثال دیتے ہیں -

خاک بر باد دست و بازی میکند کژ نمائی پردہ سازی میکند

ترجمہ - (جیسے آندھی اور بگولے میں) خاک (دھول) ہوا پر (چڑھی چڑھی پھرتی) ہے اور حرکت کر رہی ہے - خلاف واقع (حالت) دکھاتی ہے اور اصلیت کو مستور رکھتی ہے -

مطلب - اصلیت تو یہ ہے - کہ متحرک ہوا ہے - اور خاک اس کے اتباع میں حرکت کرتی ہے - ورنہ دراصل وہ ساکن ہے - مگر خلاف واقع نظر یوں آتا ہے - کہ خاک ہی حرکت کر رہی ہے - ہوا کوئی چیز ہی نہیں - اسی طرح دراصل عالم شہادت میں عالم غیب ہی متصرف ہے - مگر نظر یہ آتا ہے کہ جو کچھ ہے عالم شہادت ہی ہے عالم غیب کوئی چیز نہیں -

خاک ہیچوں آلتے در دست باد باد را داں عالی و عالی نژاد

ترجمہ - (حالانکہ) مٹی تو گویا ایک کمتر تیلی ہے - جو ہوا کے ہاتھ میں (نامچ رہی) ہے (اور) ہوا کو ایک شاندار اور بلند اصل ہستی سمجھو (جس کے مقابلہ میں خاک کی کچھ بھی حقیقت

نہیں)

مطلب - عالم شہادت یعنے دنیا کے تمام کاروبار عالم غیب کے تصرفات سے انجام پا رہے ہیں۔ اور عالم غیب کی علو شان کے آگے دنیا کی کچھ بھی ہستی نہیں۔ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آگے یہ بیان فرماتے ہیں کہ عالم غیب کا احساس کن لوگوں کو نہیں اور کیوں نہیں۔

چشم خاکی را نجاک اُفتد نظر با دِمیں چشمے بود نوعِ دگر

لغات - چشم خاکی۔ مٹی سے بنی ہوئی آنکھ۔ چشم ظاہر۔ بصارت ظاہری۔ صنائع چشم خاکی، اور خاک میں صنعت نشا کلا ہے۔

ترجمہ - ظاہری آنکھ کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے (اور وہ اسی کو محسوس کر سکتی ہے) ہوا کو دیکھنے والی آنکھ ایک اور ہی قسم کی ہوتی ہے (ہوا کو وہی محسوس کر سکتی ہے)

مطلب - عوام الناس کو دنیا ہی دنیا نظر آتی ہے۔ وہ عالم غیب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کو دیکھنے کے لئے اہل اللہ کا مبین کی نظر باطن چاہیئے۔ کما قیل ؎

دنیا بزرگ باشد در دیدۂ غلط بیں اندک بچشم احول بسیار مے نماید

امیر خسرو رح ؎

زاں چمنے کہ بلبلش روح قدس نے سزد گلخنیانِ خاک را بوئے وصال کے رسد

اینکہ بر کار ست بے کار ست پوست وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست

ترکیب - اینکہ بر کار ست مبتدا بے کار صفت اور پوست موصوف مل کر اس کی خبر بعض نسخوں میں اس مصرعہ کو بترکیب عطفی "اینکہ بر کار ست و بے کار ست و پوست" لکھا ہے۔ اس میں پہلی واؤ تو صریحاً غلط ہے اور دوسری واؤ معتبر نسخوں میں نہیں ملی۔ اگرچہ معنے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ (دنیا کی) یہ (اشیا) جو مصروف عمل ہیں بے کار پوست ہیں۔ اور وہ ذات پاک جو (نظروں سے) مخفی ہے۔ مغز (حقیقت) اور اصل (موجودات) وہی ہے۔

مطلب - چھلکے کو چھوڑ کر مغز حاصل کرنا چاہیئے۔ فرع کو چھوڑ کر اصل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ جامی رح ؎

اصل کہ معنے ست چو گذاشتی دل بسوے فرع چرا داشتی؟

اب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ موجودات ظاہر تو جو فرع وجود ہیں نظر آتی ہیں۔ اصل وجود یعنے ذات حق نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ عدم مناسبت ہے۔

اسپ داند اسپ را کوہشت یار ہم سوارے داند احوالِ سوار

ترجمہ (ایک) گھوڑا ہی (دوسرے) گھوڑے کو جانتا ہے۔ کیونکہ وہ (اس کا) ہمجنس ہے۔ (ایک) سوار ہی (دوسرے) سوار (کے ہنر سواری) کا حال سمجھتا ہے (جو اس کا

شریک فن ہے دوسرا کیا سمجھے گا)۔

چشم حسِّ اسپ نورِ حق سوار — بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار

ترجمہ۔ ظاہری آنکھ گھوڑا ہے۔ اور حق کا (مشاہدہ کرنے والا) نور (بصیرت اس کا) سوار ہے۔ یہ گھوڑا سوار کے بغیر بے کار ہے۔

مطلب۔ اوپر گھوڑے اور سوار کی مثال اظہار مناسبت کے لئے پیش کی تھی۔ یعنے گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے۔ سوار سوار کے ہنر کو پہچانتا ہے۔ جس سے مقصد یہ تھا۔ کہ عالم غیب کی سیر اور ذات احدیت کے مشاہدہ کے لئے اس کے ساتھ روحانی مناسبت ہونی ضروری ہے۔ اب اسی مثال سے یہ بات ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ نور بصیرت کے بغیر چشم ظاہری بیکار ہے۔ صائبؔ ؎

چشمے کہ فروغ از دلِ بیدار ندارد — شمعے ست کہ شایستہ بالینِ مزار ست

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد — ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد

لغات۔ ادب کن سدھاؤ۔ اس کی بدخوئی دور کرو۔ اس کی اصلاح کرو۔ رد۔ مردود۔ نامقبول۔ نامنظور۔

ترجمہ۔ پس اپنے گھوڑے کی (سرکشی کی) عادات بد دور کرو۔ ورنہ وہ بادشاہ (حقیقی) کے سامنے نامنظور ہو جائیگا۔

مطلب۔ چشم ظاہر کو جو آلۂ بصارت ظاہری ہے۔ معاصی و منہیات میں استعمال نہ کرو۔ اس کو پاک نظر و پاک بین و پاک شناس بناؤ۔ کہ اس سے بصیرت باطن بھی پیدا ہوگی۔ اور قبول حق و قرب حق بھی حاصل ہو سکے گا۔ کما قیل ؎

صفائے دل طلبی چشم از جہاں بر بند — کہ رخنہ ایست کز نیجا غبار مے آید

چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود — چشم او بے چشم شہ مضطر بود

ترجمہ۔ گھوڑے کی آنکھ بادشاہ (ہی) کی آنکھ سے (جو اس پر سوار ہوتا ہے) راستہ کو (دیکھ کر) طے کراتی ہے۔ (ورنہ) اس کی آنکھ بادشاہ کی آنکھ کے بغیر (رہبری سے) مجبور ہے۔

مطلب۔ گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ رہنما و رہبر نہیں ہوتیں۔ بلکہ سوار کی آنکھ ہی راستہ کو دیکھتی ہے۔ اور وہی راستہ طے کیا جاتا ہے۔ تاہم گھوڑے کی آنکھوں کی بھی ضرورت ہے۔ گھوڑا بینا ہو جبھی وہ سواری کا کام دے سکتا ہے۔ ورنہ سواری مشکل ہوتی ہے۔ اسی طرح چشم ظاہر کی بھی ضرورت ہے مگر اس کے ساتھ چشم باطن ضرور منور ہونی چاہئے۔

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا — ہر کجا خوانی بگوید نے چرا

ترجمہ۔ گھوڑوں کی آنکھ (کا) تو (یہ حال ہے۔ کہ گھاس اور چارہ کے سوا جب کسی

اور طرف بلاؤ گے تو کہے گی نہیں چارہ (کی طرف چلو)۔

مطلب جسم ظاہر کا میلان ہمیشہ لذائذ جسمانیہ وحسیات نفسانیہ کی طرف ہوتا ہے۔ صائبؒ ؎

تا نگردد بنگاہ گوشہ نشیں برق برخرمن مست دلہا را

نورِ حق برنورِ حس راکب شود وانگہے جاں سوئے حق راغب شود

ترجمہ (ہاں) حق کا (مشاہدہ کرنے والا) نورِ (بصیرت) حسی (امور کو دیکھنے والے) نورِ (بصارت) پر غالب آجائے اور اس وقت روح حق تعالےٰ کی طرف راغب ہوجائے (تب چشم ظاہر مفید ہوسکتی ہے)

نوٹ - بعض شارحین نے ترجمہ میں اس بیت کے مصرعہ اولیٰ کو شرط اور دوسرے مصرعہ کو جزا قرار دیا ہے اور یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ جب نورِ حق نورِ حسی پر سوار ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت جان حق تعالیٰ کی طرف راغب ہوتی ہے۔ گو اقرب الی المقصود یہی ترجمہ ہوتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ بات ضروری ہے۔ کہ ترجمہ میں الفاظ شعر سے بُعد نہ ہونا چاہئے۔ وانگہے کا حرف عطف اس ترجمہ کا مخالف ہے۔ لہٰذا ہم نے جزا مقدر نکالی ہے۔

اسپ بے راکب چہ داند رسم وراہ شاہ باید تا بداند شاہراہ

ترجمہ گھوڑا سوار کے بغیر (سیر وسفر کی) رسم وراہ کیا جانے۔ (کوئی) شاہ (سوار) چاہئے تاکہ اسکو شاہراہ معلوم ہو۔

مطلب - نور بصیرت نہ ہو۔ تو صرف نور بصارت سے وصول الی الحق کا راستہ نہیں مل سکتا۔ کما قیل ؎

گر شود بینش دوچندان بے بصیرت راچہ فیض میکشد اجول دوصیل سرمہ چشم خویش را

سوئے حسے رو کہ نورش راکب ست حس راآں نور نیکو صاحب ست

ترجمہ (استفادہ کمال کے لئے) اس حس (والے) کے پاس جاؤ جس (کی حس) پر نور غالب ہے۔ (اور جس کی) حس کے ساتھ وہ نور بخوبی مل جل گیا ہے۔

مطلب - دولت عرفان حاصل کرنے کے لئے اس شیخ کامل کی صحبت اختیار کرو۔ جس کے قوائے حسیہ پر انوار حق غالب ہوں۔ جامیؒ ؎

جاکن درون پاک ضمیرے کہ عاقبت زیں شیوہ کار قطرہ بدُر دانگی رسید

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود معنیٔ نُورٌ عَلٰی نُوْرٍ ایں بود

لغات - نورِ حس بصارت چشم - نورِ حق نورِ باطن جس سے مشاہدہ حق ہوتا ہے۔ تزئین - زینت - سجاوٹ - آرائش - نورٌ علیٰ نور نور پر نور۔ اشارہ ہے سورہ نور کی اس آیت کی طرف کہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ نور پر نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے

ترجمہ۔ ظاہری نور (یعنے ابصارت) کے لئے حق کا نور (یعنے بصیرت باطن) آرایش ہے۔ نورٌ علیٰ نور (جو اللہ نے فرمایا ہے تو اس) کے معنے یہی ہیں۔

مطلب۔ نور علیٰ نور ہو کر واصل بحق ہو سکتے ہیں ؎

شبنم از روشنضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صائب صاف گردد زود واصل مے شود

نورِ حسّی میکشد سوئے ثرے نورِ حق مے برد سوئے علا

لغات۔ ثرے خاک مراد دنیا۔ علا۔ بلندی۔

ترجمہ۔ ظاہری نور (ابصارت) تو (حسیات) دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ نور حق اس (بندے) کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے۔

زانکہ محسوسات دوں ترعالمے ست نورِ حق دریا و حس چوں شبنمے ست

ترجمہ۔ کیونکہ جو اشیاء نور حس سے محسوس ہوتی ہیں۔ وہ عالم اسفل سے متعلق ہیں (اور نور حق کا تعلق عالم علوی سے ہے) نور حق (اپنی وسعت کے لحاظ سے گویا) دریا ہے۔ اور (نور) حس (اپنی کوتاہی کے اعتبار سے) گویا ایک (قطرہ) شبنم ہے۔

مطلب۔ اوپر جو کہا تھا۔ کہ نور حس عالم اسفل کی طرف اور نور حق عالم بالا کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے۔ کہ مقدم الذکر کا تعلق محسوسات عالم سفلی سے ہے۔ اور موخر الذکر کا تعلق مدرکات عالم غیب سے ہے۔ اب یہاں سے یہ شبہ ناشی ہو سکتا ہے۔ کہ آپ جو فرماتے ہیں۔ کہ نور حق نور حس پر راکب ہوتا ہے۔ تو ہم نے تو کبھی نور حس پر نور حق کو راکب نہیں دیکھا۔ لہذا آگے بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں:

لیک پیدا نیست ایں راکب برو جز بآثار و بگفتار نکو

ترجمہ۔ لیکن یہ (نور حق) اس (نور حس) پر سوار (ہم کو) نظر نہیں آتا۔ سوائے (اچھی) اچھی نشانیوں (کے جو دیکھنے میں آتی ہیں) اور (اچھی اچھی) باتوں کے (جو سننے میں آتی ہیں)۔

مطلب۔ جن اہل اللہ پر نور حق غالب ہوتا ہے۔ ان کے اس نور کی شناخت ان کے ظاہر سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا معیار شناخت یہ ہے کہ ان کے اعمال و اقوال سے لوگوں کی اصلاح ہوتی جائے۔ مگر اہل کو ہدایت ملے۔ صائبؒ ؎

بدلِ پاک نظر کن نہ بدستارِ سفید سطح بیں را نظر از بحر گہر بر نہ بست

نورِ حسّی کو غلیظ است و گراں ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں

ترجمہ (دیکھو) حسی نور جو نسبتاً کثیف اور بھاری ہے۔ وہ آنکھوں کی سیاہی میں (اس طرح) مخفی ہے (کہ نظر نہیں آسکتا)

چونکہ نورِ حس نے بینی ز چشم چوں نہ بینی نورِ آں دینی ز چشم

ترجمہ۔ جب تم (اس) حسی نور کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس دین والے (حق کے) نور کو آنکھ سے کیونکر دیکھ سکو؟

نورِ حس با ایں غلیظی مختفی ست چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست

لغات۔ مختفی۔ مخفی۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ خفی۔ پوشیدہ۔ ضیا۔ نور۔ روشنی۔ صفی۔ برگزیدہ انتخاب۔

ترجمہ۔ جب حسی نور اس کثافت کے باوجود (نظر سے) مخفی ہے۔ تو وہ نور (حق تعالےٰ) جو (ہر قسم کی کثافتوں سے) منزہ ہے کیوں نہ مخفی ہو۔

نوٹ۔ اوپر عالم سفلی یعنے دنیا کو خاک سے اور عالم غیب کو ہوا سے تشبیہ دی تھی۔ پھر اس کے بعد چند اور مناسب باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ اب اصل مقصود کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

ایں جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب

ترجمہ۔ اس جہان نے ایک تنکے کی طرح ہوائے عالم غیب کے دستِ (تصرف) میں (پڑکر) غیب کی عنایت سے عاجزی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔

مطلب۔ عالم غیب گویا ہوا ہے۔ اور عالم دنیا ایک تنکے کی مثل ہے۔ جس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہے۔ اور عالم غیب نے اپنے اثر سے اس تنکے کو عجز و سرافگندگی سکھا دی ہے۔ کہ وہ تصرفات باد سے سرتابی نہیں کرتا۔ امیر خسرو رح ؎

وراں محل کہ ز رواں قدرتش عالم میانِ صدمۂ صرصر خسے سکستہ است

گہ بحرش مے بردگاہیش بر گاہ خشکش مے کند گاہیش تر

ترجمہ۔ (یہ ہوا) کبھی اس (تنکے) کو دریا میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں۔ کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے کبھی تر۔

دستِ پنہاں و قلم بیں خط گزار اسپ در جولاں و ناپیدا سوار

ترجمہ (لکھنے والا) ہاتھ تو پوشیدہ ہے۔ اور قلم کو خط کھینچتا دیکھ لو۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے۔ اور سوار ظاہر نہیں (ہوتا)

مطلب۔ کوئی قلم کاتب کے ہاتھ کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔ اور کوئی گھوڑا سوار کے بغیر قواعد کے اندر تگ و دو نہیں کر سکتا۔ لیکن جب قلم لکھ رہا ہے۔ اور گھوڑا معتدل رفتار سے دوڑ رہا ہے۔ تو ظاہر ہے ان کا متصرف حقیقی موجود ہے۔ جو نظر سے پوشیدہ ہے۔ جامی رح ؎

بود نقشِ دلِ ہر ہوشمندے کہ باشد نقشہا را نقشبندے

گہ بلندش میکند گاہش پست　　گہ دُرُستش میکند گاہے شکست

ترجمہ۔ کبھی اس کو بلند کر دیتا ہے اور کبھی اس کو پست (کرتا ہے) کبھی اس کو صحیح و سالم بنا دیتا ہے اور کبھی توڑ ڈالتا ہے۔

گہ بمینش مے برد گاہے یسار　　گہ گلستانش کند گاہش خار

ترجمہ۔ کبھی اس کو دائیں جانب لے جاتا ہے کبھی بائیں جانب۔ کبھی اس کو باغ بنا دیتا ہے کبھی کانٹا۔

تیر بیناں بین و ناپیدا کماں　　جانہا پیدا و پنہاں جانِ جاں

ترجمہ۔ تیروں کو ہر طرف اڑتے دیکھ لو۔ اور کمان نظر نہیں آتی۔ جانیں ظاہر ہیں۔ اور جانوں کی جان (یعنے ان کا خالق) پوشیدہ ہے

مطلب۔ چونکہ دنیا کے تمام افعال و آثار مشیت حق وقوع پاتے ہیں۔ لہذا آگے فرماتے ہیں۔ کہ جو حالت بھی پیش آئے۔ خواہ راحت کی ہو یا تکلیف کی۔ اس کے لئے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ منجانب اللہ ہوتی ہے۔ سعدی ؎

گر گزندت رسد ز خلق مریخ　　کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خداداں خلافِ دشمن و دوست　　کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی ست　　نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست

لغات۔ شہی۔ شاہی۔ سلطانی۔ پرتابی۔ اُچکل پچو۔ اناڑی پن کا تیر۔ شست۔ تیر کمانشانہ باندھنا۔ آگہی۔ علم۔

ترجمہ (اس) تیر کو مت توڑو۔ کہ یہ بادشاہی تیر ہے۔ اُچکل پچو نہیں ہے۔ (بلکہ) علم کی نشانہ بازی سے ہے۔

مطلب۔ مقدر میں جو حالات پیش آئیں۔ ان پر گھبرانا ناراض ہونا نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کو خدا کی طرف سے سمجھ کر صابر و شاکر رہنا چاہیئے۔ نظامی رح ؎

بر بنگو نہ کارِ خدائی بود　　خصومت خدا آزمائی بود

نشاید زدن تیغ بر آفتاب　　نہ البرز را کرد باید خراب

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق　　کارِ حق بر کارہا دارد سبق

ترجمہ۔ حق تعالےٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے کہ (یہ مشت خاک) آپ نے نہیں پھینکی (بلکہ اللہ نے پھینکی ہے) حق تعالےٰ کے کام سب (کے) کاموں

پر سبقت رکھتے ہیں۔

مطلب ۔ یہ آیت جنگ بدر کے اس واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنے ابھی ساری فوج اعدا شکست پا جائے گی۔ اور سب لوگ بھاگ نکلیں گے۔ مشت خاک کا پھینکنا تھا۔ کہ تمام کافروں کی آنکھوں کی وہ حالت ہوگئی۔ جو سخت آندھی میں گرد و غبار سے ہو جاتی ہے۔ اور ان کے شکست یاب ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ غیبی سبب بھی تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ اور اے پیغمبر! جب تم نے مٹی کی مٹھی پھینکی۔ تو یہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

پس جس طرح تیر اندازی یا خاک اندازی کا فعل جو بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا تھا۔ در حقیقت خدا کا فعل تھا۔ اسی طرح دنیا جہان کے تمام افعال بمشیت حق وقوع پاتے ہیں۔ تم کو سب پر صابر و شاکر رہنا چاہیے۔ سعدی رح ؎

اگر تو دیدہ وری نیک و بد ز حق بینی　　دو بینی از قبل چشم اجل افتادست

چشم خود بشکن تو مشکن تیر را　　چشم خشمت خون نماید شیر را

لغات ۔ بعض نسخوں میں پہلے مصرعہ میں چشم بجیم فارسی کی بجائے خشم بخاء معجمہ یعنے غصہ درج ہے دونوں طرح ترجمہ ہو سکتا ہے۔

ترجمہ (۱) اپنی (غلط بیں) آنکھ کو توڑ ڈالو (جو خالق کے فعل کو مخلوق کا فعل دکھاتی ہے) تیر (خدائی) کو نہ توڑو (یہ) تمہاری ناراضگی کی آنکھ (ہے۔ جو) دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔

(۲) اپنے غصے ہی کو توڑ ڈالو۔ جو تمہاری آنکھ کو غلط بیں بنا رہا ہے۔ تیر (خدائی) کو نہ توڑو۔ الخ

مطلب کسی گزند کے پہنچنے پر جو غصہ آتا ہے۔ تو گزند پہنچانے والے انسان پر ہی آتا ہے۔ حالانکہ یہ گزند رسانی مقدر تبقدیر الٰہی تھی۔ اس لئے یہ خدائی فعل تھا پس غصے نے فعل کو خالق کی بجائے مخلوق سے منسوب کرا دیا۔ لہذا اپنی غلط بیں آنکھ کو ہی توڑ ڈالنا چاہیے۔ یا غصے کو فنا کر دینا چاہیے۔ جو آنکھ کو غلط بیں بنا رہا ہے کما قال رح ؎

خشم و شہوت مرد را احول کند　　از استقامت روح را معدل کند

بوسہ دہ بر تیر و پیش شاہ بر　　تیر خون آلودہ از خون تو تر

ترجمہ (تیر قضا کھا کر اس) تیر کو بوسہ دو اور (اس کو) بادشاہ کے پاس لے جاؤ۔ جس نے اس کو پھینکا تھا۔ وہ) تیر خون آلودہ تمہارے خون سے تر ہو۔ امیر خسرو رح ؎

ز خون دل وضو سازم نمی سجدہ بجز ابروے　　بود عشاق را آرے بسے زنگونہ محرابے

آنچہ پیدا عاجز و پست و زبوں وانچہ ناپیدا چناں تند و حروں

لغات ۔ زبوں ۔ عاجز ۔ کمزور ۔ ناتواں ۔ حروں ۔ سرکش ۔ منہ زور ۔

ترجمہ ۔ (غرض) جو (عالم) ظاہر ہے ۔ وہ بالکل عاجز اور پست اور کمزور ہے ۔ اور جو (عالم) غیر ظاہر ہے ۔ وہ ایسا تند و زور آور ہے (کہ عالم شہادت میں متصرف ہے)

مطلب ۔ عالم دنیا کے ظہور و بروز کے شیفتہ ہو کر اسی کے لئے ساعی و کوشاں نہ رہنا چاہئے ۔ بلکہ عالم غیب کی طرف اپنی توجہات منعطف رکھو ۔ جو اگرچہ مخفی ہے ۔ مگر یہ تمام کرشمے اسی کی قوت کے ہیں ۔ آگے جوش عشق میں فرماتے ہیں ۔

ماشکاریم ایں چنیں دامے کراست گوئے چوگانیم چوگانی کجاست

ترجمہ (ارے !) ہم تو شکار ہیں (تم یہ دیکھو کہ) ایسا جال (جس نے ہم کو مقید کر رکھا ہے) کس کا ہے ۔ ہم ایک بلے کی گیند ہیں (تم یہ سراغ لگاؤ کہ) بلے والا کہاں ہے

حافظ رح ؎

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد ؟ کہ بود ساقی ؟ و ایں بادہ از کجا آورد ؟

صائب رح ؎

ہیچ جویندہ ندانست کہ جائے تو کجاست آخر اے خانہ برانداز سرائے تو کجاست

میدرو میدوز دایں خیاط کو میدمد میسوزد ایں نفاط کو

لغات ۔ خیاط ۔ درزی ۔ نفاط آتشباز ۔ صنائع ۔ شعر مصنّع ہے ۔

ترجمہ یہ (قدرت کا) درزی جو (ہر وقت) ہوا پھینکتے (اور) سینے میں لگا ہوا ہے ۔ کون ہے یہ آتشباز جو (ہر وقت) پھونکتا جلاتا (رہتا) ہے ۔ کون ہے ۔ صائب رح ؎

نیست ازاں گوہر نایاب کسے را خبرے چشم غواص تہی تر ز حباب ست اینجا

ساعتے کافر کند صدیق را ساعتے زاہد کند زندیق را

لغات ۔ کافر حق کا منکر ۔ صدیق ۔ نہایت راستباز ۔ مومنین کا سب سے بڑا درجہ ۔ جس سے اوپر نبوت کا درجہ ہے ۔ زاہد ۔ خدا کی رضا کے لئے ہر چیز سے دست بردار ہو جانے والا ۔ زندیق خدا کا منکر ۔

ترجمہ (اس کی بے نیازی کا کرشمہ یہ ہے کہ) کبھی وہ (سب سے بڑے مومن یعنے صدیق کو کافر بنا دیتا ہے (اور اس کی عنایات بے پایان کا یہ عالم ہے کہ) کبھی وہ منکر حق کو (مومن اور مومن بھی وہ جو) خدا کے لئے سب کچھ چھوڑ دینے والا (ہو) بنا دیتا ہے ۔ امیر خسرو رح ؎

بہ بے نیازی او کعبہ چوں خجالت ست در آفرینش او کہ چوں ملیبار ست

جامی رح ؎

ہر خشتے از کنشت شود کعبہ دگر گر پرتو جمال تو افتد بسومنات

نوٹ۔ خدا کی شیون مختلفہ کے ذکر میں اس کی بے نیازی کی طرف اشارہ واقع ہوا تھا۔ اب آگے اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام تا زخود خالص نگردد او تمام

لغات مخلص بکسر لام۔ عمل کو اغراض سے خالص رکھنے والا۔ خالص نیت سے عمل کرنے والا۔

ترکیب۔ یہ شرطیہ ہے۔ اور اس کا معلول مقدر ہے۔ جو بیان ماسبق سے بطور نتیجہ ماخوذ ہے۔ یعنے "پس باید کہ از بے نیازی او خائف باشیم"۔

ترجمہ (پس اس کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے) کیونکہ اہل اخلاص جب تک کہ وہ (شائبہ) خودی سے بالکل پاک (ہو کر فانی فی اللہ) نہ ہو جائیں۔ ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں۔

مطلب۔ عن عبد اللہ ابن عمر وقال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علے طاعتک رواہ مسلم۔ یعنے صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمام بنی آدم کے دل ایک دل کی طرح حق تعالیٰ کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اے خدا جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر پھیر دے (مشکوٰۃ) اس طرح ہر مومن مخلص کو خدا کی بے نیازی سے خائف و ترساں رہنا چاہیے۔ کہ نہ جانے وہ ہمارے دل کو کس طرف پھیر دے۔ اور خاتمہ کس حالت پر ہو۔ حافظ رح ؎

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است — کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود

سعدی رح ؎

تن کارگر مے بلرزد ز تعب — مبادا کہ نخلش نیارد رطب

جامی رح ؎ کیے را پائے بلغزش دخواندی — کیے را بال و پر دادی و راندی

ندانم تا سنِ مسکیں کدا مم؟ — ز مقبولاں و محرومان چہ نامم؟

زانکہ در راہ ست و رہزن بیشمار آں رہ کو در امانِ ایزد ست

ترجمہ۔ اس لئے کہ وہ ابھی راہ (سلوک) پر (چل رہا) ہے اور (اس راستے میں) رہزن بہت ہیں (ان رہزنوں سے) وہی بچ نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔

مطلب۔ طالب کمال جب تک منازل سلوک کے طے کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ تو اس کو شیطان کے مکر و فریب کا بہت اندیشہ ہے۔ جو اس راستے کا رہزن ہے۔ حافظ رح ؎

دور ست سرِ آب، دریں بادیہ ہشدار
تا غول بیابان نفریبد بسرابت

اور جس طرح ایک مسافر منزل مقصود پر پہنچ کر رہزنوں کی دستبرد سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عارف کامل منازل سلوک طے کر چکنے اور مرتبہ کمال پر فائز ہو جانے کے بعد شیطان کے مکر و فریب سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ انہی حضرات کے بارے میں مولانا نے اوپر فرمایا ہے "تاز خود خالص نگردد او تمام" یعنی جو لوگ اپنی خودی سے پاک اور اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔ ان پر شیطان کا تصرف نہیں چل سکتا۔ چنانچہ خود شیطان معترف ہو چکا ہے۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ شیطان نے کہا اے میرے پروردگار جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں بھی دنیا کے اندر (ساز و سامان زندگی) ان لوگوں کو آراستہ کر دکھاؤں گا۔ اور ان سب کو بہکاؤں گا۔ مگر ان میں سے تیرے مخلص بندے (کہ میرے بہکانے میں نہیں آئیں گے)۔ سورہ حجر ع ۳ آگے اسی طالب کا ذکر ہے۔ جو ابھی مدارج کمال پر فائز نہیں ہوا۔ بلکہ مصروف سعی ہے۔

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست مرغ را نگرفتہ است و مقنص ست

لغات۔ خالص۔ مصفا۔ مخلص۔ لام کے فتحہ سے صاف کیا ہوا۔ یہاں یہ صیغہ بمعنے حال استعمال ہوا ہے۔ مقنص۔ شکار کرنے والا۔

ترجمہ (اس کے دل کا) آئینہ (اب تک) صاف نہیں ہوا (بلکہ) وہ (ابھی) صاف ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی مرغ (مراد) کو پکڑا نہیں اور اس کو شکار (کرنے) کی کوشش کر رہا ہے۔

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست در مقام امن رفت و برد دست

ترجمہ۔ جب تصفیہ (باطن کی کوشش) کرنے والا مصفا ہو گیا۔ تو (رہزن شیطان کے خطرہ سے) بچ گیا۔ (منزل کمال کے) مقام امن میں جا پہنچا اور بازی جیت گیا۔

ہیچ آئینہ دگر آہن نشد ہیچ نانے گندم خرمن نشد

ترجمہ (اب اس کو مقبول ہونے کے بعد رد ہونے کا خوف نہیں رہتا جیسے) کوئی آئینہ (صیقل ہو چکنے کے بعد) دوبارہ (مثل سابق بے نور) لوہا نہیں ہوتا۔ (اور) کوئی روٹی (دوبارہ) خرمن کے گیہوں کی شکل اختیار نہیں کر سکتی۔

مطلب۔ مخلص (بفتح لام) کو پھر خوف بازگشت اور اندیشہ تنزل نہیں ہوتا۔ اس میں صوفیہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ یعنے جو شخص فنافی اللہ کے درجے پر فائز ہو چکا۔ وہ کبھی مردود نہیں ہوتا۔ اور شیطان کے مردود و مطرود ہونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ ابھی فائز بدرجہ کمال نہیں ہوا تھا۔ اور نہ وہ مجذوب من الحق تھا۔ بلکہ ابھی سالک ہی تھا۔ جو معرض خطرات و آفات ہوتا ہے۔ اگر اس درجہ پر پہنچا ہوتا۔ تو کبھی حکم حق سے سرتابی نہ کرتا اور نہ راندۂ درگاہ ہوتا۔ آئینہ اور نان خرمن کی مثالیں ہیں۔ کہ یہ چیزیں اپنے مدارج کمال کو طے کرنے کے بعد تنزل نہیں کرتیں۔ اسی طرح آگے ارشاد ہے:۔

هیچ انگورے دگر غورہ نشد هیچ میوہ پختہ باکورہ نشد

لغات - غورہ - کچا انگور جس میں ابھی ترشی ہو - باکورہ جب ایک درخت کو بہت سے پھل لگے ہوں - تو ان میں سے جو پھل سب سے پہلے پکتا ہے - وہ باکورہ کہلاتا ہے - گرہیاں - کچا مراد ہے -

ترجمہ - کوئی انگور (پک چکنے کے بعد) دوبارہ کچا (انگور) نہیں بن سکتا - کوئی میوہ دوبارہ خام نہیں ہوتا -

پختہ گردد از تغیر دور شو رو چو برہان محقق نور شو

لغات - برہان دلیل - یہاں مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں - جو مولانا رحمہ کے والد حضرت بہاء الدین کے ایک خلیفہ ہیں - پہلے مولانا رحمہ نے انہی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی - مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تر تھی - اور وہ تربیت پوری نہ کر سکے - اس لئے مولانا نے پھر حضرت شمس تبریزی سے رجوع کیا مفصل حال شرح ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے -

ترجمہ (اگر تم بھی کمال لازوال کے خواہاں ہو - تو) پختہ ہو جاؤ - اور (پھر) تغیر (خامی) سے دور ہو جاؤ گے - جاؤ (پھر) حضرت برہان الدین محقق کی طرح (سراپائے) نور بن جاؤ گے (جس پر دوبارہ ظلمت کی دسترس نہیں ہو سکتی)

چوں ز خود رستی ہمہ برہان شدی چونکہ گفتی بندہ ام سلطان شدی

ترجمہ - جب تم اپنی خودی سے چھوٹ جاؤ گے - تو بالکل برہان الدین (ثانی) بن جاؤ گے جب تم (کمال عبودیت پر فائز ہونے کے بعد) کہو گے کہ میں بندہ ہوں - تو (اس وقت) تم (اقلیم ولایت کے) سلطان ہو گے ؎

داغ غلامیت کر دپایۂ خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

ور عیاں خواہی صلاح الدین نمود دیدہا را کرد بینا و کشود

لغات - صلاح الدین مولانا رحمہ کے پیر بھائی تھے - جن کا ذکر شرح ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے -

ترجمہ - اگر علانیہ (اس کا ثبوت) چاہتے ہو - (تو) شیخ صلاح الدین (زرکوب) نے دکھا دیا ہے - اور آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا -

فقر را از چشم و از سیمائے او دید ہر چشمے کہ دید از نور ہو

لغات - سیما علامت - نشانی مجازاً آنکھ پیشانی - ہو - وہ - عربی میں اسم ضمیر واحد غائب ہے - اور اسم ذات حق تعالیٰ ہے - بلکہ بعض نے اسی کو اسم اعظم سمجھا ہے -

ترجمہ - جس آنکھ نے نور حق سے نظر کی ہے - اس نے درویشی کو ان کی (یعنے حضرت

صلاح الدین کی) آنکھ اور پیشانی سے مشاہدہ کرلیا۔

مطلب ۔ جو آنکھ ناظر بنور حق ہے ۔ وہ شیخ صلاح الدین رض کی چشم و پیشانی میں صورت عرفان کا مشاہدہ کرسکتی ہے ۔ یعنے اس کو بذریعہ تکلم تعلیم پانے کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ ان کی زیارت ہی طالبین کے لئے ذریعہ ہدایت ہوجاتی ہے ۔ طالب ان کے دیدار کی بدولت ہی عارف بن جاتے ہیں ۔ اور یہ کمال ان کی آنکھوں میں ہے ۔ کہ نظر ہی نظر میں کچھ سکھا دیتے ہیں ۔ صائبؒ ؎

زبان و گوش چہ حاجت چو ہست بینائی ۔۔۔ کہ با نگاہ بود گفتن و شنیدن چشم

آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں ۔

شیخ فعّال ست بے آلت چو حق ۔۔۔ با مریداں دادہ بے گفتے سبق

لغات ۔ فعّال ۔ موثر ۔ متصرف آلت آلہ ۔ آلۂ عمل ۔ اعضا و جوارح ۔ گفتے ۔ کوئی کلام ۔ گفتگو ۔

ترجمہ ۔ شیخ (زبان گوش یعنے) آلہ (کلام و سماعت) کے (استعمال کے) بغیر تعلیمی) اثر ڈال سکتا ہے ۔ جیسے حق تعالےٰ (بلا آلات و وسائط مؤثر و متصرف ہے) وہ مریدوں کو بلا تکلم سبق دیتا ہے ۔ حافظ رح ؎

بیا کہ چارۂ ذوق حضور و نظم امور ۔۔۔ بفیض بخشی اہل نظر توانی کرد

دل بدست او چو موم نرم رام ۔۔۔ مُہر او گہ ننگ سازد گاہ نام

لغات ۔ رام ۔ تابع ۔ سحر ۔ ننگ ۔ عار ۔ موجب شرم ناگوار ۔ ناپسند ۔ مراد قبض ۔ نام ۔ عزت ۔ شہرت ۔ گوارا ۔ پسندیدہ مراد لبط ۔

ترجمہ (مرید کا) دل اس کے دست تصرف میں نرم موم کی طرح مسخر ہے ۔ اس (پیر) کی مہر کبھی اس پر قبض (کا ناگوار نقش) بناتی ہے کبھی لبط (کا پسندیدہ نقش)

مُہرِ مُوش حاکیِ انگشتری ست ۔۔۔ باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست؟

لغات ۔ حاکی حالت بیان کرنے والا ۔ ناقل یعکس ۔

ترجمہ (ہاں تو) موم کا نقش انگوٹھی (کے نقش) کا عکس ہے ۔ پھر (یہ بتاؤ کہ) وہ انگوٹھی کا نقش کس کا عکس ہے ؟ (آگے اس سوال کا خود جواب فرماتے ہیں)

حاکیِ اندیشۂ آں زرگرست ۔۔۔ سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگرست

ترجمہ (وہ نقش نگیں انگوٹھی بنانے والے) زرگر کے تخیل کا عکس ہے ۔ (غرض یہ عکوس) سلسلہ (وار چلے گئے ہیں جس کی) ایک ایک کڑی دوسری میں (پیوستہ) ہے

مطلب ۔ مرید کے دل پر پیر کے تصرفات کا اثر پڑتا ہے ۔ اور پیر کے تصرفات منجانب اللہ ہیں

آگے اس کی مزید توضیح کے لئے پھر متصرف حقیقی کی طرف تجسسانہ نظر کرتے ہیں۔ جیسے پہلے کہا تھا ع "مے درد مے دوز دایں خیاط کیست؟"

ایں صدا در کوہِ دلہا بانگِ کیست؟ گہ پرست از بانگِ ایں کہ گہ تہی ست

ترجمہ۔ دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز سے ہے؟ کہ اس آواز سے کبھی یہ پہاڑ پُر ہیں اور کبھی خالی۔

ہر کجا ہست آں حکیم و اوستاد بانگِ اُو زیں کوہِ دل خالی مباد

ترکیب۔ پہلے مصرعہ کی ترکیب بظاہر اشتباہ انگیز ہے۔ جس کا ذکر آگے نوٹ میں کیا جائے گا۔ در اصل ہر کجا ست کا مبتدا ضمیر ستتر ہے۔ جو ایں صدا کی طرف راجع ہے۔ اور آں اسم اشارہ کا مشار الیہ قلب ہے جس کا ذکر شعر سابق میں آچکا ہے پس تقدیر کلام یوں ہے۔ ایں صدا ہر کجا (اے ہر قلبے) کہ ہست آں قلب حکیم و استاد ست۔

ترجمہ۔ (یہ صدائے آواز غیب) جہاں بھی ہو (یعنے جس دل میں بھی ہو) وہ (دل) حکیم و استاد (ہے) اس (تعالےٰ شانہٗ) کی آواز اس کوہ دل سے بند نہ ہو (تو اچھا ہے)۔

مطلب۔ جس بزرگ کا دل فیوض غیب کا مہبط ہو۔ وہ شیخ کامل و مکمل ہے۔ دعا کرنی چاہئے۔ کہ ان کے دل پر اسی طرح نزول برکات و انوار ہوتا رہے۔ تاکہ خلق اللہ ان سے مستفیض ہو۔

نوٹ۔ بعض شارحین نے اس ترکیب کی بنا پر جو بادی النظر میں سمجھ میں آتی ہے۔ یوں ترجمہ کیا ہے "وہ حکیم علے الاطلاق اور استاد حقیقی جہاں بھی ہو۔ اس کی آواز کوہ قلب سے بند نہ ہو" مگر اس تقدیر پر "ہر کجا" کا لفظ ذات لامکانی کے لئے خلاف ادب ہے۔

ہست کہ کاوا مثنےٰ میکند ہست کہ کاوا صد تا میکند

لغات۔ کاوا "کہ آواز" کا مخفف ہے۔ مثنےٰ دوہری۔ دوچند۔ صد تا۔ صد چند۔

ترجمہ۔ بعض پہاڑ ایسے ہیں کہ آواز (سے صرف ایک گونج اٹھا کر اس) کو (صرف) دوہرا کر دیتے ہیں بعض پہاڑ ایسے ہیں جو آواز (سے گونج پر گونج اٹھا کر اس کو سوگنا بنا دیتے ہیں)

مطلب۔ شیوخ کاملین کی حالتیں بلحاظ افاضہ مختلف ہیں۔ بعض سے نہایت کم تاثیر ہوتی ہے۔ بعض سے بہت زیادہ۔

مے رہاند کوہ ازاں آواز و قال صد ہزاراں چشمۂ آب زلال

لغات۔ مے رہاند۔ برمے آرد۔ بجوش مے آرد۔ مے انگیزد۔ قال۔ مخفف مقال۔

ترجمہ (پھر) اس (غیبی) آواز و کلام سے (شیخ کا) کوہ قلب (تلقین و تعلم کے) لاکھوں چشمے آبِ شیریں بہا دیتا ہے۔ جامی ؒ ؎

فیضے کہ بدل میرسد از سدرہ و طوبیٰ در سایۂ سرو قد دلجوے تو یابم

چوں زکوہ آں لطف بیروں میشود آبہائے چشمہا خوں میشود

ترجمہ۔ جب کوہ (قلوب) سے وہ لطف (غیب) زائل ہو جاتا ہے۔ تو (ان) چشموں کا پانی خون بن جاتا ہے۔

مطلب۔ اگر کسی قلب پر ان فیوض باطنیہ کا القا بند ہو جاتا ہے۔ تو وہی معارف الٰہیہ خیالات کفریہ سے بدل جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ یہاں کوہ قلب کا ذکر تھا۔ آگے ایک بیچ بیچ کے پہاڑ کا ذکر فرماتے ہیں۔

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعل بود کہ سراسر طورِ سینا لعل بود

لغات۔ ہمایوں فعل۔ مبارک قدم۔ طور سینا ایک پہاڑ کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے۔ اور اس پر موسیٰ علیہ السلام کی درخواست سے اللہ تعالےٰ نے تجلی فرمائی تھی۔

ترجمہ (یہ) اس شہنشاہ مبارک قدم (یعنے موسےٰ علیہ السلام) ہی کا تو کرشمہ تھا۔ کہ (ان کی بدولت) کوہ طور سینا (تجلی حق کی تابش سے) لال گلال ہو گیا۔

مطلب۔ اس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ جب موسےٰ ہمارے (موعودہ) وقت کے مطابق (کوہ طور پر) آئے۔ اور ان کے پروردگار نے ان سے بات چیت کی۔ تو موسےٰ نے کہا۔ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا دیدار کر لینے دے۔ فرمایا تو میرا دیدار ہرگز نہ کر سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کو دیکھ۔ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا۔ تو پھر تو بھی میرا دیدار کر سکے گا۔ پس جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ تو اس کو چکنا چور کر دیا۔ اور موسےٰ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے۔ تو کہا (اے میرے پروردگار) تو پاک ہے میں تیری درگاہ میں ایسی درخواست کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں سب سے پہلے (تجھ پر بلا دیکھے) یقین لاتا ہوں (اعراف ع ۱۵)

امیر خسروؒ ؎ تو رخ نمودی و مشتاق را وجود نماند کہ پیش چشمہ خورشید دیر شبنم نیست

جاں بدیرفت و خرد اجزاے کوہ ماکم از سنگیم آخر اے گروہ؟

ترجمہ۔ افسوس کہ پہاڑ کے اجزا تو جان اور عقل قبول کر لیں۔ حضرات! کیا آخر ہم پتھروں سے بھی ناکارہ ہو گئے؟ (کہ ہم پر آثار فیضان نمودار نہیں ہوتے)۔

گر نہیں رکھتا ہے انساں عقل و دیں — اس کی قدر اک اینٹ سے بڑھ کر نہیں
دیکھ خود قرآں میں رب ذوالجلال — دے رہا ہے اس کی پتھر سے مثال
"بازمد" جب تم نے عصیاں پر کمر — ہو گئے پھر دل تمہارے سخت تر
سخت بھی ایسے کہ جوں پتھر ہیں سخت — بلکہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں سخت
پس جو پتھر سے بھی ناکارہ ہوا — دشت بدبختی میں آوارہ ہوا

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود — نے بدن از سبز پوشاں میشود

ترجمہ - نہ (ہماری) روح سے کوئی چشمہ معرفت جوش زن ہوتا ہے۔ نہ (ہمارا) بدن ہی سبز پوش ہوتا ہے۔

مطلب - پہاڑ سے جب کوئی چشمہ پھوٹتا ہے۔ یا تو وہ اپنے ماحول کو سرسبز و شاداب کر کے خطۂ گلزار بنا دیتا ہے۔ یا اگر اس کا دائرہ فیض اور بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ تو وہ پہاڑی نالہ کی صورت میں دُور دُور کے خطوں کو بھی سیراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح اہل معرفت یا تو خود اپنے آپ کو زینت کمال سے مزین کر لیتے ہیں۔ یا اگر زیادہ صاحب استعداد ہوتے ہیں۔ تو ان سے دوسرے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں۔ جامی رح ؎

نے لائق تشریفیم و نے درخور بیداد — یارب من بیدل بہماں بہرچہ کارم

سعدی رح ؎

اگر نفع کس در نہاد تو نیست — چنیں جوہر و سنگ خارا یکے ست
غلط گفتہ اے یار شائستہ خوے — کہ نفع ست در آہن و سنگ و روے
چنیں آدمی مردہ بہ ننگ را — کہ بروے فضیلت بود سنگ را

نے صدائے بانگ مشتاقی درو — نے صفائے جرعۂ ساقی درو

لغات - مشتاقی میں یا معروف مصدری ہے۔ اشتیاق۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ مراد۔ کیفیت وماثر

ترجمہ - نہ اس میں آواز اشتیاق کی کوئی گونج ہے۔ نہ ساقی کے (پلائے ہوئے شراب کے) گھونٹ کی اس میں کوئی کیفیت ہے۔

مطلب - نہ تو ہم میں خود بخود کوئی ولولہ عشق پیدا ہوتا ہے۔ نہ ہم پر شیخ کامل کے آثار فیوض نمایاں ہوتے ہیں۔ عراقی رح ؎

تنگ آمدم از وجود خود تنگ — اے موت بسوے من کن آہنگ

کو حمیت تا ز تیشہ ور کند — اینچنیں کہ را بکلی بر کند

لغات - تیشہ۔ کلہاڑا۔ کدال۔ کلند۔ پہاڑ۔ بکلی۔ بالکل۔

ترجمہ - حمیت (وغیرت) کہاں (گئی) تاکہ اس (قسم کی سنگدلی کے) پہاڑ کو (مجاہدات کے)

کدال اور پھاوڑے کے ساتھ جڑ سے اکھیڑ ڈالیں۔ صائبؒ ؎

درخراشِ دل خود باش کہ بے کوشش نہ سحی — لعل بیروں ندہد کانِ بدخشاں ہرگز

بوکہ براجزائے او تابد مہے — بوکہ در روئے تاب خور یابد رہے

ترجمہ۔ شاید (مجاہدات کی بدولت) اس پر (معرفت کا) چاند درخشاں ہو جائے۔ یا شاید (قسمت کچھ اور زیادہ یاور ہو تو) اس میں (معرفت کے) آفتاب کی روشنی پہنچ جائے۔

مطلب۔ چاند سے نورِ معرفت قلیل اور آفتاب سے نورِ معرفت کثیر کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے پہلی صورت کی نسبت دوسری صورت میں زیادہ ترقی مقصود ہے۔ علاوہ ازیں پہلی صورت میں راہ عرفان کے صرف اس کے اوپر پرتو ڈالنے کا ذکر ہے۔ اور دوسری صورت میں آفتاب عرفان کی نہ صرف اس کے اوپر نور پاشی مضمر ہے۔ بلکہ اس کے ہر رگ و ریشہ میں اس کے نور کا سرایت کر جانا مقصود ہے۔ وہذا اعلیٰ وارفع من ذاک۔

چوں قیامت کوہسارا برکند — پس قیامت ایں کرم کے میکند

ترجمہ۔ چونکہ قیامت (کبریٰ) بھی پہاڑوں کو اکھاڑ ڈالے گی (اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اس قیامت کو قیامت فنا کے برابر سمجھنے لگے۔ گر ہم پوچھتے ہیں کہ) پھر قیامت (کبریٰ) یہ فیض رسانی کب کر سکتی ہے (جو قیامت فنا کرتی ہے کہ اس سے نورِ عرفان فائض ہو جاتا ہے)۔

ایں قیامت نسبتِ آں قیامتے کم ست — آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست

ترجمہ۔ یہ قیامت (فنا اپنے عجائبات کے لحاظ سے) اس قیامت (کبریٰ) سے کونسی کم ہے (بلکہ بلحاظ افادہ اس سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ) وہ قیامت (کبریٰ) اگر زخم (ہے تو) یہ قیامت (فنا اس کا) مرہم ہے۔

مطلب۔ قیامت کبریٰ کے زخم سے تشبیہ اس لحاظ سے دی ہے۔ کہ وہ زندوں کو ہلاک کر دے گی نیز اس سے ممکنات متکثیہ نمایاں ہو جائیں گے۔ اور قیامت فنا کو مرہم ایں اعتبار کہا ہے۔ کہ وہ قریب بہلاکت لوگوں کو زندہ بلکہ زندہ جاوید کرتی ہے۔ نیز ممکنات سیئہ کا ازالہ کرتی ہے۔ جامی رح ؎

در بحر کہ پا سے تو آنجس کہ شد فنا — چوں خضر بروہ راہ سر چشمۂ حیات

ہر کہ دید آں مرہم از زخم ایں ست — ہر بدے کیں حسن دید او محسن ست

ترجمہ۔ جس نے وہ مرہم پایا۔ وہ زخم سے محفوظ ہے جس برے آدمی نے بھی یہ حسن و اعمال حاصل کر لیا۔ وہ نیکوکار بن گیا۔

مطلب - درجہ فنا حاصل کرنے والا زندہ جاوید ہے۔ اس پر عدم طاری نہ ہوگا۔ جامی رح ؎

خوش آنکہ چو ہست شد دریں عشق مجاز — دیگر بوجود خویشتن نا یہ باز
زاں پس چو وجود یافت زاں مایۂ ناز — جاوید برود بر عدم گشت فراز

اے خنک زشتے کہ خوش شد ہمچو ریف — وائے گلروئے کہ خشتش شد خریف

لغات - خنک ٹھنڈا، مبارک - زشت بدصورت - حریف - مقابل - ہم راہ - جفت ساتھی - رفیق ہاہ خریف - موسم خزاں - مراد زوال و تنزل -

ترجمہ اے (مخاطب) مزے میں ہے وہ بدصورت جس کا شریک صحبت خوبصورت ہو (اور) افسوس ہے اس پھول کی سی شکل والے پر جس کی رفاقت میں خزاں ہو۔

مطلب - فنا وہ جمال روحانی ہے۔ جو ایک بدکار کو بھی مقبول کردگار بنا دیتا ہے ؎

خوش آں مرداں کہ از خود رستگانند — بکنج بیخودی بنشستہ گانند
بیا جامی ز بود خود بپرہیز — ز پندار وجود خود بپرہیز
بود نور جمال شاہد غیب — تبا بد چوں کلیم اللہ از جیب

بخلاف اس کے خودی وہ بد بلا ہے کہ انسان ہزار با کمال ہو۔ اس کو کہیں کا نہیں چھوڑتی حافظ رہ ؎

تا علم و فضل بینی بے معرفت نشینی — یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

اب زشت کے حسن کے ساتھ مقترن ہونے کی برکت چند مثالوں سے بیان فرماتے ہیں -

نان مردہ چوں حریف جاں شود — زندہ گردد نان و عین آں شود

ترجمہ (دیکھو) بے جان روٹی جب (روٹی کھانے والے کی) جان کے ساتھ مصاحب ہو جاتی ہے۔ تو وہ زندہ (جسم کا جز) بن جاتی ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

ہیزم تیرہ حریف نار شد — تیرگی رفت و ہمہ انوار شد

ترجمہ - (ایک) بے نور لکڑی (جب) آگ کی مصاحب ہوئی - تو اسکی ظلمت جاتی رہی اور سراسر شعلہ آتش بن گئی -

در نمکسار اخر مردہ فتاد — آں خری و مردگی کیمو نہاد

ترجمہ - اگر ایک مردہ گدھا نمک کی کان میں جا پڑے - تو اس کا گدھا پن اور مردہ پن برطرف رہ جاتا ہے (حتےٰ کہ وہ نمک بن کر پاک اور قابل خوراک بن جاتا ہے)

ع - ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

صبغۃ اللہ ہشت رنگ خم ہو — پیسہا یکرنگ گردد اندرو

لغات ۔ صبغۃ اللہ ۔ اللہ کا رنگ ۔ یہ اس آیت سے اقتباس ہے ۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (ہم تو) اللہ کے رنگ میں (رنگے گئے) اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا (سورہ البقرہ ع ۱۶) ہو ۔ اسم ذات حق سبحانہ وتعالےٰ ۔ یعنی وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں ۔

ترجمہ ۔ ذات حق کے مشکے کا رنگ خدائی رنگ ہے ۔ جس میں پڑ کر (داغدار جسم والے لوگ بھی یکرنگ ہو جاتے ہیں ۔

مطلب ۔ اپنے آپ کو خدائی رنگ میں فنا کر دینا سب سے بڑا درجہ ہے ۔ اس سے تمام اختلافات کا جھگڑا مٹ جاتا ہے ۔ جامی رح ؎

بود سنے کیے صورت ہزاراں — مجو جمعیت از صورت شماراں
پریشانی بود ہر جا شمارست — وزاں رو در یکے کردن حصارست

صائب ؎

جمعے کہ بآں گلشن بیرنگ رسیدند — آسودہ ز نیرنگ خزانند وبہارند

وله ؎

چندازیں پردہ نیرنگ بصد رنگ شویم — پردہ بردار کہ تا جملہ ہم آہنگ شویم

چوں دراں خم افتد و گویش قم — از طرب گوید منم خم لا تلم

لغات قم ۔ صیغہ امر ہے قیام سے اٹھ کھڑا ہو ۔ لا تلم ۔ ملامت نہ کر فعل نہی از لوم ۔

ترجمہ ۔ جب (کوئی مرتبہ فنا پر فائز ہونے والا اس) خم (وحدت) میں جا پڑتا ہے ۔ اور تم اس سے کہتے ہو اٹھ کھڑا ہو (کہاں آن گرا) تو وہ بکمال سرور کہتا ہے ۔ میں تو (عین) خم (بن گیا) ہوں ۔ (اب اس سے نکلنا محال ہے اور اس عینیت کے عقیدہ پر) مجھ کو ملامت (بھی) نہ کرو ۔

مطلب ۔ جب کوئی مرتبہ فنا حاصل کر لیتا ہے ۔ تو اگر کوئی اہل ظاہر اس سے کہتا ہے میاں ! تم کن لحدانہ خیالات میں پھنس گئے ہو ۔ اس سے توبہ کرو ۔ تو وہ بڑے سرور سے جواب دیتا ہے ۔ بھائی میں تو اصطلاحی عینیت کی رو سے عین ذات ہو گیا ہوں ۔ مجھے مت چھیڑو ۔ اور چونکہ میں اب اس رنگ سے نکلنے سے قطعاً معذور ہوں ۔ اس لئے مجھے ملامت بھی نہ کرو ۔ امیر خسرو رح ؎

اگہ بے خاک درت دردیۂ من نوشیست — گر مثل جاں سیر و در ترکِ تو ام عقد و زیست

وله ؎

بادشاہ گو خوں بریز د شحنہ گو گردن بزن — ہر جا نے ترکِ جاناں مذہب احباب نیست

سعدی رح ؎

گر از مقابلہ تیر آید از عقب شیر — نہ عاشق ست کہ اندیشہ از خطر دارد

آں منم خم خود اَنَا الْحَقّ گفتنیست — رنگِ آتش دارد الّا آہنیست

لغات ۔ انا الحق ۔ حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف اشارہ ہے ۔ جو بحالت

سکر وحدت کے مذاق میں انہوں نے کہا۔ اور شرعی فیصلے کے موافق ان کی سزائے موت کا باعث ہوا۔ وہ ایک ولی کامل اور وجد وحال میں سرشار تھے۔ نہایت مرتاض اور صاحب کرامات تھے۔ حلاج کے معنے ہیں دُھنیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ کپاس کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ انگلی سے اشارہ کیا۔ تو بحکم حق ایک اشارے سے روئی الگ اور بنولے الگ تھے۔ اسوقت سے یہ لقب پڑگیا۔ چونکہ سکر کی حالت میں ان کی زبان سے اکثر ایسے کلمات نکلتے رہتے تھے۔ جو شریعت کے ظاہری ادب کے خلاف ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں مشائخ میں سخت اختلاف رہا۔ اکثر مشائخ ان کے مسلک کو اشتباہ و نفرت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اور کہتے تھے۔ وہ تصوف سے بے بہرہ ہے۔ مگر حضرت عبداللہ خفیف اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو بہت احترام سے یاد کیا ہے۔ بعض نے ان کو جادوگر سمجھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ اصحاب حلول سے تھے۔ چنانچہ بغداد میں بعض زنادقہ حلول و استحاد کے قائل ہوکر اپنے آپ کو حلاجی کہتے تھے۔ جن میں سے اکثر کا وہی حشر ہوا۔ جو مرتدین کا ہوتا ہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ حضرت حسین ابن منصور حلاج آدمی۔ اور حسین منصور الحمد وہ سرا شخص ہے۔ وہ بغدادی تھا۔ اور محمد ذکریا کا استاد اور ابوسعید عرابی کا رفیق کار تھا۔ وہ بیشک جادوگر تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت منصور حلاج اولیاء کے طبقہ اوتاد سے تھے۔ ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ متاخرین میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب آپ کے کمال کے معترف ہیں۔ نقل ہے۔ کہ جب تمام علمائے عصر نے فتوے دے دیا۔ کہ منصور واجب القتل ہے تو حضرت جنید بغدادی رح نے دستخط نہ کئے۔ اسوقت آپ تصوف و طریقت کے لباس میں تھے۔ فتوے خلیفہ بغداد کے سامنے پیش ہوا۔ تو اس نے کہا۔ حضرت جنید کے دستخط کیوں نہیں کرائے گئے۔ ان کے دستخط ضرور ہونے چاہئیں۔ تو مجبوراً حضرت جنید خانقاہ سے اُٹھ کر دارالافتاء میں گئے۔ علماء کا لباس زیب تن کرکے اس فتوے پر یہ کلمات اپنے دستخط سے تحریر کر دیئے۔ کہ نحن نحکم بالظاہر ہم بھی ظاہر پر حکم لگاتے ہیں (تذکرۃ الاولیاء) جب منصور کی سزائے موت کا فتوے مکمل ہوگیا۔ اور ان کو پابزنجیر ننگی تلواروں کے پہرے میں دار کی طرف لے چلے۔ تو وہ نہایت شاداں و فرحاں وجد و شوق کے اشعار پڑھتے چلے جاتے تھے۔ کما قیل ؎

منم آں سیمرغ جاں گشتہ کہ با تیغ و کفن بدر خانہ جلاد غزل خواں رفتم

گفتے میں یائے مجہول وحدت کے لئے ہے نہ کہ یائے معروف علیٰ ہذا آہنے میں۔

ترجمہ۔ (کیونکہ اس کا) یہ کہنا کہ میں خم ہوں گویا انا الحق کہنا ہے (مگر یہ ذاتاً حق تعالےٰ کا عین ہونے کا دعوےٰ نہیں بلکہ) اس میں آگ کا رنگ (آگیا) ہے۔ ورنہ وہ (فاتاً لوہے کا) لوہا ہے۔

مطلب۔ اگر منصور نے انا الحق کہدیا۔ تو کیا غضب کیا۔ کیونکہ اس کا مطلب بھی تو وہی ہے۔ جو ہم نے ابھی منم خم کا بیان کیا ہے۔ کہ خم کے رنگ میں رنگا جانے والا خم کے ساتھ متحد بالذات نہیں ہوتا۔ بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہا آگ میں رکھنے سے سرخ ہوجاتا ہے۔ تو بظاہر وہ آگ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے آثار بھی آگ کے سے ہیں۔ کہ جس چیز سے چھو جائے۔ اسکو جلا دیتا ہے۔ مگر ذاتاً وہ لوہا ہی ہے۔ پس اسی طرح جس کو فنا حاصل ہوگئی۔ اس کے اندر حق تعالےٰ کے

حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

فیوض و برکات کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ ورنہ اس کی ذات اور ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات اور وہ اس کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوًّا کبیرًا۔

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ شیخ منصور کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ جو شخص یہ جائز رکھتا ہے۔ کہ ایک درخت سے آواز آئے۔ کہ انّی انا اللہ حالانکہ درخت درمیان میں نہیں۔ وہ اس بات کو کیوں جائز نہیں سمجھتا۔ کہ حسین ابن منصور کی زبان سے صدائے انا الحق بلند ہو۔ اور حسین ابن منصور درمیان نہ ہو۔ دوسرے بھی خیال کرنا چاہئے۔ کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے تکلم فرمایا۔ اسی طرح حضرت حسین ابن منصور کی زبان سے بھی کلام فرمایا ہو (تذکرۃ الاولیا) آگے مولانا اسی مثال کی توضیح فرماتے ہیں۔

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش ست ۔۔۔ زانتشی میلافد و خامش وش ست

لغات۔ تو۔ فنا۔ میلافد شیخی بگھارتا ہے۔ دعوے کرتا ہے۔ وش بمعنے مثل و نظیر۔

ترجمہ۔ لوہے کا (سیاہ و تاریک) رنگ آگ کے رنگ میں فنا (ہوگیا) ہے۔ (اسلئے وہ زبان حال سے اپنے) آگ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور (زبان قال سے) گویا خاموش ہے۔

مطلب۔ لوہا جب آگ کے رنگ میں ڈوب جاتا ہے۔ تو اس کی حالت ہی اس کے آگ ہونے کا اظہار کرنے لگتی ہے۔ وہ خود زبان قال سے کوئی یہ دعوے نہیں کرتا۔ کہ میں آگ ہوں۔ کہ اس کو دروغگوئی سے منسوب کیا جاسکے۔ میلافد کے لفظ میں یہ لطیف رعایت ہے۔ کہ یہ اظہار بھی محض ادّعا ہوتا ہے۔ جو مجبوراً تقاضائے محویت صدور پاتا ہے۔ ورنہ حقیقۃً لوہا آگ نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ اپنا رنگ کھو چکا ہے۔ اس لئے اس وقت آگ کے رنگ کا مظہر اور اس کا مدعی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ کہ آپ میں تمام فضائل و کمالات موجود ہیں۔ چنانچہ زہد و تقوے کے نمونہ کہے ہیں۔ کرم باطنی میں بے عدیل ہیں۔ خاندان مصطفوی کے چشم و چراغ ہیں۔ مگر اتنی کسر باقی ہے۔ کہ آپ میں تکبر پایا جاتا ہے فرمایا میں متکبر نہیں ہوں۔ لیکن میرا خالق ذوالکبریا ہے۔ اور جب میں نے کبر و غرور کو اصلاً ترک کر دیا۔ تو اس کی کبریائی میری طرف آئی۔ اور میرے کبر کی جگہ مجھ میں سما گئی۔ (تذکرۃ الاولیا)۔ عراقی رح ؎

صدائے صوت توام گرچہ زار مینالم ۔۔۔ ہمیں خوشم کہ توبا ما کہ ام ہم آوازی

آگے بھی اسی مثال کی توضیح کا اعادہ ہے:۔

چوں بسرخی گشت ہمچوزرِ کاں ۔۔۔ پس انا ناد دست لافش بیزباں

ترجمہ۔ جب وہ (لوہا) سرخی سے کان کے سونے کی طرح (لال) ہوگیا۔ تو زبان (قال) کے بغیر (محض زبان حال سے) یہ ادّعا کرنے لگا کہ میں آگ ہوں۔

مطلب۔ وحدۃ الوجود کا مسئلہ چل رہا ہے۔ اس مسئلے کے قائلین برحق تعالیٰ کے ساتھ ذاتاً اپنی عینت کے ادعا کا جو الزام لگایا جاتا ہے۔ اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ اور اس بیان میں حضرت حسین ابن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول انا الحق کو موضوع بحث بنایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ انا الحق کہہ دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی صبغۃ اللہ کے رنگ میں ڈوب جانے کے بعد کہدے۔ کہ "متم خم" یعنے میں خود رنگ

کا مشکا ہوں۔ تو وہ مشکا تھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ انا الحق کہنے کی ایک بدیہی مثال یہ ہے۔ جیسے ایک لوہا آگ میں لال ہو کر زبان حال سے انا النار کہنے لگتا ہے۔ تو گو آثار و تاثیرات آتش کا مظہر ہونے کے لحاظ سے اس کا یہ ادعا بالکل غلط نہیں ہے۔ تاہم وہ عین آتش بھی نہیں۔ نہ اس کا یہ دعوے ہے۔ اور نہ سامع کو اس کی عینیت کے مغالطے میں پڑنا چاہیئے۔ شعر میں انا النار بزبان عربی کہنے میں یہ رعایت مضمر ہے کہ اس کو لحاظ زبان بھی کلمہ انا الحق کی پوری نظیر دکھانا چاہتے ہیں۔

شد زرنگ و طبع آتش محتشم　　گوید او من آتشم من آتشم

لغات۔ محتشم شاندار۔ باشکوہ۔ بارعب۔ من آتشم میں آگ ہوں انا النار کا ترجمہ ہے۔

ترجمہ۔ لوہا آگ کے رنگ اور طبیعت سے شاندار بن گیا۔ (اس لئے) وہ (زبان حال سے) کہہ رہا ہے۔ میں آگ ہوں میں آگ ہوں۔

آتشم من گر ترا شک ست وظن　　آزمون کن دست را بر من بزن

ترجمہ۔ میں آگ ہوں۔ اگر تم کو (میرے آگ ہونے میں) شک اور ظن ہے۔ تو آزما لو۔ (اور) مجھ پر (اپنا) ہاتھ رکھ (کر دیکھ) لو (اگر ہاتھ کو کباب نہ کر دیا تو کہنا)

مطلب۔ اہل اللہ بزبان حال فرماتے ہیں۔ کہ ہم مخلوق باخلاق اللہ ہیں۔ اگر تم کو شک ہے۔ تو ہم سے نسبت پیدا کر کے تجربہ کر لو۔ غنیمت ہے ؎

ہیا ہنگر دریں فرصت کہ آنجا　　تجلی ہاست مشتاق تماشا

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ　　روئے خود بر روئے من یکدم بنہ

ترجمہ۔ میں آگ ہوں اگر یہ بات تیرے نزدیک مشکوک ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے اپنا منہ مجھ پر رکھ کر دیکھ لے۔ حافظ ؎

زیں آتش نہفتہ کہ در سینۂ من ست　　خورشید شعلہ ایست کہ در آسماں گرفت

آدمی چوں نور گیرد از خدا　　ہست مسجود ملائک زاجتبا

لغات۔ مسجود جس کے آگے سجدہ کیا جائے۔ اجتبا برگزیدگی۔

ترجمہ۔ آدمی جب خداوند تعالیٰ سے نور حاصل کر لیتا ہے۔ تو (خداوند تعالیٰ کا) برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے (اس کا یہ رتبہ ہوتا ہے کہ) فرشتے اس کے آگے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔

مطلب۔ مسجود ملائکہ ہونے سے یا تو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کا سجدہ کرنا مراد ہے۔ کہ جب ابوالبشر کو سجدہ ہو گیا۔ تو ان کی اولاد بھی مثل مسجود ہو گئی۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ ملائکہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ غرض جب کوئی بندہ حق تعالےٰ سے اقتباس انوار کر لیتا ہے۔ تو چونکہ اس کے اندر بھی ایک اثر آ جاتا ہے۔ اور وہ ذات حق کا عین اصطلاحی ہو جاتا ہے۔ پس وہ بھی گویا مسجود ملائکہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کے سجدہ کرنے کے متعلق اس زمانے میں بعض لوگ اس گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کہ اس سے مریدوں کا اپنے پیروں کے لئے سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ لہذا یہاں اس مسئلے پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ سجود کے معنے لغت میں تذلل و خاکساری کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس سے مراد بقصد عبادت زمین پر ماتھا رکھنا ہے۔ اللہ تعالے نے جو فرمایا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا۔ کہ آدم کے لئے سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا) تو اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہاں سجدہ سے کونسے معنے مقصود ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہاں سجدے کے شرعی معنے مراد ہیں۔ یعنے سجدہ عبادت۔ اور وہ خاص اللہ تعالے کے لئے مقصود ہے۔ نہ کہ آدم کے لئے۔ اور آدم علیہ السلام کو صرف بطور قبلہ سامنے رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ جس سے ان کی عزت افزائی مقصود تھی۔ نیز یہ حکمت تھی۔ کہ ملائکہ نے جو ان کی خلافت کی تجویز سن کر اس کے خلاف رائے ظاہر کی تھی۔ اب برعکس ان کو ان کی عظمت شان کا اعتراف کرنا پڑے۔ پس یہ شرعی اصطلاح کا تعبدی سجدہ تھا۔ اور اللہ کے لئے تھا۔ آدم صرف قبلہ تھے۔ جس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔ جو صحیح مسلم و مسند امام احمد میں مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكي ويقول يا ويله امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فعصيت فلي النار (یعنے جب کوئی فرزند آدم قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان الگ ہو کر رونے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے ہائے افسوس فرزند آدم کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو وہ سجدہ کر کے جنت کا حقدار ہو گیا۔ اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا۔ تو میں حکم عدولی کر کے دوزخ کا مستوجب ہوا۔ الخ) چونکہ قرآن مجید کی آیات میں تمام سجدے تعبدی ہیں۔ اور قرآن مجید کو پڑھنے والا جب وہ تعبدی سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان حسرت سے کہتا ہے۔ اسی قسم کا سجدہ کرنے کا مجھے بھی حکم ہوا جس کے نہ کرنے سے میں سزاوار نار ہو گیا۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ ملائکہ اور ابلیس کو تعبدی سجدہ کا ہی حکم ہوا تھا جس کو نہ بجالائے۔ اور شیطان نے انکار کر دیا

اس تقدیر پر آیت مذکور کے کلمہ لِاٰدَمَ میں حرف لام کے معنے الی ہیں۔ جیسے حضرت حسان رضہ کے اس شعر میں یہ حرف الی کے معنے میں ہے۔ جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی مدح میں کہا ہے ؎

البس اول من صلے لقبلتکم
واعرف الناس بالقرآن بالسنن

یعنی کیا یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے تمہارے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور یہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قرآن اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم ہیں۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا "اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کی طرف رخ کر کے اللہ کو سجدہ کرو الخ" یا آدم کو ان ملائکہ پر سجدہ توبہ واجب ہونے کا سبب بنایا گیا۔ کیونکہ ان سے ایک معمولی گفتگو کی خطا ہو گئی تھی۔ اس صورت میں لام سببیت کے لئے ہوگا۔ جیسے صَلِّ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ میں

ہے۔ جس کے معنے ہیں آفتاب کے ڈھل جانے سے نماز پڑھو۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ آدم (علیہ السلام کے معاملے) کے سبب سے اللہ کو سجدہ کرو۔

یا آیت مذکور میں سجدے کے لغوی معنے یعنے تذلل و خاکساری مراد ہیں جس سے تسلیم و تعظیم مقصود تھی۔ جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ بغوی رح نے کہا ہے۔ کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ اور کہا اس میں چہرہ زمین پر نہیں رکھا جاتا تھا۔ صرف سر اور کمر خم کی جاتی تھی۔ جب دین اسلام آیا۔ تو یہ طریقہ تعظیم منسوخ اور باطل قرار پایا۔ اور اس کی بجائے سلام مسنون مقرر ہوا (تفسیر مظہری) اس بحث سے ظاہر ہے۔ کہ اس زمانہ میں جو بعض کم علم و مبتدع لوگوں نے سجدہ تعظیمی کے جواز کا شوشہ نکل چھا رکھا ہے۔ اور وہ اس پر ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا واقعہ بطور دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر وہ سجدہ تعبدی تھا۔ تو وہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر تعظیمی تھا۔ تو وہ شرائع سابقہ کا ایک عمل تھا۔ جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو چکا۔ اب اس کا عامل مشرک و مبتدع قرار پاتا ہے۔ اگر یہ لوگ شرائع منسوخہ کے احکام پر عامل رہنا جائز سمجھتے ہیں۔ تو چاہیئے۔ کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز سمجھیں۔ جو امر سابقہ کا قبلہ تھا۔ یہود کے لئے دخترِ اہر سے نکاح کرنا جائز تھا۔ تو مناسب ہے کہ یہ اصحاب بھی اس جواز سے فائدہ اٹھایا کریں۔ ہاں تو اور نہیں۔ اگر سجدہ تعظیمی کی سنت آدم جائز و حلال ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے بیٹیوں کا باہم نکاح بھی ہو جاتا تھا۔ ذرا اس سنت پر بھی عمل کیجئے۔ اسی طرح صدہا مسائل ہیں۔ جو شرائع قدیمہ میں معمول بہا تھے۔ آج ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر ان پر عمل کرنے سے ان اصحاب کا یہ عذر ہے۔ کہ وہ ہماری شریعت میں منسوخ اور اس امت کے لئے ناجائز ہیں۔ تو پھر ان کو صرف سجدہ تعظیمی کے جواز کے لئے امم سابقہ کے نظائر پیش کرنے اور شرائع سابقہ سے استدلال کرنے سے بھی کچھ شرمانا چاہیئے۔

بعض نیز بین کے جواز سجدہ تعظیمی کا ابطال

نیز مسجود کسے کو چوں ملک ۔۔۔ رستہ باشد جانش از طغیان و شک

ترجمہ (اور) فرشتوں کی طرح وہ لوگ بھی اس کے سامنے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ جن کی روح سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو۔

مطلب۔ انکار حق کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگرچہ حق کا یقین ہو۔ مگر نفسانی ضد اس کے اعتراف کے لئے سر تسلیم خم نہ کرنے دے۔ جیسے شیطان کا انکار ہے۔ اور جیسے بقول بعض اہل سیر فرعون کا انکار تھا۔ کہ وہ موسےٰ اور رب موسیٰ کی سچائی پر یقین ہونے کے باوجود محض تعصب و ضد سے اپنے کفر پر اڑا رہا۔ دوسری وجہ شک ہے۔ یعنے قبول حق سے کوئی نفسانی ضد یا ہٹ دھرمی مانع نہ ہو بلکہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ امر حق پر یقین ہی نہ آتا ہو۔ اور مختلف شکوک و شبہات اور وساوس اس کے قبول سے مانع ہوں پس حق کو وہی قبول کر سکتا ہے۔ جو ان دونوں موانع سے پاک ہو۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو بزرگ مصبوغ بصبغۃ اللہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نہ صرف فرشتے تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ بلکہ بنی نوع بھی بشرطیکہ ان کے نفس میں کوئی امر مانع تعظیم نہ ہو۔ اس کے آگے سر اطاعت خم کر دیتے ہیں۔

یہاں چونکہ مولانا رح ذات و صفات میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب

فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے۔ لہذا متنبہ ہو کر بزبانِ ملامت گر بطور ملامت فرماتے ہیں:۔

آتشے چہ آہنے چہ لب بمبند ریشِ تشبیہ و مُشبّہ بر مخند

لغات ۔ بر ریش کسے خندیدن۔ کسی کی ہنسی اڑانا۔ ریشخند بھی آتا ہے۔ **ترکیب** بر حرف جار اپنے مجرور سے مل کر واقع ہوا ہے۔ یعنے بر ریش تشبیہ و مشبّہ۔

ترجمہ۔ کونسی آگ اور کہاں کا لوہا (ذات حق کے بارے میں تشبیہ دینے کی گستاخی نہ کرو) خاموش رہو (جب تم خود تشبیہ کا ارتکاب کر رہے ہو تو پھر آئندہ) تشبیہ اور تشبیہ دینے والے کی ہنسی نہ اڑانا۔ جامی رح

چشم مشبّہ زجمالِ تو کور عقل منزہ زکمالِ تو دُور

پائے در دریا منہ کم گو ازاں بر لبِ دریا خمُش کُن لب گزاں

ترجمہ (ذات و صفات حق کے) دریا میں پاؤں نہ رکھو۔ اس بحث میں نہ پڑو (بلکہ اس) دریا کے کنارے پر (حیرت سے اپنے) لب کاٹتے ہوئے (ادب کے ساتھ) خاموش کھڑے رہو۔ امیر خسرو رح

گنجِ حق نرسد عارف ارچہ دانندہ است آسماں نیرو جعفر ارچہ طیار است

بہ ارعانِ ادب در کشم دریں میداں کہ نہ فرازِ نشیبش بپائے رہوار است

گرچہ صد چوں من نذارد تابِ بحر لیک من نشکیبم از غرقاب بحر

ترجمہ اگرچہ (آپ کا ارشاد بجا ہے۔ اور میری تو کیا بساط ہے) مجھ ایسے سینکڑوں تراکوں کو (بھی اس) دریا (میں پاؤں رکھنے) کی تاب نہیں۔ لیکن (کیا کروں مجبوری ہے) تجھے دریا میں غرق ہوئے بدون صبر نہیں آتا۔ صائب رح

از طوفانِ حوادث عاشقاں ایمن بود پرور نیندیشد نہنگ پروں از آشفتنِ دریا

مطلب۔ اوپر ناصح کی زبان سے کہا تھا۔ کہ معاملۃ الٰہیہ میں لب کشائی زیبا نہیں۔ خاموش رہو۔ یہاں مخاطب کی زبان سے بطور عذر جواب دیتے ہیں۔ کہ میں اس معاملہ میں مجبور ہوں۔ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا۔

جان و عقلِ من فدائے بحر باد خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد

لغات خوں بہا۔ وہ معاوضہ خون جو قاتل کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو نقد یا مال کی صورت میں پیش کیا جائے۔ عربی میں اس کو دیت کہتے ہیں (کسر دال و فتح یاء)۔

ترجمہ (اگر) میری جان اور عقل (بھی) اس دریائے (ذکر ذات و صفات) پر سے قربان ہو جائے (تو کچھ پروا نہیں کیونکہ) اسی دریا نے میری عقل و جان کے خون کا معاوضہ (دولت عرفان کی صورت میں مجھے) عطا کر دیا ہے۔

تا کہ پایم میروَد رانم درو چوں نماند پا چو بطّانم درو

لغات۔ رانم۔ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع از راندن ہانکنا۔ چلانا۔ بطّان جمع بط بطخ۔

ترجمہ۔ جب تک میرا پاؤں چلتا رہے گا۔ تو میں اس دریا میں گھستا چلا جاؤنگا۔ جب پاؤں (میں زور) نہ رہے (تو پھر) میں بطخوں کی طرح ہوں (کہ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتا ہوں کہ وہ جدھر چاہے مجھے بہائے لئے جائے)۔

مطلب۔ اس بحر بیکراں میں تیرائی اور غوّاصی کی طاقت جب تک رہے گی۔ تو میں صبر و تحمل سے کام لونگا اور جب حالت ضبط و اختیار سے باہر ہو گئی۔ تو پھر تفویض محض اختیار کروں گا۔ کما قیل ؎

ما کارِ خویش را بخدا وند کار ساز بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

جب مولانا نے ذات و صفات حق کو دریا سے اور اس میں بحث کرنے کو دریا میں گھسنے سے تشبیہ دی۔ تو ظاہر بین کی طرف سے یہ اعتراض ہونا ممکن تھا۔ کہ ذات حق کو دریا سے تشبیہ دینا صریحاً بے ادبی ہے۔ اس کے جواب میں بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ بے شک یہ ایک طرح کی بے ادبی سہی۔ مگر جو شخص اس دریا میں گھستا ہے وہ حاضر ہے۔ اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب۔ سو حاضر اگرچہ الجھ بے ادب بھی ہو۔ یعنے اتفاقاً غلبہ حال میں اس سے کوئی گستاخی سرزد ہو جائے۔ تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

بے ادب حاضر ز غائب خوشتر ست حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست؟

ترجمہ۔ بے ادب حاضر غائب سے بدرجہا اچھا ہے (کہ اس کو شرف حضوری تو حاصل ہے دیکھو) دروازے کی زنجیر اگر ٹیڑھی بھی ہو۔ تو کیا وہ در پر موجود (ہونے کی فضیلت سے بہرہ ور) نہیں (پس لامحالہ وہ ایسے سیدھے لوہے سے اچھی ہے جس کو در تک رسائی نہیں)۔

مطلب۔ جو شخص دولت معیت اور شرف حضوری سے بہرہ مند ہے۔ اس سے خلاف ادب کچھ قصور سرزد ہونا بھی ممکن ہے۔ اور جو شخص اس دولت و شرف سے بے بہرہ ہے۔ اس سے یہ قصور کہاں سرزد ہو سکتا ہے۔ بے ادبی کا قصوروار قرب و حضوری سے متمتع تو ہے۔ پس اس بے قصور سے یہ قصوروار ہزار درجہا افضل ہے۔ آگے مولانا اس دریائے وحدت کی طرف رسائی پیدا کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ جو تعلق شیخ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اے تن آلودہ بگردِ حوض گرد پاک کے گردد برونِ حوض مرد

ترجمہ۔ اے (آلایش عصیاں سے اپنے) وجود کو آلودہ رکھنے والے! حوض (یعنے پیر طریقت) کے پاس آمد و رفت رکھ (جو تیری اس آلایش کو دھو ڈالے)۔ بھلا حوض سے باہر (رہنے والا) آدمی کب پاک ہو سکتا ہے؟ جامی رح ؎

تا نکنی روے بدریا دلے نبوت از گوہر دل حاصلے

پاک کو از حوض مہجور او فتاد او ز طہر خویش ہم دور او فتاد

ترجمہ۔ پاک آدمی بھی جب حوض سے (یوں) دور رہے۔ (کہ اس کے پاس کبھی بھی نہ جائے) تو وہ اپنی پاکیزگی سے بھی دور رہے گا۔

مطلب۔ پاک و طہارت آدمی کا نجاسات حقیقیہ و حکمیہ سے بار بار ناپاک ہونا ممکن بلکہ ضروری ہے۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے حوض سے کیونکر مستغنی رہ سکتا ہے مستغنی رہیگا۔ تو ناپاک بھی رہیگا۔ اسی طرح مرید روحانی پاکیزگی کے حاصل ہونے اور اپنے قلب و روح پر آثار فیض نمایاں ہو جانے کے بعد بھی پیر کی صحبت کا محتاج ہے۔ جامی رح

گمان مکنش از صحبت ہیچ نفسان کہ لفظ انفاس عزیز ست غنیمت دارش

رہا یہ شبہ کہ جس طرح عوام کو پاک ہونے کے باوجود پھر ناپاک ہونے کا خطرہ ہے۔ حوض یعنے شیخ اس خطرے سے کیونکر محفوظ ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

پاکی ایں حوض بے پایاں بود پاکی اجسام کم میزاں بود

ترجمہ۔ اس حوض (یعنے شیخ) کی پاکیزگی بے پایاں ہے (اس لئے زائل نہیں ہوتی۔ کہ ایک دریائے ناپیدا کنار نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ بخلاف اسکے عام جسموں کی پاکی کم مقدار ہے (اسلئے ان پر نجاست غالب آسکتی ہے) سعدی رح

دریا بہ فرواں نشود تیرہ بہ سنگ عارف کہ بہ نجاست نشود تنگ آب ست ہنوز

زانکہ دل حوضے ست لیکن در کمیں سوئے دریا راہ پنہاں دارد ایں

ترجمہ کیونکہ (شیخ کا) دل (گو بظاہر) ایک (محدود) حوض ہے۔ لیکن خفیہ طور پر یہ (حوض اپنے اندر) دریائے (احدیت تم) کی طرف ایک چھپی موری رکھتا ہے۔

مطلب جس طرح ایک چشمہ دار جھیل جو اندرون ارض کے بے پایاں پانی سے مدد پاتی ہے۔ اور اس سے ندی نالے بہ نکلتے ہیں۔ اپنی غیر محدود پانی کے سبب کسی قسم کی آمیزش سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح چونکہ شیخ کامل کے دل کا تعلق حق سبحانہ کے ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ظاہری و باطنی نجاسات سے متغیر نہیں ہو سکتا

سعدی رح

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوے چو گذشت بر عارف جنگجو

گر ایں مدعی دوست پنداشتے بہ پیکار دشمن نپرداختے

پاکی محدود تو خواہد مدد ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

ترجمہ (اے مرید) تیری محدود پاکی (مرشد سے) مدد چاہتی ہے۔ ورنہ (خوف ہے کہ یہ پاکی کم ہوتی ہوتی بالکل نابود ہو جائے۔ جس طرح کوئی گنتی (کی چیز) خرچ ہوتی ہوتی کم ہو جاتی ہے۔

مطلب - اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ مرید مرشد کے فیضان کا ہمیشہ محتاج ہے۔ کیونکہ مرشد کی پاکی غیر محدود ہے۔ اور مرید کی پاکی محدود۔ محدود پاکی غیر محدود پاکی کی مدد سے ناقابل تغیر بن جاتی ہے۔ حافظ رح

بندۂ پیر خرابات کہ لطفش دائم ست ورنہ لطف شیخ زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

تمثیل دربیان خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کے آلودگان نجاست کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب گفت آلودہ کہ دارم شرم زاب

ترجمہ - ایک آلودۂ نجاست کو پانی نے کہا میرے اندر چلے آؤ۔ (تاکہ تم نجاست سے پاک ہو جاؤ) آلودہ (نجاست) نے عذر کیا کہ مجھے تو پانی سے شرم آتی ہے (کہ میں ناپاک اس پاک کے اندر داخل ہو کر اسے بھی ناپاک کر دوں) حافظ رح

شرم از خرقۂ آلودہ خود مے آید کہ بہر پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام

گفت آب ایں شرم بے من کے رود بے من ایں آلودہ زائل کے شود

ترجمہ - پانی نے کہا یہ شرم مجھ بدون کیونکر جا سکتی ہے۔ یہ آلودگی میرے بغیر کیونکر دور ہو سکتی ہے۔

مطلب - اگر تم کو اپنے گناہوں سے شرم آتی ہے۔ اور گناہوں کو دور کر کے شرم و خجلت سے نجات پانا چاہتے ہو۔ تو اس کی تدبیر یہی ہے۔ کہ مجھ میں داخل ہو کر پاک ہو جاؤ۔ اس تمثیل کو قابل کے ساتھ مربوط کرنے کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا تعلق "اے تن آلودہ گبر دحوض گرد" کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ مجھ کو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر داخل ہونے سے شرم نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ پانی آلودہ نجاست کو بلاتا ہے۔ اور پھر اس کے عذر پر یوں دوبارہ اصرار کرتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس کا تعلق "پاکی محدود تو خواہد مدد" سے ہو۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا۔ کہ دریا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے تجھے محجوب نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ پانی خود دعوت دے رہا ہے کہ میرے اندر آؤ۔ دوسری توجیہ معنے کے ساتھ زیادہ اقرب ہے اور پہلی الفاظ کے ساتھ (کلید)

زاب ہر آلودہ گر پنہاں شود اَلْحَیَاءُ یَمْنَعُ الْاِیْمَانَ بود

ترجمہ - اگر ہر آلودۂ (نجاست بتقاضائے شرم یوں) پانی سے چھپنے لگے۔ تو حیا بفحوائے حدیث دلیل ایماں نہیں بلکہ مانع ایمان ہوگی۔

مطلب - حیا، و شرم در اصل ایک اچھی خصلت ہے۔ جو انسان کو گناہوں اور برے کاموں پر مائل ہونے سے روکتی ہے ۵

بروئے جمیعت خاطر و صائب حیا بدہ بندہ تا نظر بر شیبت پاوار و کسے

اسی لئے احادیث کثیرہ میں حیا کی تعریف آئی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی قبیل سے ہے۔ اور مسلم و ابوداؤد کی روایت ہے۔ اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ۔ حیا ساری کی ساری بھلائی ہے۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے۔ اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ حیا اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَرْنٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الْاٰخَرُ۔ یعنے حیا اور ایمان باہمی رفاقت میں ہیں۔ جب ان میں سے ایک کو سلب کیا جائے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی چلا جاتا ہے (جامع صغیر سیوطی رح)

مگر عرف عام میں ایک اور خاص قسم کی عادت کو بھی شرم و حیا کہہ دیتے ہیں۔ جو دراصل کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ وہ نفس کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کے عیوب میں داخل ہے۔ جس کو جھجک یا رکاوٹ یا الک کہتے ہیں۔ اس کا منشا یہ ہے۔ کہ نفس کی کمزوری کے سبب سے کوئی نیک کام کرتے بھی طبیعت محجوب ہوتی ہو۔ اس قسم کی شرم کو عوام بھی مذموم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مشہور مقولہ ہے کہ جس نے کی شرم اسکے پھوٹے کرم۔ یہ کہا جائے طلب نہیں کہ جائے محمود باعث پختگی ہے۔ بلکہ اسی حیائے مذموم اور بیجا شرم والے شخص میں نجاعت ہوتی ہے۔ نہ اظہار صداقت کی ہمت نہ معاملات کو سلجھانے کی لیاقت۔ لہذا اس کی بدقسمتی میں کیا کلام ہے۔ ایک اور مقولہ مشہور ہے۔ جس میں حیا کی دونوں قسموں یعنے محمود اور مذموم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ایک شرم جنت کو لے جائے۔ اور ایک شرم جہنم کو لے جائے۔ جس میں پہلی حیا سے وہ قسم مراد ہے۔ جو شعبہ ایمان ہے۔ اور دوسری حیا سے وہ مراد ہے۔ جو فرائض و واجبات اور دیگر نیک کام کرتے وقت دامنگیر ہو کر مانع فضل خیر ہو جاتی ہے۔ اور جس کو موجب بدقسمتی کہا گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص نہایت خوشحال با اولاد جس کے بیٹے پوتے پڑوتے تک سامنے موجود۔ مگر اس پیرانہ سالی میں نماز و روزے کا نام نہیں۔ اس کو کہا گیا بڑے میاں اللہ تعالےٰ نے تم کو تمام مرادوں سے بہرہ مند کیا ہے۔ اس کا شکر لازم ہے۔ اب عمر بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ نماز پڑھا کرو۔ وہ بولا حضرت جی! بے شک نماز فرض ہے۔ مگر بدقسمتی سے ساری عمر نماز پڑھنے کا موقع نہیں آیا۔ تو مرتے دم لئے سیدھے ہوتے شرم آتی ہے۔ استغفر اللہ بلی ما عوذ بہ من شر الشیطان۔

شعر مذکور مولانا کا مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرشد سے تعلق پیدا کرنے میں اگر شرم مانع ہے تو یہ حیائے محمود نہیں بلکہ حیائے مذموم ہے۔ کیونکہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کو جسم و جامہ پاک کرتے شرم آتی ہو۔ اور جسم و جامہ کی پاکی بفحوائے حدیث الطھور شطر الایمان۔ ایمان کا ایک حصہ ہے۔ تو ایسا شخص پاکی سے کنارہ کش ہے۔ وہ گویا فی الجملہ ایمان سے دست بردار ہے۔ پھر جو حیا ایمان سے دست برداری کی موجب ہو۔ وہ حیائے محمود کی قبیل سے کیونکر ہو سکتی ہے۔ جو ایمان کا شعبہ ہے۔ بلکہ حیائے مذموم کی قسم سے ہے۔ جس پر الحیاء من الایمان کی بجائے الحیاء یمنع الایمان کا قول صادق آتا ہے۔ اسی طرح مرشد سے استفاضہ کرتے ہوئے محجوب ہونے والے کے متعلق قیاس کر لو۔ کہ وہ سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے یا نہیں؟

دل زپایۂ حوض تن گلناک شد تن زآب حوض دلہا پاک شد

لغات۔ پایہ۔ درجہ۔ زینہ۔ گلناک۔ آلودہ خاک۔ کیچڑ۔ گدلا۔

ترجمہ ۔ دل حوض بدن کے ورجے (پرآنے) سے مکدر ہوگیا ۔ اور بدن دلوں کے حوض سے پاک ہوگیا۔

مطلب ۔ تمہارے بدن کے اندر دو طرح کے حوض ہیں ۔ ایک حوض بدن دوسرا حوض قلب یعنے ایک مبدا رذائل دوسرا مبدا فضائل ۔ حوض بدن بالکل مکدر ہے ۔ اور اس کے سامنہ قلب بھی گدلا ہو جاتا ہے ۔

صائب ؎ نیست آسان دربدن جانرا مصفا داشتن ۔۔۔ زنگ از آئینہ بروں درتہ گل مشکل است

اور حوض دل اس قدر صاف و شفاف ہے ۔ کہ وہ بدن کو بھی پاک و صاف کرسکتا ہے ۔ صائب ؎

شد جہاں پر نور تا دل را مصفا ساختم ۔۔۔ خاک یوسف زار شد تا سینہ را پرداختم

گر دپایۂ حوضِ دل گرد اے پسر ۔۔۔ ہاں زپایۂ حوضِ تن میکن حذر

ترجمہ ۔ اے عزیز حوض دل کے زینے کی طرف آمد و رفت رکھو ۔ خبردار حوض بدن کے زینے سے بچتے رہو ۔

مطلب ۔ اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرو ۔ اخلاق ذمیمہ سے بچو ۔ روح اور روحانیت کی طرف متوجہ رہو ۔ کہ مبدا فضائل ہے ۔ اور جسم و جسمانیت کے اہتمام کی پروا نہ کرو جو سبدا رذائل ہے ۔ صائب رح ؎

یک درہم از چہرہ جہاں کم کرد بیشتاں ۔۔۔ تا چند تواں داد صفا خانۂ تن را

بحرِ تن بر بحرِ دل برہم زناں ۔۔۔ درمیاں شاں بزرخُ لا یبغیان

ترجمہ ۔ دریائے بدن دریائے قلب سے ٹکراتا ہوا (چل رہا) ہے ۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ (اس کی وجہ سے) یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے ۔

مطلب ۔ اخلاق حمیدہ اور اخلاق ذمیمہ دونوں کے مبادی خود انسان کے اندر موجود ہیں ۔ جن کے درمیان نہایت لطیف تفاوت ہے ۔ جس کا ادراک نہایت مشکل ہے ۔ اس کا ادراک اخلاق کا وہ اعتدال حقیقی ہے ۔ جس پر چلنا بقول علما سے اخلاق دنیا کی پلصراط ہے ۔ کہ جس سے ذرا ادھر ادھر ہونا افراط یا تفریط کے جہنم میں گرنے کا باعث ہے ۔ اس تفاوت کا ادراک بہت بڑے مبصر کا کام ہے ۔ جو ہر بات کے متعلق یہ محسوس کرسکے ۔ کہ یہ اقتضائے نفس ہے یا اقتضائے قلب ہے ۔ مثلاً یہ کہ کوئی خوبصورت لڑکا یا عورت نظر آگئی ۔ جو دل کو بھلی معلوم ہوئی ۔ تو اب یہ سمجھ لینا کہ اس کا دل کو بھلا لگنا اس کے مظہر جمال حق ہونے کے باعث سے ہے یا کید نفس سے نہایت مشکل ہے ۔ اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے پس اگر خود اپنے اندر ایسی بصیرت نہ ہو ۔ تو بھرا اپنے آپ کو کسی مبصر کے سپرد کر دینا چاہئے ۔ اور اس معاملے میں صرف اس کے ارشاد پر عمل کیا جائے ۔ اپنی رائے اور تجویز کو ہرگز دخل نہ دیا جائے ۔ آگے اس بات پر تفریع فرماتے ہیں ۔

گر تو باشی راست و رباشی تو کژ پیشتر مے غز بدو واپس مغز

لغات ۔ غزیدن ۔ گھٹنوں کے بل چلنا ۔ غز اس سے امر ہے ۔ بدو ۔ باد اس کی طرف اور کی ضمیر را جمع بجوض دل ہے ۔ اور یہ جار و مجرور متعلق ہے مے غز کے ۔

ترجمہ ۔ اگر تم (ادب سے) سیدھے چلتے ہو یا (بے ادبی سے) ٹیڑھے (بہر کیف جس طرح بھی چل سکو خواہ) گھٹنوں کے بل (ہی چلو) اس (حوض) کی طرف آگے ہی چلتے رہو ۔ واپس نہ ہٹو ۔

مطلب ۔ پیچھے کہا تھا ۔ کہ "بے ادب حاضر غائب خوشتر است" یعنے اگر اضطراراً کوئی حرکت خلاف ادب سرزد ہو جائے ۔ تو اس کا یہ نتیجہ نہ ہونا چاہئے ۔ کہ تارک حضوری ہی ہو جائے ۔ پھر اس کے بعد سلسلہ کلام کہیں سے کہیں چلا گیا تھا ۔ اب پھر فرماتے ہیں ۔ کہ اگر اضطراراً اور بھولا اور بغلبہ حال کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جائے ۔ تو یہی منازل کمال کے طے کرنے میں توقف نہ ہونا چاہئے ۔ بلکہ جو قدم پڑے ۔ آگے ہی پڑنا چاہئے ۔ پیچھے نہ ہٹو ۔ سعدی رح ؎

قدم پیش نہ کز ملک بگذری کہ گر باز مانی ز دو کمتری

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں لیک نشکیبند عالی ہمتاں

ترجمہ ۔ اگرچہ بادشاہوں کے سامنے (جانا) جان کے لئے خطرہ ہے ۔ مگر عالی ہمت لوگ پیش ہوئے بدون صبر نہیں کر سکتے ۔ سعدی رح ؎

رذیدنت نتوانم کہ دیدہ بر بندم گر از مقابلہ بینم کہ تیر مے آید

شاہ چوں شیریں تر از شکر بود جانِ شیرینے رود خوشتر بود

ترجمہ ۔ جب بادشاہ (کا قرب) شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوتا ہے ۔ تو (اگر اسکے قرب کی طلب میں) جان شیریں بھی جاتی رہے ۔ تو اچھا ہے ۔ صائب رح ؎

نیست غیر از مرگ ساحل مورِ شہد افتادہ را برگرفتن دل ازاں شیریں شمائل مشکل ست

اے ملامت گو سلامت مر ترا وے سلامت جو توئی وَاہی العُرا

لغات ۔ ملامت گو ۔ عاشق کو اس کے عشق پر ملامت کرنے والا ۔ ناصح ۔ واعظ ۔ واہی سست ۔ عربی ۔ دستاویزات ۔ جمع عروہ ۔ واہی العری سست اور کمزور دستاویزوں والا ۔ جس کے دعوے کے دلائل کمزور ہوں ۔ جس کا سامانِ نجات ناقابلِ اعتماد ہو ۔ یہ لفظ اکثر نسخوں میں درج ہے ۔ مگر ہمارے نسخے میں اس مصرعہ کے الفاظ یوں ہیں "وے سلامت جو رہا کن تو مرا" مگر کثرت روایت اس نسخے کو اختیار کرنے کی مؤید ہوئی ۔

ترجمہ ۔ اے ملامت کرنے والے (ناصح) جو مجھے عشق سے سلامت رہنے کی ہدایت کر

رہا ہے) سلامتی بھی کو (مبارک ہو) اور اے سلامتی تلاش کرنے والے تو ایک ضعیف وستاویز والا ہے (تیرا دعویٰ ناقابل اعتماد ہے) حافظ رح ؎

نصیحتم چہ کنی ناصحا تو میدانی کہ من نہ معتقدِ مردِ عافیت جویم

مطلب - عروہ وثقیٰ ہاتھ سے تھامنے کی چیز کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی ڈوبتے وقت بچنے کے لئے رسّی وغیرہ کسی چیز کو تھام لے۔ وہ بھی عروہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ اے ناصح یہ قلت اعتماد اور ضعف اعتقاد تمہارا ہی حصہ ہے۔ کہ ادنے سے ابتلا پر محبوب حقیقی کو چھوڑ دینا گوارا کرتے ہو۔ ہم اس میدان سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ یہ مطلب ہے کہ تم جو عشق بلا انگیز سے بچنے کے لئے حزم واحتیاط سے کام لیتے ہو۔ تو شاید تم کو یہ گمان ہوگا کہ یہ ہماری نجات کا وسیلہ ہے۔ گمراہ رہے۔ کہ یہ وسیلہ نہایت بودا ہے۔ کہ مطلوب حقیقی سے دُور رکھتا ہے اور اس سے دور رہنے میں نجات کہاں۔ عراقی رح ؎

مردن وفا کے شدن بہتر کہ بے تو زیستن سوختن خوشتر بسے کز دُوے تو گردم جدا

دوسرے نسخے یعنے "توے سلامت جو رہا کن تو مرا" کی صورت میں یہ مطلب ہے۔ کہ اے ناصح مشفق تم جو مجھ کو گرداب عشق سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جاؤ تم ساحل سلامتی پر جا پہنچو۔ مجھے اسی گرداب میں رہنے دو۔ حافظ رح ؎

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود بہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود

جانِ من کورہ است و با آتش خوش ست کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست

لغات - کورہ - آتشدان - لوہاروں کی بھٹی۔ ویران وخراب کے معنے میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ اگلے شعر میں یہ لفظ اسی معنے میں مستعمل ہوگا۔ بس۔ کافی۔

ترجمہ - میری جان تو بھٹی ہے (جو آگ کے لئے بنی ہے) اور (اس لئے وہ عشق کی) آگ ہی کے ساتھ خوش ہے (کہ جس چیز کے لئے بنی ہے وہ اس میں موجود رہے) بھٹی کو یہی (مراد) کافی ہے۔ کہ وہ آگ سے لبریز ہے۔ حضرت جانجان مظہر الشہید قدس سرہ ؎

زعشقِ او دماغے کے تسلی مے شود مظہر کہ غرقِ سوختن چوں شعلہ ہیجا ہم سراپا را

سعدی رح ؎

اگر عاشقی خواہی آموختن بکشتن فرج یابی از سوختن

ہمچو کورہ عشق را سوزیدنے نیست ہر کہ او زیں کورہ باشد کودنے ست

لغات - کودن - بیوقوف - احمق - کمینہ - نااہل۔

ترجمہ - بھٹی کی طرح عشق کا کام تو جلا دینا ہے۔ جو شخص اس سے بے بہرہ ہے وہ نااہل ہے۔ نظامی رح ؎

کسے کز عشق خالی شد فسردہ است گرش صد جان بود بے عشق مردہ است

زسوزِ عشق بہتر در جہاں چیست کہ بے او گل نخندد بید بر نگ لیست

برگِ بے برگی تُراچُوں برگ شُد جانِ باقی یافتی و مرگ شد

لغات - برگ - سامان - بے برگی - بے سامانی - شد پہلے مصرعہ میں فعل ناقص اور دوسرے مصرعہ میں بمعنے رفت فعل تام ہے -

ترجمہ - جب بے سامانی کا سامان تیرا سامان بن گیا - تو تجھے ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی مل گئی اور موت جاتی رہی -

مطلب - جب آتش عشق تن من کو پھونک کر فنا اور بے سامان کر دیتی ہے - تو اس فنا سے بقاء تام اور ہستی دوام حاصل ہو جاتی ہے - اور موت رفو چکر ہو جاتی ہے - جامی رح ؎

در بحر کبریائے تو آنکس کہ شد فنا چُوں خضر راہ بردہ بسر چشمۂ حیات

حافظ رح ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامہا

چُوں ترا غم شادی افزُودن گرفت روضۂ جانت گل و سوسن گرفت

ترکیب - غم افزودن کا فاعل ہے - اور شادی اس کا مفعول بہ -

ترجمہ - جب غم تمہاری خوشی بڑھانے لگے - تو تمہاری روح کے باغ میں (علوم و معارف کے) گل و سوسن پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے -

مطلب - غم عشق جانگزا نہیں بلکہ جاں افزا ہے - اس غم پر سینکڑوں خوشیاں قربان ہیں - یہ غم روحانی ترقی کا باعث بھی ہے - سعدی رح ؎

غمے خور کو بشادی اے بے اندازہ ابخاد چو بیقلاں مرو دنہال آں شادی کہ غم گردد

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست بطِ قوی در بحر و مرغ خانہ سُست

ترجمہ - جو چیز دوسروں کے لئے خوف کا باعث ہے - وہ تیرے لئے (موجب) امن ہے (دیکھو) بطخ دریا میں قوت پاتی ہے اور خانگی مرغ اودھموا (ہو جاتا ہے)

مطلب - غم عشق سے لوگ ڈرتے ہیں - مگر تمہارے لئے وہ باعث امن ہے جس کی مثال دریا ہے کہ دوسرے تمام پرندے اس میں تیرنے سے عاجز ہیں - مگر بطخ کے لئے دریا میں تیرنا عین راحت ہے - حافظ رح ؎

در آرزوے آنکہ رسد دل بر احتے جاں در دروں سینہ غم عشق او نہاد

باز دیوانہ شدم من اے طبیب باز سودائی شدم من اے حبیب

ترجمہ - اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا - اے دوست! میں پھر سودائی ہو گیا - نعمت خان عالی غزلہ ؎

باز آمد ست بر سر دیوانگی دلم تا آخر بہار بہ بینم چہ مے شود

وکما قیل ؎

پھر پرستش جراحتِ دل کو چلا ہے عشق — سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

وکمذا ؎

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے — بیٹھے بیٹھے خدا جانے یہ کیا یاد آیا

حلقہائے سلسلہ تو ذوفنون — ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنون

لغات سلسلہ زنجیر۔ ذوفنون۔ عجائبات سے پُر۔ دیگر۔ نئی قسم کا۔

ترجمہ (اور کیوں نہ ہو میں) تیری (جس) زنجیر (میں جکڑا ہوا ہوں اس) کے حلقے عجائبات سے پُر ہیں (اس کا) ایک ایک حلقہ نئے سے نئے جنون کو ابھارتا ہے۔ کما قیل ؎

کشیدہ دام زجنوں ساغرے کہ ہوش نماند — وگر معاملہ با پیرِ مے فروش نماند

دادِ ہر حلقہ فنونِ دیگرست — پس مرا ہر دم جنونِ دیگرست

ترجمہ (اس زنجیرِ جنوں کی) ہر کڑی کا اثر مختلف اقسام کا ہے جبھی تو مجھے ہر لحظہ نئی نئی قسم کا جنون (عارض) ہے۔ غنی ؎

آتش داغ جنوں از سنگِ طفلاں میکشند — یک نفس غافل نمیباز از کارِ خود دیوانہا

پس جنوں باشد فنوں ایں شد مثل — خاصہ در زنجیرِ ایں میرِ اجل

ترجمہ ۔ جبھی تو یہ مثل مشہور ہے۔ کہ لِلْمَجْنُوْنُ فُنُوْنٌ (دیوانگی کی بہت سی اقسام ہیں) بالخصوص اس بڑی سرکار کی زنجیر (عشق) میں (مقید ہو کر تو ایسا ہونا ہی چاہیے)

آنچناں دیوانگی بگسست بند — کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

ترجمہ (میرا جوش) جنوں اس طرح زنجیر توڑنے پر آجاتا ہے کہ (میری وارفتگی کو دیکھ کر) دوسرے دیوانے بھی مجھے (دیوانہ) نصیحت کرنے لگتے ہیں (کہ میاں! اسقدر بیخودی کی حرکات نہ کرو)

مطلب ۔ ہمہ دیوانگاں سے یا تو دنیا کے متوالے مراد ہیں۔ یعنے دنیادار لوگ میرے جنونِ عشق کو دیکھ کر مجھے نصیحتیں کرنے لگتے ہیں۔ یا دوسرے عاشقانِ الٰہی مراد ہیں۔ جو ابھی اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچے۔ اس لئے وہ اس کی حرکات جنون کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور اس کو منع کرتے ہیں۔ مگر یہ کہتا ہے۔ کہ تم لوگ ابھی مکتبِ عشق کے ابجد خواں ہو۔ اس منزل کی تم کو کیا خبر؟ صائبؒ ؎

شمہ از داستانِ عشق شورِ انگیز ماست
ایں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند

آمدن دوستاں بیمارستان جہت پرسش ذوالنونؒ

دوستوں کا بیمارستان میں حضرت ذوالنون مصری کی عیادت کے لئے آنا

انچنیں ذوالنون مصری رافتاد کاندروشور وجنون نو بزاد

لغات - ذوالنون مصری ایک ولی کامل کا نام ہے - جن کا ذکر اسی حصہ شرح میں مفصل گزر چکا ہے -

ترجمہ - اسی طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک واقعہ پیش آیا تھا - کہ ان میں ایک (تازہ) ولولہ (عشق) اور نیا جنون پیدا ہوا -

شور چنداں شد کہ تا فوق فلک میرسید از وے جگرہا رانمک

ترجمہ (ان کے جنون عشق کی) شورش اسقدر بڑھ گئی - کہ (زمین سے لیکر آسمان کے اوپر تک (کی مخلوق کے) کلیجوں پر اس سے نمک پاشی ہوتی تھی -

ہیں منہ تو شور خود اے شورہ خاک پہلوے شور خداوندان پاک

ترجمہ خبردار! اے نمکی مٹی (کے ہم رتبہ آدمی!) تم اپنے غوغائے (عشق) کو ان حضرات پاک ذات کے شور (عشق) کے برابر نہ سمجھو -

مطلب - چونکہ اوپر مولانا رومؒ نے "انچنیں ذوالنون مصری رافتاد" کہہ کر حضرت ذوالنون مصری کے شور عشق کو اپنے شور عشق سے تشبیہ دی تھی - اس لئے اب خود متنبہ ہوکر اس دعوائے مساوات کو سوء ادب قرار دیتے ہیں - اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہیں کہ ایسا نہیں چاہئے - حافظ رح ؎

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم دانند بزرگاں کہ سزاوار سہا نیست

آگے پھر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں -

خلق را تاب جنون او نبود آتش اورا بشہا شاں مے ربود

ترجمہ - مخلوق کو ان کے جنون (کی باتیں سننے) کی تاب نہ (رہی) تھی - ان کی آگ (برسانے والی تقریر) ان لوگوں (کے کمر و فریب) کی داڑھیوں کو پھونکے ڈالتی تھی -

مطلب - حضرت ذوالنون مصری علمائے سوء اور مشائخ مزورین کی بداعمالیوں کو طشت از بام کرنے کے لئے دیوانے بن گئے - اور اپنی جذبی تقریروں میں اس صفائی سے ان کی قلعی کھولنے لگے - کہ ان لوگوں کی داڑھیاں منڈنی شروع ہوگئیں - یعنے وہ رسوا و بے آبرو ہوگئے - حافظ ؎

گرچہ بادلق ملمع نے گلگوں عیب ست کنم عیب کزو رنگ ریا مے شویم

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد بند کردندش بزندان المراد

ترجمہ۔ چونکہ (ان کی تقریروں سے) عام (علما و مشائخ) لوگوں کی داڑھیاں جلنے لگیں۔ اس لئے (حکومت وقت نے مصلحتاً) حضرت ذوالنون کو قید خانے میں بھیجدیا۔ یہی (ان لوگوں کا) مقصد تھا۔ صائبؒ ؎

بیگناہی کم گناہے نیست در دیوان عشق یوسف از پاکی داماں خود بزنداں میرود

نوٹ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت ذوالنون نے ایسی تقریریں کیوں کیں۔ جن سے شورش پیدا ہو۔ جبکہ اللہ تعالےٰ نے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ فرمایا ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

نیست امکان واکشیدن ایں لجام گرچہ زیں رہ تنگ مے آیند عام

ترجمہ۔ (حق پرستوں کے لئے اظہار حق کے) اس رجذبے کے لگام کو روکنا ممکن نہیں۔ اگرچہ عوام (ان کے) اس مسلک سے تنگ آ (کر آمادہ فساد ہی ہو) جائیں۔ کما قیل ؎

چوں تیر بیچد زکماں گفتگوے حق مصور را بدارکشیدن چہ فائدہ

سعدی رح ؎

رسانیدن امر حق طاعت ست زدنداں نترسم کہ یک ساعت ست

دید ایں شاہاں زعامہ خوف جاں کیں گروہ کور ند و عامہ بے نشاں

ترجمہ۔ ان (اقلیم عرفان کے) بادشاہوں (کے خلاف فتنہ و شورش برپا ہو جانا تو اد نے بات ہے بلکہ ان کو عوام کی طرف سے اپنی جان کا بھی خطرہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے مراتب کو سمجھنے سے اندھے ہیں اور یہ (معرفت کے) بادشاہ (کمالات کی) کوئی (ظاہری) نشانی نہیں رکھتے (پھر بھی وہ اظہار حق سے نہیں رکتے) صائبؒ ؎

زچہرۂ سخن حق نقاب بردارد زوار ہر کہ چو منصور کرد منبر را

حکم چوں بر دشمت زنداں اوفتاد لاجرم ذوالنوں بزنداں اوفتاد

ترجمہ چونکہ (اس معاملے کا) فیصلہ نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے (عدالت کے حکم سے) حضرت ذوالنون قید خانے پہنچ گئے۔ حافظ رح ؎

شہپر زاغ و زغن زیبا ے صید و قید نیست کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند

یک سوارہ میرود شاہ عظیم در کف طفلاں چنیں دُرِّ یتیم

لغات - یک سوارہ - یکہ و تنہا سوار کیا ہوا - اگلے زمانے میں مجرموں کو گدھے وغیرہ کی ذلت خیز سواری پر بٹھا کر لے جاتے تھے - یہاں وہی مراد ہے - در کف طفلاں مجنوں و دیوانہ کو اطفال کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے - جو عموماً اس کو چھیڑتے چڑاتے کھجاتے اور اس پر اینٹ - پتھر پھینکتے ہیں - یہاں ذوالنون کے ساتھ اطفال کا یہی سلوک مراد ہے - یا جیسے کہ اگلے زمانے میں بعض مجرموں کو رسن بگردن شہر میں پھراتے تھے اور عام اطفال کو اجازت ہوتی تھی - کہ ان کے ساتھ ضحک و ضرب کار سوائی خیز سلوک کریں - شاید وہی مراد ہو -

ترجمہ (افسوس اکہ) ایک عظیم القدر بادشاہ (یوں ذلت خیز طریق سے) سوار کیا ہوا یکہ و تنہا جا رہا ہے (اور) ایک ایسا کمینہ موتی (شہر کے) لڑکوں کے ہاتھ میں (رسوائی اٹھا رہا ہے) حافظ رح ؎

سنگ لول گشتے از نفس فرشتگاں — قال و مقال عالمے یکشم از برائے تو

دُرّ چہ دریا نہاں در قطرۂ — آفتابے مخفی اندر ذرّۂ

ترجمہ (ان کو) موتی (کہنا) تو کیا (حقیقت رکھتا ہے) بلکہ وہ (معرفت کے) ایک دریا (ہیں - جو انسانی وجود کے) ایک قطرہ میں پوشیدہ (ہے - اور عرفان کے) ایک آفتاب (ہیں جو جسم عنصری کے) ذرے میں مخفی (ہے)

آفتابے خویش را ذرّہ نمود — واندک اندک روئے خود را بر کشود

ترجمہ (وہ معرفت کے) ایک آفتاب (تھے) جس نے اپنے آپ کو (از راہ تواضع) ذرہ (کے برابر) ظاہر کیا - اور (پھر حجاب خفا کو اٹھا کر) تھوڑا تھوڑا اپنے چہرے کو کھولا - سعدی رح ؎

بسر وقتِ شاں خلق کے رہ برند — کہ چوں آب حیواں بظلمت دراند

جملہ ذرات در وے محو شد — عالم از وے مست گشت و صحو شد

لغات - چونکہ اوپر حضرت ذوالنون کو ذرہ کہا تھا - یہاں بطور مناسکلت باقی تمام لوگوں کو ذرات کہدیا - محو - مستغرق - یہاں لپٹ جانا مراد ہے - صحو ہشیاری - شد دوسرے مصرعہ میں بمعنے رفت -

ترجمہ (تو) تمام لوگ (از راہ خصومت) ان سے لپٹ گئے (دنیا) جہان ان (کی عداوت) کے سبب آپے سے باہر ہو گیا - اور (اصل معاملہ سمجھنے کی) ہشیاری جاتی رہی -

چوں قلم در دستِ غدارے بود — لاجرم منصور بر دارے بود

ترجمہ - جب (فیصلہ لکھنے والا) قلم ایک غدار کے ہاتھ میں ہو - تو (حسین ابن) منصور رح (کی طرح ہر بیگناہ) ضرور سولی پر چڑھے گا -

مطلب۔ جب بادشاہ کے ماتحت حکام آمادۂ ظلم ہوں۔ تو پھر ناکردہ گناہ لوگوں کے لئے قید بند اور قتل و ہلاک کوئی اچنبھا نہیں۔ ہاتفی رحمہ

وزیراں کج بین و نا ہوشمند — رسانند در شاہ و ملکش گزند
اگر شاہ و قیصر بود در قباد — کہ نواب ناداں دہندش بباد

رفع اشتباہ۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور کو سزائے موت علمائے وقت کے فتوے کی بنا پر ملی تھی۔ اس لئے شاید یہاں کسی کو یہ شبہ ہو۔ کہ مولانا رحمہ نے غدار کا لفظ علماء کے حق میں استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ بات مولانا رحمہ کی شان سے بعید ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہاں قلم سے مراد فیصلہ نویس قلم ہے۔ نہ کہ فتوے نویس قلم۔ علمائے فتوے نویس کا کام تو صرف حکم شرعی بیان کر دینا ہے۔ پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر کرنا بادشاہ یا بادشاہ کے وزیر کا منصب ہے۔ اور وہی ان کے قتل کے ذمہ دار تھے۔ اہل سیر لکھتے ہیں کہ خلیفہ وقت کے وزیر کو حضرت حسین ابن منصورؒ سے کسی خاص بنا پر ذاتی عداوت تھی۔ اس لئے وہ ان کے قتل کا کوئی بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ اور جس طرح ہر زمانے کی حکومتوں کا یہ شیوہ رہا ہے۔ اور آجکل بھی یہی حالت ہے۔ کہ جب کوئی حاکم کسی شخص کو اپنے ذاتی بغض و حسد کی بنا پر تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو کسی شرعی یا قانونی پھندے میں پھانسنے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اسی طرح اس وزیر کو بھی اپنی اس ناپاک غرض کو پورا کرنے کے لئے یہی حیلہ ساز گار نظر آیا۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور ایک مغلوب الحال درویش تھے۔ اور ان کے اکثر اقوال و ملفوظات معیار شریعت سے مورد اعتراض ہوتے تھے۔ جن کی وجہ سے ان کے خلاف علماء و مشائخ میں پہلے سے چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اس لئے وزیر مذکور نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور حضرت ابن منصور کے بعض اقوال مثلاً انا الحق وغیرہ کی بنا پر پہلے تو خلیفہ کو ان سے بدگمان کیا۔ کہ یہ شخص ملحد ہے۔ مرتد ہے۔ زندیق ہے۔ واجب القتل ہے۔ اگر اس کو جلدی قتل نہ کیا گیا۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ ملک میں ارتداد کا ایک فتنہ پھیل جائے۔ پھر علماء سے فتوے طلب کیا۔ علماء ہر چند حضرت ابن منصور کی صداقت کا یقین رکھتے تھے۔ مگر چونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ اس لئے وہ بتقاضائے ظاہر ان کے واجب القتل ہونے کا فتوے دینے پر مجبور تھے۔ اس وقت علماء کی حالت حضرت منصورؒ کے متعلق وہ تھی۔ جیسے متعدد روایات میں آیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص ارتکاب فواحش کے بعد متنبہ اور نادم ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور عرض کرتا۔ کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ مجھ کو سزائے شرعی دی جائے۔ تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔ تو حضورؐ اس کو ٹالنے کے لئے رخ مبارک دوسری طرف پھیر لیتے۔ کہ گویا آپ نے کچھ سنا ہی نہیں۔ بلکہ ایک موقع پر حاضرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اسی قسم کے مرتکب گناہ سے جو اپنا گناہ عرض کر رہا تھا۔ کہا۔ کہ اگر تم اپنے گناہ پر پردہ ڈالتے۔ تو امید تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارا پردہ قائم رکھتا اور تم کو معاف کر دیتا۔ اور جب اس قسم کے مرتکبین فواحش نے بار بار سزا پانے کے لئے اصرار کیا ہے۔ تو پھر ان کو سنگسار وغیرہ کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح علماء بھی حضرت ابن منصور کے قتل کے درپے ہرگز نہ تھے۔ نہ انہوں نے از خود ان کے خلاف فتوے دیا۔ اور نہ وہ ان کے معاملے کو دائرہ بحث میں لائے۔ بلکہ اگر یہ معاملہ پردہ میں رہتا۔ تو علماء کو اس سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ پھر حضرت ابن منصورؒ پر کوئی آفت آتی۔ مگر اس وزیر کو ان کے

حضرت حسین ابن منصورؒ کے قتل کے ذمہ دار علماء نہ تھے بلکہ حکام تھے

قتل کئے بدون کب چین آتی تھی۔ اس نے ان کے خلاف فتوے طلب کیا۔ اور نا چار علماء کو فتوے دینا پڑا کیونکہ یہ معاملہ جب زیر بحث آگیا۔ تو اس سے اغماض یا مداہنت کرنا علماء کے اختیار سے باہر تھا۔ چنانچہ پیچھے کسی جگہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ پہلے پہلے حضرت جنید بغدادی رح نے جو علوم ظاہر میں علامہ دہر اور کمالات باطن میں سید الطائفہ تھے۔ اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر جب حکومت کی طرف سے مزید اصرار ہوا۔ تو پھر آپ نے خرقہ فقر اتار کر قبائے علم پہن لی۔ اور لکھدیا۔ کہ نحن نحکم بالظاھر یعنے ہم بھی شریعت کے حکم ظاہری کے مطابق فتوے قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگر حکام کی طرف سے اس واقعہ میں اسقدر شدید اور اصرار و تکرار نہ ہوتی۔ تو نہ علماء ایسا فتوے دیتے۔ اور نہ حضرت ابن منصور کو سزائے موت ملتی۔

غرض ان کے قتل کی ذمہ داری سراسر حکام وقت خصوصاً اس وزیر پر عائد ہوتی ہے۔ وہی اس کا محرک تھا۔ وہی اس کے لئے ساعی۔ پھر اسی نے خلیفہ کی منظوری سے ان کو دار پر چڑھوایا۔ اور اسی کو حضرت مولانا رح نے غدار کا لقب دیا ہے۔ خود غدار کے لفظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ کہ اس سے کسی حاکم کے ظالمانہ طرز عمل کی طرف اشارہ ہے۔ علماء کے فتوے کی طرف اشارہ نہیں۔ کیونکہ غدار کے معنے ہیں اپنی ذاتی غرض کے لئے حق کو تلف کرنے والا۔ اور یہ تعریف اسی وزیر پر ہی صادق آسکتی ہے۔ جس نے فتوے کو اپنے جذبہ انتقام کے لئے آلہ کار بنانا چاہا۔ اور اپنے ذاتی عناد و عداوت کے لئے ایک ولی اللہ کے خون سے ہاتھ رنگے۔ علمائے مفتین پر غدار کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ ان سے کسی غدر کا وقوع نہیں ہوا۔ انہوں نے صورت واقعہ کے مطابق حکم شرعی لکھدیا۔ اور یہ کوئی عذر نہیں۔ بلکہ شریعت کے ساتھ عین وفا ہے۔ اور نہ ان کو حضرت ابن منصور کے ساتھ کوئی کد و کاوش تھی۔ جس کی بنا پر ان سے غدر کا وقوع ہوتا۔ ایک خاص دلیل اس بات کی کہ یہاں قلم سے فیصلہ لکھنے والے کا قلم مراد ہے۔ جو صرف وزیر کا تھا نہ کہ فتوے لکھنے والوں کا قلم۔ یہ ہے کہ مولانا رح نے فرمایا ہے "چوں قلم در دست غدارے بود" اور غدارے سے صرف ایک وزیر ہی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر علماء مراد ہوتے۔ جو بہت سے تھے۔ تو یوں کہتے "چوں قلم در دست غداراں بود" اگلے شعر میں جو سیفہاں کا لفظ آیا ہے۔ اس سے بھی جماعت علماء مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ لفظ غدار کے لئے بطور تمثیل و تنظیر استعمال ہوا ہے۔ جس میں عموماً صیغہ جمع یا صیغہ واحد بیاسے تنکیر استعمال ہوتا ہے۔

چوں سیفہاں را بود کار و کیا لازم آمد یقتلون الانبیاء

لغات ۔ کار و کیا۔ کام کا اختیار و اقتدار۔ یقتلون الخ۔ یہ سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۔ یعنے وہ کافر لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ فعل اس لئے ان سے وقوع پاتا تھا۔ کہ وہ نافرمان تھے۔ اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

ترجمہ ۔ جب نااہل لوگوں کو کام (کا اختیار) اور اقتدار حاصل ہو تو (منصور جیسے اولیاء تو درکنار بلکہ) انبیاء (تک) کے قتل کا وقوع پاجانا ایک لازمی امر ہے۔

انبیا را گفتہ قوم راہ گم از سفہ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ

لغات ۔ راہ گم ۔ گمراہ ۔ سفہ ۔ سفاہت ۔ خیرہ سری ۔ وہ احمق جس کو اپنے عاقل و نکتہ رس ہونے کا دعوے ہو ۔ اِنَّا تَطَیَّرْنَا ۔ سورہ یٰسین کے دوسرے رکوع سے ایک آیت کا اقتباس ہے ۔ اور دو پیغمبروں کی اعجاز قریہ کے ساتھ گفتگو کی طرف تلمیح ہے ۔ جو اس رکوع میں مذکور ہے ۔

ترجمہ (یہ) گمراہ لوگ تو (اتنے بیباک ہیں کہ اپنی) خیرہ سری سے انبیا کو (یہانتک) کہہ چکے ہیں ۔ کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں (توبہ توبہ)

نوٹ ۔ اس نظیر سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے ۔ کہ اوپر غدار کے لفظ سے علما نہیں بلکہ حکام مراد ہیں ۔ کیونکہ انبیاء کے ساتھ استہزا و تمسخر کرنے والے عموماً جاہل و دنیا دار و جاہ پسند لوگ ہوتے ہیں ۔ اور یہی گروہ ہے ۔ جس کو غدار و سفہاں و راہ گم کا خطاب مل رہا ہے ۔

جہل ترسا بیں اماں انگیختہ زاں خداوندیکہ گشت آویختہ

لغات ۔ ترسا ۔ نصارے ۔ عیسائی ۔ حضرت عیسے علیہ السلام کی امت کے لوگ جن کے عقیدے میں حضرت عیسے علیہ السلام اللہ تعالے کے فرزند ہیں ۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے ۔ کہ یہود نے ان کو صلیب پر چڑھا کر ہلاک کیا ۔ مگر جب ان کی لاش دفن کر دی گئی ۔ تو وہ دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلے ۔ اور آسمان پر چڑھ گئے ۔ نصارے حضرت عیسے علیہ السلام کی اس مظلومی اور دشمنوں کے مقابلے میں اسقدر بے بسی کے باوجود ان کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں ۔ کیونکہ وہ ان کے زعم میں اللہ کے فرزند جو ہوئے ۔ تو فرزند کو اپنے باپ کی سلطنت میں بہت اختیارات ہوا کرتے ہیں ۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اسلام ان عقائد باطلہ کی پورے زور سے تردید کرتا ہے ۔ وہ حضرت عیسے علیہ السلام کو اللہ تعالے کا ایک بندہ اور بشر بتاتا ہے ۔ اس کے نزدیک وہ صلیب پر نہیں چڑھے ۔ بلکہ دشمنوں کی کشمکش کے ہنگامے میں وہ موقع پاکر بچ نکلے ۔ اور اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے ان کو آسمان پر اٹھا لیا ۔ اور ان کا ایک دشمن باقی دشمنوں کے ہاتھ آگیا ۔ اسی کو انہوں نے عیسے سمجھ کر صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر ڈالا ۔ نجات کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ یہ اس کے سوا اور کسی کے اختیار کی بات نہیں ۔ امان ۔ نجات ۔

ترجمہ ۔ عیسائیوں کی جہالت دیکھو کہ انہی حضرت (عیسے علیہ السلام کے حکم) سے نجات (پانے کی امید) پیدا کر رکھی ہے ۔ جو (خود نصارے کے عقیدے کے موافق اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے بے بسی کے ساتھ صلیب پر) لٹکائے گئے ۔

مطلب ۔ انبیاء و اولیاء کے دشمن تو ان کو اذیت دیتے ہی ہیں ۔ ان کے معتقدین و متبعین میں سے بعض لوگوں کی افراط عقیدت جو کفر یہ عقائد تک پہنچ جاتی ہے ۔ تو ان کی یہ دوستی بھی اہل اللہ کے لئے دشمنوں کی اذیت سے کم رنج دہ نہیں ہے ۔ جس کی ایک مثال نصارے کی حضرت عیسے علیہ السلام کے حق میں افراط عقیدت ہے ۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ سے ایک قول یا اس کا ہم معنے مروی ہے ۔ کہ ایک گروہ میری دشمنی کی وجہ سے جہنم کا مستوجب ہے ۔ تو دوسرا گروہ میری محبت کی وجہ سے سزاوار نار

نصارے اور ان کے عقائد باطلہ

ہے۔ پہلے گروہ سے خوارج اور دوسرے سے روافض مراد ہیں۔ نصاریٰ کے مذکورہ عقائد باطلہ کا ایک مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جس ذات عالی کو ایک طرف اس درجہ تک بڑھایا۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا فرزند بنا دیا۔ دوسری طرف ان کی شان کو اسقدر گرایا۔ کہ یہود کے ہاتھ سے ان کا صلیب پر چڑھنا بھی تسلیم کرلیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ پھر طرہ یہ کہ ان کو اپنا مستقل نجات دہندہ بھی سمجھتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

چوں بقولِ اوست مصلوبِ جہود پس مرورا مثمن کے تا نمود

ترجمہ (خیال کیجئے کہ) جب وہ اس (گروہ) کے عقیدے کے موافق یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر چڑھ گئے (اور خود اپنے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کا سامان نہ کرسکے) تو وہ ان کے لئے نجات (کا سامان) کب کرسکیں گے؟

چوں دلِ آنشاہ زایشاں خوں بود عصمتِ وانت فیھم چوں بود

ترجمہ (غرض) جب ان حضرت ذوالنون رح کا دل ان لوگوں کی بدسلوکیوں سے خون ہو۔ تو (ان کے لئے) وانت فیھم (کا حکم نزول عذاب سے) پناہ کیونکر بن سکے۔

مطلب ۔ بزرگوں کے وجود باجود کی ایک برکت یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ مجرم قوم پر اس کے مستوجب عذاب ہونے کے باوجود کوئی عذاب نہیں بھیجتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ۔ اے پیغمبر! اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہیں (سورہ انفال) لیکن سرکشوں کی سرکشی حد سے گذر جائے۔ اور ان کی تعدی ایذا سے اہل اللہ کا دل خون ہو جائے۔ تو پھر یہ وعدہ الٰہیہ بھی کہاں تک قائم رہے۔ آخر ان کے اعمال کی پاداش میں عذاب آکر ہی رہتا ہے۔ حافظ رح ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات با دُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

آگے پھر ان حضرات کی وجہ اختفا بیان فرماتے ہیں۔

زرِ خالص راوزرگر را خطر باشد از قلّاب و خائن بیشتر

لغات ۔ قلّاب ۔ قلب ساز ۔ کھوٹے سکے بنانے والا۔ خائن ۔ ٹھگ۔

ترجمہ ۔ طلائے خالص اور صناع طلا کو (جو) قلب ساز اور ٹھگ (کی قلعی کھولتا رہتا ہے۔ ان کی عداوت) سے بڑا خوف رہتا ہے۔

مطلب ۔ جعلساز و قلب ساز سے ایک تو خالص سونے کو بڑا ضرر پہنچتا ہے۔ کہ وہ ایک کھوٹی دھات کو اس کا ہمشکل بنا کر سونے کی قدر کو گھٹاتے ہیں۔ دوسرے زرگر جیسے کھوٹے کھرے مال کی شناخت کرنے والے کو بھی ان سے ضرر پہنچنے کا سخت خوف ہے۔ کیونکہ زرگر جب ان کے کھوٹے سکے کی قلعی کھول کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور ان کے سزایاب ہونے کا باعث بنتا ہے۔ تو وہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ اہل اللہ اپنی نزاہت ذات و خلوص صفات کے

لحاظ سے گویا طلائے خالص ہیں۔ اور عام ریاکار و مکار لوگوں کے مکر و فریب کو طشت از بام کرنے کے پہلو سے گویا نقاد طلا بھی ہیں۔ اس لئے یہ عوام ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ بقول شیخ سعدی ؎

ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم — دگر با چنو صد برائی بجنگ
ازاں مار بر پائے راعی زند — کہ ترسد سرش را کوبد بسنگ

جو شخص کسی سے ڈرتا ہو۔ اس سے اس شخص کو بھی ڈرنا چاہئے۔ جس سے وہ ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اس کو مٹا دینے کی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا کرتا۔ اس لئے یہ حضرات عموماً عوام کی نظر سے مخفی رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یوسفاں از رشک زشتاں مخفیند — کز عدو خوباں در آتش میزیند

لغات ۔ یوسفاں سے حسینان حسن باطن مراد ہیں۔ یعنے انبیاء و اولیاء زشتاں۔ بدصورت لوگ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں۔ جو جمال معنے اور حسن باطن سے بے بہرہ ہیں۔ یعنے کافر و فاسق لوگ۔ در آتش زیستن۔ عذاب سہنا۔ اذیت اٹھانا۔

ترجمہ (باطنی) حسین (باطن کے) بدصورت لوگوں کے (از راہ) رشک (اذیت پہنچانے کے خوف) سے چھپے رہتے ہیں۔ کیونکہ دشمن (کی ایذا) سے (یہ باطنی) حسین انگاروں پر لوٹتے ہیں۔

مطلب ۔ زشت باطن لوگوں سے باکمال حضرات کو ہمیشہ اذیت پہنچتی ہے۔ صائبؒ ؎

زشت را آئینہ تاریک باشد پردہ پوش — میرسد آزار بد گوہر بہ بینا بیشتر

اس لئے وہ عموماً ان کی ایذا سے بچنے کے لئے عوام کی نظر سے چھپے رہتے ہیں ؎

تا نسازندش کباب از چشم بد اہل حسد — ہمچو عنقا صائب از چشم خلائق دور باش

یوسفاں از مکر اخواں در چہند — کز حسد یوسف بگرگاں میدہند

لغات ۔ در چہند۔ در چاہ ہستند۔ کوئیں کے اندر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو چاہ گمنامی و اخفا میں رکھتے ہیں۔ بگرگاں مے دہند۔ بھیڑیوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

صنائع ۔ اولیاء اور عوام کے معاملے سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کے حسد کرنے اور ان کو کوئیں میں ڈالنے اور پھر اپنے والد کے سامنے ان کو بھیڑیئے کے کھا جانے کا بہانہ بنانے کی طرف تلمیح ہے۔

ترجمہ (باطنی) حسین (یعنے اہل اللہ اپنے) بنی نوع کے مکر (و ایذا کے خوف) سے (گمنامی کے) کوئیں میں (چھپے رہتے) ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ یوسف (جیسے عزیز روزگار) کو (بھی مصائب کے) بھیڑیوں کے حوالے کر دینے سے نہیں ٹلتے۔ عالی مرحوم ؎

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں
اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہیں

انہی حاسدوں کے خوف سے یہ حضرات اپنے آپ کو نظرِ عوام سے مخفی رکھتے ہیں۔ حافظ ؎

پنہاں ز حاسداں بخوم خواں کہ سنعاں خیر نہاں ز بہرِ رضائے خدا کنند

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت؟ ایں حسد اندر کہیں گرگے ست زفت

لغات ۔ یوسف مصری ۔ مملکت مصر میں آ کر ترقی مراتب پانے والے یوسف ۔ مصری کا لقب حضرت یوسف کے مستقبل کے لحاظ سے استعمال کیا ہے ۔ ورنہ جب ان کے بھائیوں نے ان سے حاسدانہ بدسلوکی کی تھی ۔ تو وہ ابھی مصر نہیں گئے تھے ۔ نہ ابھی مصری کا لقب ان پر صادق آ سکتا تھا ۔ بلکہ وہ کنعان کے رہنے والے تھے ۔ زفت ۔ سخت ۔ قوی **صنائع** ۔ یوسف و گرگ مناسبات ہیں ۔

ترجمہ (دیکھو) حسد کی وجہ سے یوسف مصری پر کیا (واردات) گذری (درحقیقت) یہ حسد ایک چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے ۔

نکتہ ۔ مصری کا لقب استعمال کرنے میں یہ نکتہ مضمر ہے ۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس شوکت و اقبال پر نظر کرو ۔ جو ان کو مصر میں حاصل ہوا ۔ اور پھر دیکھو کہ ایسی ایسی شاندار ہستیاں بھی حسد کا شکار ہو چکی ہیں ۔

لاجرم زیں گرگ یعقوبِ حلیم داشت بر یوسف ہمیشہ خوف و بیم

لغات ۔ حلیم نرم دل ۔ بردبار ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے اس کلمہ کا استعمال اس لحاظ سے ہوا ہے ۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صدمہ میں انہوں نے کمال ضبط و تحمل سے کام لیا ۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۔ اور ان کی آنکھیں روتے روتے سفید پڑ گئی تھیں اور وہ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر رہ گئے ۔ اسقدر غم واندوہ کے باوجود اپنے بیٹوں کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا ۔ جنہوں نے حضرت یوسف کو گم کیا تھا ۔ اور حضرت یعقوب کی اس حالت کا باعث ہوئے تھے ۔

ترجمہ ۔ اسی لئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو جو بڑے حلم والے تھے ۔ اس (حسد کے) بھیڑیئے کی طرف سے (اپنے فرزند عزیز) حضرت یوسف کے لئے خوف خطر دامنگیر رہتا تھا ۔ ولہ ؎

کز حسد دزچشم بد بے بیچ و شک سیر و گردش را بگرداند فلک

گرگ ظاہر گر دو یوسف خود نگشت ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت

لغات ۔ گرگ ظاہر ۔ ظاہری بھیڑیا ۔ چونکہ یہاں حسد کو گرگ باطن قرار دیا ہے ۔ اس لئے سچ مچ کے بھیڑیئے کو گرگ ظاہر کہہ دیا ۔ گرد نگشت ۔ پاس بھی نہیں پھٹکا ۔ قریب بھی نہیں آیا ۔ یہ تو اکثر نسخوں کی روایت ہے ۔ بعض شاذ نسخوں میں بگشت بجائے موحدہ درج ہے ۔ اور فارسی میں گرد کے گشتن کے معنے ہیں کسی پر قربان ہونا بہرد و تقدیر ترجمہ دو طرح ہوگا ۔

ترجمہ۔ سچ مچ کا بھیڑیا تو یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہیں پھٹکا (جو کچھ ہوا وہ حسد کے باطنی بھیڑیئے کا فعل تھا کیونکہ یہ (باطنی بھیڑیا یعنے) حسد (اپنے) فعل میں (سچ مچ کے) بھیڑیوں سے (بھی) بڑھا ہوا ہے۔

(۲) سچ مچ کا بھیڑیا یوسف علیہ السلام (کو) بھلا کیا گزند پہنچاتا وہ تو (خود ان پر قربان ہوا جاتا تھا۔ (جو کچھ ہوا الخ)

زخم کرد ایں گرگ و زعذر لبق آمدہ کہ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِق

لغات لبق۔ چرب زبانی۔ صنائع۔ تلمیح ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصے کی طرف۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو کوئیں میں ڈال کر اپنے والد کے سامنے یہ بہانہ بنایا۔ کہ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ۔ یعنے ہم تو بھاگ دوڑ کر کھیلنے لگے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا۔ اتنے میں بھیڑیا اس کو کھا گیا۔ (یوسف ع ۲)

ترجمہ (ادھر تو حسد کے) اس بھیڑیئے نے (جو برادران یوسف کے سر پر سوار تھا۔ یوسف پر) چوٹ کی۔ اور (ادھر برادران یوسف اپنے باپ کے سامنے) چرب زبانی کے ساتھ یہ عذر لے کر آئے۔ کہ ہم بھاگ دوڑ کے ساتھ کھیلنے گئے تھے (کہ یوسف کو بھیڑیا آکر کھا گیا)

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست عاقبت رسوا شود ایں کار ہا ایست

ترجمہ (اس مکر کی بھی کوئی حد ہے) لاکھوں بھیڑیوں میں بھی ایسا مکر (کرنے کی طاقت) نہیں (اے حاسد! اگرچہ جو تیرا داؤ چل گیا مگر) ذرا ٹھیر تو سہی دیکھ آخر کار یہ حسد کیسی رسوائی کا باعث ہوگا۔

مطلب۔ آخر کار حسد کے موجب خجلت ہونے سے اگر دنیا ہی میں ایسا ہونا مراد ہے۔ تو یہ بات اخوان یوسف پر بھی صادق آتی ہے۔ چنانچہ اُن کو بھی حضرت یوسف کو اپنے عروج و اقبال میں شاد کام اور برخلاف اس کے خود اپنی حاسدانہ تدابیر کو ناکام دیکھ کر خجلت کے لہجے میں کہنا پڑا تھا۔ کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ۔ یعنے خدا کی قسم اللہ تعالےٰ نے تم کو ہم پر سرافراز کر دیا۔ اور بے شک ہم خطاکار تھے۔ (سورہ یوسف ع ۱۰) اور اگر آخرت میں حسد کا برا نتیجہ پیش آنا مراد ہے۔ تو یہ حسد کا عام ثمرہ ہو سکتا ہے۔ اور خاص برادران یوسف اس سے ستثنےٰ ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے تائب ہو کر مستحق مغفرت ہو گئے تھے۔ بلکہ سارے بھائی نبوت کے درجے کو پہنچے۔ اور انبیا کا آخرت میں یہ درجہ ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ چنانچہ پہلے تو خود حضرت یوسف نے ان کو ان الفاظ میں معافی بخشی۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تم کو بخشے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم والا ہے۔ پھر جب انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب سے التماس کی کہ يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

برادران یوسف کے گناہ کی معافی

خَاطِئِیْنَ - اے ہمارے اباجان ہمارے لئے ہمارے گناہوں کے بخشے جانے کی دعا کرو بیشک ہم قصوروار تھے - تو حضرت یعقوبؑ نے ان کلمات کے ساتھ ان کی تشفی کر دی تھی کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ - لو میں تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کروں گا - بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے - غرض اگر یہاں آخرت میں حاسدوں کا حشر مراد ہے - تو اس سے حسد کا عام ثمرہ مقصود ہے - اور خصوص واقعہ اس حکم سے مستثنےٰ ہے - چنانچہ فرماتے ہیں :-

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند　　بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند

ترجمہ - کیونکہ عذاب کے دن (یعنے بروز قیامت) حاسدوں کا حشر بلا شک بھیڑیوں کی صورت میں ہوگا - سعدیؒ :-

ندانبیس بدکردہ و نیکی ندید　　بر پاک نا ید ز تخم پلید

حشر بر چرخِ خس مردار خوار　　صورتِ خوکے بود روزِ شمار

ترجمہ (جس طرح ایک) حریص کمینے مردار کھانے والے (آدمی) کا حشر قیامت کے دن سؤر کی شکل میں ہوگا - صائبؒ :-

زر پرستی را بتر از بت پرستی گفتہ اند　　حرص را چوں سنگ زمیں مسجد دل داندہ

زانیاں را گندہ اندام نہاں　　خمر خواراں را بود گندہ دہاں

ترجمہ (علےٰ ہذا دوسرے مجرموں کا حشر ان کے اعمال بد کے مناسب ہوگا جیسے) حرام کاری کرنے والوں کی شرمگاہیں (اسقدر) بدبودار ہونگی (کہ اہل محشر تنگ آجائیں گے اور) شراب پینے والوں کا منہ (بھی اسی طرح سخت) بدبودار ہوگا - جامیؒ :-

شراب خوار و چو بر خویشتن روا دارد　　کہ سلسلت از تے ناپاک مے بیالاید

سگ از مشانہ گر ابریقِ آب گرم آرد　　کہ غسل سلسلت ناپاک ادکند شاید

گندِ مخفی کاں بدلہا میرسید　　گشت اندر حشر محسوس و پدید

ترجمہ (اعمال بد کا) مخفی تعفن جو (صرف) دلوں میں پہنچتا تھا - وہ محشر میں محسوس اور نمایاں ہوگیا -

مطلب - دلہا سے یا تو خود مرتکبین معاصی کے دل مراد ہیں - پھر یہ مطلب ہوگا کہ جو معاصی دنیا میں صرف ان کے دل کی سیاہی و تکدر کا باعث ہوتے تھے - وہ قیامت میں ان کے لئے محسوس طور پر دردناک (آگ کی صورت اختیار کریں گے - یا اس سے دوسرے لوگوں کے دل مراد ہیں - پھر یہ مطلب ہوگا - کہ گنہگاروں کے جو گناہ دنیا میں دوسرے لوگوں کے نزدیک محض ذہنی طور پر باعث نفرت تھے - وہ

ان کو قیامت میں بجواس ظاہر موجب تکلیف پائیں گے۔

واضح ہو کہ اخلاق بد اور عادات قبیحہ دنیا میں محض کیفیات نفسانیہ ہیں۔ جو محسوس بجواس ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ مگر قیامت میں وہ خاص خاص شکلوں میں نمودار ہو کر اپنے متمکنین کے لئے باعث عذاب ہوں گی۔

قیامت میں گناہوں کا خاص خاص شکلوں میں مجسم ہونا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ عالم مثال میں خاص مناسبات موجود ہیں۔ جن پر تمام احکام مبنی ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خاص دحیہ کلبی کی شکل میں ظاہر ہونا خاص معنے پر مبنی تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آگ کا نمودار ہونا بھی خاص معنے پر مبنی تھا۔ پس جو شخص ان مناسبات کو سمجھ جاتا ہے۔ اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں عمل کی جزا کس صورت اور شکل میں ہوگی۔ جیسے کہ تعبیر رویا کا ماہر جانتا ہے کہ فلاں صورت جو خواب میں دکھائی دی ہے۔ اس سے کیا چیز مراد ہے۔ غرض اس طریق سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ جو شخص علم کو چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو اشاعت علم کی ضرورت کے باوجود تعلیم سے باز رکھتا ہے۔ اس کے منہ میں قیامت کے روز آگ کا لگام دیا جائے گا۔ کیونکہ نفس بندش سے متالم ہوتا ہے۔ اور بندش کی شکل لگام ہے۔ اور جو شخص مال سے بہت محبت رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ اسی کی محبت میں مگن رہتا ہے۔ تو اس کے گلے میں ایک گنجے سانپ کو طوق کی صورت میں ڈال دیا جائے گا۔ جو شخص درم و دینار کی جمع و حفظ کا بے حد اہتمام رکھتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں ان کو خرچ کرنے سے ٹلتا ہے۔ اس کو انہی اشیاء کے ساتھ مناسب طریق سے عذاب دیا جائے گا۔ جو شخص کسی ہتھیار یا زہر سے خودکشی کرتا ہے۔ اس کو اسی طریق قتل سے عذاب ہوگا۔ فللہ الحجۃ البالغۃ

بلیشہ آمد وجودِ آدمی پُر خدشوزیں وجود از آدمی

صنائع۔ مصرعہ اول میں آدمی بمعنے بشر ہے دوسرے مصرعہ میں بمعنے آدم ہستی ہائے خطاب ہے۔ اس لئے اس میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ آدمی کا وجود (اخلاق سبعیہ و بہیمیہ کا جامع ہونے کے لحاظ سے گویا) ایک بن ہے (جس میں درندے رہتے ہیں) اگر تم (ایک دور اندیش) انسان (کا سا حزم و احتیاط رکھتے ہو۔ تو اس وجود سے ڈرتے رہو۔ سعدی ؎

اگر دستِ بلا بر فلک رود بخو زدستِ خوے بدخویش در بلا باشد

ولنعم القیل ؎

خواہی کہ دلت صاف شود آئینہ دو چیز بروں کن ز درونِ سینہ
حرص و حسد و بخل و حرام و غیبت بغض و غضب و کبر و ریا و کینہ

تہذیب اخلاق

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے۔ کہ تم بادشاہ ہو۔ تمہارا وجود شہر ہے۔ عقل وزیر ہے۔ رعایا میں تکبر۔ غرور اور حرص برے لوگ ہیں۔ رضا اور اتقا نیک لوگ۔ اگر بادشاہ برے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ تو پھر نیک لوگوں کا ٹھکانا کہاں۔ لیکن اگر وزیر عقل کو کامل اختیارات دیئے جائیں

تو برے اخلاق کی جماعت سر نہیں اٹھا سکتی۔ پس تہذیب اخلاق کے لئے یہی نکتہ کافی ہے۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ؎

وجودِ تو شہرے ست پُر نیک و بد — تو سلطان و دستورِ دانا خرد
ہمانا کہ دونانِ گردن فراز — دریں شہر کبراند و سودائے و آز
رضا و ورع نیکنامان و حُسن — ہوا و ہوس رہزن و کیسہ بُر
چو سلطاں عنایت کند با ہداں — کجا ماند آسایشِ بخردال
ترا شہوت و حرص و کین و حسد — چو خوں در رگانند و جاں در جسد
گر ایں دشمناں تربیت یافتند — سر از حکم و رُوئے تو برتافتند
ہوا و ہوس را نماند ستیز — چو بینند سر پنجۂ عقل تیز
نہ بینی کہ شب دزد و اوباش و خس — نگردند جائیکہ گرد و عسس
رئیسے کہ دشمن سیاست نکرد — ہم از دستِ دشمن ریاست نکرد
نخواہم دریں نوع گفتن بسے — کہ حرفے بس از کار بندد کسے

ظاہر و باطن اگر یا بشد یکے — نیست کس را در نجات اوشکے

ترجمہ (ہاں) اگر کسی کا ظاہر و باطن یکساں ہو (یعنے جس طرح اس کا ظاہر نقائص سے محفوظ ہے باطن بھی اخلاقی معائب سے پاک ہو) تو اس کے نجات پانے میں کسی کو شک نہیں۔

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک — صالح و ناصالح و خوب و خسوک

لغات - خوک - خنزیر سُور۔ صالح نیک آدمی۔ خسوک - کمینہ دون۔ مراد بد۔

ترجمہ - ہمارے وجود کے اندر (اخلاق بد کے) ہزاروں بھیڑیئے اور سُور (اور) نیکوکار و بدکار اور اچھے اور بُرے موجود ہیں۔

نکتہ - ہزاراں گرگ و خوک سے مراد اخلاق رذیلہ ہیں۔ جو بے شمار ہیں۔ اور ہر انسان کے اندر ان کا ظہور یا صلاحیت ظہور کا ہونا لازم ہے۔ صالح اور خوب سے اخلاق فاضلہ مراد ہیں۔ یہ بھی ہر انسان میں موجود ہیں۔ ورنہ ان کے ظہور کی قابلیت ضرور موجود ہوتی ہے۔ اخلاق رذیلہ کے لئے گرگ و خوک کی مثال بالخصوص لانے میں یہ خاص نکتہ مضمر ہے کہ یہی دونوں وہ جانور ہیں۔ جو عام اخلاق رذیلہ کے مظہر اتم ہیں۔ کیونکہ اخلاق رذیلہ عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق قوت غضبی سے ہے۔ مثلاً کبر، غصہ، حسد وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق قوت شہوی سے ہے۔ مثلاً حرص، بخل، خیانت وغیرہ رذائل قوت غضبیہ کے خاص مظاہر سباع یعنے درندے ہیں۔ مثلاً شیر، ریچھ، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے بھیڑیا درندہ پن کے اوصاف کا مظہر اتم ہے۔ بے شک شیر نہایت شہزور اور شجاع جانور ہے۔ تاہم کسی نہ کسی حد تک اس میں بزدلی اور حیا کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مگر بھیڑیا خونخواری اور بیباکی

میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور رذائل قوت شہویہ کے خاص مظاہر بہائم مثلاً بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ گدھا۔ سؤر وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے سؤر شہوت شکم و فرج کی زیادتی میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ وہ شکم پری کی حرص میں سخاست تک چٹ کر جاتا ہے۔ اور ہوس جماع یہاں تک ہے کہ سانگیا ہے۔ کہ جب مادہ دیر تک جفتی کی کشمکش سے تنگ آکر نر سے جدا ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ تو وہ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اور اسی ہیئت میں دونوں میلوں تک دوڑے چلے جاتے ہیں۔ بعید نہیں کہ اس کی انہی صفات رذیلہ کی افراط کے باعث شریعت نے اس کو نجس العین اور اس کے گوشت کو حرام بلکہ اشد المحرمات قرار دیا ہو۔ کیونکہ یہ مسلمہ طبی مسئلہ ہے۔ کہ ہر جانور کے گوشت میں اس کے اندر نفع و ضرر کے علاوہ اس کے طبعی صفات کا خاص اثر بھی ضرور ہوتا ہے چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ جو اقوام خنزیر خوار ہیں۔ ان میں دوسری اقوام کی بہ نسبت بے حیائی۔ بے غیرتی اور زناکاری زیادہ مروج ہے۔ کما قال ؎

لقمہ تخمست و برش اندیشہا　　لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا

حکم خود آنراست کو غالب تراست　　چونکہ از بیش از بنش آمد آں زراست

ترجمہ (اور) حکم انہی (اچھے یا بُرے اوصاف) کا ہے جو زیادہ ہوں۔ جب سونا (اور تانبا مخلوط ہوں۔ تو اگر سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ (سارا) سونا ہے (اور اگر تانبا زیادہ ہے تو وہ سارا تانبا سمجھا جائے گا)

مطلب۔ انسان میں اچھے اور بُرے ہر طرح کے اوصاف ہوتے ہیں۔ پھر بقول حکم الاکثر حکم الکل۔ اگر اچھے اوصاف زیادہ ہوں۔ تو اس انسان کو بالکل اچھا سمجھا جائے گا۔ ورنہ بالکل بُرا۔

سیرتے کاں در وجودت غالب است　　ہم براں تصویر حشرت واجب است

ترجمہ۔ جو خصلت تمہارے وجود میں (تمام خصائل پر) غالب ہے۔ اسی کے مطابق حشر میں تمہاری صورت کا ہونا واجب ہے۔

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے۔ یبعث الناس علےٰ نیاتھم یعنے قیامت میں لوگ اپنی اپنی نیت کے موافق اٹھائے جائیں گے۔ اور دوسری حدیث ہے۔ یبعث کل عبد علےٰ ما مات علیہ یعنے ہر بندہ قیامت کو ان اعمال کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ جن میں اس نے وفات پائی تھی۔ صائبؒ ؎

ہر کہ زشت ست ہماں زشت بعقبےٰ خیزد　　کو را ز خواب محال ست کہ بینا خیزد

خازن مرگ مبدل نکند گوہر را　　جاہل از خواب محال ست کہ دانا خیزد

ساعتے گرگے درائد در بشر　　ساعتے یوسف رخے ہمچو قمر

ترجمہ۔ کبھی تو انسان کے وجود میں ایک بھیڑیا سما جاتا ہے۔ (اور) کبھی ایک یوسف کی سی صورت والا ماہ پیکر (سما جاتا ہے)

مطلب۔ آدمی میں کسی وقت اخلاق حمیدہ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اخلاق ذمیمہ کا ؎

خنزیر کے نجس العین اور اشد المحرمات ہونے میں حکمت

آج یارِ تند خُو نے مجھ سے آکر کہا — مجھ سے عہدِ صلح کر لو اور یہ جانے دو سگو
لیکن اس انساں کے عہدِ صلح پر کیا اعتماد — جو ہو لحظہ میں فرشتہ اور پھر لحظہ میں بھُجت

اگر گرگی اور یوسف رُخی میں دونوں جگہ یائے مصدری معروف ہو۔ تو پھر معنے اقرب الی المقصود ہو جاتے ہیں۔ یعنے کبھی انسان میں درندہ پن آجاتا ہے۔ اور کبھی جمالِ خلق۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ یہ گوناگوں اخلاق متعدی بغیر بھی ہوتے ہیں۔

میرَوَد در سینہا از سینہا — از رہِ پنہاں صلاح و کینہا

ترجمہ (پھر یہ) نیکی (کے فضائل) اور (بغض و) کینہ (وغیرہ بُرے خصائل) ایک مخفی طریق سے ایک سینے سے دوسرے سینوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

مطلب۔ قرب و صحبت کے اثر سے یہ اچھے اور بُرے اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ صائبؒ ؎

سادہ لوحاں زود میگیرند رنگِ ہم نشیں — صحبتِ طوطی سخنور میکند آئینہ را

اکبر الہ آبادی مرحوم ؎

مل کے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ — آدمی کا آدمی شیطان ہے

آگے ارشاد ہے کہ یہ اثر پذیری انسان پر ہی موقوف نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوتے ہیں۔

بلکہ خود از آدمی در گاو و خر — میرَوَد دانائی و علم و ہُنر

ترجمہ۔ بلکہ آدمی سے بیل گدھے (وغیرہ حیوانات) میں بھی مختلف کرتب اور ہنر آجاتے ہیں۔

اسپ سُکسک می شود رہوار و رام — خرس بازی میکند بُز ہم سلام

لغات۔ سکسک بضم ہر دو سین۔ کم رفتار گھوڑا۔ رہوار تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مطیع۔ خرس ریچھ بُز۔ بکرا۔

ترجمہ (سدھانے سے) کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور مطیع بن سکتا ہے۔ ریچھ کھیلیں کرتا ہے (اور) بکرا بھی سلام (کرتا ہے)

رفت در سگ زادی از حرص و ہوس — یا شباں شد یا شکاری یا حرس

لغات۔ شبان۔ بکریوں کا رکھوالا۔ حرس نگہباں۔

ترجمہ۔ کتے (تک) میں تو آدمی (کی صحبت) سے (کام کرنے کی) حرص اور خواہش آجاتی ہے۔ (چنانچہ وہ) یا تو (بکریوں کا) رکھوالا بن جاتا ہے۔ یا شکاری یا (گھر بار کا) پہرے دار۔

درسگِ اصحاب خوئے زاں رقود رفتہ تا جویائے رحمٰن گشتہ بود

ترجمہ۔ اصحاب (کہف) کے کتے میں ان (غار کے اندر) سونے والوں کی خصلت مؤثر ہوگئی تھی۔ جبھی تو وہ طالب رحمٰن بن گیا تھا۔

لغات۔ اصحاب سے مراد اصحاب کہف ہیں۔ رقود جمع راقد۔ سونے والے لیٹنے والے۔ جویا۔ طالب۔

مطلب۔ اصحاب کہف کا ذکر پہلے اس شرح کے کسی حصے میں مفصل گزر چکا ہے۔ یہ اہل اللہ کی جماعت تھی۔ حاکم وقت کے ظلم سے تنگ آکر شہر سے نکلے۔ ایک کتا ان سے مانوس تھا۔ وہ بھی ساتھ ہولیا۔ یہ اصحاب ایک غار میں جاکر لیٹ گئے۔ کتا غار کے دروازے میں اپنی باہیں بچھا کر بیٹھ گیا۔ صدیاں بیت گئیں وہ آج تک اسی حالت میں پڑے ہیں۔ سعدی رح ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت و مردم شد

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ ست تا بدام سینہا پنہاں رہ ست

لغات۔ سر کند بمعنے سر زند۔ ظاہر ہوتا ہے۔ نمودار ہوتا ہے۔ دیو۔ جن۔ بھوت۔ شیطان۔ دام چرندہ دد۔ درندہ ترکیب زاں عجب بیشہ جار و مجرور متعلق ہے سر کند کے صنائع دام۔ دد۔ بیشہ۔ شیر۔ دام مناسبات ہیں۔

ترجمہ ہر گھڑی (انسان کے) سینے میں (اچھے برے اخلاق کی ایک نہ) ایک نوع نمودار ہوتی رہتی ہے۔ (چنانچہ) کبھی (اخلاق سیئہ کا) دیو۔ کبھی (اخلاق حسنہ کا) فرشتہ (اور اسی طرح) کبھی کوئی چرندہ اور کبھی کوئی درندہ اس عجیب جنگل میں سے (نمودار ہوتا رہتا ہے) کہ (جس کے متعلق) ہر شیر (مرد) جانتا ہے۔ کہ (اس میں سے) دوسرے سینوں کے جال کی طرف ایک پوشیدہ راستہ ہے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا کہ "بیشۂ آمد وجود آدمی" اسی انداز سے اب پھر انسان کے وجود کو ایک بیشہ قرار دے کر اس کے مختلف اخلاق کے دام و دد کا دوسرے وجود کی طرف متعدی ہونا بیان فرماتے ہیں۔ بیشہ کی مناسبت سے ہر عالم نفسیات اور ماہر رموز اخلاق کو شیر مرد کہا ہے۔ یعنے فن اخلاق کا ہر ایک ماہر جانتا ہے۔ کہ انسان کے سینے سے دوسرے سینوں تک ایسے مخفی راستے موجود ہیں۔ جن سے ایک کی اخلاقی تاثیرات دوسرے تک اس طرح جا پہنچتی ہیں۔ جس طرح جانور جال میں جا پھنستے ہیں۔ آگے یہ ارشاد ہے۔ کہ جب اس طرح ایک کے اخلاق دوسرے پر موثر ہوتے ہیں۔ تو ہمیں اس تاثیر و تاثر کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

دُزدیے کُن از زر و مرجانِ جاں ۔۔۔ اے کم از سگ از دُونِ عارفاں

صنائع ۔ مرجان اور جان میں تجنیس ۔

ترجمہ اے (وہ شخص کہ فضائل اخلاق سے بے بہرہ ہونے میں) کتے سے بھی کم (ہے) تجھے (یہ موقع غنیمت سمجھ کر) عارف لوگوں کے باطن سے روحانی زر و جواہرات اخذ کرنے چاہئیں ۔ صائبؒ ؎

شد ز وصلِ غنچہ گلبو جامۂ باد سحر ۔۔۔ در نیا میزی دریں گلشن بہ اہلِ دل چرا

چُونکہ دُزدی بارے آں دُرِ لطیف ۔۔۔ چونکہ حامل میشوی بارِ شریف

ترکیب ۔ دزدی جملہ فعلیہ شرط بدزو فعل امر مقدر اس کی جزا ۔ اسی طرح حامل میشوی جملہ اسمیہ شرط حامل میشو اس کی جزا ۔

ترجمہ ۔ جب تم (کچھ) چراتے ہو ۔ تو آخر (اخلاق کے وہ) پاکیزہ موتی چراؤ جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں) (اور) جب تم (کوئی) بوجھ اٹھاتے ہو ۔ تو کوئی نفیس بوجھ (اٹھاؤ) ۔

فہم کردن مُریداں کہ ذوالنون دیوانہ نیست و بقصد چنیں کردہ

مریدوں کا سمجھ جانا کہ حضرت ذوالنون دیوانہ نہیں ہیں ۔ اور انہوں نے قصداً ایسا کیا ہے

چُونکہ ذوالنوں سُوئے زنداں رفت شاد ۔۔۔ بند بر پا دست بر سر از افتقاد

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو ۔۔۔ بہر پُرسش سُوئے زنداں نزدِ او

لغات ۔ افتقاد ۔ گم کرنا ۔ پرسش ۔ تفتیش حال ترکیب ۔ دست بر سر از افتقاد کے معنے یہاں چسپاں کرنے میں مترجموں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے ۔ بعض شارحین اس کا یہ مطلب لیتے ہیں ۔ کہ حضرت ذوالنون افتقاد عقل کے شبہ میں بند برپا و دست بر سر لے جائے جا رہے تھے ۔ بعض نے کہا یہ مطلب ہے ۔ کہ لے جانے والوں کی عقل ماری گئی ۔ کہ ایسے ولی اللہ سے یہ سلوک کیا ۔ بعض نے کہا ہے ۔ کہ دست بر سر سے ان کے دوستوں کی حالت تحیر مراد ہے ۔ اور افتقاد سے یہ مقصود ہے ۔ کہ ذوالنون ان کے ہاتھ سے گم ہو گئے ۔ ہمارے نزدیک یہی تقدیر اچھی ہے ۔ پھر ترکیب یوں ہوگی ۔ کہ چونکہ ذوالنون بند برپا سُوئے زنداں شاد رفت ۔ شرط جس کی جزا دست بر سر سے شروع ہوئی ہے ۔ افتقاد کا مضاف الیہ ذوالنون محذوف یہ مرکب اضافی مجرور ہوا ۔ جار و مجرور متعلق بر سر کے جو حال ہے ۔ اور دوستان ذوالحال ۔

ترجمہ جب حضرت ذوالنون خوش خوش پا بزنجیر قید خانہ کو چلے ۔ تو (ان کے معتقدوں نے (انکو) گم کرنے (کے افسوس) سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے (ان کی) تفتیش حال کی

غرض سے (ان کے پاس جانے کے لئے) ہر طرف سے قید خانہ کی طرف رخ کیا۔

دوستاں در قصۂ ذوالنّوں شدند سوئے زنداں و دراں رائے زدند

ترجمہ۔ معتقدین حضرت ذوالنون کے معاملے میں (تفتیش حال کرنے کے لئے) قید خانہ کیطرف گئے۔ اور اس بارے میں رائے زنی کرنے لگے۔

کایں مگر قاصد کند یا حکمتست کو دریں دیں قبلہ و آیتست

لغات۔ قاصد۔ قصد کرنے والا۔ بالارادہ کوئی کام کرنے والا۔ قبلہ مرجع عام مراد ہے۔ آیت نشانی

ترجمہ۔ کہ شاید آپ یہ (مجنونانہ حرکات) بالارادہ کرتے ہیں (سچ مچ دیوانہ نہیں ہیں) یا (شاید واقعی دیوانہ ہوگئے ہوں اور اس میں اللہ تعالےٰ کی) کوئی حکمت ہو۔ کیونکہ آپ اس دین (اسلام) میں (آج) مرجع (عوام) اور آیت (من آیات اللہ) ہیں۔

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو

لغات۔ سفہ۔ بفتح سین و فا۔ خفت عقل۔

ترجمہ۔ ان کی عقل سے جو اپنی بے پایانی میں دریائی مثل ہے۔ یہ بات دُور (اور نہایت) دور (ہے) کہ دیوانگی ان سے خفت عقل (کی باتیں) صادر کرائے۔

حاشَ للہ از کمالِ جاہِ اُو کابر بیماری بپوشد ماہِ اُو

ترجمہ۔ حاشَ للہ ان کے کمالِ مرتبہ (کے لحاظ) سے (یہ بات ناممکن ہے) کہ بیماری کا ابر ان (کی عقل) کے (درخشاں) چاند کو چھپالے۔

اوز شرِّ عامّہ اندر خانہ شدُ اوز ننگ عاقلاں دیوانہ شدُ

ترجمہ۔ (پس معلوم ہوتا ہے کہ) وہ عام لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے (قید) خانہ میں چلے گئے۔ وہ (اس زمانے کے بداعمال) عاقلوں (کے ساتھ شریک عقل ہونے) کی عار سے دیوانہ بن گئے۔ سعدی رح ؎

پائے در زنجیر پیشِ دوستاں بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

حافظ رح ؎

نیست مقبولِ دلِ عشق پسندیدۂ عقل ہر کہ آدم بود آنجا دو دوام ست اینجا

اوز عارِ عقل کُندِ تن پرست قاصداً رفت ست و دیوانہ شدست

ترجمہ (اصلی وجہ یہی ہے کہ) وہ (اس) عقل کی عار سے جو (روحانیات کے ادراک سے) کند اور جسمانیات کے تصرف میں لگی رہتی ہے قصداً (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں۔ حافظ ؎

ورائے طاعت و پیمانگاں زما مطلب — کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

کہ بہ بندم اے فتے وزسازگاو — برسر و شکم بزن وایں را مکاو

لغات۔ سازگاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے چوپایوں کو ہانکتے ہیں۔ مکاو فعل نہی از کاویدن جس کے معنے ہیں کریدنا کھودنا کاوش کرنا۔

ترجمہ (اور آپ کہہ رہے ہیں) کہ اے نوجوان (سپاہی) مجھ کو (زنجیر میں) جکڑ لے۔ اور چرمی ساٹا میرے سر اور پشت پر مارتے جا۔ اور اس بات (کا سبب دریافت کرنے کے لئے اس) کو مت کرید۔

تا ززخم لخت لخت یابم من حیات — چوں قتیل انگاو موسیٰ اے ثقات

لغات۔ زخم۔ ضرب۔ مار پیٹ۔ لخت۔ ٹکڑا۔ قتیل۔ مقتول۔ ثقات۔ معتبر لوگ۔ گاو موسے یہ لفظ ایک روایت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔ اس کے بیان کے بغیر شعر کا مطلب واضح نہ ہوگا۔

اہل سیر لکھتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک متمول آدمی تھا۔ اس کا ایک بھتیجا محتاج و فقیر تھا۔ اور وہی اس کا وارث ہوتا تھا۔ بھتیجے نے ایک دن موقع پاکر مال کی طمع سے چچا کو قتل کر ڈالا۔ اور رات کے وقت اس کی لاش کو ایک دوسرے گاؤں میں لے جاکر ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو پھر خود ہی موسےٰ علیہ السلام کے پاس اس کے خون کا دعوےٰ چند اشخاص کے خلاف دائر کر دیا۔ موسےٰ علیہ السلام نے تحقیقات کی تو کچھ پتہ نہ چلا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ خطہ ندتعالےٰ سے دعا کریں۔ کہ شکل کسی طرح حل ہو جائے۔ موسےٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ جو قبول ہوگئی۔ تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ ایک گائے ذبح کرو۔ قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یعنے سوال تو ہوا مقتول کے قاتل کا کھوج لگانے کا۔ اور آپ حکم دیتے ہیں گائے کو ذبح کرنے کا۔ مگر جب ان کو یقین ہوگیا۔ کہ یہ حکم قاتل کا سراغ لگانے کے سلسلے ہی میں ہوا ہے۔ تو پھر انہوں نے اپنی عجب آفرین طبیعت کے موافق مختلف سوالات شروع کر دیئے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ کیا رنگ ہو۔ کیا حلیہ ہو۔ کیا عمر ہو۔ ان سوالات کے جواب میں جوں جوں اس گائے کی صفات بیان ہوتی جاتی تھیں۔ تو شرائط و قیود کی زیادتی سے خود ان لوگوں کے لئے مشکل بڑھتی جاتی تھی بزرگان دین نے لکھا ہے۔ کہ اگر وہ لوگ اس حکم کو سنتے ہی کوئی سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو وہی کافی ہوتی۔ مگر انہوں نے خود سوال پیدا کر کے شرائط صفات کی اپنے لئے مشکل پیدا کر لی۔ اور اس میں بھی اللہ تعالےٰ کی ایک حکمت تھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک صالح آدمی تھا۔

اللہ نے اس کو بیٹا دیا تھا۔ جو ابھی خرد سال تھا۔ جب اس شخص کی وفات کے دن قریب آئے۔ تو اسے اپنے بچے اور عورت کا فکر ہوا۔ اس کے پاس صرف ایک بچھیا تھی۔ اُسے جنگل میں لے گیا۔ اور یہ دعا کر کے اسے چھوڑ دیا۔ کہ الٰہی میں اس کو تیری حفظ میں بطور امانت چھوڑتا ہوں۔ کہ جب میرا بچہ بڑا ہو۔ تو اس کے کام آئے۔ یہ لڑکا جوان ہوا۔ تو اپنے باپ کی طرح نہایت صالح و عابد اور نیکو کار نکلا۔ تہائی رات تک نوافل پڑھتا۔ پھر تہائی رات تک سوتا۔ اس کے بعد تہائی رات پھر اپنی ماں کی خدمت میں با سعید ثواب بیٹھا رہتا۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتا۔ ان کو فروخت کر کے ایک تہائی قیمت خیرات کر دیتا۔ ایک تہائی کی روٹی خرید تا۔ باقی تہائی ماں کی نذر کر دیتا۔

ان کی خدمت کی فضیلت اور اس کا اجر

خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس جوان کی یہ طاعت و عبادت اور ماں کی خدمت قبول ہوئی۔ آخرت میں اس کا حوصلہ ملنا تھا۔ وہ تو رہا الگ۔ دنیا میں بھی وہ اس کے اجر سے مالا مال ہو گیا۔ ایک دن وہ اپنی ماں کے مشورے سے جنگل میں گیا۔ اور اپنی مورد تی بچھیا کو پکڑ لایا۔ جو اس وقت تناور گائے بن چکی تھی۔ اور حفاظت الٰہی کی بدولت کوئی شخص اب تک اس کے پکڑنے پر قادر نہیں ہو سکا تھا۔ مگر وہ بحکم خدا اپنے اصلی حقدار کے پکڑنے پر آسانی اس کے قابو میں آگئی۔ اس نے ارادہ کیا۔ کہ بازار میں تین دینار (۹ روپے) پر اس کو فروخت کر دے۔ مگر فرشتہ غیب نے اس کی ماں کے کان میں یہ بات ڈالی۔ کہ لڑکے سے کہدو۔ ابھی اس گائے کو فروخت نہ کرے۔ اس کو موسےٰ علیہ السلام خریدیں گے۔ وہ موسےٰ علیہ السلام سے اس کے عوض میں اسقدر سونا وصول کرے۔ جس سے اس کا چمڑا پُر ہو سکے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ سے قابل ذبح گائے کے جو اوصاف بتائے۔ ان اوصاف کی گائے اس جوان کی گائے کے سوا اور کوئی نہ تھی۔ وہ اس سے خریدی گئی۔ اور ذبح کے بعد اس کے عوض میں اسقدر سونا دیا گیا۔ جس سے اس کا چمڑا پُر ہو سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مُردہ لاش سے لگایا گیا۔ تو مردہ زندوں کی طرح اُٹھ بیٹھا۔ اور اس نے بتا دیا۔ کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہی پھر بے جان ہو کر گر گیا۔ قاتل کو اس کے جرم کی سزا دی گئی۔

ترجمہ۔ تاکہ اے معتبر لوگو! میں (اس گائے کے چرمی) ٹکڑے (کے بنے ہوئے سانٹے) کی چوٹ سے زندگی پاؤں۔ جیسے کہ (اس) مقتول نے موسےٰ علیہ السلام کی (خرید کی ہوئی) گائے (کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے) سے (زندگی پائی)۔

تا زرخمِ لختِ گاوے خوش شوم ہمچو کشتہ گاوِ موسیٰ گش شوم

لغات: کشتہ گاو میں فک اضافت ہے۔ گش بفتح گاف فارسی۔ خوش۔

ترجمہ۔ تاکہ میں (اس) گائے کے (چرمی) ٹکڑے (کے بنے ہوئے سانٹے) کی چوٹ سے خوشحال ہو جاؤں۔ موسےٰ علیہ السلام کی گائے کے ٹکڑے کے اثر سے زندہ ہو جانے والے مردے کی طرح خوش و خرم ہو جاؤں۔

زندہ شد کشتہ ز زخم دُمِ گاو ہمچو مس از کیمیا شد زرِ ساو

لغات ۔ زخم دم گاو ۔ گائے کی دم کی چوٹ ۔ بعض روایات میں آیا ہے ۔ کہ مذبوحہ گائے کی دم جڑ کے پاس سے اس مقتول کے ساتھ چھوئی گئی ۔ تو وہ زندہ ہوا ۔ بعض روایات میں کان کے جڑ کی ہڈی آئی ہے ۔ بعض میں زبان ۔ بعض میں دائیں ران ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ زخم دم گاؤ کا ذکر بھی ایک روایت پر مبنی ہے ۔ زرِ ساو ۔ خالص سونا ۔

ترجمہ (وہ) مقتول گائے کی دُم کی چوٹ سے زندہ ہوگیا (تھا) جس طرح تانبا کیمیا سے خالص سونا بن جاتا ہے ۔

کشتہ بر جست و گفت اسرار را وانمود آں زمرۂ خونخوار را

ترجمہ (چنانچہ وہ) مقتول (چنگا بھلا ہوکر) اُٹھ بیٹھا اور (اپنے قتل کے) راز بیان کر دیئے ۔ (اور) اس خونخوار جماعت کو (جس میں اس کا بھتیجا اور اس کے معاون شامل تھے) ظاہر کر دیا ۔

گفت روشن کاین جماعت کشتہ اند تخمِ ایں آشوب ایشاں کشتہ اند

لغات ۔ روشن ۔ صاف صاف ۔ علانیہ ۔ آشوب ۔ فساد ۔ ظلم **صنائع** کشتہ بضم اور کشتہ بکسر میں تجنیس ۔

ترجمہ (اس مقتول نے) علانیہ بتا دیا کہ (مجھے) اس جماعت نے قتل کیا ہے ۔ اس فساد کا بیج انہوں نے بویا ہے ۔

چونکہ کشتہ گردد ایں جسمِ گراں زندہ گردد ہستیِ اسرار داں

ترجمہ (اسی طرح) جب یہ گراں (بار) جسم فنا ہوجاتا ہے ۔ تو راز داں ہستی زندہ ہوجاتی ہے

مطلب ۔ یہی ظاہر کے فنا ہوجانے سے روح میں لطافت و پاکیزگی آجاتی ہے ۔ اور بہت سے ایسے علوم و حقائق منکشف ہوجاتے ہیں ۔ جو جسمانی زندگی میں اس پر مخفی تھے ۔ صائب رح ؎

دل ز قیدِ جسم چوں آزاد گردد وا شود
چوں حباب از خود کند قالب تہی دریا شود

جانِ او بیند بہشت و نار را باز داند جملہ اسرار را

ترجمہ ۔ (پھر) اس کی روح بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہے ۔ (اور) تمام اسرار کو معلوم کر لیتی ہے ۔

وانماید خونیان دیو را وانماید دام خدعہ و دیو را

لغات - خونیاں - قاتلاں - دیو شیطان - خدعہ - فریب - دیو - مکر و فریب -

ترجمہ (جس طرح اس مقتول نے اپنے قاتلوں کا راز فاش کر دیا تھا) وہ (روح مجرد بھی) قاتل شیطانوں کو (جو انسان کو ضرر پہنچاتے ہیں) ظاہر کر دیتی ہے (ان کے) مکر و فریب کے جال کو نمایاں طور پر دکھا دیتی ہے -

گاو کشتن ہست از شرط طریق تا شود از زخم دمّش جان مفیق

لغات - طریق سے طریق معرفت مراد ہے - زخم دمّش - اس کی دُم کے نازیانے کی چوٹ - مفیق - افاقہ پانے والا - ہوش میں آ جانے والا - **صنائع** زخم دُمّش کے ذکر میں صنعت مشاکلہ ہے -

ترجمہ - غرض گاو (جسم) کو ذبح کر ڈالنا طریق (معرفت) کی شرائط سے ہے - تاکہ جان اس کی دم (کے سانٹے) کی چوٹ سے ہوش میں آ جائے (جس طرح وہ مقتول گائے کے دم کے چھونے سے زندہ ہو گیا تھا) -

گاو نفس خویش را زودتر بکش تا شود روح خفی زندہ بہش

لغات - زودتر - مخفف زہ و تر - روح خفی - کنایہ ہے روح ضعیف سے - بہش - ہوش -

ترجمہ (پس) اپنے نفس کی گائے کو جلدی ذبح کرو - تاکہ (تمہاری) روح (جو اب کمزور ہو رہی ہے مخالف طاقت کے فنا ہو جانے سے طاقت پکڑے اور) زندہ و باہوش ہو جائے - فیض عفرلہ ؎

در مرکہ چوں کنی کمر چُست خود را بشکن کہ فتح از تست

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو حال ذوالنون با مریداں باز گو

ترجمہ - اس بحث کو انتہا اور خاتمہ تک پہنچانے کی کوشش نہ کرو (کہ اس کی انتہا نہیں - لہذا) حضرت ذوالنون کا اپنے مریدوں کے ساتھ (جو معاملہ ہوا اس کا) حال بیان کرو -

رجوع کردن بحکایت ذوالنون با مریداں

حضرت ذوالنون کے اپنے مریدوں کے ساتھ معاملے کا بیان دوبارہ شروع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیک او بانگ برزد ہے کیا نند اتقوا

لغات - نفر - جماعت - ہے - کلمۂ تنبیہ جو آگاہ کرنے کی غرض سے استعمال ہوتا ہے - کیا نند - کدام کسانند - اتقو - فعل امر صیغہ جمع حاضر - ہشو - بچو - دور ہو جاؤ -

ترجمہ جب وہ جماعت ان کے پاس پہنچی - تو (حضرت ذوالنون نے انکو) للکارا کہ خبردار! (یہ) تم کون لوگ (چلے آرہے) ہو - چلو ہٹو!

با ادب گفتند ما از دوستاں بہر پرسش آمدیم اینجا بجاں

ترجمہ (سب نے) مودبانہ عرض کیا - ہم (آپکے) معتقدوں میں سے (ہیں) یہاں (دل و) جان کے ساتھ (آپ کا حال) دریافت کرنے آئے ہیں -

چونی اے دریائے عقل ذوالفنوں ایں چہ بہتان است بر عقلت جنوں

لغات - چونی - چوں ہستی - چگونہ ہستی - ذوالفنوں - عجائبات والا - بستان - تہمت -

ترجمہ کہ اے عجائبات والی عقل کے دریا! آپ کا کیا حال ہے - (اور) آپکی عقل پر یہ دیوانگی کی تہمت کیسی لگائی جارہی ہے -

دود گلخن کے رسد در آفتاب چوں شود عنقا شکستہ از غراب

ترجمہ - بھلا بھٹی کا دھواں آفتاب کے ساتھ کب چھو سکتا ہے؟ عنقا کو کوّے کے مقابلے میں کب شکست کھا سکتا ہے؟ (اسی طرح آپ کی عقل کو جنون سے کیا نسبت؟)

وانگیر از ما بیاں کن ایں سخن ما محبانیم با ما ایں مکن

ترجمہ - یہ بات بیان فرما دیجئے - ہم سے چھپائیے نہیں - ہم آپ کے مخلص ہیں - ہمارے ساتھ ایسا نہ کیجئے (کہ ہم کو اصل حال سے آگاہ نہ فرمائیں)-

مر محبّاں را نشاید دور کرد یا بہ روپوش و دغل مجبور کرد

ترجمہ۔ ہم خاص مخلصوں کو (اپنی معیت سے) دور کرنا یا روپوشی اور دھوکے کے ساتھ ان کو (آپ سے) الگ رکھنا مناسب نہیں۔

راز را اندر میاں نہ با مُحِب ایکہ بحرِ علم و عقلی اِستَجِب

لغات۔ استجب صیغہ امر ہے استجابت سے۔ قبول کرو۔ ہماری درخواست منظور کرو۔

ترجمہ (اس معاملہ کے اصلی) راز کو دوست پر ظاہر کر دیجئے۔ اے علم و عقل کے دریا! آپ ہماری بات مان لیجئے۔

راز را اندر میاں آور شہا رُو مکن در ابر پنہانی مہا

ترجمہ۔ حضور والا! اصلی راز بیان فرما دیجئے۔ اے معرفت کے چاند! پوشیدگی کے بادل میں اپنے چہرہ (مبارک) کو نہ چھپایئے۔

ما مُحِبِّ صادق و دلخستہ ایم در دو عالم دل بتو بربستہ ایم

ترجمہ ہم آپ کے سچے مخلص (ہیں) اور (آپ کی اس تکلیف سے) ہمارا دل زخمی ہے۔ دونوں عالم میں آپ (ہی) کے ساتھ ہمارا قلبی تعلق ہے۔

راز را از دوستاں پنہاں مکن در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکن

ترجمہ۔ (اپنے) راز کو دوستوں سے نہ چھپایئے۔ صاف صاف فرما دیجئے۔ اور خواہ مخواہ (ہماری) جان کے درپے نہ ہو جیئے (جو اس غم میں گھلی جا رہی ہے)

چونکہ ذوالنّوں ایں سخن زیشاں شنید جز طریقِ اِمتحاں مُخلص ندید

ترجمہ۔ جب حضرت ذوالنون نے ان کی یہ باتیں سنیں (اور سب کو معقول پایا) تو (بہ) طریق امتحان (ان کے دعوی خلوص کو آزمانے) کے سوا (اور کوئی صورت ان سے) رستگاری (پانے کی) نہ دیکھی (لہذا امتحان شروع کر دیا)

فحش آغازید و دشنام از گزاف گفت او دیوانگانہ زے وقاف

لغات۔ آغازید۔ فعل ماضی ہے آغاز دین سے۔ گزاف۔ گپ۔ بے اصل بات۔ زے وقاف اشارہ ہے زن زن بق بق کی طرف جس کے معنے بکواس کے ہیں۔ جھک جھک بک بک۔

ترجمہ بناوٹ (کے جنون) سے برا بھلا کہنا اور گالی گلوچ شروع کر دی۔ (اور) دیوانوں کی طرح جھک جھک بک بک کرنے لگے۔

برجہید و سنگ پراں کرد و چوب جملگاں بگریختند از بیم کوب

ترجمہ (اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ طیش کے ساتھ اٹھے اور پتھر پھینکنے اور لاٹھی (چلانی) شروع کر دی۔ تمام لوگ (لاٹھی کی) چوٹ کے خوف سے بھاگ نکلے۔

قہقہہ خندید و جنبانید سر گفت بادرویش ایں یاراں نگر

لغات۔ بادرویش۔ غرور۔ لاف۔ شیخی۔

ترجمہ (پھر) قہقہہ (مار کر) ہنس پڑے اور سر ہلا کر کہا۔ ان یار لوگوں کی (خلوص و محبت کی) شیخیاں دیکھو۔

دوستاں ہیں! کو نشانِ دوستاں! دوستاں را رنج باشد ہمچو جاں

ترجمہ ان (دوستی کے دعویدار) دوستوں کو دیکھو! (مگر سچے) دوست کا نشان کہاں؟ (سچے) دوستوں کو (دوست کے ہاتھ سے جو) تکلیف (پہنچے وہ) جان کے برابر (پیاری) ہوتی ہے۔ صائبؒ ؎

دشنام یار جانِ دگر میدہد مرا ایں زہر پرورش بشکر میدہد مرا

سعدیؒ ؎

جنگ از طرفِ دوست دل آزار نباشد یارے کہ تحمل نکند یار نباشد

ولہ ؎

اگر عاشقی دامن او گیر ور گویدت جاں بدہ گو بگیر

کے گراں گیرد ز رنج دوست دوست رنج مغز دوستی اور اچو پوست

لغات۔ گراں گیرد۔ ناگوار سمجھتا ہے۔ مغز۔ مراد اصل۔ لب لباب۔

ترجمہ۔ دوست دوست کی تکلیف کو کب ناگوار سمجھتا ہے (محبت کا) لب لباب (دوست کی) تکلیف (کو برداشت کرنا) ہے۔ اور دوستی تو (صرف) اس کا چھلکا ہے۔ صائبؒ ؎

از عشق تا جائے شکوہ نما نزدست در دلم لطف بجاست رنجش بیجائے او مرا

نے نشانِ دوستی شد سر خوشی؟ در بلا و محنت و آفت کشی

ترجمہ۔ کیا (دوست کی طرف سے نازل ہونے والی) بلا اور محنت اور جفاکشی میں راضی (برضائے دوست) رہنا (سچی) دوستی کی نشانی نہیں ہے؟ کیوں نہیں ضرور ہے۔ سعدیؒ ؎

یاری آنست کہ زہر از قبلش نوش کنی نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست زر خالص در دل آتش خوش ست

ترجمہ - دوست کی مثال سونے کی سی ہے - اور بلا گویا آگ ہے - خالص سونا آگ ہی کے اندر (اپنا جوہر) بخوبی (ظاہر کرتا) ہے - حافظ رح ؎

عہد کردی کہ بسوزی ز غم خویش مرا ہیچ غم نیست تو بسوز کہ من مے سازم

جامی رح ؎

ببیں بچشم ترحم بحال اے خواجہ کہ رنج و محنت عشاق راحت آمیز ست

آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے دوست کے ہاتھ سے تلخ خربوزہ پایا - تو اس کو بھی رغبت سے کھایا - اسی طرح اگر حق تعالیٰ کی مشیت سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے رضی برضا ہو کر برداشت کر لینا چاہیئے -

امتحان کردن خواجہ لقمان ؑ را در زیرکی

آقا کا لقمان کی عقلمندی کا امتحان لینا

نے کہ لقماں را کہ بندہ پاک بود روز و شب در بندگی چالاک بود

خواجہ اش میداشتے در کار پیش بہترش دیدے ز فرزندان خویش

ترکیب - یہ تمام عبارت ایک جملہ استفہامیہ ہے - جس کی تقدیر یوں ہے - آیا ایں صحیح نیست کہ لقمان الخ - جس میں ایں مبین ہے - اور کہ لقمان را الی آخر البیتیں اس کا بیان - جس کے اندر لقمان مبین ہے - کہ بندہ پاک بود الخ اس کا بیان - یہ مبین و بیان مل کر میداشتے کا مفعول بہ اور خواجہ اس کا فاعل -

ترجمہ - کیا (یہ واقعہ صحیح) نہیں (ہے) کہ حضرت لقمان جو ایک پاک بندہ تھے - اور دن رات بندگی میں چست (رہتے) تھے - ان کا آقا انہیں ہر کام میں (رائے و مشورہ لینے کے لئے) مقدم رکھتا تھا - (بلکہ) ان کو اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ (عزیز) سمجھتا تھا -

زانکہ لقماں گرچہ بندہ زادہ بود خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

صنائع - زادہ اور آزادہ میں تجنیس ناقص اور بندہ و آزادہ میں تضاد -

ترجمہ (جس کی) وجہ یہ (تھی) کہ حضرت لقمان ؑ اگرچہ غلام کے فرزند تھے (اس لئے خود بھی غلام تھے مگر اپنے ذاتی صفات کے لحاظ سے ایک) آقا (نامدار) تھے اور خواہشات (نفسانیہ) سے آزاد تھے -

مطلب - اس بیان میں تصریح ہے - کہ حضرت لقمان غلام تھے - لیکن یہ قول انہی اصحاب کے نزدیک

مسلم ہوسکتا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک ولی اور حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور جو اصحاب ان کی نبوت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ان کا غلام ہونا صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی غلام نہیں ہوتا۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ وہ لقمان ابن باعورا ابن ناحور ابن تارخ ہیں۔ اور تارخ کا دوسرا نام آزر ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ حضرت ایوبؑ کے بھانجے ہیں۔ بعض ان کے خالہ زاد بھائی لکھتے ہیں۔ ایک ہزار سال عمر پائی۔ حتےٰ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ وہ حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ مگر عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اختیار دیا گیا۔ کہ خواہ نبوت کا منصب منظور کرلیں یا حکمت کا۔ تو انہوں نے نبوت کے منصب کو پرخطر اور نازک سمجھ کر اس کے قبول کرنے سے عذر کیا۔ اور اپنے لئے حکمت پسند کی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے زمانہ کا حکیم بنا دیا۔ پھر یہی اختیار حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا۔ تو انہوں نے بلا عذر نبوت منظور کرلی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے۔ نہایت بدصورت سیہ فام کریہ المنظر بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے۔ درزی تھے۔ اور بعض نے کہا ہے۔ بکریاں چراتے تھے۔ انتہی ملخصاً

مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ لقمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا صرف ولی۔ مگر ان کے ولی ہونے کی تقدیر پر بندہ زادہ ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ نبی ہونے کی صورت میں نہیں۔ کیونکہ نبی بندہ زادہ نہیں ہوتا۔ اور صحیح بخاری میں ہرقل کے قصے میں مذکور ہے۔ کہ اس نے کہا۔ وکذالک الرسل تبعث فی نسب قومھا۔ یعنے اور اسی طرح پیغمبر عالی خاندان ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اور لقمان کا نبی ہونا راجح ہے۔ جس کی تائید شیخ اکبر قدس سرہٗ کے قول سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے فصوص الحکم کے اندر فصل حکمت لقمانیہ میں سپرد قلم کیا ہے۔ پس ان کی غلامی اور غلام زادگی کے قصے کے صحیح ہونے کی تقدیر پر کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ اوران کے والد جبراً وظلماً غلام بنائے گئے ہوں گے۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بنائے گئے تھے۔ اور یہ واقعہ ان کی نبوت سے پہلے کا ہوگا۔ پھر وہ آزاد ہوکر عالی نسب ثابت ہوچکے ہونگے۔ تو اس کے بعد نبوت پر ممتاز ہوئے ہوں گے۔ پس بیت کے معنے یہ ہیں۔ کہ لقمان اگرچہ بظاہر غلام تھے۔ لیکن وہ ایک آقائے عالی نسب تھے۔ اور ابتدائے پیدائش سے خواہشات نفسانیہ سے آزاد تھے۔ جیسے کہ انبیاء کی شان ہوتی ہے (انتہےٰ)

اسی ضمن میں مولانا رومؒ ہوائے نفس سے آزاد ہونے کے متعلق ایک اور حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گفت شاہے شیخ را اندر سخن　　چیزے از بخشش زمن درخواست کن

ترجمہ۔ کسی بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتوں باتوں میں (خوش ہوکر) فرمایا کہ مانگو مجھ سے کیا انعام مانگتے ہو؟

گفت اے شہ شرم ناید مرترا　　کہ چنیں گوئی مرازیں برتر آ

لغات ۔ زیں برتر آ کے لفظی معنے یہ ہیں۔ کہ آپ کو اس گفتگو کے مقام سے بلند ہوجانا چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ گفتگو جو آپ کے درجے سے گری ہوئی ہے۔ نیچے کی نیچے رہ جائے۔ اور آپ اپنے بلند درجے پر رہیں۔ مگر ہم نے ترجمہ میں ایک محاورہ اختیار کیا ہے۔

ترجمہ (ان بزرگ نے) کہا۔ اے بادشاہ! یہ مجھے ایسی بات کہتے کچھ بھی نہیں جھجکتے (براہ مہربانی) اس گفتگو کو رہنے دیجئے۔

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر واں دو بر تو حاکمانند و امیر

ترجمہ (دیکھئے) میرے دو غلام ہیں۔ اور یہ (دونوں میرے نہایت) حقیر (غلام ہیں) اور دونوں کے دونوں آپ کے حاکم اور افسر ہیں۔

مطلب۔ وہ بزرگ بادشاہ سے فرماتے ہیں۔ کہ تم کو اپنی داد و دہش کے گھمنڈ پر مجھ سے برتر ہونے کا دعوے ہوگا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے آپ نہ صرف مجھ سے کم رتبہ بلکہ میرے دو غلاموں کے محکوم ہیں۔ غلام بھی وہ جو نہایت حقیر اور کمینے ہیں۔ اور ان کے محکوم ہونے سے آپ کی بے وقری ظاہر ہے۔ اب سنئے کہ وہ غلام کون ہیں؟

گفت شہ آں دو چہ اند ایں زلت است گفت آں یک خشم و دیگر شہوت است

لغات زلت بکسر و تشدید لام لغزش بعض نسخوں میں ذلت بذال معجمہ آیا ہے۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا وہ دو (غلام ایسے) کیا ہیں (جو مجھ پر حکمران ہوں گے) یہ (تو آپ کی) غلطی (معلوم ہوتی) ہے (یا یہ تو میرے حق میں ذلت کی بات ہے) فرمایا وہ (غلام) ایک غصہ ہے اور دوسرا شہوت۔

نکتہ۔ بادشاہ نے پوچھا "آں دو چہ اند" اور "چہ" کے ساتھ غیر ذوی العقول کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ یعنے وہ کیا چیز ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اتنی بات بادشاہ کو محسوس ہو چکی تھی۔ کہ یہ بزرگ کسی انسان کو میرا حاکم یا افسر قرار نہیں دے رہے۔ بلکہ وہ کسی غیر انسانی ہستی کو مجھ پر مسلط سمجھتے ہیں۔ جو رذائل اخلاق میں سے ہوگی۔ اور حکیمانہ طور پر مجھ کو اس سے بچنے کی نصیحت فرمانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے "چہ" کے ساتھ سوال کیا۔

مطلب۔ ان بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ خشم و شہوت وغیرہ انسان کے قلبی جذبات اس کے قابو میں ہونے چاہئیں۔ اور الٹا یہ تم پر مسلط ہیں۔ چنانچہ غصہ و غضب تم کو ہتی نوع کی آزار رسانی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ اور شہوت کے زیر اثر تم مختلف خواہشات نفس کو پورا کرنے میں منہمک رہتے ہو ؎

جذبات نفس تیرے سب ادنے غلام ہیں صد حیف تو غلام ہو اپنے غلام کا

شاہ آں داں کو نہ شاہی فارغ است بر مہ و خورشید نورش بازغ است

لغات۔ فارغ بے پروا مراد ہے۔ بازغ درخشاں۔ چمکنے والا۔

ترجمہ (تم کیا بادشاہ ہو) بادشاہ تو اس کو سمجھو۔ جو (تمام مال وزر اور جاہ حشم جتنے کہ) بادشاہی سے (بھی) بے نیاز ہے (ایسے بادشاہ کا یہ رتبہ ہے کہ) چاند اور سورج پر بھی اسکا نور درخشاں رہتا ہے۔

مطلب۔ صحیح معنے میں بادشاہ وہ ہے۔ جو عشق الٰہی کی دولت سے بہرہ مند ہے۔ پھر بحر و بر کی بادشاہی

اس کو حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس کی اسے پروا نہیں۔ جامی رح ؎

ہر کہ بارُوے چو زگشت ازگلستانِ درش ۔۔۔ بائل مالے نشد سودائے جا ہے ہم نکرد

چاند سورج پر نور رخشاں ہونے کا مطلب یا توجیہ ہے۔ کہ چاند۔ سورج باوجود کیہ نورانیت کے اعلےٰ نمونے ہیں۔ مگر یہ بھی ان بزرگ سے اقتباس نور کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے۔ کہ ان بزرگ کو اسقدر نور باطن حاصل ہے۔ کہ ان نیرین اعظمین کے انوار بھی اس کے آگے ماند ہیں۔ امیر خسرو رح ؎

ماہ و خورچوں تو نیند ایدل وجاں منزلِ تو ۔۔۔ کاں ولایت کہ تو داری بہ دو خورند ہند

مخزن انداز دکہ مخزن عارِ اوست ۔۔۔ ہستی انداز دکہ ہستی را عدو ست

لغات۔ مخزن۔ خزانہ۔ ذخیرہ۔ انداز د۔ مبنے ذخیرہ نہد۔ جمع کند۔ ہستی۔ زندگی۔

ترجمہ۔ وہ (علم و معرفت کا ایسا) خزانہ رکھتا ہے۔ کہ (ظاہری) خزانہ اس کے لئے (موجب) عار ہے۔ وہ (ایسی روحانی) زندگی رکھتا ہے کہ (جسمانی) زندگی کا مخالف ہے۔ جامی رح ؎

کسوتِ خواجگی و طلعتِ شاہی چہ کند ۔۔۔ ہر کرا غاشیۂ بندگیت بردوش ست

خواجۂ لقماں نظاہر خواجہ وش ۔۔۔ درحقیقت بندۂ لقماں خواجہ اش

ترجمہ۔ حضرت لقمان کا آقا بظاہر آقایانہ حیثیت رکھتا تھا۔ درحقیقت وہ لقمان کا غلام (تھا)۔ اور لقمان اس کے آقا (تھے) صائب رح ؎

برہنہ اگرچہ دولتِ محمود دست یافت ۔۔۔ گردن نہاد حلقۂ زلفِ ایاز را

درجہان بازگونہ زیں بسیست ۔۔۔ درنظرشاں گوہرے کم از خسے ست

ترجمہ۔ (آقا کے غلام اور غلام کے آقا بن جانے پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ اس) الٹی نگری میں ایسی قسم کی (الٹی) باتیں بہت ہیں (چنانچہ) لوگوں کی نظر میں ایک (قیمتی) موتی ایک تنکے سے بھی کم (قیمت) ہے۔ حافظ رح ؎

ہمائے گرمنگن سایۂ شرف ہرگز ۔۔۔ دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

ولہ ؎

آہ آہ از دست صرّافانِ گوہر ناشناس ۔۔۔ ہر زماں خرمہرہ را بادُر برابر سنگنند

وقیل ؎

یاقوت را مقابل خرمہرہ مے نہند ۔۔۔ سنگِ سیاہ بہر خ زرِ سُرخ مے خرند

مرہیاباں را مفازہ نام شد ۔۔۔ نام ونگے عقلِ شاں را دام شد

لغات۔ مفازہ جائے فوز۔ کامیابی کی جگہ۔ جنگل کو کہتے ہیں۔ عقل۔ دانش۔ خرد۔ لغت میں یہ مصدر ہے۔ جس کے معنے ہیں پاؤں میں رسّی ڈالنا۔ چونکہ عقل خرد انسان کو اکثر ناجائز مقتضیات طبع

کی طرف جانے سے روکتی ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا۔

ترجمہ - (اس الٹی نگری کا رواج دیکھو کہ) جنگل کا نام مفازہ (یعنے کامیابی کی جگہ) مقرر ہوا ہے (جو ناکامی کی جگہ ہے اور) مخزو عاران کی عقل کے پاؤں کی بیڑی بن گئی (حالانکہ الٹا عقل مقتضیات طبع کے پاؤں کی بیڑی تھی)

مطلب - نام و ننگ کا عقل کے لئے دام ہونا یوں ہے۔ کہ مثلاً لوگ صرف نام کے لئے بیاہ شادی پر ہزاروں روپیہ لٹا دیتے ہیں۔ اور دنیا کی شرم کے لئے ہزاروں قسم کے ناواجب اخراجات اٹھا لیتے ہیں۔ کہ مبادا برادری میں نک کٹی ہو۔ حالانکہ عقل اسراف و تبذیر سے روکتی ہے۔ اور اس کا انجام بد دکھا کر اس سے تنفر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر الٹا وہ نام و ننگ اس کے پاؤں کی بیڑی بن کر اس کو مجبور اور بے بس کر دیتے ہیں۔ جسقدر شروح ہمارے زیر نظر ہیں۔ سب میں دوسرے مصرعہ کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔ یعنے "نام و ننگ ہی ان کی عقل کا دام ہو گیا۔ بس۔ اور کسی شرح سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اس مصرعہ کو پہلے مصرعہ سے کیا ربط ہے۔ اور اس سے واژگونی کی کیا نظیر پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کہ عقل کے لفظ کی لغوی تشریح سے کیا پر لطف ربط پیدا ہو گیا۔ فالحمد علے ذالک غرض یہ ہے کہ اکثر چیزوں کا الٹا نام رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے الٹا کام لیا جاتا ہے۔ کما قیل ؎

رنگی کو نارنگی بولیں ہے دودھ کا کھویا — اور چینی کو کہتے نمی کہیں دیکھ کبیر دیا

یک گرہ را خود معرف جامہ است — در قبا گو نیز کو از عامہ است

لغات - گرہ مخفف گردہ۔ معرف - تعریف کرنے والا۔ عنوان شناخت - پہچاننے کی نشانی۔ قبا چوغہ کو۔ کہ اور۔ عامہ - عام لوگ۔

ترجمہ (اس طرح) ایک جماعت کے نزدیک پہچاننے کی نشانی صرف لباس ہے (چنانچہ جس کو گیروے کپڑے پہنے دیکھا۔ تو سمجھ لیا کہ بس یہ کوئی ولی اللہ ہے۔ خواہ وہ کوئی سرکار ہی ہو اور اگر کوئی چوغہ میں (ہو تو) کہتے ہیں یہ کوئی عام آدمی ہے (اگرچہ وہ کوئی غدا رسیدہ ہی ہو۔ پس یہ بھی الٹی بات ہے) کما قیل ؎

درجہاں از ظاہر آرائی ست انسان قیمتی — مصحف از خوشخط نباشد نیست چندان قیمتی

یک گرہ را ظاہر سالوس زہد — نور باید تا بود جاسوس زہد

لغات - سالوس - مکر و فریب - جاسوس - مخبر - سراغ لگانے والا۔ **ترکیب** ظاہر سالوس زہد مرکب اضافی خبر ہے۔ جس کا مبتدا معرف مقدر ہے۔ جس کی تقدیر کے لئے بیت سابق میں لفظ معرف قرینہ ہے۔ بعض نسخوں میں جو سالوس و زہد بترکیب عطفی درج ہے۔ غلط ہے۔ اس سے قافیہ بھی مخدوش ہو جاتا ہے۔ اور مطلب بھی خبط۔

ترجمہ (اور) ایک جماعت کے نزدیک بناوٹ کی ظاہری پارسائی (ہی معیار شناخت ہے حالانکہ) نور (باطن) چاہئے جو (ان کی سچی) پارسائی کا پتہ دے۔

مطلب - بعض لوگ کسی کو نکات طریقت بیان کرتے، ہُو حق کے نعرے لگاتے، اور تسبیح کھٹکھٹاتے دیکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑے غوث و قطب ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں ہر شخص اختیار کر سکتا ہے خصوصاً مکار لوگ دام شعبدہ بچھانے کے لئے انہی حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ حافظ رح ؎

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند ودراز دستی ایں کوتہ آستیناں ہیں

صاحب کلید نے خوب کہا ہے۔ کہ آجکل تو اور بھی تغیر آگیا ہے۔ اب رند اور پاگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا رم کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی۔ کہ صورت ظاہری کی عمدگی دھوکے کی باعث ہوتی تھی۔ اب صورت ظاہری کی زشتی بھی موجب فریب ہوگی۔ (انتہی) مولانا فرماتے ہیں۔ یہ باتیں معیار کمال نہیں ہیں بلکہ معیار کمال نور باطن ہے۔ جس میں یہ نور ہوگا۔ وہ اپنے ہر معتقد و مرید کو تقوی اور صلاح کے رنگ میں رنگ دیگا اس کی صحبت باعث فوز و فلاح ہوگی۔ اور ایسے بزرگوں کو سامان ولایت سے خود آرائی کی ضرورت نہیں۔ صائب رح ؎

پیرہا نے کہ زجاں سیر کند مہماں را چہ ضرورست کہ آراستہ دارد دکاں را

نور باید پاک از تقلید و عول تا شناسد مرد را بے فعل و قول

لغات - تقلید۔ بلا تحقیق کسی کی پیروی کرنا۔ عول حد سے تجاوز کرنا۔

ترجمہ (ایسا باطنی) نور چاہیئے (جس کے ہوتے ہوئے نہ) اندھے ہو کر کسی کی پیروی کرنے کی ضرورت پڑے) اور (نہ اپنی قوت عقلیہ کے گھمنڈ میں) حد سے بڑھ جانے کی جرأت ہو بلکہ وہ دونوں باتوں) سے پاک (ہو)۔ تاکہ مرد کو (اس کے) فعل اور قول کے بغیر پہچان لے۔

مطلب - مرد سے کون مراد ہے۔ اور اس کو پہچاننے والا کون ہے۔ اس کے متعلق دو احتمال ہیں۔ یا تو مرد وہ اہل اللہ ہے جس کو نور باطن حاصل ہے۔ لوگ اس کے انوار و برکات کو دیکھ کر جو اس کی ریاضت و صحبت سے انہیں محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس کے باکمال ہونے پر یقین کر لیتے ہیں۔ وہ مرد حق خود کوئی اس قسم کا دعوے نہ زبان سے کرتا ہے نہ عملاً دعوے کے کمال کا اظہار کرتا ہے۔ یہ احتمال اوپر کے مضمون کے ساتھ خاص طور پر مربوط ہے۔ یعنے جس طرح تعریف کمال کے لئے نہ جاہ و ریا کی ضرورت ہے۔ نہ سالوس زہد کی بلکہ نور باطن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قول و فعل کی بھی ضرورت نہیں۔ یا مرد سے ہر مرد دعا کی مراد ہے۔ اور شناسد کا فاعل صاحب نور باطن ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے نور باطن سے ہر شخص کا اندرونی حال معلوم کر لیتا ہے۔ اس کے قول و فعل سے قیاس کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگلے شعر کے ساتھ یہ احتمال زیادہ پیوستہ ہے۔ چنانچہ آگے یہی فرمایا ہے کہ وہ ہر شخص کے دل میں راہ پا لیتا ہے۔

در رود در قلب او از راہ عقل نقد او بیند نباشد بند نقل

لغات - نقد۔ پرکھنا۔ کھرا کھوٹا معلوم کر لینا۔ بند۔ پابند۔ نقل۔ دوسرے کا قول لے لینا۔

سنی سنائی باتیں۔ صنائع۔ نقد نقل میں صنعت تجنیس لاحق۔

ترجمہ۔ وہ (اپنی) عقل کے ذریعے سے (لوگوں کے) دل میں جا گھستا ہے (اور ان کے دلی اسرار معلوم کرلیتا ہے) وہ (ان کے حالات کو خود) پرکھ لیتا ہے (یا یوں کہو کہ وہ مشاہدہ کرلیتا ہے) سنی سنائی باتوں کا پابند نہیں۔

بندگانِ خاصِ علّام الغیوب درجہانِ جاں جواسیس القلوب

لغات۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس القلوب دل۔ کے جاسوس۔ دلوں (کی) باتیں تاڑ لینے والے۔

ترجمہ۔ غیب کی باتیں جاننے والے (یعنے خداوند تعالےٰ) کے خاص بندے ایسے ہیں۔ جو روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں۔

مطلب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لکل شیئ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ (بیہقی) یعنے ہر چیز صیقل ہوسکتی ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔ جب بندے کا دل صیقل ہوجاتا ہے تو دوسرے لوگوں کے دلوں کی باتیں اس کے دل پر منعکس ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح وہ جاسوس قلب بن جاتا ہے۔ اور بعض شارحین نے اس مقام پر یہ حدیث نقل کی ہے۔ احذروھم فانھم جواسیس القلوب۔ یعنے ان سے ڈرو کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں (بحر العلوم)

یہ حضرات جب کسی کے دل کی حالت اس کی اصلاح و تندیت کی غرض سے معلوم کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تو ایسا کرتے ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت محض امتحاناً یا تفریحاً ایسا کرنا ان کے نزدیک مستنکر ہے۔ وہ اس کو نہی لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم اور نہی لا تجسسوا میں داخل سمجھتے ہیں (کلید) ادراک خواطر و کشف اسرار محض ایک ضرورت کی چیز ہے۔ کوئی خاص کمال نہیں۔ اکثر لوگ بعض غیر خدا رسیدہ اشخاص سے اس قسم کے کرشمے دیکھ کر ان کے معترف کمال ہوجاتے ہیں۔ تو یہ ان کی غلطی ہوتی ہے۔ اور اس طرح بعض بےکار لوگوں کو بہت سے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو گھگنے اور خوب ہاتھ رنگنے کا موقع ملتا ہے۔ امیر خسرو رح ؎

صاحبانِ کشف بیقیداند در درگاہِ حق نیست در دیوانِ شاہاں رتبۂ جاسوس را

دو درونِ دل درآید چوں خیال پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال

ترجمہ (کسی کے) دل کے اندر جب کوئی خیال آتا ہے۔ تو ان (اہل اللہ) کے سامنے (کل) حالت کا بھید منکشف ہوجاتا ہے۔

مطلب۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ تو حسب موقع و ضرورت ان کو مخفی بات معلوم ہوجاتی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ حضرات عالم الغیب نہیں ہیں۔ نہ ان کو اپنی غیب دانی کا دعوےٰ ہے صائب ؎

خود را نشمارند زارباب بصیرت
باآنکہ شرر در جگرِ سنگ شمارند

ادراک خواطر و کشف ضرورتی شان ہیں

در تنِ گنجشک چیست از برگ و ساز کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز

ترجمہ۔ چڑیا کے بدن میں کہاں کا (بے پایاں) ساز و سامان ہے۔ جو باز کی عقل سے پوشیدہ رہے۔

مطلب۔ یہ حضرات بمنزلہ شہباز ہیں۔ اور عوام گویا چڑیاں ہیں۔ باز جس چڑیا کو چاہے۔ چیر پھاڑ کر اس کے اندر کا سب دانہ دُنکا معلوم کر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے۔ اسی طرح یہ حضرات لوگوں کے خواطر و ضمائر معلوم کر سکتے ہیں۔

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ہُو سرِّ مخلوقات چہ بود پیشِ اُو

ترجمہ۔ جو (بزرگ) ذات باری کے اسرار پر واقف ہو جائے اس کے سامنے مخلوقات کا بھید کیا (مشکل) ہے۔

آنکہ بر افلاک رفتارش بود بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

ترجمہ۔ جس (باکمال) کی رفتار آسمانوں پر ہو اس کو زمین پر چلنا کیا مشکل ہے۔

در کفِ داؤد کاہن گشت موم موم چہ بود در کفِ اُو اے ظلوم

ترجمہ (جب) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا بھی موم (کی طرح نرم) ہو گیا۔ تو اے ہٹ دھرم! موم (کی) کیا (حقیقت) ہے (جو) ان کے ہاتھ میں (نرم نہ ہو)

بُود لقماں بندہ شکلِ خواجہ بندگی بر ظاہرش دیباجہ

لغات۔ بندہ شکل۔ مرکب غیر امتزاجی غلام کی سی شکل والا۔ دیباجہ۔ عنوان۔

ترجمہ (غرض) حضرت لقمان غلامانہ شکل میں ایک آقا تھے۔ غلامی ان کے ظاہر (حال) کی (صرف) ایک عنوان تھی۔

مطلب۔ یعنے وہ صرف ظاہراً کہنے اور ماننے کو غلام تھے۔ ورنہ حقیقت میں غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے آگے ایک مثال کے ساتھ سمجھاتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس بر غلامِ خویش پوشاند لباس

ترجمہ (اور ایسا ہونا بعید نہیں مثلاً) جب آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے۔ تو (کسی مصلحت سے اپنی) پوشاک اپنے غلام کو پہنا دیتا ہے۔

او بپوشد جامہائے آں غلام مر غلام خویش را سازد امام

ترجمہ۔ وہ (خود) اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے (اور) اپنے غلام کو (اپنا) پیشوا بنا لیتا ہے۔

در پئش چوں بندگاں در رہ شود تا نیابد زو کسے آگہ شود

ترجمہ راستے میں (چلتا ہے تو) غلاموں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ تاکہ کوئی اس (کی آقائی غلام کی غلامی سے آگاہ نہ ہونے پائے۔

گوید اے بندہ تو رو در صدر نشیں من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں

ترجمہ (وہ آقا اس غلام کو چپکے سے کان میں) کہدیتا ہے کہ اے غلام! تو چل صدر پر بیٹھ اور میں کمینہ غلام کی طرح تیری جوتی لے لونگا۔

تو درشتی کن مرا دشنام دہ مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ

ترجمہ تو (بظاہر مجھ سے) سختی کا سلوک کر اور مجھ کو گالیاں دے۔ اور میری بالکل تعظیم نہ کر۔ (کہ مبادا کوئی پہچان لے)

ترک خدمت خدمت تو داشتم تا بغربت تخم خیلیت کاشتم

ترجمہ۔ جب تک (اس) سفر میں یہ جبلہ سازی کی بنیاد میں نے رکھی ہے اس وقت تک میں نے تیری یہ نوکری تجویز کی ہے کہ کوئی خدمت نہ کر۔

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند تا گماں آید کہ ایشاں بردہ اند

ترجمہ (اسی طرح سلسلہ طریقت و درویشی کے آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں۔ تاکہ (دیکھنے والوں کو) یہ گمان ہو کہ یہ (حضرات) غلام ہیں۔

چشم پر بودند و سیر از خواجگی کار ہا را کردہ اند آمادگی

ترجمہ (وہ منصب) آقائی سے سیر چشم اور بے طمع تھے۔ (وہ تو اصلی) مقاصد (وصول الی اللہ) کے لئے آمادگی عمل میں لاتے تھے۔ (اور اس کے لئے ہر حالت گوارا کر لیتے تھے)

دیں غلامانِ ہوا بر عکس آں خویشتن بنمودہ خواجہ عقل و جاں

ترجمہ - برخلاف اس کے یہ ہوا (وہوس) کے غلام اپنے آپ کو عقل وجان کا آقا ظاہر کرتے ہیں (مگر بقول کسے) ؎

لباسِ شہرت ایں قوم خالی از معنے ہمچو لباسِ قلمکار نیست چوں تصویر

آید از خواجہ رہِ افگندگی نائید از بندہ بغیر از بندگی

لغات - افگندگی - انکسار، خاکساری - تواضع - نائید - نہ آئے -

ترجمہ (حالانکہ جو فی الحقیقت) آقا (ہوتے ہیں - ان) سے خاکساری کا طریقہ (ہی) آتا ہے کیونکہ وہ (اللہ کے پیارے) بندے ہوتے ہیں - اور بندے سے بندگی کے سوا اور کچھ وقوع نہیں پاتا - مصائب ؎

عنچہ چنانکہ از زانوئے خود بالیں کنند از شکستِ تن کمند شوق را پُر چیں کنند

انتباہ - پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر تھا - کہ باوجود غلام ہونے کے آقایانہ عظمت رکھتے تھے - پھر ان کے آقا کا ذکر شروع ہوا - کہ وہ باوجود آقا ہونے کے حضرت لقمان علیہ السلام کے ساتھ غلامانہ تواضع سے پیش آتا تھا - اس کے بعد یہ فرمایا - کہ بزرگانِ دین کا یہی شیوہ ہوتا ہے - کہ وہ باوجود آقائے نامدار ہونے کے اپنے آپ کو غلام سمجھتے - اور غلامی میں عمر بسر کرتے ہیں - یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے - کہ آیا یہ نتیجہ لقمانؑ کے آقا کے حال سے اخذ کیا گیا ہے - جو آقا ہو کر غلامانہ تواضع کرتا تھا - یا لقمانؑ کے حال سے جو آقایانہ شان رکھنے کے باوجود غلامی میں عمر بسر کر رہے تھے - پس واضح رہے - کہ یہ بیان اگرچہ بظاہر آقائے لقمان کے حال کا ایک نتیجہ ہے - مگر درحقیقت اس کا تعلق خود حضرت لقمان کے ساتھ بھی ہے - یعنے ان کی غلامی میں یہ حکمت تھی - کہ بزرگانِ دین غلامی ہی میں زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہیں - ورنہ حضرت لقمان علیہ السلام بقول بعض اصلی غلام نہ تھے - بلکہ کبھی ظلماً غلام بنائے گئے تھے - اور وہ اس حالت کو صبر وسکوت کے ساتھ برداشت کرتے رہے - چنانچہ حضرت شیخ سعدی بوستان میں ایک حکایت لکھتے ہیں - کہ کسی نے لقمان کو سیہ فام اور بدصورت دیکھ کر اپنے ایک سیہ فام غلام کے شبہ میں پکڑ کر تعمیر کے کام میں لگا لیا - پھر تحقیق حال کا موقع نہ آیا - لقمانؑ نے ایک سال بھر ہتھوڑے - گارے کے گھان کئے - ٹوکریاں اٹھائیں - مگر ایک دن بھی یہ نہ پوچھا - کہ مجھے اس بیگار میں کیوں اور کیا سمجھ کر لگایا گیا ہے - آخر سال کے بعد جب مالک تعمیرات نے ان کو پہچانا - اور ان کی عظمت معلوم کی - تو ہاتھ جوڑ کر عذر کرنے لگا - حضرت لقمان علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا ؎

چو سالے زجورت جگر خوں کنم ہنک ساعت از دل بدر چوں کنم

اہل سیر کی اس روایت کی بنا پر کہ لقمان کو یا ان کے والد کو جبراً وظلماً غلام بنا لیا گیا تھا - جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو دائرہ غلامی میں ڈال لیا گیا تھا - ممکن ہے - کہ لقمانؑ کے اس آقا نے انہیں پہلے آقا سے جس نے ان کو ظلماً غلام بنایا تھا - خرید لیا ہو - اس صورت میں بھی اگر وہ قیدِ غلامی سے آزاد ہونا پسند کرتے - تو یہ کچھ مشکل نہ تھا - جو آقا ان کی جوتیاں جھاڑنا فخر سمجھتا ہے - وہ ان کی رضامندی دیکھ کر انہیں آزاد کرنے میں ایک لمحہ بھی توقف نہ کرتا - پھر بھی انہوں نے غلام کے غلام رہنا پسند کیا - تو یہی بات تھی کہ ؎

خواجگاں ایں بند گہا کردہ اند تا گماں آید کہ ایشاں بردہ اند

غرض بزرگان دین جو تاج آقائی زیب سر رکھتے ہیں۔ اپنے چہرے کو گرد غلامی سے غبار آلود رکھنا پسند کرتے ہیں اور دنیا دار جو اپنے غلاموں کے غلام یعنے جذبات نفس کے مطیع ہیں۔ وہ الٹا آقائی و خواجگی کے مدعی ہیں

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں تعبیتہا ہست برعکس ایں بداں

لغات - از ابتدا کے لئے ہے۔ اضافت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ تعبیتہا جمع تعبیہ۔ جس کے معنے ہیں۔ بناوٹ۔ ملمع۔ باہر باہر کی سجاوٹ۔

ترجمہ (۱) پس اسی طرح اس عالم (بالا) سے لے کر اس عالم (دنیا) تک الٹی بناوٹیں موجود ہیں۔ اس کو (خوب) سمجھ لو۔

(۲) بس اس عالم کی بہت سی باتیں اس عالم میں یوں الٹی طرح آراستہ ہیں اس کو (خوب) سمجھ لو۔

مطالب - مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ عالم علوی سے عالم سفلی میں تمام تعبیت و تربیت برعکس ہے۔ چنانچہ اسرار و معارف کی قسم سے جو بات اس عالم میں ظاہر ہے۔ وہ اس عالم میں مخفی ہے (الٰہی)

خواجۂ لقمان بر احوالِ نہاں بود واقف دیدہ بود از وے نشاں

ترجمہ (غرض) حضرت لقمان کا آقا ان کے باطنی حالات سے واقف تھا۔ وہ ان کی (مقبولیت کی) کوئی نشانی دیکھ چکا تھا (اس لئے ان کی عزت کرتا تھا)

راز میدانست خوش میراندخر از برائے مصلحت آں راہبر

لغات - میراند خر۔ اپنا کام نکالتا تھا۔ یعنے خدمت لیتا تھا۔ مصلحت آں راہبر میں فک اضافت ہے۔

ترجمہ (پھر بھی جو اس نے حضرت لقمان کو اپنی غلامی میں رکھا تو) وہ (ان کے اس) راز کو جانتا تھا (کہ وہ اپنے آپ کو غلامی میں رکھنا پسند کرتے ہیں جبھی تو) وہ اس راہبر (یعنے حضرت لقمان) کی مصلحت کے لئے ان سے خدمت لیتا رہتا تھا۔

مر ورا آزاد کردے از نخست لیک خوشنودی لقمان را بجست

ترجمہ بدو رنہ وہ ان کو کبھی کا آزاد کر چکا ہوتا۔ لیکن وہ حضرت لقمان کی خوشی کا طالب رہا (اور ان کو غلامی میں رہنے دیا)۔

زانکہ لقماں را مراد ایں بود تا کس نداند سرّ آں شیر فنا

ترجمہ - کیونکہ لقمان کی مراد یہی تھی۔ کہ اس مقام فنا کے شیر مرد کا (یعنے میرا) راز کسی

کو معلوم نہ ہو (اور سب یہی سمجھیں کہ ایک معمولی درجے کا غلام ہے) سعدی رح ؎

بسر وقت شان خلق کے رہ برند — کہ چوں آب حیواں بظلمت دراند
چو بیت المقدس دروں پر نقاب — رہا کردہ دیوار بیروں خراب

چہ عجب گر سر زبد پنہاں کنی — ایں عجب کہ سر زخود پنہاں کنی

ترجمہ - اگر تم کسی بُرے آدمی سے اپنا راز چھپاؤ تو یہ کونسی عجیب بات ہے - عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنے راز کو خود اپنے آپ سے مخفی رکھو۔

مطلب - حضرت لقمان کے قصے سے ایک ارشادی مضمون کی طرف انتقال ہے۔ یعنے لوگوں سے اپنے آپکو مخفی رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات تو یہ ہے - کہ اپنی نظر سے بھی اپنے آپ کو گم کر دیں - اپنی خودی کو یہاں تک مٹا دیں - کہ اپنا آپ نظر ہی نہ آئے - پھر نہ اپنے کمالات پر نظر ہوگی - نہ ان کی وجہ سے عجب وغرور پیدا ہوگا - عراقی رح ؎

تا تو ز خود نرستی وز دست خود نجستی — میداں مے پرستی در دیر عزلتی لات

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود — تا بود کارت سلیم از چشمِ بد

ترجمہ (جو) عمل (خیر کرو) اپنی آنکھوں سے مخفی رکھ کر کرو - تاکہ تمہارا عمل (خود تمہاری) نظر بد سے محفوظ رہے۔

مطلب - نظر بد کا یہ اثر ہوتا ہے - کہ جس چیز پر پڑتی ہے - اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے - جو شخص اپنے اعمال کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے - اس کی نظر کا اثر بھی ان اعمال پر وہی ہوتا ہے جو نظر بد کا ہوتا ہے - یعنے وہ تباہ ہو جاتے ہیں - کیونکہ اس سے اعمال کا غرور پیدا ہو جاتا ہے - جو ان اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

خویش را تسلیم کن بردار مزد — وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد

لغات - تسلیم کن - حوالہ بخدا کر دو - مزد - مزدوری - بے زخود میں تقدیم و تاخیر ہے - یعنے از بے خودی بدزد - چرا لو - اڑا لو - نکال لو۔

ترجمہ (خود بینی کے کیا معنے بلکہ) اپنے آپ کو (حق تعالےٰ کے) سپرد کر دو اور (اس کا) معاوضہ حاصل کرو - اور اس وقت اور اپنی خودی سے ترک خودی کی بدولت (اگر چاہو تو) کچھ (صفات رذیلہ کو) زائل ہی کر لو۔

مطلب - تفویض محض - اپنا مسلک بنا لو - پھر دیکھو اس کے کیا کیا ثمرات عجیبہ حاصل ہوتے ہیں - گونا گون فضائل حاصل بھی ہوں گے - اور مختلف رذائل زائل بھی اس کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش فرماتے ہیں :-

میدہند افیوں بمردِ زخم مند — تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند

لغات ۔ سیدہند ۔ کھلاتے ہیں ۔ زخم مند ۔ زخمی ۔ مجروح ۔ تیر خوردہ مراد ہے ۔

ترجمہ (معالج تیر کے) زخمی کو افیون کھلاتے ہیں تاکہ اس کے بدن سے (تیر کی) انی نکالیں ۔

مطلب ۔ اوپر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ترک خودی سے انعامات خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کی صفات مکروہہ کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں ۔ ازالہ رذائل کی توضیح کے لئے یہ پہلی مثال دیتے ہیں ۔ کہ دیکھو افیون خوردہ بیخود ہو جاتا ہے ۔ تو اس کے جسم سے بآسانی تیر کی بھال نکال لیتے ہیں ۔ اور اس کو خبر تک نہیں ہوتی ۔ آگے دوسری مثال ہے ۔

وقت مرگ ازرنج اورا سیدرند او بداں مشغول شد جاں مے برند

ترجمہ ۔ (اسی طرح فرشتے) موت کے وقت اس کو (جان کنی کی ایسی) تکلیف (میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ گویا اس کو اس تکلیف) سے پرزے پرزے کر رہے ہیں (جب) وہ اس (تکلیف) میں مشغول (ہو جانے سے بے خود) ہو جاتا ہے ۔ تو (اس کی) روح کو اڑا لے جاتے ہیں ۔

چوں بہر فکرے کہ دل خواہی پرد از تو چیزے دزدناں خواہند برد

ترجمہ (اسی طرح) جب تمہارا دل کسی خاص خیال میں ڈوب رہا ہو تو (چور موقع پاکر) چپکے سے تمہاری کوئی چیز اڑا لے جاتے ہیں ۔

مطلب ۔ چور اور جیب کترے عموماً لوگوں کی غفلت و بے توجہی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔ اور جس شخص کو تاکتے ہیں ۔ اگر وہ اپنے مال سے غافل و بے توجہ نہ ہو ۔ تو اس کی توجہ کو کسی دوسری طرف منعطف کرنے کی تدبیر کیا کرتے ہیں ۔ اس قسم کی وارداتیں عموماً میلوں اور ریلوے سٹیشنوں اور کھیل تماشے کے مجمعوں میں وقوع پذیر ہوا کرتی ہیں ۔ ہردوار کے میلے میں دو ٹھگوں نے ایک ہندو عورت کو چاول پکاتے دیکھا ۔ پاتیلی چولھے پر دم ہو رہی تھی ۔ ایک ٹھگ نے دوسرے ٹھگ سے کہا ۔ یار اگر یہ چاول کھلاؤ ۔ تو ہم کو ہستا دان لیں ۔ دوسرے نے کہا ۔ اوہ ! یہ بھی کوئی بڑا کرتب ہے ۔ لو تم دیگچی اٹھالانے کو تیار ہو جاؤ ۔ اور مزے سے چاول کھاؤ ۔ اتنا کہا ۔ اور آزار بند کھول کر کچھ فاصلے پر اس عورت کے سامنے ہی پیشاب کرنے بیٹھ گیا ۔ عورت شرم سے اپنا منہ کپڑے میں چھپا کر دوسری طرف کو ہو بیٹھی ۔ اُدھر جوڑی دار ٹھگ نے لپک کر دیگچی اٹھالی ۔

ایک مسافر ریلوے ٹرین میں اپنی گٹھڑی سے ٹیک لگائے پاؤں پھیلائے لیٹ رہا تھا ۔ کسی نے اس کے پاؤں میں آہستہ سے تنکا چبھویا ۔ جیسے مچھر کاٹتا ہو ۔ مسافر پاؤں کھجلانے کے لئے جو ذرا سیدھا ہوا ۔ تو پیچھے سے گٹھڑی غائب تھی ۔

ایک تماشے کے گھنے مجمع میں کوئی تماشائی نہایت خوبصورت طلا دار جوتی پہنے کھڑا تھا ۔ اور جیسے کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے ۔ اس نے تھک کر جوتی اتار دی ۔ اور اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا ۔ تھوڑی دیر

کے بعد اس کو ٹخنے میں مچھر کے کاٹنے کی طرح خلش محسوس ہوئی۔ اس نے جوتی کیطرف نظر کئے بدون پاؤں اٹھایا۔ اور جھاڑ کر پھر جوتی پر رکھ لیا۔ چند منٹ بعد دوسرے پاؤں میں اسی طرح خلش ہوئی۔ اس نے اس پاؤں کو بھی اٹھایا۔ اور جھاڑ کر رکھ لیا۔ اور تماشے کی دلچسپی نے ان کو جوتی پر نظر کرنے کا موقع نہ دیا۔ جب تماشا ختم ہوا۔ مجمع منتشر ہونے لگا۔ اور یہ شخص اپنی جوتی پہننے لگا۔ تو دیکھا۔ کہ پاؤں کے نیچے ٹوٹا پھوٹا پرانا جوتا تھا۔

اس قسم کے واقعات کے بیان میں وقت صرف کرنا اگرچہ واجبات شرح سے ذرا اجنبیت رکھتا ہے۔ مگر اس سے یہ فائدہ مقصود تھا۔ کہ ہر شخص ایسے مقامات میں محتاط و ہوشیار رہے۔ خصوصاً فقرا و صوفیہ کو سب سے زیادہ انتباہ کی ضرورت ہے۔ جو اپنی نیک نیتی اور حسن ظن کی وجہ سے اکثر عیار و شاطر لوگوں کا شکار ہوتے ہیں۔ صائبؒ ؎

عالم از سنگدلاں قلزم پرکہسار ست　　کشتیٔ نوح دریں ورطہ دل ہشیار ست

غرض چور جب کسی مال کو تاکتے ہیں۔ تو صاحب مال کی توجہ اس کی طرف سے ہٹا کر اپنے داؤ کے لئے راستہ صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جس طرف صاحب مال کی توجہ ہوتی ہے۔ چور اس طرف سے داؤ نہیں لگا سکتا۔ بلکہ جدھر سے وہ غافل اور مطمئن ہوتا ہے۔ ادھر سے اپنا کام کرتا ہے۔ مولانا رومؒ اسی کو فرماتے ہیں۔

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کنی　　مے درآید دزد از انسو کامینی

لغات - اندیشی بخیال مے آری۔ تحصیلے کنی بحفظ و ضبط سیداری۔ حاصل کنی۔ کامینی کہ امین ہستی۔ **ترکیب** - پہلا مصرعہ شرط ہے۔ اور اس کی جزا یعنے دزد از انسو نے آید مقدر ہے۔ **ترجمہ** - جس چیز کا تم کو خیال ہے۔ اور (جس کو) تم اپنے حفظ (و ضبط) میں رکھتے ہو۔ چور (اس پر) ہاتھ نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ) اس طرف سے (داؤ لگا کر) آتا ہے (جدھر سے) کہ تم مطمئن ہو۔

پس بداں مشغول شو کاں بہتر ست　　تا ز تو چیزے بر دکاں کہتر ست

ترجمہ - پس تم اس چیز (کی حفاظت) میں مشغول رہو۔ جو زیادہ اچھی ہے۔ تاکہ (چور) تمہاری اسی چیز کو چرا لے جو کم رتبہ ہے (کیونکہ تمہاری توجہ اس کیطرف نہ ہوگی) **مطلب** - ترک خودی سے ازالہ رذائل کے ثبوت میں چور کی مثال دی تھی۔ کہ دیکھو جس طرح چور کسی کو اس کے مال کی طرف سے غافل کر کے مال کو اڑا لے جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اپنی انانیت سے قطع نظر کر لیں۔ تو تمام رذائل زائل ہو سکتے ہیں۔ اسی ذکر میں یہ بات بھی آگئی۔ کہ چور اس چیز کو نہیں اڑا سکتا۔ جس پر توجہ قائم رہے۔ بلکہ وہ خارج توجہ اشیاء کو چراتا ہے۔ اب اس سے یہ نکتہ اخذ فرمایا۔ کہ تم اپنے اچھے اوصاف پر نظر توجہ قائم رکھو۔ تاکہ وہ زائل نہ ہوں۔ اور مضر یا غیر مفید اوصاف سے قطع نظر کر لو۔ کہ اگر زائل بھی ہوں تو وہی ہوں۔ اب اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں:۔

بارِ بازرگاں چو در آب اوفتد کشتیِ عمرش بغرقاب اوفتد

ہر چہ نازل تر بدریا افگنند دست اندر کالۂ بہتر زنند

لغات - بار - بوجھ مال تجارت - بازرگاں - تاجر، سوداگر - نازل تر کم رتبہ - گھٹیا - کالہ - مال - متاع -

ترکیب - پہلے شعر میں دونوں مصرعہ دو جملے معطوفین ہیں - دونوں مل کر شرط ہوئی - دوسرے شعر کے دونوں مصرعے بھی دو جملے معطوفین ہیں - اور یہ جزا -

ترجمہ - جب (کسی) سوداگر کا مال (اس کی کشتی کے گرانبار ہونے کے سبب سے) پانی میں غرق (ہونے کے قریب) ہوتا ہے - (اور ساتھ ہی) اس کی کشتی عمر (بھی) غرقاب (فنا) میں گرنے لگتی ہے - تو وہ (اپنے مال اور جان کو بچانے کے لئے کشتی کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے) گھٹیا مال دریا میں ڈال دیتا ہے - اور اچھے مال کو محفوظ رکھتا ہے -

الخلاف - بعض نسخوں میں یہ دونوں شعر اس انداز میں درج ہیں :-

بار بازرگاں چو در آب اوفتد دست اندر کالۂ بہتر زند

کشتیِ مالش بغرقاب اوفتد ہر چہ نازل تر بدریا افگند

مطلب تو چاروں مصرعوں کی اس ترتیب میں بھی نکل آتا ہے - مگر کئی طرح کی بے لطفیوں کے ساتھ نکلتا ہے - یعنے (۱) ہمارے نسخے میں قافیے کی جو شان ہے - وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہتی (۲) ہمارے نسخے کی تقدیر پر دونوں شعر جو ایک ہی بات پر مشتمل ہیں - ایک جملہ شرطیہ میں بلا تکلف مربوط ہو جاتے ہیں - مگر اس نسخے میں دو جملے قائم ہو جانے سے بے لطف تکرار کے انداز میں ایک بات کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں (۳) ہمارے نسخے میں نازل تر کو گرا دینے اور کالہ بہتر کو رکھ لینے کا جو پر لطف مقابلہ ایک ہی شعر میں قائم ہے - وہ اس نسخے میں ٹوٹ جاتا ہے - (۴) سب سے بڑی بات یہ کہ یہ نسخہ صرف حفظ مال کی تدبیر پیش کرتا ہے - مگر ہمارے نسخے میں ایک ہی تدبیر سے مال و جان دونوں کی حفاظت ہوتی ہے -

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب ترکِ کمتر گیر و بہتر را بیاب

ترجمہ - چونکہ کچھ نہ کچھ پانی میں ڈوب کر ہی رہے گا - (اس لئے بہتر ہے کہ) گھٹیا (چیز) کو چھوڑ دو (کہ ڈوب جائے) اور اچھی (چیز) کو سنبھال لو - (کہ غرق ہونے سے بچ جائے)

مطلب - یہ نا ممکن ہے کہ قرب حق بھی حاصل ہو - اور ماسوئی سے بھی پوری دلبستگی رہے - دونوں میں سے ایک سے دست بردار ہونا لازمی ہے - کما قیل ؎

یار رز جانان بازجاں بایست دل برداشتن کار عاشق نیست در کیل و دو دل داشتن

ان الدنیا والآخرۃ نقیضان ان رضیت احدھما سخطت الاخری - دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی نقیض ہیں - ایک راضی ہو گی - تو دوسری ناراض ہو جائیگی - وکذا قال رح ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال ست و محال ست و جنوں

ولنعم ما قیل ؎

بیک دل کے تواں اندیشۂ دنیا و دیں کردن — کہ نتواں ہر دو دست خویش در یک آستیں کردن

پس حق کے طالب اور ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جانا چاہئے۔ حافظ رح ؎

با تو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم — آشنائے تو ندارد سر بیگانۂ و خویش

نقد ایماں را بطاعت گوشدار — تا نزوے حق نگردی شرمسار

لغات ۔ گوشدار ۔ نگہدار ۔ نزدے ۔ روبرو ۔ سامنے ۔

ترجمہ ۔ طاعت (کی بجاآوری کے ذریعے) سے اپنے سرمایہ ایمان کو محفوظ رکھو تاکہ خداوند تعالےٰ کے حضور میں تم شرمندہ نہ ہو۔

چونکہ نقدت را نگہداری کنی — حرص و غفلت را بر دیو دنی

ترجمہ ۔ جب تم اپنے سرمایہ (ایمان) کی حفاظت کرتے رہو گے ۔ تو شیطان خسیس (کا اس اعلےٰ سرمایہ پر داؤ نہ چلے گا ۔ اور وہ) حرص و غفلت (کے ناقص سرمایہ) کو اڑا لیجانے پر ہی مجبور ہو جائے گا۔

ظاہر شدن فضل و ہنر لقمان پیش امتحان کنندگان

حضرت لقمان کی بزرگی اور ہنر کا امتحان کرنے والوں پر ظاہر ہو جانا

خواجۂ لقماں چو لقماں را شناخت — بندہ بود او را و با او عشق باخت

ترجمہ غرض جب لقمان کے آقا نے لقمان (کی منزلت) کو پہچان لیا۔ (تو اگرچہ) وہ اس کے غلام تھے ۔ مگر وہ ان کے ساتھ کمال محبت کا سلوک کرنے لگا ۔

ہر طعامے کاو رِیدندے بوے — کس سوئے لقماں فرستادے زپے

تا کہ لقماں دست سوئے آں برد — قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد

لغات ۔ کاو ریدندے ۔ کہ آوردندے ۔ قاصداً ۔ بالارادہ ۔ قصداً ۔ پس خوردہ ۔ بچا ہوا کھانا ۔

ترجمہ ۔ جو کھانا اس (آقا) کے لئے لایا جاتا (وہ لقمان کے بغیر اسے نہ کھاتا فوراً) کسی کو لقمان کے پیچھے بھیجتا ۔ تاکہ لقمان (آکر کھانے کے) قصد سے اس میں ہاتھ ڈالیں ۔ حتےٰ کہ آقا ان کا جھوٹا کھانا کھائے ۔

سُورا و خوردے و شور انگیختے ہر طعامے کہ نخوردے ریختے

لغات ۔ سُور ۔ سین مضموم کے بعد ہمزہ ساکن ہے جو واو سے تبدیل ہوگیا ۔ شور انگیختن ۔ مستی کا اظہار کرنا

ترکیب خوردے ۔ انگیختے اور ریختے کا فاعل خواجہ ہے اور نخوردے کا فاعل لقمان **صنائع** سور اور شور میں تجنیس ۔

ترجمہ ۔ خواجہ ان کا پس خوردہ کھاتا اور (غایت نشاط سے) اظہار مستی کرتا جس طعام کو (حضرت لقمان) نہ کھاتے اسے گرا دیتا ۔

مطلب ۔ جس طعام کے کھانے سے حضرت لقمان انکار کر دیتے ۔ اس کو گرا دینے کی یا تو یہ وجہ تھی ۔ کہ چونکہ وہ نہایت متقی و پرہیزگار تھے ۔ اس لئے ان کے انکار سے اس طعام کے مکروہ و حرام ہونے کا شبہ ہوتا تھا ۔ یا خواجہ کی نظر میں انتہائے محبت کے باعث ان کا ناپسند کردہ طعام پسندیدہ نہیں ہو سکتا تھا ۔

ور بخوردے بیدل و بے اشتہا ایں بود پیوستگی بے منتہا

ترجمہ اور اگر کھاتا بھی تو بے دلی کے ساتھ اور بے رغبتی سے کھاتا ۔ (دیکھو) یہ ہے (دلوں کا) بے پایاں اتحاد ۔ صائبؔ ؎

جدا نمے شود از ہم دو دل کہ یک چو شود نمے تواں ز دل من کشید پیکاں را

خربزہ آوردہ بود ند ارمغاں لیک غائب بود لقماں زاں میاں

لغات ۔ خربزہ ۔ خربوزہ ۔ ارمغان ۔ سوغات ۔ تحفہ ۔ ہدیہ ۔

ترجمہ (ایک دن اتفاقاً کہیں سے) ایک خربوزہ بطور ہدیہ آیا (آقا نے چاہا کہ لقمان کو کھلائے مگر) لقمان وہاں موجود نہ تھے ۔

گفت خواجہ با غلامے کائے فلاں زود رو فرزند لقماں را بخواں

ترجمہ ۔ آقا نے ایک غلام کو (نام لے کر) پکارا کہ اے فلاں! جلدی جاؤ اور (میرے) عزیز لقمان کو بلا لاؤ ۔

(یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ فرزند کا لفظ بلہجہ شفقت غلام کے لئے استعمال کیا ہو ۔ پھر مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا) بیٹا! جلدی جاؤ (اور) لقمان کو بلا لاؤ ۔

چونکہ لقماں آمد و پیش نشست خواجہ پس بگرفت سکینے بدست

لغات ۔ سکین ۔ سین مکسور و کاف مشدد مکسور ۔ چھری ۔ کارد

ترجمہ ۔ جب حضرت لقمان آئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے ۔ تو آقا نے ایک چھری ہاتھ میں لی ۔

چوں بُرید او داد او را یک بُرِیں ہمچو شکّر خورد ش و چوں انگبیں

لغات بُرِیں بضم بار دیائے کمسور۔ بُرش۔ قاش۔ پھانک۔ انگبیں۔ شہد۔

ترجمہ جب اس نے (چھری سے خربوزہ کو) کاٹا تو ان کو ایک پھانک دی جسکو حضرت لقمان نے شکر و شہد کی طرح (مزے لے لے کر) کھایا۔

از خوشی کہ خورد داد او را دُوم تا رسید آں شمشہا تا ہفدہم

لغات شمش۔ قاش۔ پھانک۔ ہفدہم۔ سترھویں۔

ترجمہ انہوں نے جو (اس قاش کو) خوشی سے کھایا۔ تو ان کو دوسری (قاش) بھی دی حتی کہ (اسی طرح) اُن قاشوں کی نوبت سترھویں (قاش) تک پہنچی۔

مانند شمشے گفت ایں را من خورم تا چہ شیریں خربزہ ست ایں بنگرم

ترجمہ (جب) ایک قاش رہی تو (آقا نے) کہا اسکو میں کھاتا ہوں۔ تاکہ دیکھوں یہ خربوزہ کسقدر مزے دار ہے (جس کو لقمان نے اس شوق سے کھایا ہے)

او چناں خوش میخورد کز ذوقِ او طبعہا شد مُشتہی و لقمہ جُو

لغات خوش میخورد مزے لے لے کر کھاتا ہے۔ ذوق۔ چکھنے کا لطف اور لذت۔ مشتہی۔ خواہشمند۔ راغب۔

ترجمہ (کیونکہ) وہ اسے اس طرح مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ کہ ان کی لذت گیری (کو دیکھنے) سے حاضرین کے جی للچاتے اور کھانے کو مانگتے ہیں۔

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت

ترجمہ (لیکن) جونہی کہ (اس قاش کو) کھایا۔ تو اس کی کڑواہٹ سے منہ کے اندر آگ لگ گئی زبان پر آبلے پڑ گئے (اور) حلق بھی جلنے لگا۔

ساعتے بیخود شد از تلخیِ آں بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں!

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را لطف چوں انگاشتی ایں قہر را

ترجمہ۔ وہ کچھ دیر تک تو اس کی تلخی سے بیخود رہا۔ پھر اس کے بعد (جب ہوش بجا ہوئے تو) ان سے کہا۔ اے جانِ جہاں! تم نے ایسے زہر (شدید) کو گونکر تناول کیا؟ اس قہر کو تم نے لطف کیونکر سمجھا؟

این چہ صبر ست این صبوری از چہ رو ست یا مگر پیش تو این جانت عدو ست

ترجمہ یہ تمہارا صبر کس طرح کا ہے۔ یہ برداشت کس لئے ہے۔ یا شاید تمہارے نزدیک یہ تمہاری جان دشمن ہے (کہ اس کو ہلاک کر ڈالنے کی ٹھان لی)۔

چوں نیاوردی بہانہ و حجتے کہ مرا عذرے ست بس کن ساعتے

ترجمہ (بھائی اگر انکار کرتے شرم آتی تھی۔ تو) کوئی بہانہ اور حیلہ ہی کیوں نہ پیش کر دیا۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے ٹھیر جائیے میں (اس وقت کھانے سے) معذور ہوں (پھر کھا لونگا)

گفت من از دست نعمت بخش تو خوردہ ام چندانکہ از شرمم دو تو

لغات از شرمم۔ از شرم ہستم۔ دوسرا میم متکلم رابط جملہ ہے۔ دو تو۔ دوہرا۔ خم کمر۔

ترجمہ (حضرت لقمان نے اسکے جواب میں) فرمایا میں نے آپکے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اسقدر (لذیذ) نعمتیں کھائی ہیں کہ شرمندگی (کے بار) سے دوہرا ہوا جاتا ہوں۔

شرمم آمد کہ یکے تلخ از کفت من نوشم اے تو صاحب معرفت

ترجمہ۔ مجھے شرم آئی کہ (اسقدر شیریں نعمتیں کھا چکنے کے بعد) آپکے ہاتھ سے ایک تلخ (چیز) نہ کھاؤں (اور اس سے انکار کر دوں) اے آقا آپ خود جانتے ہیں (کہ محسن کے احسان کا لحاظ کسقدر ضروری ہے) سعدی رح

یاری آنست کہ زہر از قبلش نوشی کن نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

چوں ہمہ اجزایم از انعام تو رستہ اند و غرق دانہ و دام تو

گر زیک تلخے کنم فریاد و داد خاک صدرہ بر سر اجزام باد

لغات اجزایم سے بدن کے اجزا مراد ہیں۔ بوٹی بوٹی۔ رگ و ریشہ۔ صدرہ۔ سو راستے۔ اجزام اجزائے من۔ میرے بدن کے اجزا۔

ترجمہ۔ جب میرے بدن کی بوٹی بوٹی آپ کے انعام سے (غذا پاکر) پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ آپ کے (احسانات کے) دانہ و دام میں غرق ہے۔ تو اگر (آپ کی کھلائی ہوئی) ایک تلخ چیز سے میں فریاد و واویلا کرنے لگوں تو میرے (تمام) اجزائے جسم پر سو راستے کی خاک (مذلت) پڑے۔

لذت دست شکر بخش تو داشت اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت

لغات بطیخ - خربوزہ **ترکیب** - داشت کی ضمیر فاعلی خربوزہ کی طرح راجع ہے - اور گذاشت کا مرجع دست ہے - ایک نسخہ میں لذتے بیاید بجائے دست ہے - یعنے لذتیکہ دست تو داشت اس صورت میں لذت ہی گذاشت کی فاعل ہوگئی - اور اس تقدیر پر ترکیب بالکل صاف ہوجاتی ہے - اور اقتدار رضائر کا بھی ارتکاب نہیں کرنا پڑتا - ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو:-

ترجمہ (۱) وہ (خربوزہ) آپ کے شکر بخشنے والے ہاتھ کی لذت (شیرینی کا اثر) رکھتا تھا (پھر مجھے تلخ کیوں محسوس ہوتا - آپ کے ہاتھ نے) اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی ہے -

(۲) آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ جو لذت (شیرینی) رکھتا ہے اس نے اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی ہے - (پھر مجھے اس کا کھانا کیوں ناگوار ہوتا)

از محبّت تلخہا شیریں شود از محبّت مسّہا زرّیں شود

ترجمہ محبت (کی چاشنی) سے کڑوی چیزیں بھی میٹھی بن جاتی ہیں - محبت (کی اکسیر) سے تانبے بھی سونے کے ہم شکل بن جاتے ہیں -

مطلب - یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوتا ہے - فرماتے ہیں - کہ لقمان کے لئے کڑوا خربوزہ شیریں کیوں نہ بن جائے - جبکہ محبت سب کچھ کر دکھاتی ہے - صائبؒ ؎

موم در دامن دریا ہے کرم عنبر شد کفر در عشق محالست کہ ایماں نشود

از محبّت دُردہا صافی شود وز محبّت دَردہا شافی شود

صنائع - دُرد بضم اور درد بفتح میں اور صافی و شافی میں تجنیس ہے اور شعر مرصع ہے -

ترجمہ - محبت کی وجہ سے (وہ) مکدر شراب بھی (جو محبوب کے ہاتھ سے ملے) صاف محسوس ہوتی ہے - اور محبت سے (پیدا ہونے والے) درد بھی (صدہا قسم کے امراض رذائل کو) شفا بخشنے لگتے ہیں -

از محبّت خارہا گُل مے شود وز محبّت سرکہا مُل مے شود

ترجمہ - محبت سے (کوچہ دلبر کے) کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں - اور محبت کی وجہ سے (محبوب کے ہاتھ کے) سرکے بھی شراب (کی طرح سرور انگیز) بن جاتے ہیں - حافظ ؎

یارب ایں کعبہ مقصود تماشا گہ کیست کہ غیلاں طرفش گل و نسرین من ست

از محبّت دار تختے مے شود وز محبّت بار بختے مے شود

ترجمہ محبت (کی گیر و دار میں سولی بھی تخت (کی طرح باعث فخر و عزت) بن جاتی ہے اور محبت کی وجہ سے (مشقتوں کے) بوجھ بھی خوش نصیبی (کے مترادف) بن جاتے ہیں - صائبؒ ؎

آنچہ از حُسن در خت وادیٔ ایمن کلیم ہست منصور بے زحمت ز چوب دار یافت

از محبت سجن گلشن مے شود بے محبت روضہ گلخن مے شود

لغات سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغ۔ گلخن۔ آگ کی بھٹی۔

ترجمہ محبت (کے معاملے میں قید ہو جانے) سے قید خانہ بھی باغ بن جاتا ہے۔ اور بے محبت (لوگوں کے ساتھ) باغ بھی آگ کی بھٹی نظر آتا ہے۔ سعدی ؒ ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

از محبت نار نورے مے شود وز محبت دیو حورے مے شود

ترجمہ۔ محبت (کی آنکھ) سے آگ بھی نور دکھائی دیتی ہے اور محبت (کی نگاہ) سے (دیکھو تو) ایک چڑیل بھی حور نظر آتی ہے۔

از محبت سنگ روغن مے شود بے محبت موم آہن مے شود

ترجمہ محبت (کی گرمی) سے پتھر بھی تیل بن (کر بہ) جاتا ہے محبت نہ ہو۔ تو موم بھی لوہے کی طرح (سخت اور ٹھوس) ہو جائے۔

از محبت حزن شادی مے شود وز محبت غول ہادی مے شود

لغات حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا۔ جو مسافروں کو بہکاتا ہے۔ ہادی راستہ دکھانے والا۔

ترجمہ۔ محبت (کی برکت) سے غم بھی خوشی بن جاتا ہے۔ اور محبت کی بدولت غول بیابانی (کی طرح گمراہ کرنے والا آدمی) بھی (لوگوں کو) ہدایت دینے لگتا ہے۔

از محبت نیش نوشے مے شود وز محبت شیر موشے مے شود

ترجمہ۔ محبت میں ڈنک بھی شہد کا سا مزا دے جاتا ہے۔ اور محبت سے (مجبور ہو کر) شیر (کا سا تند خو و بدمزاج آدمی) بھی چوہیا (کی طرح مغلوب و عاجز) بن جاتا ہے حافظ ؒ ؎

عجائب رہ عشق اے رفیق بسیار ست زپیش آہوے ایں دشت شیر زبر صید

از محبت سقم صحت مے شود وز محبت قہر رحمت مے شود

ترجمہ محبت کی بدولت (صدہا اخلاقی) بیماریاں صحت (سے مبدل) ہو جاتی ہیں۔ اور محبت (آجائے تو اس) سے تندی غضب رحم (و شفقت) میں بدل جاتی ہے۔

از محبت خار سوسن مے شود وز محبت خانہ روشن مے شود

ترجمہ محبت (کی منزلوں) میں کانٹا بھی سوسن بن جاتا ہے اور محبت (کی صحبت) میں تاریک گھر بھی جگمگانے لگتا ہے۔

الخلاف - یہ شعر ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

از محبّت مُردہ زِندہ مے شود وز محبّت شاہ بندہ مے شود

ترجمہ۔ محبت (کی کرامت) سے جمادات زندگی پاتے ہیں اور محبت سے (مجبور ہوکر) بادشاہ غلام بن گئے ہیں۔ صائبؒ ؎

بے ستوں را جان شیریں کرد در تن کوہ کن — عشق اگر بر سنگ اندازد نظر آدم شود

غنی رہ ؎ عشق بر یک فرش نبشاند گدا و شاہ را — سیل کیساں میکند پست و بلند راہ را

اِیں محبّت ہم نتیجہ دانش ست کے گزافہ بر چنیں تختے نشست

لغات۔ نتیجہ دانش۔ مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ گزافہ۔ بیہودہ۔ بے عقل۔

ترجمہ۔ یہ محبت (یعنے عشق حقیقی) بھی عقل کا نتیجہ ہے (ورنہ کوئی) بے عقل کب ایسے (عالی پایہ) تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔

مطلب۔ اوپر بیان کیا تھا۔ کہ حضرت لقمان کے خربوزہ تلخ کو اس طرح مزے لے کر کھانا جیسے وہ نہایت شیریں ہو۔ بتقاضا ے محبت تھا۔ اس پر متعدد مثالیں ایسی پیش فرمائیں۔ کہ اسی طرح محبت تلخ کو شیریں۔ خار کو گل اور غم کو خوشی بنا دیتی ہے۔ یعنے قلب ماہیت کر دیتی ہے۔ اب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ محبت پیدا کیونکر ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ یہ عقل سے پیدا ہوتی ہے۔ اور عقل سے حق تعالےٰ کو پہچاننا مراد ہے۔ یعنے جس کو خداوند تعالیٰ کی پوری شناخت ہے۔ اس کا عشق بھی کامل ہے۔ اور حق تعالےٰ کو پہچاننے سے مقصود یہ ہے۔ کہ اس کو وجود بحت اور موجود بنفسہ سمجھے۔ اور عالم کو اس کے مظاہر کا مجموعہ جانے۔ اور جو حسن ان مظاہر میں مشاہدہ کرے۔ اس کو ظاہر کا حسن سمجھے (کذا فی بحر العلوم)

اس میں یہ اشارہ بھی مرکوز ہے۔ کہ حق کی محبت یا عشق حقیقی ایک عقلی امر ہے۔ بخلاف اس کے پدر و فرزند وغیرہ کی محبت ایک طبعی امر ہے۔ اسی طرح رسول کی محبت بھی عقلی ہے۔ اور وہ طبعی محبتوں سے افضل و ارفع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ **لا یومن احدکم حتے اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین** یعنے تم میں سے کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنے فرزند اور باقی تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر نہ ہو۔

عشق محبت اور طبعی محبت

پدر و فرزند وغیرہ کی محبتیں طبعی ہیں۔ ان کا اقتضا خود طبیعت میں موجود ہے۔ ان محبتوں کی تخلیق و ابقا کے لئے کسی امر و حکم اور وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں۔ اس محبت کا بیج طبیعت میں پنہاں ہے۔ جو وقت ضرورت خود بخود پھوٹتا ہے۔ بیشک ماں باپ کی محبت فرزند کے ساتھ بقائے نوع کے لئے اور فرزند کی محبت ماں باپ کے ساتھ قیام بالواجبات کے لئے ازبس ضروری ہے۔ جو نظام عالم کی مصالح عظیمہ میں سے ہیں۔ مگر طبیعت خود کفیل ہے کہ یہ محبت وجود میں آئے۔ اور نظام عالم خلل سے محفوظ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت

اور علم اخلاق اس محبت کی شدید ضرورت کے باوجود اس پر تاکید کرنے سے فارغ اور ساکت ہیں۔ بخلاف اس کے محبت رسول ایک عقلی امر ہے۔ طبیعت کے اندر اس کا کوئی اقتضا موجود نہیں۔ کہ وہ خود بخود پیدا ہو جائے۔ بلکہ اس کا پیدا ہونا مبنی ہے اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل الشان شخصیت پر نظر کی جائے۔ آپ کے فوق العادۃ کارناموں کو تصور میں لایا جائے۔ اور نوع بشر بلکہ کائنات خلائق پر آپ کے احسانات عظیمہ کو میزان قیاس میں تولا جائے۔ پھر آپ کا جلال آپ کی عظمت آپ کا علو منزلت آپ کا تقرب حق ذہن نشین ہو جاتا ہے اور ان باتوں کو خیال میں لانے والے کے دل میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو حب نبی کہتے ہیں۔ اور جو حدیث مذکور کی رو سے شرط ایمان ہے۔ غرض اس جذبہ کا پیدا ہونا امر طبعی نہیں۔ بلکہ کسب و نظر پر موقوف ہے۔ جس کے لئے مطالعہ کتب۔ غور و فکر۔ اعتبار و استبصار۔ حضور مجالس۔ اور استماع مواعظ کی ضرورت ہے۔ اس لئے شریعت نے اس جذبہ محبت کے لئے تاکید شدید کی ہے۔ اور لا یومن احدکم تک کی وعید سے کام لیا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ ایک امر عقلی ہے۔ اس کے لئے اصابت نظر۔ صفائی ذہن۔ حسن تعقل۔ خوبی فہم۔ غور و فکر۔ کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی امر طبعی نہیں کہ از خود پیدا ہو جائے۔

دانش ناقص کجا ایں عشق زاد عشق زاید ناقص اما بر جماد

لغات ۔ زاد۔ پیدا کیا۔ جماد سے ماسوی اللہ مراد ہے۔

ترجمہ۔ ناقص عقل اس عشق (حقیقی) کو کہاں پیدا کر سکتی ہے۔ (ہاں) ناقص (عقل بھی ایک قسم کا) عشق پیدا کرتی ہے (جس کو عشق مجازی کہتے ہیں) لیکن (اس کا تعلق) ماسوی اللہ سے (ہوتا ہے۔ نہ کہ حق سبحانہ سے)۔

مطلب۔ تمام کائنات صفات حق کے مظاہر کا مجموعہ ہے۔ اور عشق و محبت کے لائق ذات حق ہی ہے۔ جس کے پرتو جمال اور انوار کمال نے عالم کو منور کر رکھا ہے۔ لیکن یہ کام ایک کامل العقل آدمی کا ہے کہ جو چیز پرتو کمال اور زینت جمال سے مزین ہے۔ اس سے قطع نظر کر کے اسی ذات کبریا کے ساتھ لو لگائے جس کے پرتو جمال و کمال سے یہ چیز منور ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی صحت قیاس اور اصابت ادراک کی بدولت حقیقت اور مجاز میں فرق سمجھتا ہے اور فرع کے حسن و جمال کو اصل کا حسن و جمال سمجھ کر اصل کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ صائبؒ ؎

گر بظاہر ہر نظر چشم غزالاں دارد ہشت در پردہ تماشائے دگر مجنوں را

بخلاف اس کے ناقص العقل کو یہ کہاں توفیق کہ حقیقت پر نظر کر سکے۔ اور اصل کو پیش نظر رکھے۔ وہ تو فرع کو مظہر حسن دیکھ کر اسی کا دلدادہ ہو جائے گا۔ اور اصل پر توجہ نہیں کرے گا۔ ظاہر سے غافل ہو کر مظہر کو ہی قبلہ توجہات بنا لے گا۔ صائبؒ ؎

بحسن نقش ازاں نقاش ہر کس چشم بر گیرد چو خار در گمند ہر لحظہ دامان دگر گیرد

ولہ ؎

از رہ مرو بجلوۂ خوبان سنگدل
قانع ز وصل کعبہ بسنگ نشاں مباش

برجادے رنگِ مطلوبے چو دید ازصفیرے بانگ محبوبے شنید

لغات ۔صفیر۔ پرندے کی چہچہے کی آواز ۔شکاری کی سیٹی کی آواز جس کو پرندوں کو پھانسنے کے لئے نکالتا ہے۔

ترکیب ۔ پہلا مصرعہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی ۔جن کی جزا مقدر ہے ۔ اور ایک طرح دوسرا مصرعہ بھی جزا ہوسکتا ہے ۔ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ (۱) جب وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ (درخشاں) پاتا ہے (تو اسی کو اپنا مطلوب بنالیتا ہے ۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی سیٹی (سن کر اس) سے (سمجھتا ہے کہ اپنے) محبوب (پرندے) کی آواز سن رہا ہے (اور جال میں پھنس جاتا ہے)

(۲) وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ جو (درخشاں) پا (کر دھوکا کھا) تا ہے ۔ تو (اس کی مثال یہ ہے ۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی سیٹی ۔ الخ

مطلب ۔ جس طرح ایک پرندہ شکاری کی نقلی سیٹی کو اپنے ہم جنس پرندے کی اصلی آواز سمجھ کر دھوکا کھاتا اور جال میں پھنس جاتا ہے ۔ اسی طرح یہ عاشق مجازی معشوق مجازی کو ہی مطلع نظر بنانے کے قابل سمجھ کر محبوب حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے ۔ ولنعم ما قیل ؎

سدِّ راہِ عالم بالاست معشوقِ مجاز دامنِ ایں سرو با در گل نہ باید گرفت

دانشِ ناقص ندا ند فرق را لاجرم خورشید داند برق را

ترجمہ ۔ ناقص عقل (حقیقی و مجازی ۔ اصلی و نقلی ۔ باقی وفانی کے) فرق کو نہیں سمجھتی ۔ اس لئے بجلی (کی چمک) کو ہی آفتاب سمجھ لیتی ہے ۔

چونکہ ملعوں خواند ناقص را رسول ہست در تاویل نقصانِ عقول

ترجمہ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ناقص کو ملعون کا لقب بخشا ہے (اس سے) ہمارے تاویل عقلوں کا نقصان (مراد) ہے ۔

نوٹ ۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ شارحین نے یہاں یہ حدیث نقل کی ہے ۔ الناقص ملعون ۔ صاحب کلید فرماتے ہیں ۔ کہ یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گذری ۔ اور نہ وثوق یہ حدیث معلوم ہوتی ہے ۔ ممکن ہے موضوع ہو ۔ ہاں یہ مضمون اس طرح مستنبط ہوتا ہے ۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے ۔ کہ یہ باعدم الحق ہے ۔ اور جہل بھی ایک نقصان ہے ۔ اور جو چیز باعدم الحق ہو ۔ اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے ۔ لہذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہوسکتا ہے ۔ مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو معلوم نہیں ہوئی ۔ (انتہی) آگے اس بات کی دلیل پیش فرماتے ہیں ۔ کہ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے ۔ اس سے ناقص العقل ہی مراد ہے ۔ نہ کہ ناقص البدن اندھا ۔ لولا ۔ لنگڑا وغیرہ ۔

حدیث الناقص ملعون کی تحقیق

زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم

لغات ۔ ناقص تن ۔ جس کے بدن میں کوئی نقص ہو ۔ جیسے اندھا ۔ کانا ۔ لنگڑا ۔ لولا وغیرہ ۔ مرحوم رحم قابل رحم ۔ رحم مراحمت ۔ زحمت سختی ۔

ترجمہ ۔ کیونکہ ناقص البدن تو رحم کے قابل ہوتا ہے ۔ اور قابل رحم آدمی لعنت و زحمت کا سزاوار نہیں ہوتا ۔

نقص عقلست آنکہ بد رنجوری ست موجب لعنت سزائے دوری ست

لغات ۔ رنجوری مرض ۔ بد رنجوری ۔ بُری بیماری ۔

ترجمہ (پس ثابت ہوا کہ) بُری بیماری جو ہے تو وہ نقص عقل ہی ہے ۔ وہی موجب لعنت اور (اسی کا مرتکب) لائق بُعد (عن الحق) ہے ۔

نوٹ ۔ آگے اس بات کی دلیل دی ہے ۔ کہ کیوں نقص عقل موجب لعنت ہے ، اور نقص بدن نہیں ۔

زانکہ تکمیل خرد ہا دور نیست لیک تکمیل بدن مقدور نیست

ترجمہ ۔ کیونکہ عقلوں کی تکمیل (اگر کوئی کرنی چاہے تو یہ) بعید نہیں ۔ لیکن بدنوں کی تکمیل پر کسی کو قدرت نہیں ۔

مطلب ۔ پس جو بات اختیار سے باہر ہو اس پر لعنت کیسی ؟ آگے اس بات کی دلیل دی ہے ۔ کہ نقصان عقل کو اگر کوئی رفع کرنا چاہے ۔ تو کر سکتا ہے ۔ یہ اس کے اختیار سے باہر نہیں ۔ بخلاف اس کے نقصان جسم ایک قدرتی امر ہے ۔

کفر فرعونے و ہر گبر عنید جملہ از نقصان عقل آمد پدید

لغات ۔ گبر آتش پرست ۔ یہاں مطلق کافر مراد ہے ۔ عنید جھگڑالو ۔

ترجمہ ۔ فرعون اور (فرعون جیسے) ہر جھگڑالو کافر کا کفر سراسر نقصان عقل سے وقوع میں آیا ہے ۔

مطلب ۔ جب نقصان عقل سے کفر کا ارتکاب ہوتا ہے اور کفر پر عذاب ہوگا ۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ منشاء کفر یعنے نقص عقل کا ازالہ ان کے اختیار کی بات تھی ۔ کیونکہ اگر اس کا ازالہ ان کی قدرت سے باہر ہوتا ۔ تو اس کے نتیجہ یعنے کفر پر ان کو عذاب کیوں ہوتا ۔

بہر نقصان بدن آمد فرج در نبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج

لغات ۔ فرج کشایش ۔ راحت ۔ نبے بضم نون و یائے مجہول قرآن مجید ۔

ترجمہ (بخلاف اس کے) بدن کے نقصان میں راحت (کا ملنا) منصوص ہے ۔ چنانچہ قرآن میں (وارد ہے) کہ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ (یعنے نابینا پر کوئی تنگی نہیں)

مطلب - یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نقص جسم سے بچنا کسی کے اختیار میں نہیں - اگر اختیار میں ہوتا تو اس کے وقوع پر ضرور عتاب و عذاب ہوتا - حالانکہ اس پر ترحم و شفقت کا سلوک کیا جاتا ہے - چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ الآیہ یعنے نابینا پر کوئی تنگی نہیں اور نہ بیمار پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر تنگی ہے (سورہ فتح) اور کسی پر رحم اس کے اس نقصان کی صورت میں کیا جاتا ہے - جو اس کے اختیار سے باہر ہو - چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے - کہ جب بندہ اپنی پیاری آنکھوں سے محروم ہو جائے - اور اس پر صبر کرے - تو اس کا عوض جنت ہے - اس لئے کہ کوئی شخص دیدہ و دانستہ اور اپنے اختیار سے اپنی آنکھیں نہیں کھوتا - بلکہ یہ تقدیر الٰہی ہے - ہاں اگر کوئی بالارادہ اپنے کسی عضو کو تلف اور خلقت الٰہیہ کو متغیر کرے - وہ البتہ قابل سرزنش ہے - حدیث میں ہے - لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله یعنے لعنت کرے بدن گودنے والی عورتوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال چننے والیوں اور چنوانے والیوں پر اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو فاصلہ دار بنانے والیوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیئت کو بدلتی ہیں (جامع صغیر للسیوطی)
اسی طرح خودکشی کا فعل بھی چونکہ اپنے اختیار سے وقوع پاتا ہے - اس لئے عذاب شدید کا موجب ہے - بخلاف اس کے جو دوسرے کے ہاتھ سے بیگناہ قتل ہو - وہ شہید ہے - کیونکہ یہ فعل مقتول کے اختیار سے باہر تھا
آگے پھر اسی مضمون کی طرف عود ہے - کہ لاجرم خورشید و اندیشہ را - جس سے یہ ارشاد مقصود ہے کہ فانی و ناپایدار چیز کا عشق اچھا نہیں - باقی حقیقی ذات کا عشق چاہئے -

برق آفل باشد و بس بیوفا آفل از باقی نداند بے صفا

لغات - آفل چھپ جانے والا - بے صفا - جس کا دل روشن نہ ہو -

ترجمہ - بجلی تو چھپ جانے والی چیز ہوتی ہے - اور بالکل ناپایدار (جو شخص کمال عقل کے) نور سے عاری (ہے وہ) چھپ جانے والی چیز اور باقی رہنے والی چیز میں فرق نہیں سمجھتا -

برق خندد، بر کہ میخندد؟ بگو بر کسے کہ دل نہد بر نورِ او

ترجمہ (تم دیکھتے ہو کہ) بجلی ہنستی ہے - بتاؤ (یہ) کس پر ہنستی ہے؟ (یہ) اس شخص پر ہنستی ہے جو اس کی چمک کا دلدادہ ہو رہا ہے (حالانکہ یہ ناپایدار چیز قابل دلبستگی نہیں)

معنی رح

نیست حسن بے بقا شایستۂ دلبستگی باچراغ برق یک پروانہ ہمراہی کند

نورہائے برق ببریدہ پئے است آں جُولاشرقی ولاغربی کے است

لغات - ببریدہ پے - قدم بریدہ - ختم - منقطع - جس کا سلسلہ آگے نہ چلے - لاشرقی ولاغربی - نہ منسوب بہ مشرق اور نہ منسوب بمغرب جو خداوند تعالےٰ کے نور کی صفت ہے - اور یہ ایک آیت کے مضمون کی طرف

اشارہ ہے۔ کما سیاتی۔

ترجمہ۔ بجلی کے انوار تو قدم بریدہ ہیں (چنانچہ ان کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا) وہ اس (نور خداوندی) سے مشابہ کب ہیں۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔

مطلب۔ اس میں اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ الخ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان وزمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ (اور) قندیل (اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ جو نہ مشرق کے رخ واقع ہے۔ نہ مغرب کے رخ (سورہ نور ع ۵ آیۃ نور کی تفسیر نہایت شرح وبسط کے ساتھ اور اس کے اسرار ورموز عجیب طریق سے سابق جلد مفتاح العلوم میں بیان ہو چکے ہیں۔

برق را خود یَخْطَفُ الْاَبْصَار داں　　نورِ باقی را ہمہ ابصار داں

ترجمہ۔ بجلی کو نگاہوں کی اُچک لے جانے والی سمجھو۔ (کہ اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور کبھی کاہ مغفود بھی ہو جاتی ہے بخلاف اس کے۔ ذات حق کے) باقی رہنے والے نور کو (آنکھوں کے لئے) سراپا بے بصارت سمجھو۔

مطلب۔ یہ اقتباس قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ قریب ہے کہ بجلی ان کافروں کی نگاہوں کو اُچک لے جائے (بقرہ ع ۳) بعض نسخوں میں دوسرے مصرعہ کے لفظ ابصار بصاے موحدہ کی بجائے انصار بنون درج ہے۔ اس صورت میں اگرچہ کافیہ کا وہ نقص جو ہمارے نسخے میں ہے۔ رفع ہو جاتا ہے۔ مگر خود برق اور نور باقی کے مقتضا ذاتروں کا پر لطف تقابل جو ابصار کے لفظ کے ساتھ نمایاں ہے۔ وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہتا۔ ہمارا نسخہ شرح بحر العلوم کے مطابق ہے۔

برکفِ دریا فرس را راندن　　نامہ را در نورِ برقی خواندن

از حرصی عاقبت نادیدنست　　بر دل و بر عقل خود خندیدنست

لغات۔ کف۔ جھاگ۔ راندن۔ خواندن میں پہلا نون غنہ ہے۔ یہاں نون ساکن کا استعمال بضرورت ہوا ہے۔ حرصی۔ حرص وطمع **ترکیب**۔ پہلے شعر میں دونوں مصرعے دو جملے بترکیب عطفی مل کر مبتدا ہوا۔ دوسرا شعر خبر۔

ترجمہ۔ دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش کرنا اور بجلی کی چمک میں خط پڑھنے لگنا (اپنی اندھی) حرص میں (بے سود) نتیجہ سے آنکھیں بند کر لینا ہے (اور) اپنے (عقل

دور اندیش) دل اور (ناقص) عقل کی ہنسی اڑاتا ہے۔

مطلب :۔ ناپایدار چیز کا عشق اختیار کرنا اسی طرح لغو و بیہودہ ہے۔ جیسے کف دریا پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش جس کا نتیجہ غرق ہے۔ اور جیسے بجلی کی چمک میں خط پڑھنے لگنا جس کا نتیجہ قطعاً ناکامی ہے۔ ناقص عقل ان نتائج کو نہیں دیکھتا۔ پس ماسوی اللہ کی فرط محبت کا ثمرہ بھی تباہی و ناکامی ہے۔ جامی رح ؎

ہر کہ با صورتِ شیریں لبِ سیماں عشق باخت نیست از سعیِ پیراں رشتِ بیخ نصیب

؎ ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں دل بخوباں ندہد ورنہ بپایش نرود

نور برقی سے اس بجلی کی چمک مراد ہے۔ جو ابر کے اندر چیتک زن ہوتی ہے۔ اور جس کی ناپایداری ضرب المثل ہے۔ کما قیل ؎

ہنگامہ گرم ہستیِ ناپایدار کا چیتک ہے برق کی تبسمِ شرار کا

یہاں یہ بجلی کی روشنی مراد نہیں جس کے قمقمے آج در و بام کو بقعہ نور بنا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ روشنی مولانا کے زمانہ میں نہیں تھی۔

عاقبت بیں ست عقل از خاصیت نفس باشد کو نہ بیند عاقبت

ترجمہ عقل تو بالخاصیت عاقبت بیں ہے۔ اور جو عاقبت بیں نہ ہو تو وہ نفس ہے (عقل نہیں)۔

مطلب :۔ انسان کو آمادہ فعل کرنے والی دو طاقتیں ہیں۔ ایک عقل جو نتائج کو ملحوظ رکھ کر کسی کام کا مشورہ دیتی ہے۔ دوسرا نفس جو اسے غصہ۔ حسد۔ کینہ۔ حرص۔ شہوت وغیرہ ناپاک جذبات کے زیر اثر کسی کام پر آمادہ کرتا ہے۔ اور اس کام کے نتیجہ بد سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔ اوپر کہا تھا۔ کہ "از خردیہی عاقبت نادیدن ست" اب فرماتے ہیں کہ یہ نفس ہی کا کام ہے۔ کہ وہ حرص کے جذبہ سے متاثر ہو کر انجام پر نظر کئے بدوں کوئی کام کرانے لگتا ہے۔ عقل کا کام نہیں۔ ہاں جو عقل نفس کے آگے بے بس ہو جائے۔ تو وہ نفس کی ہمنوا ہو جاتی ہے۔ اور غیر دور اندیشانہ کام کرانے لگتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

عقل کو مغلوبِ نفس اوشد مشتری ماتِ زحل نحس شد

ترجمہ۔ جو عقل نفس سے مغلوب ہو جائے) وہ بھی (بمنزلہ) نفس بن جاتی ہے۔ (جب) ستارہ مشتری (جو سعد اکبر ہے۔ نحس اکبر یعنے) زحل کے زیر اثر آجائے۔ تو نحس ہو جاتا ہے۔

مطلب :۔ بری چیز اچھی چیز کو بھی اپنا ہمرنگ بنا لیتی ہے۔ کما قال السعدی رح ؎

تحکم کند سیر بہ بوئے گل فرومانند آوازِ جنگ از دُہل

ستاروں کی سعادت و نحوست کا ذکر علے سبیل العرف ہوا ہے۔ شرعاً ایسا اعتقاد صحیح نہیں۔ الا بتا دیل۔ یہ بحث اس شرح کی پہلی جلد میں حکایت بادشاہ جہود کے ذیل میں بشرح و بسط گزر چکی۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ عقل کی مغلوبیت کی حالت میں بھی تعلق باللہ سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

ہم دریں بخشی بگرداں ایں نظر در کسے کہ بخش کردت در نگر

ترجمہ (اگر تم پر لازم ہے کہ) اس بخوست (کی حالت) میں بھی اپنی اس (کوتہ بیں) نظر کو حق کی طرف منعطف (کرنے کی کوشش) کرو (جس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی بخوست کے خیال سے) اس (ذات) کو دیکھو جس نے تم پر بخوست وارد کی ہے۔

مطلب - اگر غلبۂ نفس اور طریان بخوست نفس میں متوجہ بحق ہونے کا موقع نہیں ملتا - تو تم ایک آسان تدبیر بتاتے ہیں - وہ تدبیر یہ ہے - کہ تم کم از کم اپنی اس بخوست پر تو توجہ کر سکتے ہو - اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فاعل بھی ہوتا ہے - اس طرح تم اپنی بخوست کے خالق پر ہی نظر کر سکتے ہو - جو حق جل وعلا ہے - پس یہی توجہ بحق ہے - اگر اس کو ترقی دیتے جاؤ گے - تو نفس کی بخوست بھی رفع و دفع ہو جائے گی - یہاں حضرت شارح کلیدِ مثنوی سلمہ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے ایک عجیب تعلیم نقل فرمائی ہے - جیسے جب وساوس و خطرات کا دل پر ہجوم ہو - تو ان کے ازالہ و ابطال کے لئے اپنی قوت نظریہ کو زیادہ صرف نہیں کرنا چاہئے - کیونکہ یہ ایک طرح سے ان وساوس پر مزید توجہ ہے - جس سے ان کے ترقی پانے کا احتمال ہے - بلکہ ان سے نظر پھیر کر حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے - اور سوچنا چاہئے - کہ سبحان اللہ کیسی با قدرت ذات ہے - جس نے یہ وساوس و خیالات میرے دل میں ڈالے - اب وہی ان کو زائل بھی کر دے گا - اس مراقبہ سے وہ وساوس آپ سے آپ منتفی ہو جائینگے - (انتہیٰ) یہ گویا مرض وسوسہ کا علاج بالمثل ہے - اور علاج بالمثل بمقابلہ علاج بالضد کے سہل الحصول اور مؤثر تر اور ساتھ ہی تعجب انگیز ہوتا ہے - آگے یہی ارشاد ہے - کہ جو شخص اپنے اس موجب مرض کو ہی خاص سلیقہ سے بطور دوا استعمال کرتا ہے - وہ اسی کی بدولت شفا پا جاتا ہے -

آں نظر کہ بنگر واں جذر و مد اوز نخے سوئے سعدے نقب زد

لغات - جذر و مد - پانی کا اتار چڑھاؤ - جوار بھاٹا - نقب زدن - سینہ لگانا - چور کا کسی گھر میں داخل ہونے کیلئے دیوار میں بڑا چھید کرنا - گر یہاں راہ پانا مراد ہے -

ترجمہ - جو نگاہ (نفسانی وساوس کے) اس اتار چڑھاؤ کو تاڑ جائے (کہ کہاں سے ان وساوس کی چڑھائی ہوئی - اور کیونکر ان کی طغیانی کم ہوگی) وہ بخوست سے (نکل کر) سعادت کی طرف راہ پا جاتی ہے -

نوٹ - آگے اس تبدیلی احوال کی مصلحت بیان فرماتے ہیں -

زاں ہمیگرداند حالے بحال ضد بضد پیدا کناں در انتقال

تا کہ از عسرے نہ بینی خوفہا کے زئسیرے باز یابی لطفہا

لغات - ہمیگرداند - پھراتا ہے - ادل بدل کرتا ہے - متغیر کرتا ہے - انتقال - ایک حالت سے دوسری حالت میں آنا - عسر - تنگی - یسر - فراخی - **قافیہ** - خوفہا و لطفہا کا بے لطف قافیہ ضرورتاً اختیار کرنا پڑا ہے -

مرض وسوسہ کا ایک عجیب علاج

ترجمہ - (خداوند تعالےٰ شانہ) اس لئے (ایک) مخالف (کیفیت) سے (دوسری) مخالف (کیفیت) پیدا کرتا ہوا از راہ تبدیل تمہاری ایک حالت کو دوسری حالت میں پھیرتا ہے۔ کہ جب تک تم تونگری سے خوف نہ آئے گا۔ اس وقت تک تم فراخی سے لطف کب محسوس کر سکتے ہو۔

مطلب - یہ عام قاعدہ ہے کہ "قدر عافیت کسے داند کہ بلاے گرفتار آید" یعنے سلامتی کی قدر وہی کرتا ہے۔ جو کسی بلا میں مبتلا ہو کشتی نشینی کی ٹھیک قدر غرق ہونے والا ہی سمجھتا ہے۔ صحت کا مزہ مرض کی تکالیف برداشت کرنے والے سے پوچھنا چاہئے۔ خشک و لطیف ہوا کے جھونکوں کی تعریف موسم گرما کی جھلجھلاتی دھوپ میں چل کر آنے والے سے سننی چاہئے۔ پس حق تعالےٰ نے جو یہ گوناگوں رحمتوں کے ساتھ ساتھ مختلف زحمتوں کے سامان پیدا کئے ہیں۔ تو اس میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح اس کی رحمتوں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ اگر بندہ پر ہمیشہ رحمتوں کا ہی سایہ رہتا۔ اور وہ رات دن نعمتوں کے مزوں میں مستغرق رہا کرتا۔ تو اس کو احسانات الٰہیہ کا کچھ بھی احساس نہ ہوتا۔ نہ اس کے دل میں اپنے محسن حقیقی کے لئے شکر و امتنان کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ حافظ رح ؎

از دست ہجر یار شکایت نمے کنم گر نیست نیستے ندہد لذت حضور

مدعا اس بحث سے یہ ہے کہ حق تعالےٰ سالک کے احوال کو جو قبض و بسط میں بدلتا رہتا ہے۔ تو اس میں حکمت یہی ہے۔ کہ اس کو بسط کی قدر آجائے۔ اور وہ بیش از پیش ترقی مدارج کی کوشش کرے۔ ربڑ کی گیند کو زور سے زمین پر اسی لئے پھینکا جاتا ہے۔ کہ وہ بلندی پر جائے۔ ورنہ اگر قبض کی حالت نہ ہوتی۔ تو بسط کی قدر نہ آتی۔ اور نہ ترقی و عروج کا جوش پیدا ہوتا۔ کما قال رح ؎

وصل پیدا گشت از عین بلا زاں حلاوت شد عبارت ما قلا
رنج گنج آمد کہ رحمت ہا در وست مغز تازہ شد چو بخز اشید پوست
آں بہاراں مضمر ست اندر خزاں در بہار ست آں خزاں مگریز زاں

تاکہ خوفت زاید از ذات الشمال لذت ذات الیمین یرجی الرجال

لغات - زاید۔ پیدا ہو۔ ذات الشمال۔ بائیں جانب۔ مراد گنہگار و کافر۔ کیونکہ قیامت کے روز ان کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ ذات الیمین دائیں جانب مراد پرہیزگار اور مومن لوگ۔ کیونکہ قیامت کے روز ان کے دائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یُرجی۔ امید دلائے۔ فعل مضارع از ارجا۔ الرجال لوگ۔

ترجمہ (غرض حق تعالےٰ تم پر مختلف احوال طاری کرتا رہتا ہے) تاکہ تم کو بائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے سے خوف آئے۔ (اور تم دائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے کے مستحق بننے کی کوشش کرو۔ کیونکہ) دائیں جانب (والوں کو جو نجات و فلاح) کی لذت (حاصل ہوگی۔ وہ) لوگوں کو امید دلاتی ہے (کہ ہم بھی کوشش کریں تو دائیں جانب والوں میں شامل ہو سکتے ہیں)

مطلب - یعنے تاکہ قبض سے جو یاس کی حالت پیدا ہوجاتی ہے - وہ بسط کی بدولت زائل ہوجائے - اور اس کی بجائے امید پیدا ہو جائے - اور ہیبت کی حالت انس میں بدل جائے - جیسا کہ اکثر سالکوں کو پیش آتا ہے کہ پہلے ان پر ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے - پھر وہ انس کی حالت میں بدل جاتی ہے - غنی رح ؎

گر فلک کار ترا برہم زند از جا مرو　　جامہ را خیاط سازد قطع بہر دوختن

تا نہ بینی خوفِ نحس مشأمہ　　کے شناسی قدر لطفِ میمنہ

لغات - نحس نحوست - مشأمہ - بائیں جانب - میمنہ - دائیں جانب **صنائع** نحس اور مشأمہ میں ایہام تناسب ہے - کیونکہ مشأمہ کے معنے نحوست کے بھی ہیں -

ترجمہ - جب تک کہ تم بائیں جانب والوں کی نحوست کے خوف سے آگاہ نہ ہوجاؤ (اس وقت تک) دائیں جانب والوں کے لطف کی قدر کیا کرو گے -

مطلب - قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحٰبُ الْمَشْأَمَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْأَمَةِ ۝ (ایک) تو داہنے ہاتھ والے سو داہنے والوں کا کیا کہنا اور (ایک) بائیں ہاتھ والے سو بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی بُرا درجہ ہے (سورہ واقعہ ع ۱) پس جس طرح اصحاب مشأمہ کے بُرے انجام کا خوف طاری ہوئے بغیر اصحاب میمنہ کے مدارج کی قدر نہیں آسکتی - اسی طرح جب تک قبض کی حالت طاری نہ ہو - بسط کی قدر اور اس کا لطف حاصل نہیں ہوسکتا - لہذا دونوں حالتوں کا ہونا ضروری ہے - صرف ایک حالت سے منشا حکمت پورا نہیں ہوسکتا - آگے اس کو ایک تمثیل سے واضح فرماتے ہیں -

الخلاف - یہ بیت ہمارے نسخے میں نہیں ہے -

تا دو پر باشی کہ مرغک یک پرہ　　عاجز آمد از پریدن یکسرہ

لغات - مرغک میں کاف تصغیر ہے - پرہ کی ہ نسبت کے لئے اور یکسرہ کی ہا زائد ہے -

ترجمہ (قبض و بسط کی دونوں حالتیں اس لئے ضروری ہیں) تاکہ تم دو پر والے (پرندے کی طرح پرواز ترقی کے قابل) ہوجاؤ - کیونکہ ایک پر والا بیچارہ پرندا اڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے (اسی طرح ایک حالت کے ساتھ تم بھی اوج ترقی پر اُڑ نہیں سکتے)

مطلب - یہ سارے تغیرات اس لئے ہوتے ہیں - کہ تمہارے اندر رجا و خوف کی دونوں صفتیں پیدا ہوں اس لئے کہ ایمان بین الخوف والرجاء ہے - اور اسی پر مدار نجات ہے - عن انس قال دخل النبی صلے اللہ علیہ وسلم علےٰ شاب وھو فی الموت فقال کیف تجدك قال ارجو اللہ یارسول اللہ وانی اخاف ذنوبی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل ھذا الموطن الا اعطاہ اللہ ما یرجو وآمنہ مما یخاف - یعنے انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - وہ کہتے ہیں - کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے - اور وہ نزع کی حالت میں تھا - تو آپ نے فرمایا - تم اپنی حالت کیسی پاتے ہو - وہ بولا - یارسول اللہ میں

خوف و رجاء دونوں شرط ایمان ہیں

اللہ سے اچھی امید رکھتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں باتیں یعنے (امید اور خوف) جب ایسے وقت بندے کے دل میں جمع ہوں۔ تو ضرور اللہ تعالےٰ اس کی امید پوری کرتا ہے۔ اور اس کو خوف سے امن میں رکھتا ہے (مشکوٰۃ)

خوف و رجا دونوں کی ضرورت اس لئے ہے۔ کہ ان میں سے صرف ایک کا موجود ہونا بندہ کے لئے مضر ہے۔ چنانچہ اگر صرف خوف ہوتا۔ تو اس سے ایس کلی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ جس کا ایک لازمی نتیجہ ترک طاعات وعبادات اور ارتکاب معاصی ہوتا۔ اور اگر صرف رجا ہوتی۔ تو اس سے جرأت و دلیری پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس صورت میں بھی بندہ تارک طاعات و مرتکب خطیات ہونے سے باز نہ رہتا۔

ہیں گذر از میمنہ و ز میسرہ در سرائے سابقاں آں یکسرہ

لغات ۔ میمنہ دائیں طرف کی فوج۔ میسرہ بائیں طرف کی فوج مگر یہاں اس سے وہی میمنہ و مشأمہ مراد ہیں جن کا اوپر سے ذکر آرہا ہے۔ یعنے دائیں ہاتھ کے اعمال نامے والے اور بائیں ہاتھ کے اعمال نامے والے۔ سابقان آگے بڑھ جانے والے۔ بقاعدہ فارسی سابق کی جمع ہے۔

ترجمہ ۔ ہاں ہاں! دائیں طرف والوں اور بائیں طرف والوں سے بھی گزر کر ان سابقین کے گھر میں داخل ہو جاؤ (جو مقربین خاص ہیں)

مطلب ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اصحاب مشأمہ اور اصحاب میمنہ کی دونوں جماعتوں کے ذکر کے بعد فرمایا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اور (تیسرے) جو (سب سے) آگے (سامنے بٹھائے گئے ہیں) سو یہ آگے ہی (بٹھانے کے قابل) ہیں۔ (کہ) یہ (بارگاہ خداوندی کے) مقرب ہیں (واقعہ ع ۱) مولانا رح فرماتے ہیں۔ کہ تم نہ صرف اصحاب مشأمہ کے ساتھ شامل ہونے سے بچو۔ بلکہ اصحاب میمنہ کے درجے پر بھی قناعت نہ کرو۔ اور مدارج ترقی میں بڑھتے بڑھتے سابقون مقربوں میں جا پہنچو جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تلوین سے نکل کر تمکین کا درجہ حاصل کرو۔ کہ وہ قرب حق کا اقرب ترین طریقہ ہے جامی رح ؎

ایکہ در شروع خداوندان حال میکنی از سنت و فرضم سوال
سنت آمد رخ زدنیا تافتن فرض راہ قرب مولیٰ یافتن

الخلاف ۔ یہ بیت بھی ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

آگے مولانا سامع کی بے توجہی دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں!

یارہا کن تا نیایم در کلام یا بدہ دستور تا گویم تمام

لغات ۔ رہا کن۔ چھوڑ دو۔ دستور۔ اجازت۔

ترجمہ (اے سامع!) یا تو اس قصے کو ہی چھوڑ دو۔ تاکہ میں کلام ہی نہ کروں یا (سننے پر آمادہ ہو کر) مجھے اجازت دو کہ پوری طرح بیان کر دوں۔

مطلب ۔ نہ تو تم یہ کہتے ہو۔ کہ بس اس بحث کو جانے دو۔ کہ ہمیں اس کے سننے کا شوق نہیں ہے۔ اور نہ پوری طرح متوجہ ہوتے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ یا تو صاف کہہ دو کہ ہم سننا نہیں چاہتے۔ تاکہ ہم کو

خوف و رجا دونوں کے ضروری ہونے پر بحث

زحمت تقریر سے نجات ملے۔ یا پوری طرح تقریر کرنے کی اجازت اور خود ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ سعدی رح ؎

گوشت حدیث میشنود ہوش بے خبر در حلقۂ بصورت و چوں حلقہ بردری

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں ترا ست کس چہ داند مر ترا مقصد کجا ست

لغات۔ فرماں تراست ایک محاورہ ہے۔ جو اپنی طرف سے کسی کو کسی اپنی خواہش کے موافق قول و فعل کی اجازت کلی دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ تم کو اختیار ہے۔ تم مختار ہو۔ تم جانو تمہارا کام۔ جو چاہو کرو۔

ترجمہ۔ اور اگر تم نہ یہ چاہو نہ وہ۔ تو پھر تم جانو تمہارا کام (ہم اس تقریر کو جاری رکھنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔ (جسکو بیان کیا جائے)

مطلب صاحب کلید مثنوی فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ مثنوی شریف کا طرز تصنیف کا نہیں ہے۔ بلکہ ناصحانہ و واعظانہ مکالمت کا انداز ہے۔ اور جس طرح ایک واعظ و ناصح یا ایک استاد اثنائے درس میں تقریر کرتے ہوئے بیچ میں کہہ دیتا ہے۔ کہ بھائی بات سنتے ہو۔ تو سنو ورنہ میرا مغز کیوں خالی کیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی سلسلہ تقریر شروع کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں مولانا اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں۔ کہ بھائی یا تو سنو۔ یا ہمارا پیچھا چھوڑو۔ چونکہ سامع اس تنبیہ سے متوجہ ہو جاتا ہے۔ لہذا پھر وہی سلسلہ بیان جاری فرماتے ہیں۔ اور بالتنبیہ یہی طرز قرآن مجید کا بھی ہے۔ اس کا انداز بھی تالیف کا نہیں۔ بلکہ مکالمات کا ہے۔ مکررات قرآنیہ بھی اس لئے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہیں۔ اس لئے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہیں۔ تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے (انتہے)

مولانا بحر العلوم رح لکھتے ہیں۔ یہ خطاب جناب حق سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مولانا رح بیان اسرار میں امر حق کے تابع ہیں۔ چونکہ اس مقام میں بعض اسرار مجملاً بیان کئے ہیں۔ تفصیلاً بیان نہیں کئے۔ اور ممکن ہے کہ بعض اور اسرار بھی بیان کرنا چاہتے ہوں۔ مگر حق تعالےٰ کی اجازت کے بغیر بیان نہ کر سکتے ہوں۔ لہذا حق تعالیٰ کی جناب میں مناجات کرتے ہیں۔ کہ الٰہی یا تو ان اسرار کو مفصلاً بیان کرنے اور ناگفتہ اسرار کو معرض بیان میں لانے کی اجازت ہو۔ یا بالکل ساکت و خاموش رہنے کا حکم ہو جائے۔ اور اگر نہ یہ اجازت دینی منظور ہے۔ نہ وہ حکم۔ بلکہ تیری مرضی یہی ہے۔ کہ بعض اسرار مجملاً بیان ہوں اور بعض پر لب کشائی ہی نہ کی جائے۔ تو جو تیرا حکم۔ میں تابع فرمان ہوں (انتہیٰ) آگے پھر اسی سلسلہ بیان کو جاری فرماتے ہیں۔

جانِ ابراہیم بایدتا بنور بیند اندر نار فردوس و قصور

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی جان چاہئے۔ جو (اپنے) نور (باطن کی روشنی) سے آتش (نمرود) کے اندر بہشت اور محلات کو دیکھ لے۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا۔ نقصان عقل برا مرض ہے۔ ع "نقص عقلت آنکہ بدر نجوری ست" لہذا عقل کامل حاصل کرنی چاہئے۔ اب اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ادراک ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا کامل ادراک ہو۔ جن کو دشمنوں کی آگ کے اندر بھی مراتب آخرت کا نقشہ نظر آتا تھا۔ اور اس کی وہ

سے وہ منصب نبوت میں قاصر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس مشاہدے کی بنا پر جو وہ آگ کے اندر اپنے کمال عقل وادراک اور کمال اذعان ویقین کی بدولت کر رہے تھے۔ بخوشی آگ میں گھس گئے۔ صائبؒ ؎

چہ غم ز آتش سوزندہ چوں خلیل مرا کہ عشق اوز بلاہا بود کفیل مرا

پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور تا نماند ہیچ حلقہ بند در

لغات پایہ۔ درجہ۔ زینہ۔ خور۔ آفتاب اس میں واؤ غیر ملفوظ ہے۔ بفتح خا پڑھا جاتا ہے۔ جس میں واؤ کا کسی قدر اشمام ہو۔ حلقہ۔ دروازے کا کنڈا۔ بند۔ پابند۔ مقید۔

ترجمہ (سالک کو) زینہ بہ زینہ (ترقی کرتے ہوئے) مہر وماہ سے بھی اونچے چڑھ جانا چاہیے تاکہ وہ دروازہ کی زنجیر کی طرح (خلوت راز سے علیحدہ اور) صرف دروازے کا مقید نہ رہے۔

چوں خلیل از آسمانِ ہفتمیں بگذرد کہ لا اُحِبُّ الْآفِلِیْن

لغات ہفتمیں۔ ہفتم۔ ساتوں۔ لا احب میں دوست نہیں رکھتا۔ آفلین۔ چھپ جانے والے۔

ترجمہ اور (تاکہ) وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح (ترقی مدارج کرتا ہوا) ساتویں آسمان سے بھی اونچا چڑھ جائے (اپنے اس کمال ایمان اور خلوص توحید کی بدولت) کہ (ان کی طرح کہے) میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مطلب ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ۔ چاند اور سورج کو باری باری دیکھ کر کہا تھا۔ لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ۔ میں چھپ جانے والی ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر کہا۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ میں تو سب سے رخ پھیر کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (الانعام ع ۹) فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ترک آفلیں سے ترقی مدارج حاصل کی تھی۔ سالک کو بھی چاہیے۔ کہ فانی وناپائیدار اشیاء سے قطع تعلق کر کے ذات حق کو اپنا مقصود بنائے۔ جامیؒ ؎

خلیل آسا در ملک یقیں زن نوائے لا احب الآفلیں زن

ایں جہانِ تن غلط انداز شد جزمرا نرا کو ز شہوت باز شد

لغات ۔ جہان تن۔ عالم اجسام۔ عالم سفلی۔ غلط انداز۔ غلطی میں ڈال دینے والا۔

ترجمہ ۔ یہ عالم اجسام تو (لوگوں کو اپنے) انہماک میں ڈالکر (غلطی میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو خواہشات نفس سے باز رہے۔ غنیؒ ؎

دل منور کے شود در ظلمت آباد بدن شمع را روشن نہ سازند تا وقالست

ان مباحث دقیقہ کے بعد اب مولانا رومؒ اسی غلام کے قصے کو پھر چھیڑتے ہیں۔ جس کا ذکر ان ابیات سے شروع

ہوا تھا کہ:-

یک فسانہ راست آید یا دروغ تا دہد مر راستیہا را فروغ
پادشاہے بندۂ را از کرم برگزیدہ بود از جملہ حشم

اور یہ قصہ پہلے قصے سے جداگانہ تھا۔ جس میں دو غلاموں کا ذکر ہے۔ کہ ایک غلام خوبصورت مگر بدخلق اور دوسرا بدصورت مگر خوش اخلاق تھا۔ اور اس قصے کا سابقہ قصے سے جداگانہ ہونا "یک فسانہ" اور "پادشاہے" کے کلمات سے عیاں ہے مگر ایک شارح صاحب لکھتے ہیں کہ "اب مولانا اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں کہ جس کو بادشاہ نے دو میں سے پسند کیا تھا۔ اور وہ بدصورت تھا۔ مگر اس کی سیرت عمدہ تھی" معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان شارح صاحب نے دونوں قصوں کو ایک سمجھ لیا۔ یا اس کے عنوان کا خیال نہیں کیا کہ اس کا۔ بط صرف دوسرے قصے سے ہو سکتا ہے۔ نہ کہ پہلے قصے سے۔ واللہ اعلم۔

تتمّہ قصّہ حاسدان بر غلام سلطان و حقیقت آں

بادشاہ کے غلام پر حسد کرنے والوں کا قصہ اور اس کی حقیقت

قصّۂ شاہ و میراں و حسد بر غلامِ خاصِ سلطانِ ابد

دُور ماند از جرِّ جرّارِ کلام بازنا یدگشت و کردآں را تمام

لغات - سلطانِ ابد۔ جس کی بادشاہی ہمیشہ ہو۔ یہ صفت حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جو شہنشاہ حقیقی ہے۔ مجازی بادشاہوں پر صادق نہیں آسکتی۔ پس اس کو یا تو محمول بر مبالغہ کیا جائیگا۔ جیسے کہہ دیتے ہیں۔ حضور کا اقبال ابدالآباد تک قائم رہے۔ اور خود مولانا رح بھی ایک جگہ لکھ چکے ہیں "ظل مولانا ابد پاینده باد" یا اس کی یہ تاویل ہوگی۔ کہ چونکہ وہ بادشاہ مقبول حق تھا۔ اس لئے جس طرح وہ دنیا میں صاحب جاہ و شرف تھا۔ عقبےٰ میں بھی اللہ اس کے جاہ و شرف کو ابد تک قائم رکھے گا۔ اس لئے وہ سلطان ابد تھا۔ جرار۔ کھینچنے والا۔ جرا کلام جو کلام کو طول دیتا اور بڑھاتا چلا جائے۔ اور اس سے مراد بقول مولانا بحر العلوم وہ مباحث ہیں جو سلسلہ کلام میں واقع ہوں۔ اور ان سے کلام طول پکڑ جائے۔ چنانچہ عربی مثل ہے کہ الکلام یجر الکلام یعنے ایک کلام دوسرے کلام کو کھینچتا چلا جاتا ہے۔ اور بقول حضرت شارح کلید اس سے مراد حق تعالےٰ ہے۔ کہ وہی القائے معانی اور الہام اسرار سے کلام کو طول دلاتا ہے **ترکیب** قصہ شاہ و امیراں الخ مرکب عطفی فاعل ہے۔ دور ماند کا۔ دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ الگ جملہ ہے۔

ترجمہ۔ بادشاہ اور (اس کے) امیروں کا اور سدا (بادشاہی والے) بادشاہ کے غلام خاص پر (ان کے) حسد کرنے کا قصہ بات کو طول دینے والی (باتوں) کے طول دینے سے دور رہ گیا۔ لہذا اب واپس چلنا اور اسکو پورا کرنا چاہیے۔

کسی بادشاہ کو سلطان ابد کہنے کی تاویل

باغبانِ ملک باقبال و بخت چوں درختے را نداند از درخت؟

ترجمہ (خیال فرمائیے۔ کہ ایک بیدار مغز بادشاہ جو گویا) ملک کا باغبان (ہے) باقبال و خوش نصیب (ہے۔ وہ اپنے باغ کے) اچھے بُرے درخت میں تمیز کیوں نہ کرے گا؟

مطلب ۔ بادشاہ نے اپنے ایک غلام خاص کو سب سے زیادہ قابل پاکر استیاز خاص بخشا۔ تو اس پر لوگوں کا حسد کرنا بے محل تھا بادشاہ ملک کے باغ کے لئے بمنزلہ باغبان ہے۔ باغبان خود جانتا ہے کہ اچھا درخت کونسا ہے۔ اور ناقص و غیر مفید کونسا۔ پھر وہ اچھے درخت کی پرورش کرتا ہے اور بُرے کو کاٹ ڈالتا ہے۔ جس طرح ایک فن باغبانی سے ناواقف آدمی کا باغبان کے اس فعل پر معترض ہونا لغو ہے۔ اسی طرح لوگوں کا اس بادشاہ کے غلام کو توقیر بخشنے پر حسد کرنا فضول تھا۔

آں درختے را کہ تلخ و رد بود واں درختے کہ بکیش ہفصد بود

کے برابر دارد اندر مرتبت چوں ببیند شاں بچشم عاقبت

لغات ۔ رد۔ مردود۔ غیر مقبول۔ ناپسند۔ ہفصد۔ سات سو۔ عاقبت۔ عاقبت سے عاقبت بینی مراد ہے۔

ترجمہ وہ (باغبان ملک) جب ان (درختوں) کو عاقبت (بینی) کی نظر سے دیکھے گا۔ تو ان درختوں کو جو تلخ اور ناقابلِ پسند ہوں۔ اور اُن درختوں کو جن میں سے ایک (ایک درخت) سات (سات) سو کے برابر ہو مرتبے میں برابر کب رکھے گا؟

مطلب ۔ بادشاہی کے فرائض کو وہی بادشاہ بخوبی ادا کرسکتا ہے۔ جو رعایا کے ہر اعلےٰ و ادنیٰ فرد کو جانے پہچانے۔ اور ان سے حسب مراتب سلوک کرے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ چراگاہ میں گھوڑے دیکھنے گیا۔ داروغہ اصطبل کچھ عرض کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ اس کو پہچانتا نہ تھا سمجھا دشمن ہے کوئی وار کرے گا۔ فوراً کمان کھینچ کر تیر چڑھالیا۔ داروغہ چلانے لگا۔ کہ میں تو نمکخوار سرکار ہوں ؎

من آنم کہ اسپانِ شہ پرورم بخدمت دریں مرغزار آورم

اس کے بعد خادمانہ لہجے میں یہ ناصحانہ تقریر کی۔ کہ حضور! یہ غلام لاکھ گھوڑوں میں۔ سے گھوڑا پہچان لیتا ہے۔ کیا بادشاہ ایک داروغہ کے برابر بھی نہ ہو۔ جو رعایا و ملازمین کے خاص خاص افراد کو نہ پہچانے ؎

توانم من اسے نامور شہریار کہ اسپے بروں آرم از صد ہزار

مرا گلہ بانی بعقل ست و رائے تو ہم گلہ خویش داری بپائے

چناں ست در مہتری شرط نیست کہ ہر کہتر ے را بدانی کہ نیست

دراں دار ملک از خلق غم بود کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود

ترکیب سے ظاہر ہے۔ کہ آخری مصرعہ شرط موخر ہے۔ اور اس میں کلمہ چوں حرف شرط ہے۔ اور پہلے تین مصرعے جزائے مقدم قرار پائے ہیں۔ ایک شارح صاحب نے آخری مصرعہ کے کلمہ چوں کو حرف استفہام اور لفظ ببیند کی بجائے ببیند صیغہ منفی سمجھا ہے۔ اس صورت میں مصرعہ ہذا کا ربط اگلے شعر کے ساتھ خوب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ اگلے شعر کا ترجمہ اسی تقدیر پر ہوگا۔

کاں درختاں انہایت چیست بر گرچہ بکیسانند اینہ دم در نظر

لغات نہایت۔ آخر کار۔ انتہا میں۔ بر۔ پھل۔

ترجمہ۔ (وہ ان کو اس خیال سے بنظر عاقبت بینی کیوں نہ دیکھے گا) کہ اگرچہ یہ اس وقت دیکھنے میں یکساں (نظر آتے) ہیں۔ مگر ان درختوں کا پھل انجام کار کیسا ہوگا؟ کما قیل ؎

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

شیخ کو بنظر بنور اللہ شد از نہایت وز نخست آگاہ شد

لغات شیخ۔ پیر طریقت۔ بنظر الخ یہ اشارہ ہے۔ اس حدیث کی طرف جو ترمذی میں مروی ہے۔ کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عز وجل۔ یعنے مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے (جامع صغیر للسیوطی رح) نہایت۔ انجام۔ نخست۔ آغاز

ترجمہ (جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح) شیخ کامل (بھی) جو ناظر بنور اللہ ہو (طالبین کے) انجام و آغاز (کے حال) سے واقف ہو جاتا ہے۔

چشم آخر بیں بنسبت از بہر حق چشم آخر بیں کشادہ اند سبق

لغات آخر بصم خار وہ جگہ جہاں مویشی باندھے۔ اور ان کے چرنے کھانے کا سامان رکھتے ہیں۔ پنجابی کھرلی۔ یہاں عالم اجسام مراد ہے۔ بایں مناسبت کہ آخر پر حیوانات کی پرورش ہوتی۔ اور عالم اجسام بھی درحقیقت عالم حیوانیت ہے۔ جو انسان وبہائم میں مشترک ہے۔ سبق۔ پہلے۔ آگے۔ سابقاً

ترجمہ۔ اس نے آخر کو دیکھنے والی (یعنے حیوانی) آنکھ حق (تعالےٰ کی رضا) کے لئے بند کر رکھی ہے۔ اور آخرت کو دیکھنے والی (یعنے روحانی) آنکھ ابتدا سے کشادہ کر رکھی ہے۔ صائبؔ ؎

بقدر رم ازیں عالم توانی آرمید آنجا کہ اینجا ہر کہ ہستی کرد نتواند رسید آنجا

نوٹ۔ یہ دو شعر سلسلہ بیان میں بطور جملہ معترضہ آ گئے تھے۔ آگے پھر غلام کا قصہ چلتا ہے۔ اور اسی باغ و باغبان اور درختوں کی مثال میں اظہار مطلب فرماتے ہیں۔

آں حسودان بد درختاں بودہ اند تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند

لغات تلخ گوہر۔ جس کا مادہ تلخ ہو۔ شور بخت۔ بدبخت۔

ترجمہ (وہ غلام تو گویا ایک عمدہ درخت تھا۔ اس لئے باغبان یعنے بادشاہ کو محبوب تھا۔ اور) وہ حاسد لوگ برے درخت۔ پیدائشی کڑوے اور بدبخت تھے (اس لئے محبوب

نہ تھے)

از حسد جوشاں و کف میر یختند در نہانی مکرہے انگیختند

تا غلام خاص را گردن زنند بیخ او را از زمانہ برکنند

ترجمہ - وہ حسد کے سبب سے جوش میں آرہے تھے - اور (غصے کے مارے منہ سے) جھاگ گراتے تھے - (ساتھ ہی) اندر ہی اندر (یہ) سازش کرتے تھے - کہ (اس) خاص غلام کو قتل کردیں (اور) اس کی جڑ دنیا سے کاٹ ڈالیں -

چوں شہ فانی چو جانش شاہ بود بیخ او در عصمتِ اللہ بود

لغات - فانی - فنا - قتل - عصمت - حفاظت -

ترجمہ - لیکن وہ قتل کیونکر ہوسکتا تھا - جبکہ بادشاہ اس کی جان تھا - (لہذا اس کا قتل گویا بادشاہ کا قتل تھا) اس کی جڑ تو اللہ تعالے کی حفاظت میں (محفوظ و مامون) تھی (دشمن اسکو کیونکر کاٹ سکتے تھے)

شاہ از اسرارشاں واقف شدہ ہمچو بوبکرِ ربابی تن زدہ

لغات - ابوبکر ربابی - ایک ولی مجذوب کا نام ہے جو مستور الحال تھے - اور سات سال تک بالکل خاموش رہے تن زدن - خاموش ہو رہنا -

ترجمہ - بادشاہ ان (حاسدوں) کے (منصوبوں کے) بھیدوں سے واقف ہوگیا - مگر ابوبکر ربابی کی طرح چپ تھا -

در تماشاے دل بدگوہراں میزدے خنبک بر آں کوزہ گراں

لغات تماشا - مشاہدہ - مطالعہ - بدگوہراں - بدذات لوگ - خنبک - تالی - کوزہ گراں - مٹی کے برتن بنانے والے - چونکہ کوزہ گر مٹی کے برتنوں پر مختلف رنگ و روغن مل کر ان کو لکڑی - چینی - پتھر اور دھات کے مشکل بنادیتے ہیں - لہذا کوزہ گروں سے جعل ساز و ملمع ساز مراد ہیں -

ترجمہ - وہ ان بدذاتوں کے (پرفریب) دلوں کے مشاہدے میں ان جعل سازوں پر (بطور مضحکہ) تالی بجاتا تھا -

مکرہے سازند قوم حیلہ مند تا کہ شہ را در فقاعے افگنند

لغات - شہ سے یہاں شیخ طریقت بھی مراد ہوسکتا ہے - فقاع - دھوکہ -

ترجمہ - حیلہ ساز لوگ (مکرو) فریب کر رہے ہیں - تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں ڈالیں -

مطلب ۔ صاحب کلید لکھتے ہیں ۔ کہ یہاں سے مولانا رح شیخ اور اس کے بعض باعتقاد مریدوں کا باہمی معاملہ بیان فرماتے ہیں ۔ جس کا ماحصل یہ ہے ۔ کہ جس طرح وہ حاسد لوگ بادشاہ کو اس کے غلام کے خلاف اپنی طمع کاریوں سے دھوکا دے رہے تھے ۔ اسی طرح جب کوئی مرید اپنے اندر کسی قدر کیفیت محسوس کرتا ہے اور اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی سمجھنے لگتا ہے ۔ تو ظاہرداری کے لئے محض بناوٹ کے ساتھ اپنے آپ کو شیخ کا معتقد نمایاں کرتا ہے ۔ حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی بدولت جو اسکو اللہ کے ذکر سے حاصل ہوئی ہے ۔ سب کچھ جانتا ہے ۔ اور اس کی تلبیس اس کے سامنے بالکل نہیں چلتی ۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ داؤ اسی سے سیکھے ہیں ۔ اور پھر اسی پر استعمال کرنے لگتا ہے ۔ داؤ سے مراد آداب شیخ ہیں ۔ چنانچہ آداب شیخ کی تعلیم مرید نے پیر ہی سے پائی ہے ۔ اور پھر اسی کو بناوٹی آداب سے خوش رکھنا چاہتا ہے ۔ یہ سخت احسان فراموشی ہے ۔ سعدی رح ؎

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

پادشاہے بس عظیم و بے کراں در فقاعے کے گنجد اے خراں

ترجمہ ۔ ارے او گدھے ! ذرا تو سوچ کہ ایسا عظیم الشان اور غیر محدود سلطنت کا مالک بادشاہ دھوکے میں کیونکر آسکتا ہے ۔

مطلب ۔ جس بادشاہ کا اتنا دماغ ہو کہ ایک وسیع سلطنت کی مہمات کو قابو میں کئے بیٹھا ہے ۔ بھلا وہ ایسے ویسے منصوبوں سے دھوکا کھا سکتا ہے ۔ شیخ طریقت ایسے مریدوں کی روباہ بازیوں سے دھوکا نہیں کھائے گا ۔ حافظ رح ؎

بازی چرخ بشکندش بصفیر در کلاہ زہرہ کہ عرض شعبدہ با اہل راز کرد

از برائے شاہ دامے دوختند آخر ایں تدبیر از وآموختند

ترجمہ ۔ ان لوگوں نے بادشاہ کے پھانسنے کے لئے جال تیار کیا ۔ آخر یہ تدبیر بھی اسی سے سیکھی تھی ۔

مطلب ۔ مقابلہ و معرکہ اور جنگ و جدل کی جو تدابیر بادشاہ عمل میں لاتا ہے ۔ اس کے بعض ملازمین اس سے دیکھ کر سیکھ لیتے ہیں ۔ پھر بارادہ غدر و بغاوت ان تدابیر کو اس کے خلاف استعمال کرنے لگتے ہیں ۔ اسی طرح ایک مرید ناسپاس اپنے پیر سے آداب شیخ سیکھ کر پھر اسی کو دھوکا دینے کے لئے ان کو استعمال میں لاتا ہے ۔ اور دل میں دعوئے ہمسری رکھتا ہے ۔ یہ بدترین ناسپاسی و احسان فراموشی ہے ۔ صائب رح ؎

گرچہ جاں بخش بود ہمچو مسیحا نفست پیش آں آئنہ رخسار نہاید دم زد

نخست شاگردے کہ با استاد خویش ہمسری آغاز دو آید بہ پیش

ترجمہ ۔ اسی شاگرد کی نخوست (کی انتہا نہیں) جو اپنے استاد کے ساتھ برابری کا دعوئے چھیڑ دے اور اس کا سامنا کرنے لگے ۔ صائب رح ؎

کسے کہ بر سخنِ اہلِ حق نہد انگشت بخوں خود کمرِ ذوالفقار مے بندد

باکدام اُستاد اُستادِ جہاں پیشِ او کیساں ہویدا و نہاں

ترجمہ (مقابلہ بھی) کونسے استاد کے ساتھ جو جگت گرو ہے۔ جس کے سامنے چھپی کھلی (سب باتیں) یکساں ہیں۔ صائبؒ ؎

در پیشِ صبح شب نتواند حجاب شد ابر بپردۂ رخِ اقبال چوں شود

چشمِ او نیظرُ بنورِ اللہ شدہ پردہ ہائے جہل را خارق بدہ

ترجمہ ۔ اس کی آنکھ حق تعالیٰ کے نور سے دیکھنے والی ہے (اور) اس نے جہل کے پردے کو چاک کر ڈالا ہے۔

از دلِ سوراخ چوں کہنہ گلیم پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم

لغات ۔ سوراخ۔ سوراخدار مراد ہے۔ حکیم سے شیخ کامل مراد ہے۔

ترجمہ (وہ نادان مرید اپنے) ایسے دل کے آگے جو پرانے کمبل کی طرح سوراخدار ہے۔ (اس کی مخفی نیت کو چھپانے کے لئے) اس (مرشد) صاحب حکمت کے حضور میں (حیلہ و بہانہ کا) پردہ باندھتا ہے۔

پردہ میخندد بروبا صد دہاں ہر دہانے گشتہ اشکافے براں

ترجمہ (مگر خود) پردہ (اس کا راز فاش کر رہا ہے اور) سینکڑوں منہ کے ساتھ اس کی ہنسی اڑا رہا ہے (بیچارہ مرید اتنا نہیں سمجھتا کہ) اس (پردے) کا ہر چاک اظہارِ راز کے لئے ایک ایک منہ بنا ہوا ہے۔

گوید آں اُستاد مر شاگرد را اے کم از سگ نیستت با من وفا

ترجمہ (ادھر وہ استادِ طریقت اپنے شاگرد سے کہتا ہے۔ کہ اے کتے سے بھی گئے گذرے تجھ کو میرے ساتھ وفا نہیں ہے۔

مطلب ۔ استاد یہ بات یا تو دل ہی دل میں بطور افسوس کہتا ہے۔ یا مشافہۃً شاگرد کو سرزنش کرتا ہے۔ کہ شاید وہ راہِ راست پر آجائے۔ کم از سگ اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ کتا وفادار جانور مشہور ہے اگر مرید اپنے پیر کے ساتھ اتنی وفا بھی نہ کرے۔ جو کتا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے۔ تو وہ کتے سے بھی گیا گذرا ہوا ہے۔ ایک بادشاہ سیر کو جا رہا تھا۔ ایک فقیر کے ڈیرے کے پاس سے گزر ہوا۔ جس کے پاس ایک کتا بندھا تھا۔ بادشاہ نے بطور ظرافت کہا۔ شاہ صاحب! تم اچھے ہو یا تمہارا کتا۔ فقیر نے کہا!!! یہ کتا ہمیشہ میرا حکم مانتا ہے۔ اگر بادشاہ اور فقیر بھی اپنے مالک حقیقی کا حکم مانیں۔ تو کتے سے اچھے

بزرگوں سے کتا اچھا

ہیں۔ ورنہ کتا ہم دونوں سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں کتا ایک لقمہ کے احسان کو یاد رکھتا ہے۔ اس لئے جو مرید اپنے پیر کے مدتوں کے فیض تربیت کو بھلا دے۔ وہ کتے سے بدتر ہے۔ سعدی رح ؎

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش — نگردد گرزنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلۂ را — بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

خود مرا اُستا مگیر آہن گسل — ہمچو خود شاگرد گیر دکور دل

نہ از منت یاری ست دل جان و دل؟ — بے منت آبے نمیگردد رواں

لغات۔ اُستا۔ مختلف استاد۔ آہن گسل۔ لوہے کو توڑ دینے والا۔ وہ استاد جو شاگرد کے لوہے کے سے ٹھوس اور جامد دل کو قبول ہنر کے لئے نرم کر سکے۔ تمیز سمجھ لو۔ فرض کر لو۔ آب کسے روان شدن کسی کا کامیاب ہونا صنائع روان کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ تم مجھے (قابل تعظیم) استاد جو آہن (دل شاگردوں کو) نرم (دل) بنا دینے والا ہو۔ نہ سمجھو (تو نہ سہی۔ چلو) مجھے (اپنے جیسا) شاگرد (محتاج تعلیم) اور تاریک دل والا ہی سمجھ لو (مگر بندہ خدا! اتنا تو سوچو کہ) کیا تمہاری جان و دل کو مجھ سے مدد نہیں (ملی) ہے۔ (کیوں نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ) میرے بغیر تم کو کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ (پھر یہ احسان فراموشی کیوں کرتے ہو؟)

پس دل من کارگاہ تخت تست — چہ اشکنی ایں کارگہ اے نادرست

لغات۔ کارگہ۔ کارخانہ۔ چہ اشکنی کا تلفظ چشکنی ہونا چاہئے۔ نادرست۔ ناقص صنائع کارگاہ۔ تخت شکنی۔ نادرست مناسبات ہیں۔

ترجمہ پس (یاد رکھو کہ) تمہارے تخت (عزت) کا کارخانہ (جس میں وہ تیار ہوا ہے) میرا ہی دل ہے اے ناقص۔ تم اس کارخانہ کو کیا توڑ رہے ہو۔ صائبؒ ؎

بر خاطر لطیف بزرگاں مشو گراں — لنگر دریں محیط بقدر حباب کن

نوٹ۔ یہاں تک پیر کا مقولہ تھا۔ اب مولانا بطور نصیحت فرماتے ہیں۔

گوئیش پنہاں نہم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ

لغات۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ وہ پتھر جس سے اگلے زمانے میں آگ نکالتے تھے۔ اور اس سے وہ کام لیتے تھے جو آجکل دیا سلائی سے لیا جاتا ہے۔ روزنہ۔ دریچہ۔ کھڑکی۔

ترجمہ۔ اے مرید تم جو اس مرشد سے بطور عذر کہتے ہو۔ کہ میں (اپنے دل میں آپکے عشق کی آگ سلگانے کے لئے) اندر ہی اندر (محبت کا) چقماق مار رہا ہوں (تو تمہارا یہ عذر بیکار ہے) کیا (تم کو) یہ (معلوم) نہیں ہے کہ دل کو دل کی طرف راستہ ہوتا ہے۔

آخر از روزن ببیند فکر تو دل گواہی مے دہد بر ذکر تو

ترجمہ۔ آخر وہ (اپنے دل کے) دریچے سے تمہارے (دل کے) خیالات کو دیکھ لے گا۔ اور تمہارے اس ذکر (اور عشق و محبت) کی گواہی خود دل ہی دے دیگا۔

لیک در روئیت نمالد از کرم ہر چہ گوئی خند و گوید نعم

لغات۔ در روئے مالیدن۔ کسی کے منہ پر صاف بات کہدینا۔ نعم ہاں۔ حرف ایجاب ہے۔

ترجمہ۔ لیکن وہ از راہ کرم تمہارے منہ پر یہ بات صاف نہیں کہتا (کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ) جو کچھ تم (بطور عذر) کہتے ہو (اس کو سن کر) ہنس دیتا ہے اور کہتا ہے ہاں (ہاں آپ کا کہنا بجا ہے)

او نمے خند د ز ذوق مالشت او ہمے خند د بریں اسگالشت

لغات۔ مالش سے یا تو معنے ظاہری مراد ہیں۔ یعنے ملنا۔ صیقل کرنا۔ یا یہ استعارہ ہے۔ چاپلوسی اور چکنی چپڑی باتیں کرنے کے لئے۔ اسگالش۔ پہلا سین فتحہ دوسرا ہجہ ہے۔ جعل میں سگالش تھا۔ یعنے فکر و خیال والف نون زائد شامل کر لیا گیا۔ جیسے سوار سے اسوار کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ وہ تمہارے (اد عائی) صیقل (دل) کے لطف سے نہیں ہنس رہا یا وہ تمہاری چکنی چپڑی باتوں کے مزے سے نہیں ہنس رہا۔ بلکہ) وہ تمہارے ان (منافقانہ) خیالات پر (بطور تحقیر) ہنس رہا ہے۔ (کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور)

مطلب۔ چونکہ اسکو تمہاری اصلاح سے ناامیدی ہو چکی ہے۔ اس لئے محض دفع الوقتی کے لئے ہاں میں ہاں ملا رہا ہے۔ کیونکہ تنبیہ و سرزنش تو اس کو کی جاتی ہے۔ جس کی اصلاح مقصود ہو۔ اور اس کی اصلاح کی امید بھی ہو۔ نیز شیخ اس کو اپنا سمجھتا ہو۔ لیکن جب وہ اس کو بیگانہ سمجھتا ہے۔ پھر اسے کیا کہے۔

پس خداعی را خداعی شد جزا کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

لغات۔ خداعی مکاری۔ فریب کاری۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ پیالی مارو گے تو کوزہ کھاؤ گے یعنے اگر تم ہمارے پیالی مارو گے۔ تو اس کے عوض میں ہم تمہارے کوزہ ماریں گے۔ جو پیالی سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں اینٹ کا جواب پتھر۔ اور اس محاورہ کا مولد غالباً بزم شراب خواراں ہوگی۔ کیونکہ وہی دھول دھپے۔ دھینگا مشتی کا مقام ہوتا ہے۔ اور وہاں یہی اسلحہ جنگ موجود ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ پس مکر کا جواب مکر ہے۔ ایلو اینٹ کا جواب پتھر (تمہاری) سزا ہے۔

ور بدے با تو وراخندہ رضا صد ہزاراں گل شگفتے مرترا

ترجمہ:- (اس کو خوشی کا ہنسنا نہ سمجھو۔ کیونکہ) اگر اس کی (ہنسی) تمہارے ساتھ خوشی کی ہنسی ہوتی تو (اس کا نمایاں نتیجہ یہ ہوتا کہ) تمہارے لئے لاکھوں (فیوض و برکات کے) پھول کھل جاتے (لیکن جب تم پر اس کے فیضان کا کوئی نور نمایاں نہیں بلکہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تم سے خوشنود نہیں)

چوں دلِ اورا دراد رضا آرد عمل آفتاب اندر حمل

لغات:- دل اورا۔ اپنے دل او۔ رضا۔ خوشی۔ عمل۔ کام۔ حمل۔ ایک برج فلکی کا نام ہے۔ حمل کے معنے بکری کا بچہ۔ یہ برج اس کا ہم شکل ہے۔ جب آفتاب اس برج میں آتا ہے۔ تو موسم بہار آتا ہے۔ جو نباتات و اشجار کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے۔

ترجمہ:- جب اس کا دل خوشی سے (کوئی) کام کرے۔ تو (یوں) سمجھو کہ سورج (برج) حمل میں آگیا (پھر تو تم سراپا باغ و بہار بن جاتے)

زو بخندد ہم بہار و ہم نہار ہم در آمیزد شکوفہ و سبزہ زار

ترجمہ:- (جب آفتاب برج میں آتا ہے۔ تو) اس سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی (ہنستا ہے) شگوفے اور سبزے بھی آپس میں ملتے ہیں (پھر تیرے عالم باطن کی بھی یہی کیفیت ہوتی)

چوں ندانی تو خزاں را از بہار چوں بدانی رمزِ خندہ در ثمار

ترجمہ:- جب تو خزاں و بہار (کے فرق) کو نہیں سمجھتا۔ تو پھلوں کے ہنسنے کی رمز کو کیا سمجھے گا۔

مطلب:- پھلوں کے ہنسنے سے ان کا پک کر خوش رنگ و شیریں ہونا مراد ہے۔ کیونکہ خوشی سے ہنستے وقت بھی چہرے پر ایک خاص تازگی نمایاں ہوتی ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ جب تم مرشد کی رضا و ناراضگی کو نہیں سمجھتے۔ تو ان فیوض و برکات کو کیونکر محسوس کرو۔ جو بطور ثمرات تم کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم حسِ باطن سے بے بہرہ ہو۔ نہ مرشد کی کیفیت قلب کو سمجھتے ہو۔ نہ اپنے ثمرات باطن کا احساس ہے۔ اگر یہ احساس ہوتا۔ تو فوراً یہ معلوم کرتے ہی کہ میرا باطن زیور فیوض سے عاری ہے۔ اور اپنے مرشد کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا افگند اندر جہانِ بے نوا

لغات:- نوا۔ آواز۔ صدا۔ بے نوا۔ بے سامان۔ مراد اُجاڑ۔ ویران صنائع نوا کے لفظ میں صنعت تجنیس پر لطف ہے۔

ترجمہ:- لاکھوں بلبل و قمری (اس) اجاڑ دنیا میں اپنے چہچہے بلند کر رہی ہیں۔

مطلب - خوش نصیب مریدوں کے جسم فانی میں ان کے اپنے مرشد کے افاضہ سے لاکھوں ثمرات نمایاں ہو رہے ہیں - مگر ہم ان فیوض سے بے بہرہ ہو -

چونکہ برگ روح خود زرد و سیاہ مے نہ بینی چوں بدانی خشم شاہ

ترجمہ (جسم تو ہادر کنار) جب تو اپنی روح کے پتوں کا (مرجھاکر) زرد و سیاہ ہونا (بھی) محسوس نہیں کرتا تو (اپنے حضرت) شاہ (صاحب) کی ناراضگی کو تو کیا سمجھے ؟

مطلب - جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہو گیا - تو تم اُس ناراضگی کو کیا پہچانو گے - اور پھر اس کے رفع کرنے کے لئے کیوں ساعی ہونے لگے -

آفتاب شاہ در برج عتاب میکند روہا سیہ چوں کتاب

ترجمہ (وہ) آفتاب جو (تخت طریقت کا) بادشاہ ہے عتاب کے برج میں (طلوع کر کے ان لوگوں کے) چہروں کو (جن سے وہ ناراض ہے) نامہ اعمال کو سیہ کر دیتا ہے

مطلب - بعض نسخوں میں آخری کلمہ کتاب کی بجائے کباب بہ زوبائے موحدہ درج ہے - اس کے ساتھ بھی معنے درست ہو سکتے ہیں - یعنے وہ لوگوں کے چہروں کو کباب کی طرح جلا کر کالے کر دیتا ہے - غرض مطلب یہ ہے کہ مرشد کامل جن مریدوں سے ناراض ہو - ان سے انوار فیوض و برکات سلب کر کے ان کے قلوب کو تاریک و بے نور بنا سکتا ہے - صائبؒ ؎

با بزرگاں مشو بجسلم دلیر سپر آفتاب تیغ زن ست

آں عطارد اوراق ما جان ماست آں سپیدی و آں سیہ میزان ماست

لغات - عطارد ایک ستارہ کا نام ہے - جس کو دبیر فلک یعنے آسمان کا منشی کہتے ہیں - اس لئے ادبیات فارسی میں تحریر و رقم کے مضامین میں اس کا استعارہ کرتے ہیں - اور اسی لئے مولانا رومؒ بھی اس مناسبت کے لحاظ سے اس کے ساتھ اوراق دفتر کا ذکر فرماتے ہیں - اس سے ظاہر ہے - کہ یہاں ورقہا سے اوراق شجر مراد لینا غلطی ہے - جو ایک شاخ سے سرزد ہوئی ہے - کیونکہ اوراق اشجار کو عطارد سے کوئی مناسبت نہیں - میزان - ترازو - یہاں معیار مراد ہے -

ترجمہ اس (آسمان ولایت کے) عطارد کے لئے ہماری جان بمنزلہ کاغذات ہے (جس پر وہ جو اس کا جی چاہے لکھتا ہے اور) وہ سادگی اور وہ (نقوش) سیاہ (جو اس کے صفحات پر نمایاں ہوتے ہیں) ہمارا (فیوض سے بے بہرہ رہنے یا بہرہ مند ہونے کا معیار ہے -

مطلب - اگر ہماری روح پر کچھ آثار خیر نمایاں ہوں - تو ظاہر ہے کہ ہم فیضان مرشد سے متمتع ہیں - اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے - کہ حضرت مرشد ہم سے خوش ہیں - بخلاف اس کے اگر ہماری روح ان آثار سے عاری ہو - تو اس سے ہمارا فیضان مرشد سے بے بہرہ ہونا اور حضرت مرشد کا ہم سے ناراض ہونا پایا جاتا ہے - پیر کے اتباع کو ترک کرنے کا یہی نتیجہ ہے - کما قیل ؎

مردکہ گردن کشد از حکم پیر — سیلیش از دیو ستمگار رہ
در حق میشے کہ رمید از شباں — پنجۂ گرگانِ جگر خوار رہ

باز منشورے نویسد سرخ و سبز — تا رہند ارواح از سودا و عجز

ترجمہ پھر (جب) وہ (فلک ولایت کا دبیر خوش ہوتا ہے تو ایک دلکش) فرمان سرخ و سبز (حروف میں) لکھتا ہے۔ جنتے کہ ارواح (لذات نفسانیہ کے) سودا اور (وصول الی الحق سے) عاجز آجانے سے رہائی پاتی ہیں۔

مطلب - جب مرشد کامل خوش ہوتا ہے۔ تو اپنی توجہ تام سے مریدین اعلےٰ آثار پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ اوپر مرشد کو عطارد سے تشبیہ دی تھی۔ اس لئے اس کے ان آثار فیض کو فرمان دلکش سے تعبیر کیا ہے اور اچھا فرمان طرح طرح کے رنگین حروف اور دلاویز انداز میں لکھا جاتا ہے۔ نیز چونکہ اوپر مرشد کے فیض کو بہار سے تشبیہ دی تھی۔ اور موسم بہار ہرے ہرے پتوں اور لال لال پھولوں کی مظہر ہوتی ہے۔ اس لئے اب مرشد کے فیضان کو جو فرمان سے تشبیہ دی۔ تو اسی مناسبت سے اس کے لئے ہرے اور لال حروف کا اثبات کیا ہے۔ فلتدبر۔

سرخ و سبز اُفتاد نسخۂ نو بہار — چوں خطِ قوسِ قزح در اعتبار

ترجمہ۔ (شیخ کے گوناگون فیوض کی) نو بہار کا نسخہ سرخ و سبز (وغیرہ مختلف الالوان) واقع ہوا ہے۔ جو قیاس کرنے میں قوس قزح کے (رنگا رنگ) خط سے مشابہ ہے۔

مطلب۔ قیاس کرنے سے یا تو محسوس پر غیر محسوس کو قیاس کرنا مقصود ہے یعنی اگر شیخ کے فیوض کی رنگا رنگی کو جو ایک امر معنوی و غیر حسی ہے سمجھ نہیں سکتے۔ تو اس کو قوس قزح یعنے دھنک پر قیاس کر لو۔ کہ جس طرح سبز، زرد، بنفشی، سرخ، ارغوانی وغیرہ کئی طرح کے رنگ جھلکتے ہیں۔ اسی طرح مرشد کے فیوض بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ جس طرح قوس قزح کی رنگین تحریر قدرت حق کی صناعی ہے۔ اسی طرح نو بہار فیض کی رنگا رنگی شیخ کے تصرفات سے ہے۔ غنی ۵

دم جاں بخش او تارنگِ حیرت ریخت در عالم — زہر آئینہ در پیشِ نفس دیدم سیحارا

آگے اس مضمون کی تائید میں حضرت بلقیس ملکہ سبا کی ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بلقیس نے حضرت سلیمان کی تحریر کی پوری قدر کی۔ اس تحریر کو پہنچانے والے یعنے ہدہد کی حقیر ہستی پر نظر نہیں کی۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیال اپنے دل میں راسخ رکھا جن کی شوکت و ہیبت کا وہ ہدہد مظہر تھا۔ اسی طرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو جلال حق کا مظہر پاکر ان کی تعظیم کرتی ہے۔

عکس تعظیم پیغام سلیمان علیہ السلام در دل ملقبیس از صوت ہدہد

ہدہد کی (حقیر) صورت سے بلقیس کے دل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کی تعظیم واقع ہونا

رحمت صد تو بران بلقیس باد کہ خدایش عقل صد مردان بداد

ترجمہ۔ اس (ملکہ سبا یعنے) بلقیس پر سینکڑوں رحمتیں ہوں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے سو آدمیوں کے برابر عقل عطا فرمائی تھی۔ نظامی رح

ہزار آفریں بر زن نیک رائے کہ مارا بمردی شود رہنمائے

ہدہدے نامہ بیاورد و نشاں از سلیماں چند حرفے با بیاں

ترجمہ۔ ایک ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایک خط چند واضح کلمات (پر مشتمل) اور (ایک) نشانی (ان کے پاس) لایا۔

مطلب۔ ملکہ بلقیس شہر سبا کی حکمران تھی۔ جو ملک یمن کا ایک خوبصورت شہر تھا۔ اس کا قصہ قرآن مجید میں سورہ نمل کے پہلے تین رکوعوں میں درج ہے۔ جس کا آغاز یوں ہے :۔

"اور سلیمان نے پرندوں کی موجودات لی۔ تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہدہد کو نہیں دیکھتے۔ کیا وہ پرندوں کی کمی بیشی نظر نہیں آتا) یا (واقع میں) غیر حاضر ہے۔ (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم اس کو ضرور سخت سزا دیں گے۔ یا اسے حلال ہی کر ڈالیں گے۔ یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) وجہ بیان کرے۔ (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بے قصور ہے)۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آ حاضر ہوا۔ اور لگا کہنے کہ مجھ کو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے۔ جو (اب تک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں (شہر) سبا کی تحقیق خبر لے کر حضور میں آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ کہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے۔ (اور ان پر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامان (سلطنت) اس کو میسر ہیں۔ اور اس کے یہاں (ایک بہت) بڑا تخت (بھی) ہے۔ میں نے ملکہ اور اس کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے۔ اور ان کو راہ راست سے روک دیا ہے۔ تو ان کو (اتنی بات بھی) سوجھ نہیں پڑتی۔ کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) نہ سجدہ کریں۔ جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو۔ اور جو علانیہ کرو۔ سب سے واقف ہے۔ اللہ (تو وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہی عرش بریں (کے تخت) کا مالک ہے۔ (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے۔ یا جھوٹ ہے۔ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ۔ (یعنے) یہ ہماری تحریر لے جا۔ اور اس کو ان کی طرف ڈال دے۔ پھر ان سے الگ ہٹ جا۔ پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں"۔

حضرت سلیمان کا خط ملکہ بلقیس کے نام

خواند او آں نکتہائے باشمول وز حقارت ننگرید اندر رسول

لغات ۔ باشمول جامع جس میں سارا مطلب آجائے ۔ رسول ۔ قاصد ۔ نامہ بر ۔ ایلچی ۔

ترجمہ اس (بیدار مغز ملکہ یعنے بلقیس) نے وہ جامع نکتے (جو اس تحریر میں درج تھے) پڑھے اور اس نے (اس ذرا سے) نامہ بر (یعنے ہدہد) کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا (بلکہ نامہ بھیجنے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھا)

مطلب ۔ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق اُن کا نامہ شہر سبا میں لے گیا ۔ اور ملکہ بلقیس کے دربار میں ڈال دیا ۔ ملکہ نے اس نامہ کو اٹھا کر پڑھ لیا ۔ آگے اس کا قصہ قرآن مجید میں یوں درج ہے ۔ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ۝ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ ملکہ بولی کہ اے اہل دربار! یہ ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے ۔ یہ سلیمان کی طرف سے ہے ۔ اور (عبارت اسکی) یہ ہے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (پھر یہ لکھا ہے) کہ ہم سے سرکشی نہ کرو ۔ اور فرماں بردار بن کر ہمارے حضور میں آحاضر ہو (سباع ۲)

اس کے بعد ملکہ نے اہل دربار سے مشورہ لینا چاہا ۔ درباریوں نے کہا ۔ اگر جنگ کا ارادہ ہو ۔ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں ۔ آگے جو حضور کو مناسب نظر آئے ۔ ہم اس کو بھی ماننے کے لئے حاضر ہیں ۔ ملکہ نے ازراہِ سلامت پسندی یہی مناسب سمجھا ۔ کہ حضرت سلیمان ہی کی اطاعت کر لی جائے ۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کے مطابق اپنے امراء و وزراء سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہوگئی ۔ آگے مولانا حضرت بلقیس کی اسی حقیقت شناسی اور راست بینی کی تعریف فرماتے ہیں :-

جسم ہدہد دید و جاں عنقاش دید حسّ چو کفے دید و دل دریاش دید

لغات ۔ عنقا ایک فرضی پرندے کا نام ہے ۔ عنقا کے معنے دراز گردن جانور ۔ بعض کہتے ہیں ۔ کہ اس نام کا ایک دراز گردن و عظیم الجثہ اور خوبصورت پرندہ ہوتا تھا ۔ جس کی نسل اب دنیا سے نابود ہو چکی ۔ اس لئے اب یہ نام فرضی و موہوم اشیاء کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے ۔ اس مقام پر پہلے معنے میں اس کا ایراد ہوا ہے ۔ نہ کہ معنے مشہور میں ۔ عنقا کے عین کا فتحہ صحیح ہے ۔ اور ضمہ جو عموماً مشہور ہے غلط ہے ۔

ترکیب ۔ پہلے دید کا فاعل جسم دوسرے کا جان ہے ۔ تیسرے دید کا فاعل حس اور چوتھے کا دل ہے ۔ اور اس صورت میں بلقیس کے جسم و جان اور حس و دل مراد ہیں ۔ ایک شارح صاحب نے دوسرا پیرایہ اختیار کیا ہے ۔ یعنے دید کے چاروں فعلوں کی ضمیر فاعلی راجع بہ بلقیس ہے ۔ اور چاروں جملوں میں دو دو مفعول ہیں ۔ مثلاً پہلے جملے میں جسم مفعول بہ اول اور ہدہد مفعول بہ ثانی علےٰ ہذا باقی تین جملوں میں اور عنقاش کا شین ضمیر جان کا مضاف الیہ ہے ۔ اسی طرح دریاش کا شین دل کا مضاف الیہ اور حس بمعنے محسوس مراد ہے ۔ اب دیکھئے ان دونوں تقدیروں میں ترجمہ کا رنگ کس طرح پلٹتا ہے ۔

ترجمہ ۱ ۔ (بلقیس کے) جسم (کے احساس) نے تو (اس کو ایک ذرا سا پرندہ) ہدہد دیکھا ۔

اور (ان کی) روح (کے ادراک) نے اس کو عنقا (کی طرح عظیم الشان) پایا۔ (ان کی) حس (ظاہر) نے (اسے) گویا جھاگ محسوس کیا۔ اور (ان کے) دل نے اس کو دریا پایا۔

ترجمہ ۲۔ (بلقیس نے اس پرندے کے) جسم کو تو (صرف ایک) ہدہد دیکھا (اور اس کی پروا نہیں کی) اور اس کی روح کو (نامہ بری کے شرف سے بمنزلہ) عنقا پایا (اور اس کی قدر کی) اس کے محسوس (جسم) کو کف (دریا) سے مشابہ (اور ناقابل التفات) پایا۔ اور اس کے دل کو دریا (کی طرح باوقعت) دیکھا۔

عقل با حس زیں طلسمات دو رنگ چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ

لغات۔ با تقابلہ کے لئے ہے۔ ابوجہلاں جمع ابوجہل۔ یہ ایک کافر کا نام ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب کافروں سے پیش پیش تھا۔ یہاں مطلق کفار مراد ہیں۔

ترجمہ۔ اس دو قسم کے (روحانی وجسمانی) طلسمات کے سبب سے عقل حس کے ساتھ (اس طرح مصروف) بجنگ (رہتی) ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (کو) ابوجہل جیسے کٹر کافروں کے ساتھ (نبرد آزما رہنا پڑتا تھا)

مطلب۔ نور عقل اور حس ظاہر کا مدار عمل اور رفتار میں الگ الگ ہے۔ کارگاہ عالم میں بھی دونوں طرح کے کاروبار موجود ہیں۔ عقلی اور حسی۔ باطنی اور ظاہری۔ عقل عقلی کاروبار میں منہمک اور حسیات سے متنفر ہے۔ اور حس حسی کاروبار میں مصروف اور عقلی کاروبار سے بے تعلق و بیگانہ ہے۔ اور ان دونوں طاقتوں کے اختلاف بلکہ مخالفت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار کے مابین مخالفت رہی ہے۔ کہ آپ کشور باطن کے تاجدار تھے۔ اور لوگوں کو عالم باطن کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہما کی طرح آپ کے اس باطنی جلال وعظمت کو دیکھتے تھے۔ وہ آپ کی ظاہری بشریت اور آپ کے عام انسانی حالات پر نظر نہیں کرتے تھے۔ بخلاف اس کے کفار کو آپ کے باطن کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ وہ صرف آپ کا ظاہر دیکھتے۔ اور اسی پر فضول اعتراضات جڑتے رہتے تھے۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (اور لکافر یہ بھی) کہتے ہیں۔ کہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں (پھرا) پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ کہ اس کے ساتھ ہو کر (وہ بھی لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا)۔ یا اس پر کوئی خزانہ برستا ہوتا۔ یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا۔ کہ اس سے (میوے) کھاتا۔ اور ظالم کہتے ہیں۔ کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (فرقان ع ۱) آگے کفار کے احساس کی غلطی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کافراں دیدند احمدؐ را بشر چوں ندیدند از وے انشق القمر؟

ترجمہ۔ کافروں نے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (صرف ایک) بشر (کی حیثیت سے) دیکھا

(ان کوتاہ بیں لوگوں نے) آپ کے (معجزہ) شق القمر کو کیوں نہ دیکھا؟

مطلب - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں۔ اور بشریت میں دیگر افراد بشر بیشمار شریک ہیں۔ ساتھ ہی آپ نبی بلکہ فخر الانبیاء۔ سید المرسلین اور "بعد از خدا بزرگ" بھی ہیں۔ اور اس مرتبہ عظمے میں آپ کل نوع بشر سے اور تمام جن و ملک سے بلکہ خدا کے بعد ساری موجودات سے افضل و اشرف و اعلیٰ ہیں۔ مگر کافر لوگ آپ کی صرف بشریت کو دیکھتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ کے دعویٰ رسالت پر تعجب و انکار کرتے تھے۔ اور آپ پر اسی قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ جو کسی عام بشر پر ہو سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو صرف اپنی حس ظاہر سے دیکھتے تھے۔ باطنی بصیرت سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور نہ ان کے اندر یہ طاقت موجود تھی۔ اگر وہ باطنی بصیر سے آپ کو دیکھ سکتے۔ تو ایک معجزہ شق القمر ہی آپ کے کمالات نبوت پر رسالت کا یقین دلانے کے لئے کافی تھا۔ مگر ان بدبختوں نے اس کو بھی حسی نظر سے دیکھا۔ اور حسی قیاس سے پرکھا۔ اور کہا یہ جادو ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی عقل بھی مغلوب حس ہو کر سراپائے حس بن گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت

انتباہ - اس زمانے میں بعض مبتدع اپنے غلو اعتقاد اور ادعائے ارادت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے منکر ہوتے جاتے ہیں۔ وہ آپ کی ہستی کو ماورائے بشر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اس بیہودہ دعوے کے ثبوت میں جہاں آیات قرآن کی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مثنوی شریف کے اس شعر کا بھی یوں ترجمہ کرتے ہیں:-

حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بشری حیثیت سے تو کافروں نے دیکھا ہے۔ جب کہ ان کو آپ کا معجزہ شق القمر اپنے حقیقی معنے میں نظر نہیں آیا۔ (کوئی مسلمان آپ کو بشر کی حیثیت سے نہیں دیکھے گا) استغفر اللہ ربی۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے اثبات میں خود قرآن مجید بصورت جمہوری ناطق ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط (اے پیغمبر) کہدو میں اور کچھ نہیں تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ تمہارا خدا تو ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اسی کی طرف رخ رکھو اور اس سے معافی مانگو (حم سجدہ ع ۱) اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (اے پیغمبر) کہدو بے شک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۲)

حقیقت یہ ہے کہ مذہب حق میں امتداد زمانہ سے ہمیشہ تحریفات ہوتی آئی ہیں۔ اور اہل مذاہب اپنے پیشواؤں کو غلو اعتقاد سے کچھ سے کچھ قرار دیتے اور مانتے آئے ہیں۔ جیسے یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ کا فرزند سمجھ لیا۔ اور جیسے ہنود رام اور کرشن کو اسی طرح بھگوان کے اوتار مانتے ہیں اور ان کی پیدائش بھی انسانی فرزند کے تولد کی طرح نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ ہر اوتار دنیا میں اس طرح پرگٹ ہوا ہے۔ کہ ایک بنا بایا بچہ غیب سے ماں کی گود میں آ پڑا۔ اسی قسم کے اعتقادی خرافات اب اسلام میں متبدعین کی بدولت پیدا ہونے لگے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ان کے اثر سے بچائے۔

خاک زن بر دیدۂ حسّ بین خویش دیدۂ حسّ دشمنِ عقل ست و کیش

لغات - خاک زن - مٹی ڈالو یعنے اس کی پردا نہ کرو - کیش طریقہ - مذہب - دین -

ترجمہ - اپنی ظاہر بیں آنکھ پر مٹی ڈالو - (اور باطنی آنکھ سے کام لو - کیونکہ) ظاہری آنکھ تو عقل اور دین کی دشمن ہے -

دیدۂ حسّ را خدا اعماش خواند بُت پرستش خواند و ضدّماش خواند

لغات - اعمےٰ - اندھا - نابینا - ضد ماش اور اضدّنا - شین ضمیر مفعول ہے - اعماش میں بھی شین ضمیر ہے - مگر یہ زائد ہے -

ترجمہ - ظاہر بیں آنکھ کو اللہ تعالےٰ نے اندھی کہا ہے - اس کو بت پرست (بھی) کہا ہے اور اس کو ہماری دشمن (بھی) کہا ہے -

مطلب - حق تعالےٰ کے ظاہری آنکھ کو اعمیٰ - بت پرست اور ضدنا کہنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کو یہ لقب دیئے گئے ہیں - چنانچہ اس کو اندھی اس آیت میں فرمایا ہے - وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ یعنی آنکھیں کافروں کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ نہیں سکتے - اس آنکھ کا بت پرست ہونا بطور اشارہ اس آیت سے ثابت ہے - قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اے پیغمبر کہدو پھر کیا تم نے اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مالک بنا لیا - جو اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا (بھی) اختیار نہیں رکھتے - کہدو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں - (رعد ع ۲) اس آیت میں غیر اللہ کو معبود بنانے والے یعنے بت پرست وغیرہ مشرک کو اندھے سے تشبیہ دی ہے - اور جو شخص بت پرست ہونے کی وجہ سے ہمارا کور ہوگا - اس کا اہل اسلام کے حق میں دشمن ہونا اس آیت سے ظاہر ہے - يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۭ اے مسلمانو اپنے لوگ چھوڑ کر (مخالفین میں سے کسی کو رازدار نہ بناؤ - کہ وہ تمہاری خرابی میں کچھ اٹھا نہیں رکھنا چاہتے ہیں - کہ تم کو تکلیف پہنچے - دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو ہی چکی ہے - اور (غیظ و غضب) جو ان کے دلوں میں (بھرے) ہیں وہ (اس سے بھی) بڑھ کر ہیں (آل عمران ع ۱۲)

زانکہ او کف دید و دریا را ندید زانکہ حالے دید و فردا را ندید

ترجمہ (ظاہر بیں آنکھ اندھی) اس لئے (ہے) کہ اس نے جھاگ (یعنے ظاہری حالات کو (ہی) دیکھا دریا (ے باطن) کو نہ دیکھا (اور) اس لئے کہ اس نے (موجودہ) حال کو (ہی) دیکھا - کل کو (جو حالت بطور نتیجہ پیش آنے والی تھی اس) کو نہ دیکھا

مطلب - ظاہر بیں آنکھ کو مطلقاً اندھی نہیں کہا گیا - بلکہ وہ اس اعتبار سے اندھی ہے - کہ معنے شناس نہیں اور عاقبت بیں نہیں - صائبؒ ؎

چشمے کہ فروغ از دلِ بیدار ندارد شمعے مست کہ شایستہ ایں مزار است

خواجۂ فردا و حالی پیش اُو اونمے بیند ز گنجے جز تسو

لغات - خواجہ مالک - سردار - آقا - حالی - موجودہ حالت سے تعلق رکھنے والا - تسو - وزن قبیل اور ایک گگا چوبیواں حصہ مراد شے قلیل - ذرہ بھر **ترکیب** - خواجہ فردا خبر ہے - جس کا مبتدا مقدر ہے - یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم - او کی ضمیر راجع بہ کافر ہے -

ترجمہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو) روز آخرت کے سردار (باوقار) ہیں اور اس (کافر ظاہر بیں) کی نظر کے سامنے ان کا معاملہ صرف اسی عالم دنیا تک محدود ہے - وہ (کافر کوتہ نظر) ایک گنج (کمالات) سے ذرہ بھر (یعنے بشریت) کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکتا -

ذرّہ زاں آفتاب آرد پیام آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام

صنائع - ایک نبی کی ذات کو لحاظ بشریت اور بمقابلہ ذات باری ذرہ سے تشبیہ دی ہے - اور اس آفتاب سے آفتاب حق مراد ہے - چونکہ ذرہ آفتاب کے پرتو سے منور ہو کر نور علی نور بن جاتا ہے - اس لئے ایک نبی کے حق تعالے کی طرف سے انوار وحی سے مستنیر ہونے کے لئے یہ تشبیہ پر لطف ہے -

ترجمہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بڑی ہے اگر) ایک ذرہ (بھی) اس آفتاب (حق) کا پیغام لائے - تو آفتاب (فلک) اس ذرہ کا غلام بن جائے -

قطرہ گر بحرِ وحدت شد سفیر ہفت بحرِ آں قطرہ را باشد اسیر

ترجمہ (اسی طرح اگر) ایک قطرہ (بھی) بحر وحدت کا قاصد بن جائے - تو ساتوں سمندر اس قطرہ کے حلقہ بگوش ہو جائیں -

گر کفے خاکے شود چالاک اُو پیش خاکش سر نہد افلاک اُو

ترجمہ اگر ایک مشت خاک بھی اس کی (اطاعت میں) چست ہو جائے تو اسکی (مطیع) خاک کے آگے آسکے آسمان (ازراہ ادب) سر جھکا دیں -

مطلب - جب ایک ذرہ - ایک قطرہ - اور ایک مشت خاک کی سی ادنی کائنات ذات حق کے کمالات کی مظہر بن کر یہ درجہ حاصل کر سکتی ہے - کہ بڑی بڑی ہستیاں اس کی مطیع و منقاد ہو جاتی ہیں - تو پھر وہ حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کیوں مطیع و فرمانبردار نہ ہونگی - جبکہ آپ حق سبحانہ و تعالے کے مظہر اتم و اکمل ہیں - مگر افسوس کہ جب دیکھنے والا ہی بے بصر و کور نظر ہو - تو اس کو آپ کے کمالات کیونکر نظر آئیں - سعدی رح ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق پیش خاکش سر نہد املاکِ حق

ترجمہ - (دیکھو حضرت) آدم علیہ السلام کی خاک جب حق تعالےٰ کی (فرمانبرداری میں) تیز رَو ہوگئی۔ تو ان کی خاک (کی مورت) کے سامنے حق تعالےٰ کے فرشتوں نے سر جھکا دیا۔

مطلب - حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی پتلا جو مسجودِ ملائک ہوگیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ درجہ صرف خاکہ کا نہ تھا۔ ورنہ خیرِ خاک سے تو دوسرے انسان بھی پیدا ہونے والے تھے۔ ان کو بھی یہ درجہ حاصل ہوتا۔ پس یہ درجہ ان کمالات کی بدولت ان کو ملا۔ جو اس خاص جسدِ عنصری میں ودیعت رکھے گئے تھے۔ ان کمالات کو دیکھنا چاہئے۔ صرف جسدِ عنصری کو بظاہر نظر دیکھنا مفید نہیں۔

نوٹ - بعض متشددین جو سجدۂ تعظیمی کے اثبات میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کے سجدہ کرنے کا واقعہ پیش کیا کرتے ہیں۔ ان کے دعوے کا ابطال پیچھے کسی جگہ دلائل تحقیقیہ والزامیہ سے بخوبی کیا جا چکا ہے۔

اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود؟ از یکے چشمے کہ ناگہ بر کشود

لغات - السماء - آسمان۔ انشقت پھٹ گیا۔ یہ اقتباس اس آیت سے ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ جب آسمان (خدا کے حکم سے) پھٹ جائے گا۔ اور اپنے پروردگار کے (اس) حکم کی تعمیل کرے گا۔ اور (کیوں نہ کرے یہ) اس کا فرض ہے (سورہ انشقاق ع ۱) آسمان کی یہ حالت قیامت کے روز ہوگی۔ مگر اس سے یہ اشارہ مقصود ہے۔ کہ عارف اس وقت بھی اس حالت مستقبلہ کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ یا اس سے معراج کی طرف اشارہ ہوگا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو بجسدِ عنصری آسمان سے گزر کر عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ تو یہ ایک طرح سے خرقِ فلک تھا (بحر)

ترجمہ (اور سنیئے) آسمان (جو کسی کی نظر میں آج قیامت کے روز کی طرح) شگافتہ (نظر آرہا) ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ (یہ مشاہدہ) ایک (خاص) آنکھ (کی خصوصیات) سے (ہے) جو اچانک کھل (کر ناظر بنور اللہ ہوا) گئی ہے۔

خاک از دُردی نشیند زیر آب خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب

لغات - دُردی بضم دال ویاے معروف یہ یاے مصدری ہے۔ گدلاپن۔ میلاپن۔ کثافت۔

ترجمہ - خاک (کا خاصہ ہے کہ اپنی) کثافت کی وجہ سے پانی میں تہ نشین ہو جاتی ہے (مگر ادھر ایک) خاک (سے پیدا ہونے والی ہستی) کو دیکھو جو (خدا کا حکم پاتے ہی) فوراً (اسقدر بلندی پر پہنچی کہ) عرش سے (بھی) گذر گئی۔

مطلب - اس سے ظاہر ہے کہ خاکی جسم کے ساتھ کوئی اور باطنی قوت شامل تھی۔ جو جسم کو عرش سے بھی زیادہ بلندی پر لے گئی۔ حالانکہ عناصر جسم ہمیشہ مائل بسفل ہوتے ہیں۔ مولانا کے اس قول سے یہ بات بھی

صاف ہوگئی۔ کہ صوفیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ لہذا یہ جو کہا جاتا ہے کہ صوفیہ معراج روحانی مانتے ہیں غلط ہے۔

آں لطافت پس ہماں کز آنجا نیست جز عطائے مبدعِ وہّاب نیست

لغات ۔ لطافت۔ پاکیزگی۔ صفائی۔ مبدع پیدا کرنیوالا۔ وہّاب۔ عطا فرمانیوالا۔

ترجمہ۔ پس (جسم کی) ایسی لطافت (کہ وہ مسجود ملائک بھی ہو۔ خرق افلاک بھی دیکھے عرش تک بھی جا پہنچے) آب (وگل کے خواص) سے نہیں ہے (بلکہ) وہ پیدا کرنے والے (اور) عطا فرمانے والے (حق تعالےٰ) کے انعام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کما قیل ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

گر کند سفلی ہوا و نار را ور زگل او بگذراند خار را

حاکم ست و یَفعَلُ اللہ مَا یَشَا او زعین وزد دوا انگیزد دوا

لغات ۔ سفلی مائل بسفل۔ نشیب یافتہ۔ نار۔ آگ۔ گذراند آگے بڑھا دے۔

ترجمہ۔ اگر وہ ہوا اور آگ کو (جو راجع بعلو ہیں اپنی قدرت سے) مائل بسفل کر دے۔ اور اگر وہ کانٹے کو پھول سے (درجہ میں) بڑھا دے تو وہ حاکم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود درد کو دوا (بنانا چاہے تو) بنا دیتا ہے۔

مطلب ۔ اوپر یہ ذکر چلا آتا تھا۔ کہ ایک مشت خاک کو کیا کیا رتبے بخشے ہیں۔ اب فرماتے ہیں۔ کہ اسکی قدرت سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں۔ وہ چاہے تو دم میں آسمان کو نیچے اور زمین کو اوپر کر دے۔ خارزار کو رشک گلزار اور باغ بہشت کو ایک بے آب وگیاہ دشت بنا دے۔ امیر خسرو رح ؎

در آں محل کہ وزد بادِ قدرتش عالم میانِ صدۂ صرصر خسے شکستہ رست

بہ بے نیازی او کعبہ چوں خرابات ست در آ زمیش او کہ چوں بلیہ رست

گر ہوا و نار را سفلی کند تیرگی و دُردی ثقلی کند

ترجمہ۔ اگر وہ ہوا اور آگ (وغیرہ علویات) کو سفلی کر دے (اور ساتھ ہی ان میں) گدلاپن اور کثافت اور بوجھ (بھی پیدا) کر دے:۔

ور زمین و آب را علوی کند راہِ گردوں را بپا مطوی کند

لغات ۔ زمین سے یہاں خاک اور کرہ ارض دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ علوی بضم عین بلندی میں رہنے والا مطوی روندا ہوا۔

ترجمہ۔ اور اگر (برعکس اس کے) خاک و آب (وغیرہ سفلیات) کو علوی بنا دے بلکہ آسمان

کے راستے کو (کسی وجود خاکی کے) پاؤں سے طے کرادے (جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں آسمانوں کی سیر فرمائی) تو:-

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں؟ بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں

کسی کو (یہ) طاقت نہیں کہ کہے (ایسا) کیوں (ہوا) بہت سے جگر اس (راز قدرت کے سمجھنے کی) راہ میں خون ہو چکے ہیں۔ حضرت عطار رح ؎

ہست سلطانی مسلم مرورا نیست کس را زہرہ چون وچرا

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ خاکیے را گفت پرہا برکشا

آتشی را گفت رو ابلیس شو زیر ہفتم خاک با ابلیس شو

لغات۔ تعز من تشاء اس آیت سے اقتباس ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ الٰہی تو جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلت نصیب کرے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے (آل عمران ع ۳) ہفتم خاک زمین کا ساتواں طبقہ۔ ابلیس مکر و فریب۔

ترجمہ۔ پس (ان آثار قدرت کو دیکھ کر) یقین ہو گیا کہ (یہ جو قرآن مجید میں دعا آئی ہے کہ الٰہی) تو جسے چاہے عزت دے (جسے چاہے ذلیل کرے۔ بالکل درست ہے۔ چنانچہ) ایک خاکی مخلوق کو وہ حکم دیتا ہے کہ (آسمان کی طرف) پرواز کر جا (تو وہ ترقی پا جاتا ہے اور) آتشی (مخلوق) کو حکم دیتا ہے کہ جا تو شیطان بن جا (اور) زمین کے ساتویں طبقے کے اندر مکر و فریب (کے مشغلے) میں رہا کر (تو وہ تنزل کے گڑھے میں گر جاتا ہے)

آدم خاکی! برو تو بر سہا اے ابلیس آتشی رو تا ثرے

لغات۔ سہا۔ ایک باریک ستارے کا نام ہے۔ جو اپنی بلندی اور باریکی کے لئے ضرب المثل ہے۔ ثرے خاک۔ زمین۔ یہاں تحت الثرے یعنے زمین کا طبقہ سفلی مراد ہے۔

ترجمہ (اس نے حکم دیا کہ) اے آدم خاکی (نژاد) تم (ترقی کر کے ستارہ) سہا پر پہنچ جاؤ (اور) اے ابلیس آتشی (نژاد) تو (تنزل کر کے) تحت الثرے تک پہنچ جا۔

مطلب۔ خداوند تعالیٰ کی شان دیکھو۔ کہ خاک کو جو سفلیات سے ہے۔ علو کی طرف بھیجتا ہے۔ اور وہ ایک لطیف و مجرد چیز کی طرح راجع بعلو ہو جاتی ہے۔ اور آگ کو جس کا میلان علو کی طرف ہے سفل کی طرف بھیجدیتا ہے۔ وہ کثیف و ادنی اشیا کی طرح نیچے اترتی چلی جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہ خاکی تھے۔ مرتبہ علیا میں رکھا۔ اور ابلیس کو کہ ناری تھا۔ مرتبہ اسفل میں گرا دیا۔ مولانا اسماعیل مرحوم ؎

کیا جو کر تو شیطاں کے ہاتھ کیا آیا وہی عزیز ہے عزت جسے خدا نے دی

آگے مولانا فلاسفہ کے بعض عقائد باطلہ کی تردید فرماتے ہیں۔ اور چونکہ مولانا پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے۔ اسلئے

یہ تقریر بصیغۂ تکلم فرماتے ہیں۔ گویا خود حق تعالیٰ کی زبان سے تکلم فرمایا ہے۔

چار طبع و علت اولیٰ نیم در تصرف دائما من باقیم

لغات ۔ چار طبع اربعہ عناصر۔ یعنے خاک۔ آب۔ باد۔ آتش۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے۔ کہ عنصری اشیاء کا بننا بگڑنا جینا مرنا خواص عناصر کے تصرفات اضطراریہ ہیں۔ کہ یہ افعال خود انہی عناصر سے صادر ہوتے ہیں اس میں کسی قادر مطلق کی قدرت کارفرما نہیں۔ استغفر اللہ۔ علت اولیٰ فلاسفہ حق تعالیٰ کو ایجاد خلق کی علت اولیٰ مانتے ہیں۔ پھر اپنے اس سلسلہ اصول کی بنا پر کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (ایک سے صرف ایک ہی پیدا ہو سکتا ہے) کہتے ہیں کہ اس نے عقل اول کو پیدا کیا۔ اور پھر خود خلق و تدبیر سے فارغ و بیکار ہو گیا۔ نذاہم اللہ۔

ترجمہ۔ میں (قادر مطلق ہوں) اربعہ عناصر (کی طرح متصرف بالاضطرار) نہیں ہوں۔ نہ علت اولیٰ (کی طرح بیکار) ہوں۔ میں (اختیار مطلق کے ساتھ) تصرف (کرنے) میں ہمیشہ باقی ہوں

کار من بے علت ست و مستقیم نیست تقدیرم بعلت اے سقیم

لغات ۔ علت پہلے مصرعہ میں یعنے مقدر نقص دوسرے مصرعہ میں یعنے علت موجبہ یا علت غائیہ ہے علت سے وہ امر مراد ہے۔ جس کا وجود بطور سبب کسی دوسرے امر کے وجود کا مستلزم ہو۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ علت مادی۔ علت صوری۔ علت فاعلی۔ علت غائی۔ اگر علت یعنے سبب اپنے مسبب میں داخل بالقوہ ہو۔ تو اسکو علت مادی کہتے ہیں۔ جیسے لکڑی تخت کی علت مادی ہے۔ اگر داخل بالفعل ہو۔ تو وہ علت صوری ہے۔ جیسے تخت کی صورت کہ مربع ہے۔ یا مسدس اور اگر علت یعنے سبب اپنے مسبب سے خارج ہو۔ تو پھر اگر وہ سبب اس سبب کا موجد ہے تو اسے علت فاعلی کہتے ہیں۔ جیسے بڑھئی تخت کے لئے۔ اور اگر اس مسبب کی ایجاد اس سبب کے لئے ہوئی ہے تو وہ علت غائی ہے۔ جیسے تخت نشین ہونا۔ تخت کی علت غائی ہے۔ علت غائی کا ظہور ذہن میں ساری علتوں سے مقدم اور خارج میں سب سے موخر ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالےٰ کے افعال میں علت غائی کا اطلاق جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اشیاء کے پیدا کرنے میں کسی غرض و غایت کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہ بے نیاز و بے پروا ہے۔ تاہم اس کی پیدا کردہ اشیاء سے جو فوائد و منافع ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو ان سے اس کی قدرت کا ظہور مقصود ہے۔ دوسرے مصرعہ میں یہی مضمون ہے۔ مستقیم۔ راست۔ سیدھا ٹھیک۔

ترجمہ۔ میرے کام (بالکل) بے نقص اور ٹھیک ہیں۔ اے (سلسلہ اسباب و علل کے) بیمار! میری تقدیر (کسی) علت (غائی وغیرہ) پر (موقوف) نہیں۔

مطلب۔ یعنے میرے افعال موقوف بعلل نہیں ہیں۔ کہ ان کا صدور کسی دوسرے امر کے وجود پر موقوف و منحصر ہے۔ بلکہ میں متصرف بالاختیار المطلق ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ شیخ عطار رح ؎

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

عادتِ خود را بگردانم بوقت ایں عبار از پیش بنشانم بوقت

ترجمہ - میں اپنی عادت کو بوقتِ (مناسب بدلنا چاہوں تو) بدل لیتا ہوں (اس (عادت کے) عبار کو (اپنے) سامنے سے بوقت (مناسب) ہٹا دیتا ہوں۔

مطلب - عادتِ حق یا سنت اللہ جو بظاہر افعال الٰہیہ کا پردہ بنی ہوئی ہے۔ جس کو لوگ قانون قدرت یا نیچر کہا کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق وہ یہ خیال ظاہر کیا کرتے ہیں۔ کہ قانون قدرت کے خلاف کوئی امر وقوع نہیں پا سکتا۔ جس سے یہ شبہ ناشی ہوتا ہے۔ کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ خلاف عادت کچھ کرنے سے عاجز ہے۔ اور جس سے اس کے قادر مطلق ہونے میں نقص لازم آتا ہے۔ اس کی تردید فرماتے ہیں۔ کہ ہم قادر مطلق ہیں۔ اگر کوئی کام کسی حکمت کی بنا پر خلاف عادت کرنا چاہیں۔ تو یکدم یہ عادت کا پردہ اٹھا دیتے ہیں۔ اور بطور خرق عادت ایسے ایسے کام کر دکھاتے ہیں۔ کہ پہاڑ کی چٹان میں سے اونٹنی نکل پڑے۔ آتشکدہ گلزار بن جائے۔ لکڑی اژدہا کی صورت اختیار کر لے۔ چنانچہ:-

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو گویم آتش را کہ رو گلزار شو

ترجمہ (اگر) میں دریا کو حکم دوں کہ ہاں آگ سے پُر ہو جا (تو فوراً اسی طرح ہو جاتا ہے۔ اگر) میں آگ کو حکم دوں کہ جا گلزار بن جا (تو) تو (فوراً اس حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے (سعدی رح)

گلستاں کند آتشے بر خلیل گرد ہے آتش بر و زاب سیل

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم چرخ را گویم فرو رو پیش چشم

ترجمہ (اگر) میں پہاڑ کو کہوں کہ پشم کی طرح (ہلکا) ہو جا (تو اسی طرح ہو جائے اگر) میں آسمان سے کہوں۔ کہ آنکھوں کے سامنے نیچے اُتر آ (تو فوراً اُتر آئے)

مطلب - پہلے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے اخوذ ہے۔ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ قیامت کے روز پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہونگے (سورہ قارعہ) دوسرے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے مقتبس ہے۔ اَوْ تُسْقِطَ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ۔ یعنی اگر ہم کوئی ٹکڑا آسمان سے ان پر گرا دیں تو ان کی گردنیں اس کی وجہ سے جھک جائیں۔

گویم اے خورشید مقرون شو بماہ ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ

ترجمہ (اگر) میں حکم دوں کہ اے سورج چاند کے ساتھ مل جا۔ (تو فوراً مل جائے۔ اور اگر میں چاہوں۔ تو) دونوں کو کالے بادل کی طرح بے نور کر دوں۔

مطلب - پہلا مصرعہ ان آیات میں سے تیسری آیت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ جب (ہمارے ہیبت کے) آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے (سورہ قیامہ ع ۱) دوسرے مصرعہ کا مضمون

اس آیت کے مطلب میں متفق ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۔ جب سورج (کے نور کی چادر کو) سمیٹ لیا جائیگا (سورۃ تکویر) اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ قیامت کے روز سورج اور چاند ایسی حالت میں آئیں گے کہ وہ بے نور ہو چکے۔

چشمۂ خورشید را سازیم مُشک چشمۂ خُوں را لبن سازیم مُشک

لغات چشمہ۔ منبع آب۔ زمین سے پانی نکلنے کی جگہ جہاں سورج منبع نور ہے۔ اس لئے یہ لفظ اس کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں چشمہ کا لقب آفتاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ گراس کے معنے اصلی یعنے منبع آب کے لحاظ سے آفتاب کے نور کو پانی سے مشابہت دی گئی ہے۔ اسی لئے سب نور کو خشک ساخت کے معنے میں ظاہر کیا ہے۔ فن طریقہ۔ حیلہ۔ حکمت۔

ترجمہ چشمۂ آفتاب کو ہم (جب چاہیں) بے نور کر دیں۔ (اور) چشمۂ خون کو (اپنی) حکمت سے مشک بنا دیں۔

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ

لغات یوغ۔ وہ لکڑی جو گاڑی یا ہل کے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ جُوا۔

ترجمہ حق تعالےٰ (اگر چاہے تو) سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح (اکٹھے کر کے) ان کی گردن پر جوا باندھ دے۔

مطلب اوپر تک تصرفات الٰہیہ کو بصیغہ متکلم بیان کر رہے تھے۔ اب یہ ذکر بصیغہ غائب کرنے لگے۔ یعنے حق تعالےٰ اگر چاہے۔ تو چاند۔ سورج کو سیاہ اور بے نور بھی کر دے۔ اور ان کو ان کے موجودہ وظیفے سے باز رکھ کر ہل کے بیلوں کی طرح کسی اور شغل میں بھی لگا دے۔ غرض حق تعالےٰ حسب عادت کے طور پر پانی کو آگ اور آگ کو پانی بھی بنا سکتا ہے۔ مرکز ثقل کو بدل کر پہاڑوں کو روئی کی طرح بھی اڑا سکتا ہے۔ ہیئت افلاک کو متغیر کر کے ان کو زیر زمین بھی لا سکتا ہے۔ نظام شمسی کو درہم برہم کر کے دھواں کو اکٹھے بھی کر سکتا ہے۔ اور ان کو بے نور بھی کر سکتا ہے۔ قلب ماہیت کے طور پر چشمۂ خون کو انبار مشک بھی بنا سکتا ہے۔ پس جو قادر مطلق اسقدر وسیع قدرت اور قوت رکھتا ہے۔ اگر وہ کسی انسان کو اپنا مقرب اور مراتب عالیہ پر ممتاز کر دے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ لہٰذا انبیاء و اولیاء کی صورت ظاہری پر قیاس کر کے ان کے کمالات باطنی کا انکار کرنا عقل سے بعید ہے۔ اور باعث عذاب شدید ہے۔ آگے اس مضمون کی تائید میں ایک حکایت سناتے ہیں۔

انکارِ فلسفی در آیہ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا

آیہ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا میں فلسفی کا انکار

مُقرِ بیخوانداز رُوے کتاب مَاءُکُمْ غَوْرًا زچشمہ بندم آب

لغات ۔ مقری ۔ قاری ۔ کتاب سے قرآن مجید مراد ہے ۔ غور ۔ زمین میں اُتر جانا ۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر ہے ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ ۝ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو (سہی) کہ یہ تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو) اگر زمین کے اندر اُتر جائے ۔ تو کون تمہارے لیے پانی کی سوتیں بہالائے گا ۔ (سورہ ملک ع ۲)

ترجمہ ۔ ایک قاری قرآن مجید میں سے (آیہ) مَاءُكُمْ غَوْرًا (جس کے معنے ہیں) بند کردو اس میں پانی کو پڑھ رہا تھا ۔

آب را در غورہا پنہاں کنم　　چشمہا را خشک و خشکستاں کنم

ترجمہ ۔ (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ) میں (اگر) تمہارے پانی کو زمین کے اندر چھپا دوں اور چشموں کو خشک اور خشکی کا خطہ بنا دوں ۔ تو :-

آب را در چشمہ کہ آرد دگر　　جز منِ بے مثل با فضل و خطر

لغات کہ ۔ ہے کدام ۔ خطر ۔ اہمیت ۔ علو شان ۔

ترجمہ کون ہے جو اس پانی کو دوبارہ چشموں میں لائے ۔ سوائے میرے جو کہ بے مثل ہوں ۔ بزرگ اور اہمیت والا ہوں ۔

فلسفیِ منطقیِ مستہاں　　میگذشت از سوئے مکتب آنزماں

لغات مستہاں ۔ ذلیل ۔ حقیر ۔

ترجمہ ایک ذلیل فلسفی منطقی اس وقت مدرسے کے پاس سے گزر رہا تھا (جہاں یہ آیت پڑھی جا رہی تھی) ۔

چونکہ بشنید آیۂ اور البلند　　گفت آریم آب را با کُلند

لغات کُلند ۔ کدال ۔ پھاوڑا ۔ زمین کو کھودنے کا آلہ ۔

ترجمہ ۔ جب اس نے اس (قاری) کی (اس) آیت کو (آواز بلند سنا ۔ تو کہا ہم پانی کو کدال سے (زمین کھود کر) نکال لیں گے ۔

مطلب ۔ چونکہ آیت مذکور میں حق تعالےٰ کے اظہار قدرت کے ساتھ ایک ایسی چیز کے نابود ہو جانے کے امکان کی ہولناک تہدید بھی ہے ۔ جو تمام حیوانات و نباتات کی مایۂ حیات ہے ۔ چنانچہ اگر فی الواقع دنیا میں اَصْبَحَ مَاءُكُمْ غَوْرًا کا منظر پیش آ جائے ۔ تو چار دن میں دنیا کا گلشن نمونہ گلخن بن جائے ۔ انسان و حیوان تڑپ تڑپ کر مر جائیں ۔ اور قیامت کا پورا نقشہ بندھ جائے ۔ اور ساتھ ہی آیت مذکور سوال کے انداز میں واقع ہوئی ہے ۔ اسی لئے اہل ایمان اور ارباب یقین اس آیت کی تلاوت کے بعد بطور جواب یہ کلمات کہہ لیا کرتے ہیں ۔ جن میں اپنے پروردگار کی قدرت کاملہ کا اعتراف اور اس کے لطف کرم پر بھروسہ مضمر ہے ۔ کہ اَللّٰهُ

یَأْتِیْنَا بِہٖ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۝ یعنے اس پانی کو ہمارے لئے اللہ تعالےٰ نکال لائے گا۔ اور وہ سب سے بڑھ کر رحم والا ہے۔ مگر فلسفی لوگوں کے قلوب اس قسم کے ایمان و یقین کے نور سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس فلسفی نے اس آیت کے جواب میں بطور استہزا یہ کلمات کہہ ڈالے۔ کہ فَاْتِیْہِ بِالْمِعْوَلِ وَالْمِعْیَنِ یعنے میں اس پانی کو خود کدال اور کسی مددگار کے ذریعے سے نکال لاؤں گا۔

ما بر زخم بیل و تیزی تبر　　آب را آریم از پستی زبر

لغات۔ زخم۔ چوٹ۔ ضرب۔ بیل۔ پھاوڑا۔ زبر۔ اوپر۔ بلندی پر۔

ترجمہ (اور بولا) ہم پھاوڑے کی ضرب اور تیشے کی تیزی سے (زمین کو کھود کھود کر) پانی کو پستی سے بلندی پر لے آئیں گے (اب تماشائے قدرت دیکھیے۔ کہ)

شب بخفت و دید او یک شیر مرد　　زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

ترجمہ۔ وہ رات کو سویا اور (خواب میں) اس نے ایک شیر مرد کو دیکھا۔ جس نے (اس کے منہ پر ایک) تھپڑ مارا اور اس کی دونوں آنکھیں اندھی کر دیں۔

گفت زیں دو چشمہ چشم اے شقی　　با تبر نورے بیار از صادقی

لغات۔ شقی۔ بدبخت۔ صادقی میں یاے خطاب رابط جملہ ہے۔

ترجمہ (اور ساتھ ہی جھڑک کر) کہا۔ کہ اے بدبخت اگر تو (قدرت حق کے مقابلے میں چشمہ آب سے کلند و تبر کے ساتھ پانی نکال لانے پر قادر ہے اور اس دعوے میں) سچا ہے۔ تو ذرا اپنے ان دونوں چشمۂ چشم میں سے تبر کے ساتھ نور تو نکال لا۔

روز بر جست و دو چشمش کور دید　　نور فائض از دو چشمش ناپدید

ترجمہ (خیر یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ مگر جب) دن کو (بستر سے) اٹھا۔ تو سچ مچ اپنی دونوں آنکھوں کو اندھی پایا۔ اور نور بصارت جو (ہر طرف) پہنچتا تھا اس کی دونوں آنکھوں سے نابود تھا۔

گر بنالیدے و مستغفر شدے　　نور رفتہ از کرم ظاہر شدے

ترجمہ۔ اگر وہ (اپنی اس گستاخی سے نادم ہو کر) رو دیتا اور استغفار کرتا۔ تو (بعید نہ تھا کہ اس کا) گم شدہ نور (بصارت خدا کے) کرم سے (پھر) ظاہر ہو جاتا۔

لیک استغفار ہم در دست نیست　　ذوق توبہ نقل ہر سرمست نیست

لغات۔ در دست۔ قبضۂ اختیار میں۔ نقل۔ کھانے چکھنے کی تھوڑی سی چیز جو شراب کے بعد چکھتے ہیں

سرمست سے مست گناہ اور غافل مراد ہے۔

ترجمہ۔ لیکن (کیا کیجئے کہ) استغفار (پر قائل ہونا) بھی ہر شخص کے اختیار میں نہیں۔ توبہ کے مزے کی چاٹ ہر غافل کو نہیں ہوتی ہے

حدیث توبہ روا کن کہ غفلت صفت ازاں گذشت کہ اندیشۂ عواقب کند

زِشتیِ اعمال وشومیِ جحود راہِ توبہ بر دلِ او بستہ بود

لغات۔ زشتی۔ بدی۔ شومی۔ نحوست۔ جحود۔ انکار۔

ترجمہ۔ اعمال (بد) کی خرابی اور انکار (حق) کی نحوست نے اس کے دل پر توبہ کا راستہ بند کر رکھا تھا۔

از نیاز و اعتقادِ آں خلیلؑ گشت ممکن امرِ صعب مستحیل

لغات۔ آں خلیل سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں۔ صعب بمشکل۔ مستحیل محال

ترجمہ۔ (جس طرح) ان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے (درگاہ حق میں عجز و) نیاز اور (کمال) اعتقاد کی بدولت ایک بمشکل و محال امر ممکن ہوگیا (اسی طرح اس کمبخت فلسفی کو بھی نور بصارت مل سکتا تھا)

مرطلب۔ اس بمشکل و محال امر سے نار کا گلزار بن جانا مراد ہے۔ مولانا بحر العلوم شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک فلسفی نے کہا آگ کا گلزار بن جانا عقلاً و قیاساً محال ہے۔ تو ولیا اللہ میں سے ایک ولی نے آگ کی بھٹی کی طرف اشارہ کر کے اس سے فرمایا۔ دیکھو یہ آگ پھونک ڈالنے کی خاصیت رکھتی ہے یا نہیں فلسفی نے کہا ہاں رکھتی ہے تو اس بزرگ نے اس آگ کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کر کے اپنے دامن میں ڈال لیا۔ مگر نہ ہاتھ کو کچھ سینک پہنچی۔ اور نہ ان کا دامن جلا۔ پھر انہوں نے وہی آگ اس فلسفی کے دامن میں الٹ دی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے چھوا دیا۔ معاً آگ کے اثر سے اس کے ہاتھ پر بھی آبلے پڑ گئے۔ اور دامن بھی جلنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ فلسفی صدق دل سے ایمان لے آیا۔ مولانا بحر العلوم لکھتے ہیں "وبظن ایں فقیر مے رسد کہ آں ولی نفس نفیس شیخ اکبر قدس سرہٗ بیچنے خاکسار کے خیال میں وہ ولی جس نے فلسفی کو یہ کرامت دکھائی۔ خود حضرت شیخ اکبر تھے۔ غرض نیاز و اعتقاد کا یہ اثر تھا۔ اور انکار و استہتار کا اثر اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہمچنیں بر عکسِ آں انکارِ مرد مس کند زر را و صلحے را نبرد

ترجمہ۔ اسی طرح برخلاف اس کے اس مرد (فلسفی) کا انکار (اپنی شامت سے) سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دے۔

دل سختی ہمچو روئے سنگ گشت چوں نشگافد توبہ آنرا بہر کشت

ترجمہ۔ اس فلسفی کا دل تو سختی سے سطح سنگ کا سا ہوگیا۔ پھر توبہ اسکو (اعمال کی) کھیتی (بونے) کے لیے کیونکر شگافتہ (اور نرم) کرے۔

مطلب ۔ جب دل اچھے افعال و خجلت سے متاثر ہو۔ تو توبہ مفید ہوسکتی ہے۔ ورنہ جب پتھر کی طرح سخت ہو۔ اور اپنے اعمال سے کچھ ندامت نہ ہو۔ تو صرف زبانی توبہ توبہ کی رٹ لگانے سے کیا ہوتا ہے۔ کما قیل ؎

سجدہ بکف تو بہ برلب دل پر از ذوق گناہ　　معصیت را خندہ مے آید بر استغفار ما

چوں شعیبے کو کہ تا اُو از دُعا　　بہر کشتن خاک سازد کوہ را

ترجمہ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے جو (اپنی) دعا (کی برکت) سے کھیتی بونے کے لئے پہاڑ کو مٹی بنا (کر ہموار کر) دے۔

مطلب ۔ دل نرم ہو اور گناہ سے ندامت تامہ ہو۔ تو توبہ اور دعا میں وہ تاثیر ہوسکتی ہے۔ کہ چاہیں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہموار زمین بن جائے۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سے ہوگیا تھا۔ حضرت بحر العلوم رقمطراز فرماتے ہیں۔ کہ تواریخ میں منقول ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام نے دعا کی۔ تو پہاڑ نرم اور قابل زراعت ہوگیا۔ انتہٰی۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ مگر مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام کے کہ ہر ایک سے کسی نہ کسی معجزہ کا ظہور مروی و منقول ہے۔

یا بدرُیوزہ مقوقس از رسُول　　سنگلاخے مزرعے شد با وصُول

لغات۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔ یہاں سوال والتماس مراد ہے۔ مقوقس ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فرمانروائے مصر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کے نام بھی فرمان بھیجا۔ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی۔ مقوقس نے آپ کے ایلچی کی بہت توقیر کی۔ آپ کے فرمان کو ایک صندوقچہ میں محفوظ رکھا۔ اور سفارت کو بہت سے بیش بہا تحائف کے ساتھ واپس بھیجا۔ مگر دولت ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوا۔ اور جواب میں لکھا۔ کہ میں سردست آپ کی دعوت قبول کرنے سے معذور ہوں۔ غور کر رہا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک جو مقوقس کے نام گیا تھا۔ آجکل مصر کے آثار قدیمہ سے برآمد ہوا ہے۔ اور اس کے فوٹو اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ سنگلاخ۔ پہاڑی خطہ۔ مزرعہ۔ کھیتی۔ با وصول۔ جس کی پیداوار وصول ہوتی ہو۔

ترجمہ یا (جیسے) شاہ مقوقس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التماس کرنے سے ایک پہاڑی خطہ کھیتی بن گیا جس سے (پیداوار) وصول ہو۔

مطلب ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ کہ مقوقس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تو اس سے اس کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب مکاشفات لکھتے ہیں۔ کہ مقوقس مصر کے بادشاہ کا نام ہے۔ جو عیسائی تھا۔ اور مسلمان ہوگیا تھا۔ اس کی التماس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ تو اس کی برکت سے سنگلاخ مزرع سبز بن گیا (انتہٰی) مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ پہلے

مقوقس کا نام صحابہ میں درج ہوگیا تھا۔ مگر پھر اس فہرست سے کاٹ ڈالا گیا۔ اور بظن غالب وہ اسلام نہیں لایا۔

کہربائے مستمع آمد ایں دعا خاکِ قابل را کند سنگ و حصا

لغات ۔ کہربا۔ زرد رنگ کا ایک مہرہ ہوتا ہے۔ جس کو قدرے مل کر تنکے کے پاس لاتے ہیں۔ تو وہ تنکے کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے۔ یہاں مطلق جاذب اور محرک مراد ہے۔ مستمع۔ خراب صورت بنا دینا۔ بگاڑ دینا۔ حصا۔ کنکر۔

ترجمہ (لیکن) یہ دعا (جو اس منکر فلسفی کا سا کوئی شخص بداعتقادی کے ساتھ کرے) مقصد کو (کچھ کا کچھ) بنا دینے والی محرک ہے۔ (وہ کھینچنے) کے قابل (ارضی) کو پتھر کنکر (سے پُر) کر دیتی ہے۔

ہر دعائے را مجدہ ہم دستور نیست مزدِ رحمت قسم ہر مزدور نیست

لغات ۔ مجدہ۔ اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔ معاوضہ۔ اجرت۔ قسم۔ حصہ۔ نصیب۔ قسمت

ترجمہ (ساتھ ہی) ہر ایک دل کو سجدہ (مقبول و دعائے مستجاب) کی اجازت بھی نہیں۔ ہر مزدور کی قسمت میں رحمت کی مزدوری (لکھی ہو یہ ضروری) نہیں۔

مطلب ۔ دعا، مناجات اور توبہ و استغفار کرنے کو تو بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ مگر سب شرائط کی بجا آوری کے ساتھ نہیں کرتے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ سب کی دعا مقبول ہو۔ اور سب اپنی اس محنت کا ثمرہ پائیں۔ حدیث میں ہے

حضورِ قلب اگر در نماز شرط شدہ بہت عبادتِ ہر روزہ زیں قضا دارد

ہیں ہمہ شنبی آں مکن جرم و گناہ کہ کنم توبہ در ایم در پناہ

ترجمہ ۔ خبردار اس بھروسہ پر جرم و گناہ کے مرتکب نہ ہونا کہ میں (پھر کبھی) توبہ کر لونگا (اور حق تعالیٰ نے کی) پناہ میں آجاؤں گا۔

بے بباید آب و آبے توبہ را شرط شد برق و سحابے توبہ را

لغات ۔ آب۔ سوزش۔ آب سے اشک مراد ہیں۔ برق۔ بجلی۔ سحاب۔ بادل۔

ترجمہ ۔ (کیونکہ) توبہ کے لئے سوزش (قلب) اور اشکباری (چشم) کی ضرورت ہے۔ توبہ کے لئے بجلی (کی سی بیداری) اور بادل (کی سی اشکباری) چاہیے (خواہ یہ باتیں کیا معاً پھر میسر ہوں یا نہ ہوں)

آتش و آبے بباید میوہ را واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را

ترجمہ (دیکھو) میوہ (کی پختگی) کے لئے حرارت اور پانی چاہیئے۔ اور اس لحاظ سے بادل اور بجلی (دونوں) ضروری ہیں۔ (اسی طرح میوہ اعمال کی پختگی کے لئے سوزشِ قلب اور آبِ چشم کی ضرورت ہے)

تا نباشد برقِ دل و آبِ دو چشم کے نشیند آتشِ تہدید و خشم

ترجمہ (ورنہ) جب تک (سوزش) دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں (کے آنسوؤں) کا پانی نہ ہو (حق تعالےٰ کی) دھمکی اور ناراضگی کی آگ کب تسکین پاسکتی ہے۔

تا نباشد گریۂ ابرِ مطر تا نباشد خندۂ برقِ سپر

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال کے بجوشد چشمہا زآبِ زلال

لغات۔ مطر۔ بارش۔ سبزہ صنائع گریہ وخندہ کا تضاد اور ابر۔ مطر۔ برق۔ آب۔ چشمہ۔ سبزہ مناسبات بہار پر لطف ہیں۔ ترکیب پہلا شعر شرط ہے۔ دوسرا شعر اگلے سات اشعار سمیت اس کی جزا۔

ترجمہ۔ اے عزیز! جب تک بارش کے ساتھ بادل کا گریہ نہ ہو اور جب تک بجلی کا خندہ نہ ہو۔ اس وقت تک وصول (الی الحق کے) ذوق کا سبزہ کب اُگ سکتا ہے؟ (اور حق تعالےٰ کی رحمت کے) چشمے صاف پانی کیساتھ جوش کب مار سکتے ہیں۔

مطلب۔ جب تک اپنے گناہوں پر انفعال کلی نہ ہو۔ رحمت خداوندی کب جوش میں آتی ہے؟

ندامت مے رسد صائب بقدرِ یاد خطا کاراں کہ خوں در ناف گردد مشک آہوئے ختائی را

اگلے سات اشعار تک وہی مناسبات بہار کا ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک بندہ درگاہ خدا کی طرف پورے تضرع وابتہال کے ساتھ رجوع نہ کرے [illegible] وقت تک رحمت حق کب اس کے شامل حال ہوسکتی ہے۔

کے گلستاں راز گوید با چمن کے بنفشہ عہد بندد با سمن

ترجمہ۔ کب باغ چمن کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرے۔ کب بنفشہ (گل) سمن کے ساتھ (تازگی و شادابی کا) عہد باندھے۔

کے چنارے کف کشاید در دعا کے درختے برفشاند میوہ را

لغات۔ چنار ایک درخت کا نام ہے۔ جس کے پتے انسانی پنجہ کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے لئے دست بدعا ہونے کا استعارہ کیا جاتا ہے۔ صنائع۔ برادر میوہ میں ایہام تناسب ہے۔

ترجمہ۔ کب کوئی (درخت) چنار (اپنے پنجہ نما پتوں سے) دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کب

کوئی درخت میوہ گرائے

کے شگوفہ آستینِ پُرنثار برفشاندن گیرد ایامِ بہار

لغات - آستین پرنثار پیراہن و قبا کی وہ کشادہ آستین جس کے اندر سونے چاندی کے سکے اس غرض سے بھرے جائیں - کہ ان کو نثار کیا جائے - تاکہ محتاج لوگ اٹھالیں - اگلے زمانے میں آستینوں کے اندر اس قسم کے کیسے بنائے جاتے تھے - جن میں نقدی - کاغذ پرتو وغیرہ رکھ سکتے تھے - **ترکیب** برفشاندن گیرد کا فاعل شگوفہ ہے - آستین پرنثار اس کا مفعول بہ ایام بہار ظرف -

ترجمہ - کب شگوفہ موسم بہار میں (اپنی) آستین (جو نثار (کرنے کی غرض سے نقدی) سے پر (کی گئی ہو) جھاڑنی شروع کر دے -

کے فروزد لالہ راخ ہمچو خوں کے گل از کیسہ برارد زر برُوں

لغات - لالہ ایک پھول کا نام ہے - جو اندر سے نہایت سرخ ہوتا ہے - زر از کیسہ برآوردن - جیب سے سونے کے سکے نکالنا - پھول کے کھلنے کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے - جب غنچہ اپنے سبز غلاف کو چاک کر کے کھلتا اور سنہری پھول کی شکل اختیار کرتا ہے - تو گویا سنہری سکے جیب سے نکل پڑتے ہیں -

ترجمہ - کب (گل) لالہ کا چہرہ خون (کے سے رنگ) کی طرح دمکنے لگے - کب پھول (اپنی) جیب سے سونا باہر نکالے -

کے بیاید بُلبُل وگُل بوکند کے چُو طالب فاختہ کُو کُو کند

لغات - بوکردن - سونگھنا - طالب جستجو کرنے والا - کو کو - فاختہ کی آواز - چونکہ کو کے معنے کہاں کے ہیں - اس لئے یہاں طالب کی مناسبت سے اسم صوت سے اسم استفہام کی طرف اشارہ ہے -

ترجمہ - کب بلبل آئے اور پھول کو سونگھنے لگے - کب فاختہ (ایک) طالب کی طرح (جو اپنے مطلوب کو ڈھونڈتا ہے) کو کو (کہاں ہے کہاں ہے) کی صدا لگائے -

کے بگوید لکلک آں لک لک بجاں لک چہ باشد مُلکُ لک یا مُستعاں

لغات - لکلک ایک آبی پرندے کا نام ہے - بقلق اسکا معرب ہے - لک لک - لکلک کی آواز -

ترجمہ - کب لکلک (دل و) جان سے لک لک کہے - لک کیا ہوتا ہے (بلکہ کہے) اَلْمُلْکُ لَکَ یَا مُسْتَعَانُ (یعنے اے وہ ذات پاک جس سے مدد مانگی جاتی ہے بادشاہی تیری ہی ہے)

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر کے شود چُوں آسماں بُستاں مُنیر

لغات - ضمیر دل کی باتیں - منیر - روشن -

ترجمہ۔ کب زمین (اپنے) اندر کے چھپے بھیدوں کو ظاہر کرے (جو بیجوں کے پھوٹ نکلنے سے ظاہر ہوتے ہیں) کب باغ (چمکیلے پھولوں سے یوں) روشن ہو جس طرح آسمان (چاند۔ سورج اور ستاروں سے روشن ہوتا ہے)۔

مطلب۔ یہ تمام سامان بہار اور سرسبزی گلزار موقوف ہے۔ اس پر کہ بجلی چمکے اور بارش ہو۔ اسی طرح جب توبہ کے اندر سوزش قلب اور انکساری پیہم ہو۔ تو پھر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے۔ اور نزول برکات سے کشت مراد سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ ورنہ توبہ فضول و لاحاصل ہے۔ حافظ رح ؎

گریہ آبے بچ سوختگاں باز آورد ناله فریاد رس عاشق مسکیں آمد

ازکجا آوردہ اند ایں حُلّہا مِنْ کَرِیْمٍ مِنْ رَّحِیْمٍ کُلّہا

لغات۔ حُلّہا۔ جمع حُلّہ۔ لباس۔ پوشاک۔ کریم۔ بزرگ۔ کرم والا۔ رحیم۔ رحم والا۔ کلہا۔ سب کے سب۔

ترکیب۔ دوسرا مصرعہ عربی میں ہے۔ جو گویا پہلے سوالیہ مصرعہ کا جواب ہے۔ جس کی تقدیر یہ ہے۔ اَتَتِ الْحُلَلُ کُلُّھَا مِنْ کَرِیْمٍ وَ رَحِیْمٍ۔ اَتَتْ فعل ماضی واحد غائب مؤنث مقدر اور اس کی ضمیر فاعلی کائنات بہار کی طرح پھرتی ہے۔ حلّہا یا حلل محذوف موکد کلہا اس کی تاکید۔ دونوں مل کر مفعول بہ من کریم اور من رحیم اس کے متعلقات

ترجمہ۔ (نونہالان چمن اور عروسان بہار) یہ (خوبصورت) پوشاکیں کہاں سے لائی ہیں؟ یہ ساری (پوشاکیں اس) کریم و رحیم سے لائی ہیں (جو تمام عالم کا خالق و رازق ہے)۔ جامی رح ؎

قصب بافِ عروسان بہاری فیام آموزِ سروِ جویباری

آں لطافتہا نشانِ شاہدے ست کہ بہر ساعت دو صد جانش فدے ست

لغات۔ لطافتہا۔ پاکیزہ صفات۔ شاہد۔ محبوب۔ مراد محبوب حقیقی۔ ہر ساعت سے مراد ہر لحہ۔ ہر دم۔ دو صد سے مراد عدد مخصوص نہیں۔ بلکہ کثرت مراد ہے۔ فدے۔ فدا کا مالہ ہے۔ قربان۔ نثار۔

ترجمہ۔ وہ پاکیزہ صفات جو عروسان بہار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ دراصل اس محبوب حقیقی کے نشان ہیں۔ جس پر ہر دم سینکڑوں جانیں قربان ہیں۔

مطلب۔ مصنوعات اپنے صانع کے وجود کا نشان ظاہر کر رہی ہیں۔ صائب رح ؎

چمن سبز فلک را چمن آرائے ہست زیر ایں رنگ نہاں آئینہ سیمائے ہست

مگر ان نشاں کو دیکھنے والوں میں بھی فرق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ چوں ندید او را نباشد انتباہ

لغات۔ انتباہ۔ متنبہ ہونا۔ ہوش میں آنا۔ متاثر ہونا۔

ترجمہ (ان مصنوعات کو) نشان (صانع پانے) سے وہ (شخص) خوش ہوتا ہے جس نے

(اس) بادشاہ (حقیقی) کا (جو صانع عالم ہے) مشاہدہ کیا ہو (مگر) جب اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ تو پھر (اسکو ان مصنوعات سے) تاثر نہ ہوگا۔

مطلب ۔ بہار۔ باغ۔ خندہ گل۔ نالہ بلبل۔ آب رواں۔ سبزہ خراماں ایک عارف کی نظر میں بھی ہے اور ایک عامی کی نظر میں بھی۔ مگر عامی ان چیزوں کے صرف رنگ و بو اور طرز و انداز سے محظوظ ہوتا ہے۔ اور عارف ان کی تہ میں محبوب حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس فرق مشاہدہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ عامی کی نظر صرف مصنوع اور اس کے رنگ و بو تک محدود ہے۔ اور عارف کی نظر مصنوع سے صانع تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ وہ صانع کا شناسا ہے اس کے مشاہدہ سے محظوظ ہو چکا ہے۔ اور پھر اس سے محظوظ ہونے کا ہر وقت مشتاق رہتا ہے۔ وہ جب مصنوعات کو دیکھتا ہے۔ تو شدت شوق اور فرط عشق سے جھٹ صانع حقیقی کے جلال و عظمت کا نقشہ اس کی نظر کے سامنے بندھ جاتا ہے۔ اور اس پر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ یعنی ؎

چشم ہر کس کہ شد از سرمۂ عرفان روشن　　آتش طور زہر سنگ تواند دیدن

عامی نہ اس دولت مشاہدہ سے بہرہ مند ہوا ہے۔ اور نہ مصنوعات کے مشاہدہ سے اس پر یہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جیسے ایک شخص نے بادشاہ کو تخت سلطنت پر تمکن دیکھا ہو۔ اور اس کے جاہ و اقتدار اس کے جلال و جبروت۔ اور اس کی جانستانی و جاں بخشی کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں۔ وہ جب اس بادشاہ کا فوٹو دیکھے گا۔ تو معاً اس پر نظر پڑتے ہی اس کی ساری آن بان اور حشمت و شوکت کا نقشہ ہو بہو آنکھوں میں پھر جائے گا۔ اور اس کے احسانات و انعامات کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ جس سے اس پر ایک وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے بخلاف اس کے جس شخص نے آج پہلی مرتبہ اس بادشاہ کی تصویر دیکھی ہے۔ اس پر یہ اثر نہ ہوگا۔ وہ صرف اس کے تاج کی صناعی۔ تخت کی طرحداری اور اس کی پوشاک کی رنگینی کو کسی قدر غور اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ اور بس۔

غرض مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جس نے چاشنی وصل چکھی ہے۔ وہ مصنوعات کے عجائبات سے لطف حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو اس دولت سے محروم ہے۔ اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ چیزیں کس پر دال ہیں۔ وہ تو صرف ان کے ظاہر کو دیکھے گا۔

روح آنکس کو بہنگام الست　　دید رب خویش شد بیخویش و مست

ترجمہ (مصنوعات کو دیکھ کر صانع کے خیال سے) اس شخص کی روح (خوش ہوگی) جس نے الست (بربکم یعنے یوم میثاق) کے وقت۔ اپنے پروردگار کا دیدار کیا تھا۔ اور وہ (اسکے دیدار سے) مست و بیخود ہو گئی تھی۔

نوٹ ۔ آگے اس کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ ایک مثال یہ ہے:۔

او شناسد بوئے مے کہ مے بخورد　　چوں نخورد او مے چہ داند بوئے کرد

ترجمہ ۔ شراب کی بو کو وہ شخص پہچان سکتا ہے۔ جس نے شراب پی ہو۔ جب شراب نہ پی ہو تو وہ کیا جانے سونگھنا (اور یہ تمیز کرنا کہ شراب ہے یا سرکہ)

مطلب - جس شخص نے حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کیا ہوگا - وہی نشانیوں کو پہچان سکتا ہے - اور جس کو دولت مشاہدہ کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی - وہ کیا جانے کہ کس کی نشانی ہے - کما قیل ؎

گر شود پنبش دو چنداں بے بصیرت را چہ فیض سیکند احول دو میل سرمہ چشم خویش را

آگے دوسری مثال بیان فرماتے ہیں :-

زانکہ حکمت ہمچو ناقہ ضالہ است ہمچو دلالاں شہا نرا دالہ است

لغات - ناقہ - اونٹنی - ضالہ - گم شدہ - دالہ - دلالت کرنے والا - **صنائع** - ضالہ و دالہ میں تجنیس ہے

ترجمہ - کیونکہ حکمت (مومن کے لئے) گم شدہ اونٹنی کی مانند ہے - وہ (اقلیم ولایت کے) بادشاہوں کو دلالوں کی طرح راہ (مقصود) دکھاتی ہے -

مطلب - اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے - جو ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے - اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْحَکِیْمِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (الکلمۃ الف ولام کے ساتھ ہے) دانائی کی بات دانا آدمی کی گم شدہ چیز ہے - پس اُسے وہ جہاں پائے - وہ اس کا زیادہ حقدار ہے - (مشکوٰۃ) مطلب اس حدیث کا یہ ہے - کہ دانا آدمی کسی غیر دانا سے کوئی حکمت کی بات سن لے - تو وہ اس پر عمل کرنے کا زیادہ حقدار ہے -

شعر کا مطلب یہ کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے اپنا مشاہدہ نصیب کیا ہے - اور یوم میثاق میں اس کو حکمت عطا فرمائی ہے - جو وجود عنصری میں اس سے گم ہوگئی ہو پس یہ حکمت اس کا گم شدہ ناقہ تھا - جواب اس کو مل گیا ہے اور یہ حکمت اولیاء کو جو تخت طریقت و سلوک کے تاجدار ہیں - اسرار الٰہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے (بحر العلوم)

جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمہ حق کہا جاتا ہے - تو اس کا قلب فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی میں تھا - لیکن ذہول تھا - ورنہ اگر پہلے سے دل میں نہ ہوتا - تو پھر اس کی تصدیق کرنا اور اس کو تسلیم کر لینا کیونکر ممکن ہوتا - اس طرح آیات حق کو دیکھ کر ذات حق پر جو دلالت ہوتی ہے - تو اس کی وجہ یہی ہے - کہ پہلے سے اس کی یاد دل میں ہوتی ہے - مگر اس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہیں رہتی - اور جب کوئی نشانی سامنے آجاتی ہے - تو فوراً اس ذات کی طرف توجہ ہو جاتی ہے - اور معلوم ہو جاتا ہے - کہ وہی ہے جس کا دیدار یوم الست میں کیا تھا - اور یہ بات ہر مسلمان کو حاصل ہے - پھر ذہول کی کمی بیشی کے مطابق تنبہ کے مراتب میں بھی فرق ہے - جس کو کم ذہول ہوتا ہے - وہ صرف مشاہدہ آیات سے متنبہ ہو جاتا ہے - اور جس کو ذہول زیادہ ہوتا ہے - اس کو مشاہدہ کے علاوہ تقریر و بیان کے ساتھ زبانی انتباہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے (کلید مثنوی) -

آگے ایک اور مثال پیش فرماتے ہیں - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تمہاری ایک آرزو ہو - خواب میں کوئی یہ بشارت دے - کہ کل تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - جس کی ایک علامت یہ ہے کہ ایک سوار آئے گا - اور تم سے ملاقی ہوگا - دوسرے یہ کہ تم خواب کی کیفیت کسی سے بیان نہ کر سکو گے - بیان کرنا چاہو - تو زبان بند ہو جائے گی - یہ علامتیں نمودار ہوئیں - تو سمجھنا کہ ضرور تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - اب صبح کو جو وہ شخص اٹھتا ہے - تو فی الواقع سوار اس سے ملاقی ہوتا ہے - جس کو دیکھتے ہی وہ شخص اپنی مراد بر آنے کے یقین میں خوشی سے پھولا نہیں سماتا - اور خوشی سے ناچنے لگتا ہے - دوسرے اشخاص جن کو اس شخص کے خواب کی کیفیت

معلوم نہیں۔ وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ معمولی سوار کو دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہوگئی۔ آگے ہر شعر سے اس مطلب کو مطابق کرتے جائیے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ یہ مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے روز الست میں رب العزت کا مشاہدہ کیا۔ اس کی علامات و نشانات کو سمجھا۔ پھر وجود عنصری کے بعد جو اس کا طالب ہوا۔ اور لگاتار ریاضت کی۔ تو اس کو پاتے ہی اس میں محو ہوگیا۔

تو ببینی خواب در یک خوش لقا کو دہد وعدہ و نشانی مر ترا

ترجمہ۔ (اور مثلاً) تم خواب کے اندر ایک مبارک صورت (آدمی) کو دیکھو۔ جو تم کو (آرزو پوری ہونے کا) وعدہ اور (اس کی) نشانی (کا پتہ) دے (اس طرح کہ:۔)

کہ مراد تو شود اینک نشاں کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں

ترجمہ۔ کہ تیری مراد حاصل ہوگی۔ یہ لو اس کی نشانی کہ کل تمہارے پاس فلاں آئیگا

یک نشانے آنکہ او با شد سوار یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تم سے بغلگیر ہوگا۔

یک نشانے کہ بخندد پیش تو یک نشاں کہ دست بندد پیش تو

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ تمہارے سامنے ہنسے گا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے گا۔

یک نشانی آنکہ اینجا خواب از ہوس چوں شود فردا نگوئی پیش کس

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ جب صبح ہوگی (اور) تم اس خواب کو (بیان کرنے کی) خواہش سے (بیان کرنے لگو۔ تو) کسی سے بیان نہ کرسکو گے۔

زاں نشاں با والد یحییٰ بگفت کہ نیائی تا سہ روزا صلا بگفت

لغات۔ والد یحییٰ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد یعنے حضرت زکریا علیہ السلام۔ گفت۔ پہلے مصرعہ میں فعل ماضی دوسرے میں حاصل مصدر۔

ترجمہ۔ اس قسم کی نشانی (حق تعالےٰ نے) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد (یعنے حضرت زکریا علیہ السلام کو ارشاد فرمائی تھی کہ تم تین روز تک بالکل بات نہ کرسکو گے۔

مطلب۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہ اس کی طرف تلمیح ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے درگاہ حق میں دعا کی۔ کہ الٰہی میں بڈھا ضعیف ہوگیا۔ مجھے اپنی وفات کے بعد خوف ہے کہ میرے ہم قوم دین میں کچھ خرابی نہ ڈال دیں۔ مجھ کو ایک جانشین عطا فرما۔ جناب باری سے ارشاد ہوا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو تین دن رات تک کلام کی ممانعت

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۔ یعنے "اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا ۔ اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا" حضرت زکریاؑ نے عرض کیا ۔ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیونکر پیدا ہو سکتا ہے ۔ حالانکہ میری بی بی تو بانجھ ہے ۔ اور میں بے حد ضعیف ہوں ۔ ارشاد ہوا ۔ یہ بات ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ۔ پھر انہوں نے عرض کیا ۔ اے میرے پروردگار مجھے میرے بیٹا ہونے کی کوئی نشانی بتا دے ۔ تو ارشاد ہوا ۔ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۔ یعنے تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین دن رات تک لوگوں سے بات نہ کر وگے (سورہ مریم ع ۱) یہ حالت حصول مراد کی نشانی اس لئے قرار پائی ۔ کہ اس سے یہ یقین ہوتا ہے ۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ ایک چلتی ہوئی قوت کو بند کر سکتا ہے ۔ اسی طرح ایک بند قوت کو چلا سکتا ہے ۔ یعنے وہ قبض سے بسط کر سکتا ہے جس طرح اس نے بسط سے قبض کیا ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں ۔ کہ جس طرح خواب میں تم کو حصول مراد کی ایک نشانی عدم تکلم بتائی جائے ۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی تولد فرزند کی یہ علامت بتائی گئی تھی ۔ کہ تم اشارات سے بات چیت کر سکو گے زبان سے گفتگو نہ ہو سکے گی ۔

تا سہ شب خامش کن ایں نیک و بدت ۔۔۔ ایں نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت

ترجمہ ۔ تین (دن) رات تک تم کو اپنی بھلی بری باتوں سے خاموش رہنا ہوگا ۔ یہ اس بات کی نشانی ہوگی ۔ کہ یحییٰ تمہارے ہاں (کتم عدم سے عالم وجود میں) آئیں گے ۔

دم مزن سہ روز اندر گفتگو ۔۔۔ کہ سکوت ست آیت منصور تو

ترجمہ ۔ تین دن تک بات چیت کے لئے دم نہ مارنا ۔ کیونکہ خاموشی (اپنی مراد پر) تمہارے منتخاب (ہونے) کی نشانی ہے ۔

نوٹ ۔ یہ ضمناً حضرت زکریا کے قصے کا خلاصہ ذکر کیا تھا ۔ اب پھر اصل قصے کی طرف عود ہے ۔

ہیں میاور ایں نشاں را تو بگفت ۔۔۔ ایں سخن را دار اندر دل نہفت

ترجمہ ۔ خبردار! اس نشانی کو تم ہرگز (دائرہ) بیان میں نہ لانا (بلکہ) اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھنا ۔

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر ۔۔۔ ایں چہ باشد صد نشانہائے دگر

ترجمہ (غرض وہ) یہ نشانیاں شکر کی مانند (شیریں لہجے میں) تم سے بیان کرے (اور) یہ کیا بلکہ سو نشانیاں اور (بتائے ۔ اور پھر کہے)

ایں نشان آں بود کاں ملک وجاہ ۔۔۔ کہ ہمے جوئی بیابی از الٰہ

ترجمہ۔ یہ اس بات کی نشانی ہے۔ کہ جو ملک وجاہ تم چاہو خدا سے پاؤ گے۔

آنکہ میگریی بشبہاے دراز وانکہ میسوزی سحرگہ درنیاز

ترجمہ۔ (تم) وہ (مراد پاؤ گے) کہ (جس کے لئے) تم لمبی (لمبی) راتوں میں روتے رہے اور وہ (مراد) کہ (جس کے لئے) صبح کے وقت دلسوزی سے دعا کرتے رہے ہو۔

آنکہ بے آں روز تو تاریک شد ہمچو دُوکے گردنت باریک شد

لغات۔ دُوک۔ تکلا۔ لاغری کے لئے تشبیہ دیتے ہیں ؎

کے را حکایت کنند از ملوک کہ بیمار بے رشتہ کردش چو دوک

ترجمہ۔ وہ (مراد) جس کے بغیر تمہارا دن اندھیر ہوگیا۔ (اور) تمہاری گردن (شدت غم سے) تکلے کی طرح پتلی ہوگئی۔

وانکہ دادی آنچہ داری در زکات چوں زکاتِ پاک باراں برجہات

ترجمہ۔ وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے (اپنا سب اندوختہ) جو تم رکھتے ہو بطور خیرات دے ڈالا۔ جیسے بارش کی پاک (وصاف پانی کی) خیرات اطراف (زمین) میں (برستی ہے)

الخلاف۔ دوسرا مصرعہ بعض نسخوں میں یوں درج ہے "چوں زکاتِ پاکباناں رہنمات" اس تقدیر پر رہنمات داری کا مفعول بہ ہے۔ اور اس کا مفعول مقدر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ پہلے نسخے میں کرنا پڑا۔ البتہ اجزاے جملہ کا بُعد وتفرق مخل مطلب ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔

وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے اپنا (تمام) سامان واسباب جو تم رکھتے ہو۔ پاکبازوں کی طرح بطور خیرات دے ڈالا۔

خنہا دادی وخواب ورنگِ رُو سرفدے کردی وگشتی ہمچو مُو

ترجمہ (جس کے لئے) تم نے اپنا سامان واسباب دے ڈالا اور نیند (قربان کردی) اور چہرہ کا رنگ (کھولیا) تم نے سرفدا کردیا۔ اور تم (گھل گھل کر) بال کی طرح (دبلے پتلے) ہوگئے۔

چند در آتش نشستی ہمچو عود چند پیشِ تیغ رفتی ہمچو خود

ترجمہ۔ بارہا تم آتش (فرقت میں یوں) جلتے رہے جس طرح عود (جلتا ہے) بارہا تم (تیر و) تلوار کے آگے (یوں) سینہ سپر ہوتے جس طرح خود (تلوار کی ضرب کو سہتا ہے)

زیں چنیں بیچارگیہا صد ہزار خوئے عشاق است ناید در شما

ترجمہ۔ ایسی ایسی لاکھوں بے بسی کی حالتیں سہنا عاشقوں کی عادت میں داخل ہے۔ جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ (تم بھی سب کو برداشت کر چکے ہو)۔

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا آنکہ بودی آرزویش سالہا

ترجمہ۔ جب تم نے خواب میں (اس آرزو کے پورا ہونے کے) حالات دیکھے جس کی آرزو (میں) تم برسوں رہے ہو۔

چونکہ شب آں خواب دیدی روز شد از اُمید آں دلت پیروز شد

ترجمہ (اور) جب تم نے رات کو وہ خواب دیکھا۔ (اور) دن چڑھا۔ تو اس (آرزو کے پورا ہونے) کی امید سے تمہارا دل بھرپور ہوگیا۔

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست کاں نشان و آں علامتہا کجاست

ترجمہ۔ تم داہنے بائیں نظر پھراتے ہو۔ کہ وہ نشانی اور علامتیں (جو خواب میں بتائی گئی تھیں) کہاں ہیں۔

بر شال برگے لرزی کہ وائے گر رود روز و نشاں ناید بجائے

ترجمہ۔ (اور) تم (اس خوف سے درخت کے) پتے کی طرح لرزتے ہو۔ کہ ہائے! اگر دن گزر گیا۔ اور وہ نشانی نمودار نہ ہوئی (تو پھر بڑی حسرت کی بات ہے)

میدوی در کوے و بازار و سرا چوں کسے کو گم کند گو سالہ را

ترجمہ۔ تم (گلی) کوچے اور بازار میں اور گھر گھر (اس طرح) دوڑے پھرتے ہو۔ جیسے وہ شخص جس کا بچھڑا گم ہوگیا ہو (اور اسے تلاش کرتا پھرے)

خواجہ خیرست ایں دواں چیستیت گم شدہ اینجا کہ داری کیستیت؟

لغات۔ دواں دوڑتا ہوا۔ چیستیت۔ کیا ہے۔ وہ تمہارا رشتہ میں کیا ہوتا ہے۔

ترجمہ (لوگ حیران ہوکر پوچھیں) میاں خیر تو ہے۔ یہ بھاگ دوڑ کیوں کر رہے ہو۔ تمہارا یہاں کون گم ہوگیا۔ وہ رشتے میں تمہارا کون ہوتا ہے۔

گویش خیرست لیک ایں خیر من کس نشاید کہ بداند غیر من

ترجمہ۔ تم (جواب میں) اس سے کہو (ہاں ہاں) خیر ہے۔ لیکن یہ میری خیر میرے سوا اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔

گر بگویم یک نشانم فوت شد چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد

ترجمہ۔ اگر میں (بیان خواب کرنے کے لئے) یہ بیان کروں (کہ چلو) ایک نشانی (عدم بیان خواب کی) فوت ہوگئی (تو ہو جانے دو تو یہ گوارا نہیں۔ کیونکہ) جب ایک نشانی (بھی) فوت ہوگئی۔ تو (عدم حصول مراد سے) موت کا وقت آگیا۔

بنگری در روئے ہر مردے سوار گویدت منگر مرا دیوانہ وار

ترجمہ۔ تم ہر مرد سوار کے منہ کو تکنے لگتے ہو۔ تو وہ تم سے کہتا ہے (بھائی) مجھے دیوانوں کی طرح (لگاتار) مت تکو۔

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام روئے جستہ وجوئے او آوردہ ام

ترجمہ۔ تم اس سے کہتے ہو کہ جناب! میرا ایک دوست گم ہوگیا۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔

دولتت پایندہ باد اے سوار! رحم کن بر عاشقاں معذور دار

ترجمہ۔ اے سوار! تمہارا اقبال قائم رہے۔ ہم (عاشق لوگ بیخودی کی حالت میں اکثر غلطی کرتے رہتے ہیں) عاشق لوگوں پر رحم کرو (آپ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے کی جو خطا ہوگئی معاف فرما دو اور) معذور سمجھو۔

چوں طلب کردی بجد آید نظر جد خطا نکند چنیں آمد خبر

ترجمہ۔ جب تم مقصود کو کوشش کے ساتھ طلب کرو۔ تو وہ نظر آ ہی جاتا ہے (اسی لئے) کوشش رائگاں نہیں جاتی۔ ایسا ہی حدیث میں آیا ہے۔

مطلب یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ۔ یعنے جو کسی چیز کو طلب کرتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے۔ وہ اسے پالیتا ہے۔ کلید مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحاح میں تو نظر سے گذری نہیں۔ ممکن ہے کوئی حدیث ہو۔ مگر مضمون صحیح ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص طلب کرتا ہے۔ اور اسی میں لگا رہے۔ تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

ترجمہ۔ اچانک ایک نیک بخت سوار آگیا۔ پھر اس نے تم کو بغل میں لیا (اور گرم جوشی سے)

سخت (بھیجا)

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق بیخبر گفت ایں ست سالوس و نفاق

لغات - طاق - محراب - محراب دار دروازہ - سالوس - مکر - نفاق - دل میں کچھ ہونا اور ظاہر کچھ کرنا - بناوٹ ظاہرداری -

ترجمہ - تم (اس کی تاثیر جذب سے) بیہوش ہو گئے - اور دروازے ہی کے اندر (جہاں اس سوار نے معانقہ کیا تھا) گر پڑے - تو (جو شخص اس باطنی کیفیت سے) بے خبر (ہے وہ) بولا - دیکھئے (عجیب) مکر اور بناوٹ (ہے - کہ ایک سوار سے گلے ملتے ہی بیہوش ہو گئے)

او چہ مے بیند در و ایں شعر چیست او ندانکاں نشانِ وصل کیست

ترجمہ - مگر وہ بے خبر کیا جانے کہ اس (بیہوش ہونے والے) میں کسی چیز کا شور (برپا ہو رہا) ہے وہ نہیں سمجھتا کہ وہ (سوار) کس کے وصل کی نشانی ہے -

مطلب - جو شخص معاملات باطن سے بے خبر ہے - وہ تو واقعہ کا صرف ظاہری پہلو دیکھتا ہے - اس لئے اس کو تعجب آتا ہے - کہ ایک سوار سے معانقہ کرتے ہی دھڑام سے گر پڑنا چہ معنے دارد؟ اسے کیا معلوم کہ بیہوش ہونے والے کے دل میں کس بلا کا جوش پیدا ہوا ہے - اور کس عالی پایہ مراد کے حصول کے یقین نے اس پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کی ہے - کما قیل ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہیں زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید آں دگر را کے نشاں آید پدید

ترجمہ - یہ نشانی تو اسی شخص کے حق میں (اثر انداز ہو سکتی) ہے - جس نے (پہلے اس مطلوب کو) دیکھا ہے (جس کی یہ نشانی ہے) اس دوسرے شخص پر (جس نے اس کا کبھی بھی مشاہدہ نہیں کیا - اسکا) نشان (ہونا) کب ظاہر ہو سکتا ہے -

ہر زماں کرزے نشانے میرسید شخص را جانے بجانے میرسید

ترجمہ (ادھر اس بیہوش ہونے والے کی حالت یہ ہے کہ) جوں جوں اس (سوار) سے اس کو (خواب کی بشارت کے مطابق) نشان ملتے جاتے ہیں - اس شخص کی جان میں جان آتی جاتی ہے -

ماہیِ بیچارہ را پیش آمد آب ایں نشانہا تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ

صنائع - دوسرے مصرعہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے اقتباس ہے - الٓمّٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ یہ چند آیات کتاب واضح کی ہیں (یوسف ع ۱)

ترجمہ - بیچاری مچھلی (جو پانی کے بغیر تڑپ رہی تھی - اس) کے سامنے پانی آگیا - یہ نشانیاں آیات قرآنیہ (کی طرح بے شک وشبہ) ہیں -

مطلب جس طرح ہی بے آب کو پانی مل جائے - تو اس کی جان میں جان آجاتی ہے - اسی طرح یہ طالب مراد جب حصول مراد کی نشانیاں دیکھ لیتا ہے - جو آیات قرآن کی طرح قطعی ویقینی ہیں - تو اس کی خوشی کا کیا ٹھکانا - کما قیل ؎

بعزم دلنوازی ہاکہ مے آید کہ درگوشم صدائے آمد آمدے بر و از دل طپیدنہا

پس نشانہا کہ اندر انبیاست خاص آں جاں را بود کو آشناست

ترجمہ - پس (اس تقریر سے ظاہر ہے کہ) جو نشانیاں انبیا کے اندر ہیں وہ خاص اسی روح کو (محسوس ہوتی) ہیں - جو پہلے سے (حق تعالےٰ سے) آشنا ہے -

مطلب - اب پھر ذرا خطاب اور اس کی تعبیر بالمثال اور مثل مذکور میں تطبیق کر کے دیکھ لیجئے - مطلوب حقیقی سے مراد خاص ذات حق ہے جس کی طلب میں وہ شخص برسوں آہ وزاری - گریہ وانکساری کرتا رہا - اسوار جو نظر آیا - اس سے مراد نبی وقت ہے - معانقہ سے مراد نبی کی تعلیمات ہیں - بیہوش ہو جانے سے مقصود وصل بحق ہونے کا شدید اشتیاق ہے - چونکہ یوم الست میں ہر شخص نے باری تعالیٰ کا دیدار اور اس کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے - اس لئے کم وبیش ہر شخص کے دل میں اس عنصری زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ ایک برتر ہستی کے وجود کا تخیل موجود ہے - پھر بعض صحیح طور پر اور بعض غلط طریق پر اس کی پرستش کی کوشش بھی کرتے ہیں - لیکن جب نبی برحق باری تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آتا ہے - اور لوگوں کو اس کی درگاہ کی طرف صحیح طریق سے رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے - تو جن لوگوں کے دل میں پہلے سے پروردگار برحق کی طلب ذرا زیادہ موجود ہوتی ہے - وہ نبی کی زبان مبارک سے اس کی صحیح نشانیاں سن کر جوش محبت سے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں - لیکن یہ حالت انہی لوگوں کی ہوتی ہے - جن پر "کو آشناست" کا قول صادق آتا ہے - یعنے ان کو حق تعالےٰ کے نام کے ساتھ خاص اُنس ہوتا ہے - اور وہ پہلے سے اس کی درگاہ تک باریاب ہونے کے ذریعہ کے متلاشی ہوتے ہیں - عراقی رح ؎

ہمے گردم بگرد ہر سرائے نمے یابم نشانِ دوست جائے

جب ان کو نبی برحق کی بدولت اس کی درگاہ میں باریاب ہونے کا صحیح راستہ مل جاتا ہے - تو وہ باقی تمام طرفوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں - حافظ رح ؎

ازاں زماں کہ بریں آستاں نہادم روے فرازِ صفحۂ خورشید تکیہ گاہ من ست

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار دل ندارم بیدلم معذور دار

ترجمہ - یہ بات (یعنے انبیاء علیہم السلام کے نشانوں کی تفصیل) ادھوری رہ گئی - اور (جو کچھ بیان ہوئی تو) اکھڑی اکھڑی (ہوئی - مگر کیا کیجئے) میرا دل ہی قائم نہیں - میں بیدل ہوں مجھے معذور سمجھئے -

مطلب - انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں کا ذکر تو کر دیا - مگر افسوس ان کی کچھ تفصیل نہ ہو سکی - جس کی دو وجوہ ہیں - ایک تو یہ کہ میں اس وقت اپنے آپ میں نہیں ہوں - اور پیغمبروں کی صفات بیان کرنے کے لئے بقول

ع باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" میزان ادب کو مستقیم رکھنے کے لئے ہوش و حواس بجا ہونے ضروری ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کی صفات لا تعد ولا تحصی ہیں۔ ان کو تقریر و بیان سے حصر میں لانا مشکل ہے۔ اور یہی دونوں عذر ہیں۔ اس لئے یہ بیان ادھورا رہا۔ پہلا عذر اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں مذکور ہے۔ دوسرا عذر آگے فرماتے ہیں:۔

ذرّہا را کے تواند کس شمرد خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد

ترجمہ (ہنر مندوں کی صفات و کمالات تو مٹی کے) ذرّوں (کی طرح ان گنت ہیں۔ پس ان) کو کون شمار کر سکتا ہے۔ خاص کر وہ شخص جس کی عقل کو عشق نے زائل کر دیا ہو۔

مے شمارم برگہائے باغ را؟ مے شمارم بانگِ کبک و زاغ را؟

ترجمہ (اتنا تو سوچو کہ اگر) میں باغ کے پتوں کو گننے لگوں (اور) چکورا اور کوے (وغیرہ پرندوں) کی آوازوں کو شمار کرنے بیٹھوں (تو کیا شمار کر سکتا ہوں؟ ہرگز نہیں)

و شمارا نادر نیاید لیک من مے شمارم بہر رشد اے ممتحن

ترجمہ (درحقیقت وہ کمالات پوری طرح) شمار میں آ ہی نہیں سکتے۔ تاہم اے آزمانے والے! میں (ان میں سے کچھ کچھ اوصاف سامعین کی) بصیرت (افزائی) کے لئے شمار کرتا ہوں۔ (جس کی مثال یہ ہے کہ:۔)

نحسِ کیواں یا کہ سعدِ مشتری ناید اندر حصر اگرچہ بشمری

ترجمہ (دیکھو) زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت (کی تاثیرات) کو اگرچہ تم شمار (کرنے کی کوشش) کرو (مگر) وہ گنتی میں نہیں آ سکتی۔

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر شرح باید کرد بہر نفع و ضر

ترجمہ۔ لیکن (لوگوں کے) نفع و نقصان کے خیال سے ان دونوں کے اثروں سے کچھ نہ کچھ بیان کرنے ہی چاہئیں۔

تا شود معلوم آثارِ قضا شمہ مر اہلِ سعد و نحس را

ترجمہ۔ تاکہ سعد و نحس (کی تاثیرات میں مبتلا ہونے) والوں کو قضائے الٰہی کے آثار معلوم ہو جائیں۔

مطلب۔ مفتاح العلوم کے پہلے حصے میں کسی جگہ تاثیر کواکب کے متعلق عقیدہ اسلام کی بحث گذر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ تاثیر کواکب بالاستقلال کا عقیدہ کفر ہے۔ اگر کوئی ان کی تاثیر بقضاء اللہ و قدرہ مانتا ہو۔

تو اس میں اضافیت نہیں۔ اس شعر میں اس کی اسی جائز صورت کا اشارہ ہے۔ مگر یہاں حقیقۃً کواکب کی تاثیر سعد و نحس مراد نہیں۔ بلکہ لوگوں کی اپنی سعادت و شقاوت مراد ہے۔ یعنے لوگوں کی سعادت و شقاوت کے اسباب شمار نہیں ہو سکتے۔ گو چونکہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے

طالع آنکس کہ باشد مشتری　　شاد گردد از نشاط و سروری

ترجمہ۔ تاکہ جس شخص کا طالع مشتری ہو۔ وہ فارغ البالی اور عزت سے خوش ہو۔

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور　　احتیاطش لازم آمد در اُمور

ترجمہ۔ اور جس شخص کا طالع زحل (ہو) اس کو (تمام) امور میں جملہ خرابیوں سے (بچنے کیلئے) احتیاط لازم ہے۔

گر نگویم آں زحل اختارہ را　　از تشش سوزد مر آں بیچارہ را

ترجمہ۔ اگر میں اس کو یہ ستارہ زحل (کی تاثیرات) نہ بتادوں تو وہ اس غریب کو (اپنی نحوست کی) آگ سے پھونک ڈالے۔

مطلب ۔ اہل سعادت وہ ہیں جن کا طالع سعید ہے۔ اور سعادت سے مراد بینائی دل کا طالع ہے۔ جن سے وہ حقائق کو ان کی اصلی کیفیت میں دیکھ سکے۔ اور یہ وہ فوز و فلاح کا درجہ ہے کہ جس قدر بھی اس پر خوشی ہو کم ہے۔ اور اہل شقاوت وہ ہیں۔ جن کا طالع نحس ہے۔ اور وہ دل کی کوری ہے۔ پس کو دل کو چاہئے کہ حفظ نفسانیہ سے احتیاط کرے۔ تاکہ ہلاکی میں نہ پڑے۔ (بحر العلوم)

بس کن اے بیہودہ گو آں آفتاب　　آتشے نا ید بیکبارہ بتاب

ترجمہ۔ اے بیہودہ (گو) بس کر (آیات حق کے بیان کرنے میں زیادہ زبان نہ کھول) تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس آفتاب (حق) کی کوئی تجلی چمک اٹھے (اور تجھ کو فنا کر دے)

از کواکب در سپہر بیکراں　　در دمے نے نور ماند نے نشاں

ترجمہ (اس تجلی کے غلبہ سے) ایک لحہ میں آسمان (کی) بے پایاں (فضا) کے اندر ستاروں میں نہ نور رہے۔ نہ ان کا نشان (باقی) رہے۔

آنچہ بردارد بداں مشغول شو　　وز دگر گفتار ہا معزول شو

لغات ۔ برداشتن کے دو معنے محمل میں (۱) پھل رکھتا ہے (۲) اٹھاتا ہے۔ معزول۔ کنارہ کش۔

ترجمہ ا۔ (پس) جس بات کا کوئی (مفید) نتیجہ ہو۔ اسی (کے بیان کرنے) میں مشغول ہو۔ اور دوسری (بے نتیجہ) باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (کلیہ)

۲ - (پس) جس بات کو (سن کر ہر شخص) برداشت کر سکے۔ اسی (کے بیان کرنے) میں مشغول ہو۔ اور دوسری (ناقابل برداشت) باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (بحر العلوم)

جنبش اختر نیاید جز عقیم بر نیاید جز کہ آں لطف رحیم

لغات - جنبش - حرکت بیان - سیر مراد ہے۔ اختر - ستارہ۔ عقیم - بانجھ - بے نتیجہ۔

ترجمہ - سیر کواکب بے نتیجہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس (خداوند) رحیم کی مہربانی کے سوا کسی چیز سے پھل نہیں ملتا ۵

چھوڑ پروائے کواکب تو ہو پابند فلک ہاتھ اٹھا بہر دعا پیش خداوند فلک

نوٹ - آگے حق تعالیٰ کے رحم وکرم سے مستفید ہونے کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اُذکُرُوا اللہ شاہ ما دستور داد اندر آتش دیدہا را نور داد

ترجمہ - ہمارے بادشاہ (حقیقی) نے اجازت دے دی ہے کہ اللہ کو یاد کیا کرو (ہمارے جو افعال جہنم کی آگ (میں لے جانے والے ہیں اس نے ان) میں بھی (ہماری) آنکھوں کو (بصیرت ایمانی کا) نور بخشا ہے۔

مطلب - باوجودیکہ ہم بداعمالی کی ایسی ناپاکیوں سے ملوث تھے۔ جو جہنم میں لے جانے والی ہیں۔ تاہم اس نے اپنے کرم سے ہم کو یہ نور ایمانی نصیب فرمایا۔ جس سے سعادت دارین حاصل ہو سکتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ذکر حق سے خود ہمارا فائدہ ہے۔ خدا کی خدائی میں اس سے کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما نیست لائق مر مرا تصویرہا

ترجمہ (حق تعالیٰ نے) فرمایا (ہے) اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں (اور یہ) تمثیلات (جو تم بیان کر رہے ہو) میرے لائق نہیں ہیں۔

لیک ہر گز ہست تصویر خیال در نیاید ذات ما را بے مثال

ترجمہ - لیکن (جو شخص) تمثیل وتخیل (کے ساتھ مطالب کو سمجھنے کا خوگر (ہے وہ) مثال کے بغیر ہماری ذات کو سمجھ نہیں سکتا۔

مطلب - حق تعالیٰ کی ذات پاک تشبیہات سے تو بالکل منزہ ہے۔ مگر چونکہ عقل انسانی ناقص ہے۔ اسکو تمثیل کے بغیر معرفت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اجازت دیدی گئی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ بلا تشبیہ تمثیلات لطیفہ سے ذات وصفات کا مفہوم سمجھا دیا جائے۔ ورنہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ امیر خسرو رح ۵

لوامع صفتش ہست چشم پوش عقول چو آفتاب کہ نورش حجاب ابصار ست

ذکر جسمانہ خیال ناقص ست وصف شاہانہ ازانہا خاص ست

ترجمہ۔ جسمانی چیزوں کی طرح (تمثیلات کے ساتھ) ذکر کرنا ایک خیال ناقص ہے۔ خداوند کی صفت ان (تمثیلات) سے منزہ ہے۔ (مثلاً:-)

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست ایں چہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

ترجمہ (اگر کوئی شخص بادشاہ کے حق میں (بطور مدح) کہے کہ وہ) جولاہہ نہیں ہے۔ تو یہ کہاں کی مدح ہے۔ وہ شاید (اس سے) آگاہ نہیں (کہ مدح کیسی ہونی چاہیے)۔

مطلب۔ اگر کوئی مدّاح بادشاہ کی یوں تعریف کرے۔ کہ حضور جولاہے نہیں۔ موچی نہیں ہیں۔ دھنیا نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ مگر مدح کے مقام پر موزوں بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ایک لحاظ سے ہجو قبیح ہے۔ کیونکہ بادشاہ میں جولاہہ۔ موچی اور دھنیا ہونے کا تو شان و گمان بھی نہیں تھا۔ تو پھر ان باتوں کی نفی کے کیا معنے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مادح کو بادشاہ کی ذات میں ان باتوں کی موجودگی کا شبہ تھا۔ جس کو وہ اب دفع کر رہا ہے۔ لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سُنکر خوش ہو۔ اور اس کو دوسرے مدّاحین کی طرح انعام واکرام کے ساتھ سرفراز کرے۔ تو یہ اس کی غایت رحمت پر دال ہے۔ پس ہماری تقدیس و تنزیہہ بالکل ایسی ہے۔ جیسے حق تعالےٰ کی تعریف میں کہا کرتے ہیں۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں۔ منہ نہیں۔ کان نہیں۔ وہ سوتا اونگھتا نہیں۔ بیٹھتا اُٹھتا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کے وجود کا وہاں شبہ ہی نہیں۔ پھر ان کی نفی کے کیا معنے یہ صریح گستاخی و بے ادبی ہے۔ مگر حق تعالےٰ کی کمال رحمت ہے۔ کہ وہ اس کو مثل مدح قرار دے کر اس پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور ہم کو ہمارے قصور عقل و نقص ادراک کے باعث معذور رکھتا ہے۔ ورنہ اگر اس ناقص عقل و ادراک کے ساتھ ہر شخص معرفت تام پر مکلف ہوتا۔ تو کوئی بھی درجہ ایمان پر فائز نظر نہ آتا۔ اس لئے ہر شخص کو علےٰ قدر استعداد مناسب تکلیف دی گئی ہے۔ اور مومن ہونے کے لئے ایمان مجمل کافی سمجھا گیا ہے۔ نظامی رح ؎

چو دانستی کہ معبودے ترا ہست بدار از چند و چُوں جستجو دست

آگے مولانا اس مضمون کی تائید میں ایک دلچسپ حکایت سناتے ہیں۔ کہ جس شخص کو مبنیٰ عقل و دانش ملی ہے۔ اسی پیمانہ پر وہ خداوند تعالےٰ کی ذات و صفات کو سمجھنے پر مکلف ہے۔ اور اس کا اسی قدر ایمان قبول ہو کر خوشنودی حق کا باعث ہو سکتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وللہ الحمد علےٰ تمام المجلد الثانی من الدفتر الثانی من مثنوی مولانا ومرشدنا علیہ الف الف رحمۃ من اللہ الحی القیوم۔

مفتاح العلوم کے متعلق معاونین کرام کی رائیں

قبلہ عالم اعلیٰ حضرت مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کا کتاب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ گو علم تصوف میں بزبان فارسی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن ان میں سے جسقدر مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کی شہرت و مقبولیت ہے۔ وہ آجتک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ علمائے کرام ظاہری اور باطنی تو اپنی اپنی استعداد اور ملکہ علمی کے اعتبار سے اس دریائے ناپیدا کنار سے متمتع ہو رہے ہیں۔ لیکن عوام کم استعداد اور کم علموں کو اس سے استفاضہ ہونیکا آجتک موقع نہیں تھا۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ اہل علم میں سے کوئی صاحب جو جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہونے کے علاوہ رموز تصوف سے واقف اور صوفیائے کرام کا سچا غلام ہو۔ اس کتاب کی اردو زبان میں ایسی طرز سے شرح کرتا۔ کہ جس سے ادنیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ بھی فائدہ حاصل کرتے۔ اور اس کتاب کی برکت سے صحیح اعتقاد پر قائم رہنے کے علاوہ انکے دلوں میں بزرگان دین کی عزت و عظمت جاگزین ہوتی۔ الحمد للہ کہ اس ضرورت کو عزیزم مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور نے محسوس کیا۔ اور انہوں ایک ایسے فاضل اجل سے جو خاندان نقشبندیہ کے حلقہ بگوش ہونیکے علاوہ رموز تصوف اور نکات سلوک سے بخوبی باہر ہیں۔ سے مثنوی مولانا روم کی شرح مرتب کرائی۔ شارح نے مثنوی کی لغات مشکلہ اور ترکیب نحوی کو حل فرما کر اس کے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے مثنوی شریف کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ شعر کا مفصل مطلب شارح موصوف نے جس محنت اور کوشش سے قرآن و حدیث و اقوال آئمہ کے حوالہ جات دیکر بیان کیا ہے۔ وہ بلاشک و شبہ تحسین کے قابل ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص مولانا روم علیہ الرحمۃ کے قول سے فائدہ نہ اٹھائے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ بڑا ہی بدقسمت ہوگا۔ فقیر اہل اسلام سے عموماً اور یاران طریقت سے خصوصاً اس بات کی توقع رکھتا ہے۔ کہ وہ ضرور بالضرور مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کو خرید کر لطف اٹھائیں۔ اور مثنوی کے حقایق و معانی سے واقفیت حاصل کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔ کتاب کی گھیائی چھپائی۔ کاغذ۔ جلد وغیرہ نہایت ہی عمدہ ہے۔

بقلم فقیر جماعت علی عفی عنہ از علی پور سیداں۔ ضلع سیالکوٹ۔ یکم مئی ۱۹۲۶ء

عالیجناب مولوی محمد بن عبداللہ صاحب! کون موبیدار وظیفہ یاب حیدر آباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ کتاب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولوی معنوی جس کے اول حصہ سے ہفتم تک موصول ہوا۔ اور زیر مطالعہ رہا۔ جس تاریخ سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ گو کئی کیا ہزار بلکہ زاید کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اس شرح مثنوی کا کچھ رنگ ہی اور ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ کم سے کم فہم والا شخص عبارت سمجھ سکتا ہے۔ علمائے کرام ظاہری و باطنی اپنی اپنی استعداد کے موافق سمجھ لیتے ہیں۔ اور بفضل خدا فیض یاب ہوتے ہیں۔ گو میں نے کتب تصوف میں بہت سی کتابیں عربی و اردو کا مطالعہ کیا۔ کس کس کتاب کا نام بیان کروں بمضمون طویل ہوگا۔ مختصر یہ کہ جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور نے محسوس کیا۔ اول تو یہ کہ شارح نے مثنوی کی لغات مشکلہ اور ترکیب نحوی کو حل فرما کر اسکے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے مثنوی شریف کو بالکل آسان کر دیا۔ اور کوشش و جانفشانی کر کے قرآن و حدیث و اقوال ائمہ کے حوالہ جات دیکر بتلا دیا۔ اسقدر سخت محنت اور مشقت کے بعد بھی کوئی مسلمان بھائی اپنی تنگدلی اور بدقسمتی سے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اقوال سے فائدہ نہ اٹھائے۔ تو خدا اس پر ما فضل و محروم کرے۔ آمین۔ کیا عجب ہے۔ کہ شائقین اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے۔ اور ہر فرد بشر کچھ نہ کچھ حصہ مثنوی

مولانا روم منگوا کر مفت یاب ہو گئے۔ مجھ کو یقین ہے۔ کہ جو شخص مولانا روم کی شرح مثنوی کا ایک حصہ بھی دیکھ لے گا تو گرویدہ ہو جائیگا۔

عالیجناب صوفی علی بخش صاحب قاری بیم پور ضلع ہوشیار پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حدود ۱۵ر مارچ ۱۹۳۱ء کو مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کا دی۔ پی مبلغ دس روپیہ کو وصول پا لیا ہے۔ یہ شرح واقعی بہت اچھی ہے۔ اس سے پہلے میں نے کوئی ایسی شرح نہیں دیکھی۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ تو اور جوابانی دفتر میں۔ اس کی شرح بھی مکمل کر دی جائے۔ اور جوں جوں چھپتا جائے۔ جوتے جائیں۔ اس خاکسار کو بھی اطلاع دیتے رہیں۔

فخر المحدثین عالیجناب مولانا محمد جمیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے ہاں جو مثنوی مولانا روم کی شرح شائع ہو رہی ہے۔ وہ نہایت ہی عمدہ اور اعلیٰ اور مفید ہے۔ براہ کرم مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کسی آئندہ ایڈیشن میں درج فرما دیجئے:۔

چھپی یہ مثنوی کی شرح نایاب ہے کشاف طریقت اور شریعت
جمیل الحجد کی رو سے میں نے پوچھا کہا ہاتف نے "تصنیف طریقت"

عالیجناب شیخ رکن الدین صاحب سینئر سب جج پشاور وال ضلع سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی دکان سے نیلسپر ایک جلد مفتاح العلوم حصہ اول لایا تھا۔ اس کے مطالعہ سے کمال مسرت حاصل ہوئی۔ واقعی حضرت شارح سلمہٗ نے کمال کر دیا ہے۔ نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ اور نکات تصوف و رموز باطنی کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔ آپ نے چھاپنے میں بھی بہت محنت کی ہے۔ میں اس شرح کی تکمیل کا بہت متمنی ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ حتی الامکان جلدی یہ شرح مکمل ہو جائے۔ براہ مہربانی میرا نام فہرست خریداران میں درج کر کے جوں جوں یہ شرح چھپتی جائے۔ مجھے بذریعہ وی۔ پی ارسال کرتے رہیں۔ والسلام

عالیجناب پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری پیش امام جامع مسجد جودھپور تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ مفتاح العلوم دفتر اول کے چاروں حصے یکے بعد دیگرے وصول ہوئے۔ اور کافی سے زیادہ مطالعہ کر چکا ہوں۔ اب میں بخوشی اقبال کرتا ہوں۔ کہ جناب شارح صاحب نے ایسی جامع و مبسوط شرح لکھ کر دنیائے اسلام پر احسان کیا۔ جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے۔ نکات تصوف کو نہایت سلیس اردو میں بیان کیا۔ ہر شعر کا مطلب بیان کرنے وقت قرآن مجید و حدیث شریف کا حوالہ دیکر "ہست قرآں در زبان پہلوی" کو ثابت کیا۔ اور بعض پیچیدہ مسائل کو جن کے سمجھنے کی عوام الناس کو مہارت نہیں۔ ایسی خوبی سے سمجھائے ہیں۔ کہ بے اختیار حضرت شارح کے حق میں اعزہ اللہ فی الدارین کما اعززت اخوانی دینا کہنا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بہت سی شرحیں زیر مطالعہ رہ چکی ہیں مگر بیاد شرح ہذا ہم لکھنی پڑی۔ اگر دوسرے دفتر کا حصہ شائع ہو چکا ہو۔ تو جلد از جلد روانہ کر کے مشکور فرمائیں۔ اور ہر حصہ کے تیار ہونے پر مہربانی فرما کر مجھ کو فی الفور اطلاع دیا کریں۔ والسلام

عالیجناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور سے تحریر فرماتے ہیں:۔ کرمی جناب قریشی صاحب آپکا مرسلہ تحفہ مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم دفتر اول حصہ دوم (۱) بذریعہ وی۔ پی موصول ہوا۔ محترمی مولوی مرزا محمد نذیر صاحب کی عرق ریزی اور محققانہ تحریر اہل علم کے لئے واقعی قابل قدر اور شکریہ ہے۔ جنہوں نے مثنوی جیسی بلند پایہ کتاب کی تشریح میں سبقت اور منتہی کے لئے کوئی دقیقہ و گذاشت نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ ایسے دقائق شناس علماء کرام کو عمر دراز عطا فرما کر ایسی نادرہ خدمات کی تکمیل اور انجام دہی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ جزاہم اللہ فی الدارین احسن الجزاء۔ ہر حصہ شرح کے ہونے پر مہربانی کر کے مجھ کو فوری اطلاع دیا کریں۔ والسلام

مطبوعات قریشی بک ایجنسی لاہور

مجربات طبی جس کو پنجاب یونیورسٹی سے طب کی اعلیٰ ڈگری حاصل کئے ہوئے اور ہندوستان کے مشہور و نامور حکیموں کے علاوہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی مرحوم و اعزالاطبا حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی شاگردی کا فخر حاصل کئے ہوئے ایک فاضل، اجل اور لائق طبیب نے نہایت سال کی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں قابل مصنف نے سر سے پاؤں تک کی کل امراض کا مفصل حال ان کی تشخیص کا طریقہ ان کا علاج ایسے ایسے سہل اور آسان اور مجرب و زود اثر نسخوں سے لکھا ہے۔ کہ جس کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص بغیر کسی حکیم کی امداد کے خود بخود اپنا اپنے خویش واقارب اور بال بچوں۔ عزیزوں۔ دوستوں کا مکمل حفظ علاج کر سکتا ہے۔ ہر ہر مرض کی مختلف قسمیں لکھ کر بتایا ہے۔ کہ اس قسم کی مرض کے لئے ایسا نسخہ کارگر ہوگا۔ مردوں اور عورتوں کی خاص بیماریوں کی تشخیص اور ان کا مجرب اور زود اثر صحیح علاج خاص طور پر لکھا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب اردو کی تمام طبی کتابوں سے آسان سہل و مفید ہے۔ اور اس کا ہر نسخہ ہر جگہ سے آسانی مل جانیوالی ادویات سے جو زود اثر اور مجرب ہے۔ لکھا گیا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت صرف بلا جلد کے لئے دو روپے (عہ)۔ اور مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہوگا۔ علاوہ محصول

اُستادِ روزگار یہ وہ خاص کتاب ہے کہ جس میں اس کے مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کے لئے ہر قسم کے صنعت و حرفت کے کام نہایت ایمانداری سے صحیح صحیح تجربہ کر کے درج کر دیئے ہیں۔ معمولی آدمی بھی اس کتاب کے مطالعہ سے کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ کر اپنا اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ اور اگر چند روز تک استقلال سے کام کرتا رہے۔ تو یقیناً ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے کا مالک بن سکتا ہے۔

اس میں صابون سازی کے ہر قسم کے طریقے۔ ہر قسم کے شربت۔ ہر قسم کے حلوے۔ ہر قسم کے اچار۔ ہر قسم کے مربے ڈالنے کی ترکیبوں کے علاوہ خضاب کے نسخے۔ امرت دھارا کے نسخے بال اُڑانیکا پوڈر بنانے کے طریقے۔ ہر قسم کی سیاہیوں کے تیار کرنے اور ان کو فروخت کرنیکے راز۔ ڈبل روٹی۔ بسکٹ۔ کیک وغیرہ بنانا۔ نقلی سونا۔ نقلی چاندی۔ نقلی ہیرا بنا کر فروخت کرنا۔ فوٹوگرافی۔ گھڑی سازی۔ عطاری۔ حکمت غرض کوئی ایسا کام نہیں جس کی مکمل ترکیب اس کتاب میں درج نہ ہو۔ مصنف کا دعویٰ ہے۔ کہ اس سے بہتر ایسی اعلیٰ عمدہ کتاب آجتک شائع نہیں ہوئی۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔ کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

مجموعہ خواب نامہ صدیقی اگر آپکو خواب کی صحیح تعبیر معلوم کرنے کا شوق ہو۔ اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہو۔ کہ کس قسم کی خواب قابل تعبیر ہوتی ہے۔ یا اگر آپ کو یہ دیکھنے کا شوق ہو۔ کہ آپ کے خواب کی تعبیر جلدی ظاہر ہوگی یا دیر سے۔ یا اگر آپ اپنے فراموش شدہ خواب کو دوبارہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کتاب کو منگائیے۔ اپنے خواب کی تعبیر دیکھئے۔ اور اپنے عزیزوں دوستوں کو انکے خواب کی تعبیر بتائیے۔ ایسا صحیح ایسا مکمل، اور ایسا اعلیٰ خواب نامہ ہے کہ اس سے بہتر ایسا شائع نہیں ہوا۔ کتاب کے آخر میں ہاتھ دیکھنے کا طریقہ ہاتھ کے خطوط کے ذریعہ قسمت کا نیک بد معلوم کرنا۔ اور ان سے گذشتہ و آئندہ زندگی کو معلومات حاصل کرنا۔ اسکے بعد علم قیافہ کے متعلق ایک ایسا لاجواب رسالہ درج ہے۔ کہ جسے مطالعہ کر کے آپ شخص کے چہرہ کو دیکھ کر اسکا نیک و بد کا اندازہ کر سکینگے۔ قیمت باوجود اسقدر خوبیوں کے بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ اور مجلد کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

تعلیم النسا کا قاعدہ جس میں حروف شناسی و عبارت خوانی کے ساتھ ساتھ چھوٹی لڑکیوں کے خیالات اور محاورات کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ اور اس سلسلہ کی آئندہ دینی اور ادبی تعلیم کا آغاز مفرد و مرکب الفاظ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ (۱ر)

تعلیم النسا کی پہلی کتاب جس میں آئندہ دینی و ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کے لئے آسان لفظوں میں توحید و رسالت کے تصور کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ پھر چند مناظر قدرت دکھائے گئے ہیں۔ اور کئی نصیحت آمیز کہانیوں کے نتائج پر توجہ دلائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنہ (۲ر)

تعلیم النسا کی دوسری کتاب جس میں دینداری۔ سلیقہ۔ عام آداب و اخلاق کے متعلق ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے مذاق اور ادراک کے موافق مختلف دلچسپ پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت چھ آنہ (۶ر)

تعلیم النسا کی تیسری کتاب جس میں اسلامی عقائد اور مسائل طہارت و نماز کا بیان۔ بزرگوں اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب اور خانہ داری کے ہر شعبہ کا ذکر شبارہ روزی کاروبار کے آداب اور نیک اخلاق کا بیان تفصیل کے ساتھ مختلف دلچسپ پیرایوں میں کیا گیا ہے۔ قیمت نو آنہ (۹ر)

تعلیم النسا کی چوتھی کتاب (مستقلہ مسائل دینیہ) اس کتاب میں تمام دینی مسائل مفصل طور سے درج ہیں۔ شروع سے لے کر اخیر تک کوئی ایسا ضروری مسئلہ نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جس مسئلہ کی ضرورت ہو۔ اس کتاب میں مل سکتا ہے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو مسائل دینی سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

تعلیم النسا کی پانچویں کتاب جس میں عبادات کے فضائل و آداب کا ذکر۔ خانہ داری کے صیغوں میں سے گھر۔ مال و متاع۔ کھانے پینے کے سامان۔ کپڑے۔ زیور۔ کام۔ کاج۔ کھانے پکانے۔ سینے پرونے۔ کپڑے رنگنے۔ آمد و خرچ۔ سودا سلف۔ عورتوں کے مشغل و ذخیرہ وغیرہ کا تفصیلی بیان اور آداب و اخلاق کے متعلق خاص مستورات کے مناسب حال باتیں درج ہیں۔ قیمت پندرہ آنہ (۱۵ر)

تعلیم النسا کی چھٹی کتاب جس میں تربیت اولاد کے متعلق مفصل و مکمل بیان موجود ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ (عہ)

تعلیم النسا کی ساتویں کتاب (لقب بہ شیر منزل) یعنی کتاب دستت کی اخلاقی تعلیم کا لب لباب بچوں سے لیکر بوڑھیوں تک کے لئے ضابطہ آداب دین اسلام کا معیار۔ تہذیب۔ متعلقین یورپ کے لئے نازیانہ طالب ہدایت کے لئے راہنما دینی و دنیوی ذوات بصیرت کے لئے اردو کی مثنوی معنوی۔ قیمت ایک روپیہ پانچ آنہ (عہ)

سوانح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کے پاکیزہ حالات نہایت ہی آسان اردو میں سبقاً سبقاً درج ہیں۔ اور ساتھ ہی پانچ مقامات کی عکسی نوٹو ہیں۔ ۱۲ر

حیات سلطان صلاح الدین غازی (مع فوٹو) ۔ اس کتاب میں سلطان صلاح الدین کی ولادت۔ تعلیم۔ تربیت۔ خصائل عادات اور اس کی فتوحات اور عیسائی دنیا کے مقابلے اور فتح بیت المقدس کے تفصیلی حالات نہایت تفصیل کیساتھ لکھے گئے ہیں بظاہر یہ سوانحعمری ہے لیکن درحقیقت ایک صدی کی صلیبی و اسلامی تاریخ کا نچوڑ ہے۔ کتاب کے شروع میں غازی صاحب کی عکسی نوٹو اور اخیر میں سلطان موصوف کی مزار کا فوٹو دیا گیا ہے۔ قیمت عہ علاوہ محصول۔

اسرار العلوم ترجمہ اُردو منظوم **احیاء العلوم** حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ اُن باکمال ہستیوں میں سے تھے۔ کہ جن کا شہرہ دُنیائے اسلام میں ابدالاباد تک بلند رہیگا۔ درس و تدریس کے علاوہ تحریر کے ذریعہ آپ نے جو خدمت دین قیم کی فزائی۔ وہ شاید ہی کسی دوسرے شخص کو نصیب ہوئی ہو۔ آپنے بیشمار کتابیں شریعت۔ طریقت اور فلسفہ کے متعلق تحریر فرمائی ہیں۔ انکی تعداد تو بہت ہی زیادہ ہے لیکن جس کتاب نے آپکی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ اور جسکی وجہ سے آپ عالم اسلام کے امام مانے گئے وہ کتاب **احیاء العلوم** ہے۔ جس میں امام موصوف نے شریعت و طریقت کے ایسے ایسے رموز و نکات بیان کئے ہیں۔ کہ پڑھنے والا عش عش کر اُٹھتا ہے۔ شریعت کے لئے مطالعہ کرو۔ تو تمام مسائل کی جامع۔ طریقت کے لئے پڑھو۔ تو تصوف کا بحر بیکنار ہے۔ غرضیکہ یہ وہ کتاب ہے۔ کہ جس کو عالم اسلام میں ہر طرح سے خاص وقعت حاصل ہے۔ بس ایسی نادر اعلیٰ کتاب کو ہم نے بصرف زر کثیر ایک ایسے فاضل اجل اور عالم بے بدل۔ شاعر شیریں بیان سے نہایت سلیس اردو زبان میں مثنوی مولانا روم کے وزن پر ایسی دلکش اور دلچسپ نظم میں منظوم کرایا ہے۔ کہ جس کو پڑھ کر آپ کو خاص لطف آئیگا۔ فاضل موصوف نے اپنی خداداد لیاقت سے ایسی احتیاط سے کتاب کا ترجمہ نظم میں کیا ہے۔ کہ آپ پڑھتے وقت یہی خیال فرمائینگے۔ کہ امام غزالی نے کتاب کو نظم ہی میں لکھا تھا۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ نہایت دیدہ زیب اور اعلےٰ۔ چولوگ ہماری شائع کردہ کتاب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کو ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہ انشاء اللہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ ہم مقدور کوشش سے ایسی کتابوں کے ترجمے اور نثر میں شائع کرتے ہیں۔

لحاظ اسقدر محنت اور خرچ کثیر کے قیمت صرف بلا جلد کیلئے دو روپیہ اور مجلد کے لئے دو روپے دس آنہ علاوہ محصول

تاریخ مکہ معظمہ جس میں شہر مکہ کے ابتداء سے آجتک کے مفصل تاریخی حالات اور قابل زیارت مقامات کی مفصل فہرست بیان کے حالات کے درج ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

تاریخ مدینہ منورہ (معہ فوٹو شہر مدینہ و نقشہ روضہ مبارک و خلاف روضہ مبارک) جسمیں شروع سے تاریخی حال لکھکر تیار کیا گیا ہے۔ کہ کب اس مقدس شہر کی تعمیر ہوئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے تک جو جو واقعات رونما ہوئے۔ انکا تذکرہ کرنیکے بعد حضور کے عہد میں جو جو ترقیاں اس شہر کو نصیب ہوئیں۔ انکا حال لکھکر خلفاء راشدین اور خلفائے عظام و سلاطین اسلام نے جو اس شہر کے بارونق بنانے کیلئے طریقے استعمال کئے ان کا ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کے صحیح صحیح حالات۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضور انور کے کس طرف کس طرح واقع ہیں۔ نقشہ دیکر سمجھایا گیا ہے مسجد نبوی کے تاریخی حالات غرضیکہ کوئی ایسا تاریخی حال نہیں جو درج نہ ہو قیمت عہ مجلد عہ

تاریخ سلاطین آل عثمان مع حالات جنگ ترکان احرار یونان جسمیں سلاطین ترکی اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور غازی انور پاشا مرحوم کی نہایت اعلےٰ تصاویر کے علاوہ سجاباصوفیہ قسطنطنیہ اور شہر آنگورہ کا نقشہ بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں سلطنت عثمانیہ (ترکی) کے بانی سلطان عثمان خاں اول سے لیکر آخری سلطان عبدالمجید خاں کی معزولی تک کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ حجم ۲۵۰ صفحات۔ قیمت بلا جلد عہ۔ مجلد عہ

خلافت صدیقی ؓ ۵ **خلافت فاروقی** ؓ ۵ **خلافت عثمانی** ؓ ۵ **خلافت حیدری** ؓ ۵ **محبوب خالنا صدیقی** ۸ **محبوب علیات و محبوبات و دیگر** ہر قسم کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ فہرست کتب بلا قیمت بھیجی جاتی ہے۔ عہ

المشتہر محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی لاہور

عالمگیر سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم صاحب مئی ۱۹۳۳ء میں طبع ہوئی۔

مجموعہ خوانامہ صدیقی

جس میں ہر قسم کے نظر آنیوالے نواب کی تعبیر جو
تیس ہے، ساتھی ہی تعبیر دیکھنے اور نیارت
ایک بار ورد کرنے کے خاص طریقے درج ہیں
قیمت ۱ عدد

مجرب عملیات و تعویذات

خاص اور زود اثر مجرب عملیات و تعویذات کا مجموعہ جس میں ایک ایک عمل
مجرب اور آزمودہ ہے۔ علاوہ ہر ایک مرض اور ہر ایک بیماری کے عمل
کے حسب وانقباض کے تیر بہدف عملیات درج ہیں جن کی اجازت بھی
ساتھ درج ہے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ عدد

اسرار العلوم

ترجمہ اردو منظوم احیاء العلوم
امام غزالی کی مرکۃ الآرا کتاب احیاء العلوم کا منظوم اردو
ترجمہ خوبصورت پیپر پر دلکش انداز میں قیمت فی جلد عدد
جلد ۱ عدد

سلسلہ تعلیم النساء

اس سلسلہ کی کتابیں مسلمان دوشیزاؤں کو موجودہ تعلیمی
تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی کتابوں سے بھی متعارف کرتی ہیں
پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں کی خاص خاص باتیں
ہے کہ اس میں نئی تعلیم کا عنصر شامل کیا گیا ہے
قیمت تعلیم اطفال کا قاعدہ ۱ (۱ر) تعلیم الاسلام کی
پہلی ۳ (۳ر) دوسری ۶ تیسری ۹ چوتھی ۱۲
پانچویں ۱۵ چھٹی ۲ عدد ساتویں ۲ عدد

مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم

مثنوی کی یہ دلآویز اور بے نظیر شرح نہایت ہی آسان اور سہل اردو میں اس
طرز پر تیار کیگئی ہے کہ اردو مثنوی کا شیدہ جلی قلم سے اعراب دیکر بھی سنی
لغات و صرفی نحوی ترکیب و شرح کا ترجمہ اور مفصل مصدقہ قرآن و حدیث
اقوال ائمہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام علماء و فضلاء
و صوفیوں و ماہر اہل اہلوں نے اس شرح کو بہترین تسلیم کیا ہے کاغذ کتابت
پہلی جلد سلے قیمت حصہ اول بلاجلد (عدد) حصہ دوم (عدد)
حصہ سوم (عدد) حصہ چہارم (عدد) حصہ پنجم (عدد) حصہ ششم (عدد)

سلسلہ خلافت اسلامیہ

ان چار کتابوں میں صحابہ کرام کی خدمات کے علاوہ
خلفاء اسلام جو عرب و ترک کی زبان میں درج ہیں
قیمت فی جلد ۵ رنجات ۵ دنی ۵ ر
نجات ۵ ر خلافت ۵ ر

تاریخ سلاطین آل عثمان

ترکوں کی سات سو سال گذشتہ حکومت کی مفصل تاریخ جس میں چالیس کے
قریب ان ترکی کی تصاویر بھی دیکھی ہیں مسلمانوں کی گذشتہ عظمت و فتوحات
کا اندازہ لگانا چاہو تو اسے ضرور مطالعہ کیجئے قیمت عدد محصول ڈاک (عدد)

سوانح سلطان صلاح الدین

غازی صلاح الدین ایوبی کی مفصل سوانحعمری صلیب و ہلال کی آویزش کا
مفصل حال پڑھنا چاہو تو ہمت مطالعہ کرکے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ سنہ نو ٹو
صلاح الدین و دیگر اسلامی غازی موصوف قیمت صرف دو روپے (عدد)

دیگر رقوم کی کتابیں بیشمار مسلمی ہیں فہرست کتب مفت
منگوانے کا پتہ محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب قریشی بک ایجنسی

(کشمیری بازار لاہور)

سوانح نبی کریم علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کے
حالات جو ہندو لوگوں اور یورپین کے لئے بہت
آسان اور دلنشین پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بچہ
آسانی سے پڑھ سکے۔ حالات مقدسہ آنحضرت صلعم
کے اصول و اصحاب کرام کے حالات بہت ساتھ
لگائے گئے ہیں جو ان کتابوں کی زینت ہیں
قیمت صرف ۱۲ر

باورچی خانہ جدید

مخدرات عزیز یکم صاحبہ نے نہایت محنت سے مرتب
کیا ہے۔ اس میں ہر قسم کے کھانے پکانے کی
ترکیبوں کے علاوہ مربہ جات حلوے۔ اچار
چٹنیاں بنانے اور ان کو محفوظ رکھنے کے طریقے
آسان اردو میں بتائے گئے ہیں ہر گھر میں
اس کتاب کا ہونا ضروری ہے قیمت صرف
مجلد آنے (۶)

تاریخ مکہ معظمہ

مکہ معظمہ کے مفصل حالات بہت سے
مکہ معظمہ کے مفصل حالات بہت سے بیکار کتابوں
کے بیان کئے گئے ہیں کچھ حصے کو شریف مکہ کے سیر کرانے
کی بہترین کتاب جو زبردست محنت سے تیار کی گئی
ہے قیمت صرف ۴ عدد

تاریخ مدینہ منورہ

مجربات طبی

مجموعہ فالنامہ صدیقی

صحیح اور مستند فالناموں کی کتاب جو مدتوں تلاش
کرکے شائع کی گئی ہے جسکا انجام معلوم کرنا چاہو
تو اسے معلوم ہوگا قیمت (۸ر)

مجربات بوعلی سینا تصویر

جسمیں عورتوں کے خاص تعلقات اور انکی متعلقہ امراض
کے خاص مجرب علاج مفصل طور پر درج ہے
قیمت ۸ عدد مجلد ۱ عدد

زنانہ تالیف خطوط نویسی

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے خطوط نویسی پر ایسی
کتاب جس میں ہر مرتبہ کے عزیزوں کے نام خط
لکھنے کے طریقے اور ان کے القاب آداب
سہل و شستہ زبان میں لکھے گئے ہیں جن کے مطالعہ
سے چند دنوں میں ہر قسم کی خط و کتابت کا ماہر
ہو جاتی ہے قیمت صرف (۷۵)